مارچ 2016ء کے شمارے کی ایک جھلک

میرے خواب زندہ ہیں: نادیہ فاطمہ رضوی کا سلسلے وار ناول

دل کے دریچے: صدف آصف کا سلسلے وار ناول۔

تمہاری راہ دیکھی ہے: سلمیٰ فہیم گل کا خوب صورت ناولٹ

تیرے لوٹ آنے تک: انعم خان کا منفرد ناولٹ

تیرے خیال سے صائمہ قریشی کا مکمل ناول

بڑا آدمی: سباس گل کا مکمل ناول

اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ

رخِ سخن میں جانیے **فصیحہ آصف خان** کو

ماں کے حوالے سے اپنے خیالات لے کر **سحرش فاطمہ** شریک محفل ہیں

ہما ایوب شیخ، نزہت جبیں ضیاء، نادیہ احمد، اقبال بانو، سیما بنت عاصم، غزالہ جلیل راؤ، مصباح علی، صباحت رفیق چیمہ، عائشہ پرویز کی لاجواب تحریریں

بانی مدیرہ	زیب النساء
مدیر اعلیٰ	مشتاق احمد قریشی
مدیرہ	قیصر آرا
نائب مدیرہ	سعیدہ نثار
مدیر خصوصی	طاہر احمد قریشی
مدیرہ معاونین	جویریہ احمد
	روبینہ احمد

جلد	38
شمارہ	01
اپریل	2016

ماہنامہ آنچل کراچی

اشتہارات اور دیگر معلومات
0300-8264242

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
رکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹر
رکن چیمبر آف کامرس

aanchalpk.com
aanchalnovel.com
www.aanchalpk.com/blog
onlinemagazinepk.com/recipes
info@aanchal.com.pk
/women.magazine
/pkwomenmagazine

اس شمارے میں

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

بہنوں کی عدالت

سروے

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

ناولٹ

افسانے

پبلشر: مشتاق احمد قریشی پرنٹر: جمیل حسن، ابن حسن پرنٹنگ پریس
ہاکی اسٹیڈیم کراچی دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز، عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔ 74400

سرورق: نازیہ علی ...... آرائش: روز بیوٹی پارلر...... عکاسی: موسیٰ رضا

مستقل سلسلے

خط و کتابت کا پتہ: "آنچل" پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون: 021-35620771/2

فیکس: 021-35620773 ایک از مطبوعات نئے اُفق پبلی کیشنز۔ ای میل info@aanchal.com.pk

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب میری امت میں گناہوں کی کثرت ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ خواص و عوام سب پر اپنا عذاب اتارے گا۔ (مسند احمد)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛

اپریل ۲۰۱۶ء کا آنچل کا سال گرہ نمبر حاضر مطالعہ ہے۔

الحمدللہ آنچل آپ کے تعاون و سرپرستی کے سائے میں 38 سال کا ہو گیا اور اس خاص نمبر کے ساتھ اپنی عمر اور مقبولیت کی انتالیسویں سیڑھی چڑھ رہا ہے۔ اللہ کا صد شکر و احسان ہے کہ اس نے یہ دن دیکھنا نصیب فرمایا۔

بہنوں میرے لیے آج بڑا ہی خوشی کا دن ہے کہ اللہ رب العزت نے مجھے میری ذمہ داریوں میں سرخرو فرمایا آنچل کے ساتھ ساتھ قاری بہنوں نے جس طرح حجاب کی پذیرائی کی اور چند ہی دنوں میں مقبولیت اور پسندیدگی کے ساتھ اپنی محبتوں کا اظہار کیا وہ میرے اور میری ساتھیوں کے لیے باعث فخر اور حوصلہ مندی ہے میری اور میری ساتھی کارکنان کی یہ ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ ہم آنچل اور حجاب کو سجانے سنوارنے سے قبل اپنی تمام ہی قاری بہنوں کی طرف سے ارسال کردہ محبت ناموں کو غور سے پڑھتے ہیں اور ان کی ہی روشنی میں اپنے کام کا آغاز کرتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ آنچل اور حجاب کو سجانے سنوارنے میں تمام ہی قاری بہنیں ہمارے کام میں شریک ہو جاتی ہیں یقیناً آپ کی رائے میرے لیے بہت اہمیت اور وقعت رکھتی ہے گزشتہ شمارے میں بھی میں نے اپنے دل کی بات آپ سے کی اور تمام بہنوں کا شکریہ ادا کیا تھا۔

میں تمام بہنوں کی تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنے آنچل کی سال گرہ کی مبارک باد دی اور اپنے خلوص اور تعلق کا اظہار کیا' کچھ بہنوں نے یہ شکوہ بھی کیا کہ آنچل اور حجاب کو خریدنا ذرا مشکل ہو رہا ہے مہنگائی کے اس طوفان میں ضروریات زندگی کا حصول مشکل سے مشکل تر ہو رہا ہے لیکن صحت و تندرستی قائم رکھنے کے لیے جسمانی نہ سہی ذہنی تفریح حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ اس لیے مجبوراً آنچل کے ساتھ ساتھ حجاب بھی لینا پڑ رہا ہے۔

تمام بہنوں سے گزارش ہے کہ ادارے نے آپ کی تفریح اور ذہنی صحت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہی حجاب کا اجرا کیا ہے آپ دیکھ لیں کہ ادارہ جس قیمت میں 320 صفحات پیش کر رہا ہے۔ اسی قیمت میں دوسرے موقر جرائد 32 صفحات کم یعنی 290 صفحات دے رہے ہیں یہ قدم ادارے نے مہنگائی کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہی اٹھایا ہے کہ کم سے کم منافع پر زیادہ سے زیادہ تفریح آپ بہنوں کو مہیا کی جاسکے۔

اس ماہ کے ستارے

☆ سانسوں کی مالا پہ — محبت و چاہت کے رنگوں کا امتزاج لیے اقرا صغیر کا خصوصی ناول۔

☆ صلیب انتظار — جب انتظار کے جاں گسل لمحات طویل ہو جائیں تو محبت کا وجود مٹ جاتا ہے، اقبال بانو کی بہترین اصلاحی کاوش۔

☆ ف سے فیس بک — کتابی چہروں کے اصل حقائق سے آگاہ کرتا فاخرہ گل کا دلکش مکمل ناول۔

☆ اے ہم نوا — خدمت خلق کا جذبہ کبھی کسی ڈگری کا محتاج نہیں ہوتا جانیے طلعت نظامی کے منفرد انداز میں۔

☆ بہاریں جھوم کے آئیں — ایک طویل عرصے کے بعد اپنے دلفریب انداز بیاں کے سنگ عروسہ عالم جلوہ گر ہیں۔

☆ کیک اور سالگرہ — سالگرہ نمبر کے حوالے سے سمیرا غزل کی خصوصی تحریر۔

☆ گود کی ڈھال — بچیوں کی پرورش کے حوالے سے تحریر لیے شبینہ گل پہلی بار شریک محفل ہیں۔

☆ پیار کی بازی — پیار کی بازی میں ہار اور جیت کس کا مقدر ٹھہری جانیے عالیہ حرا کے دلفریب لب و لہجے میں۔

☆ میں ہزار روپے — ایک ایسی لڑکی کا فسانہ جس نے چند نوٹوں کے عوض اپنے خوابوں کو بیچ ڈالا، نادیہ فاطمہ کے دلکش اسلوب میں۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا گو

قیصر آرا

حمد

رنگ، خوشبو، صبا اور ہوا روشنی
میرے اللہ کی ہے ہر عطا روشنی
جس نے مجھ کو بلندی کے رستے دیئے
وہی میرے لیے رہنما روشنی
جس نے کندن کیا میری مٹی کو
وہ میرا مہرباں وہ سدا روشنی
کیا ہر مشکل کو آساں اس نے
یا حکیم کا ورد تھا کہ تھا روشنی
تیرگی میں بھی اس نے اجالا کیا
میرے لیے بن گیا وہ روشنی
شکر کرنے کی توفیق عطا ہو مجھے
مجھ کو شب میں بھی مالک دکھا روشنی
تیرا فضل ہے کہ میں ہوں نامور
اپنی رحمت سے گل کی بڑھا روشنی

سباس گل

پڑھتی رہوں درود اور لکھتی رہوں سلام
تو بخش دے تاثیر کہ پر اثر ہو کلام
جس نیند میں حاصل ہو مجھے دید نبی ﷺ کی
اس نیند پر قربان میری صبح میری شام
یارب یہی خواہش ہے کہ کٹے عمر میری یوں
ہو صبح تیرے نام، میری شام تیرے نام
پہنچوں جو مدینہ تو میرے دل کی لگن کو
ہو خود سے کوئی غرض نہ دنیا سے کوئی کام
اے یاد نبی ﷺ گر تو بنے ہمسفر میری
منزل نہ ہو دشوار بنے سہل ہر اک کام
احساسِ شکر سے میرا دل کانپنے کو ہے
اتنی کہاں اوقات کہ لکھوں میں تیرا نام

فاخرہ گل

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

مدیرہ

سمیرا شریف طور...... گوجرانوالہ

ڈیئر سمیرا! سدا سہاگن رہو سہاگ کا آنچل آپ کے سر پر ہمیشہ سلامت رہے' آمین۔ آپ کی دادی ساس کی رحلت کا سن کر افسوس ہوا' اللہ سبحان وتعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے' ان کو اعلیٰ علیین میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے' آمین۔ آپ کے ساتھ پیش آنے والے حادثہ کا سن کر بے حد افسوس ہوا' اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو ہر دکھ وتکلیف سے محفوظ رکھے اور آنچل کے ساتھ آپ کا قلمی وقلبی رشتہ برقرار رکھے' آمین۔ قاری بہنوں سے بھی دعا کی درخواست ہے۔

حرا قریشی...... ملتان

ڈیئر حرا! جگ جگ جیو' آپ کے طرز تکلم اور انداز نگارش نے جہاں قارئین کے دلوں میں محبت وچاہت کے دیپ روشن کیے ہیں وہیں ہماری نگاہ التفات بھی اپنی جانب مبذول کروالی ہے۔ بے شک ایسی شستہ ورواں اردو پڑھ کر دلی کی ٹکسالی زبان یاد آتی ہے اور فوراً ہی لبوں پر یہ مصرعہ آجاتا ہے کہ ''آتی ہے اردو زباں آتے آتے'' بہرحال آپ کے گنجیہ معنی کے طلسم کدے اور لفظوں کے فسوں خیز حسن سے اس بات کا ادراک ہوتا ہے کہ آپ کے لیے کامیابی وشہرت کے بہت سے جہاں ستاروں کی مانند روشن ہیں۔ آپ کی تحریر ''ذرا سی کمی'' موصول ہوگئی ہے امید ہے موضوع کی انفرادیت اور انداز تحریر کی خوب صورتی کے سبب جلد جگہ بنالے گی۔ امید ہے آپ کا قلمی تعاون آئندہ بھی برقرار رہے گا آپ دیگر سلسلوں میں بھی ہر ماہ شمولیت کرسکتی ہیں۔

نیلم شہزادی...... کوٹ مومن

ڈیئر شہزادی نیلم! سلطنت آنچل میں خوش آمدید' آپ کو ایسا لگتا ہوگا کہ ''مسلسل ہوں ملاقاتیں تو دلچسپی نہیں رہتی'' لیکن ہمارا حال اور خیال اس معاملے میں بالکل متضاد ہے۔ خوب صورت لفظوں کی مالا میں مقید آپ کے جذبات واحساسات ہمارے لیے ہر مرتبہ سرمایہ بیش بہا ثابت ہوتے ہیں۔ اسی لیے ہم نے تغافل سے گریز کرتے آپ کی خیر خبر دریافت کرلی ہے تاکہ آپ یہ شکوہ نہ کرسکیں ''خاک ہوجائیں گے ہم' تم کو خبر ہونے تک'' بھائی اور بہن کی شادی کی ڈھیروں مبارک باد۔ آنچل کی پسندیدگی کے لیے شکریہ' امید ہے گاہے بگاہے شرکت کرتی رہیں گی۔

کوثر خالد...... جڑانوالہ

پیاری کوثر! سدا مسکراؤ' خوب صورت اشعار سے سجا آپ کا خط موصول ہوا۔ آپ کا منفرد انداز تحریر واسلوب قارئین کے ساتھ ہمیں بھی بہت پسند آتا ہے۔ آپ حمد ونعت کے ساتھ ساتھ دیگر سلسلوں کے لیے بھی مستقل لکھ سکتی ہیں اس سے آپ کو لکھنے میں مزید مدد ملے گی۔ آپ کی اس انفرادیت اور برجستگی نے قارئین کے دلوں میں ایک نمایاں مقام حاصل کرلیا ہے آئندہ آپ کے تفصیلی تبصرے کے منتظر رہیں گے' اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کے علم کی شمع سدا روشن رکھے' آمین۔

چندا چوہدری...... حویلیاں

ڈیئر چندا! شاد وآباد رہو' طویل عرصے بعد آپ سے یوں نصف ملاقات بہت اپنائیت بھری لگی۔ حال اور خیال دونوں ہی اچھا ہے' آپ کا کہنا بجا ہے آج کل ہر کوئی آلام روزگار وفکر معاش میں الجھا ہے بہرحال ان مصروفیات کی گھڑیوں میں سے بھی چند پل ہمارے نام کیے بے حد خوشی ہوئی آپ کا برجستہ ومنفرد انداز بہت پسند آیا اسی وفاداری اور دلداری کا تقاضا آپ سے یہ ہے کہ آپ ہر ماہ باقاعدگی سے شرکت کیا کریں آپ کی تحریر جلد لگ جائے گی۔

قرۃ العین...... داربن کلاں

ڈیئر قرۃ العین! سدا مسکراؤ' آپ نے جن مشکلات کا ذکر کیا ہے ایسے میں آپ کا خط ہم تک پہنچ جانا واقعی آپ کی مستقل مزاجی کا مظہر ہے۔ محکمہ ڈاک کا نظام جس ابتری کا شکار ہے اس میں ایسی ہی مشکلات درپیش آتی ہیں۔ دور دراز سے آپ کی یہ شرکت بہت اچھی لگی آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔

فوزیہ سلطانہ...... تونسہ شریف

ڈیئر فوزیہ! سدا شاد رہو' آپ سے نصف ملاقات بہت اچھی لگی۔ نائلہ طارق سے بھی مزید لکھوائیں گے فی الحال تو اس نصف ملاقات کے توسط سے آپ سے یہ کہنا ہے کہ آپ آنچل سے اپنا رشتہ استوار کرتے ہوئے اپنے مخصوص ومنفرد انداز میں تحریر ارسال فرمائیں دیگر سلسلوں میں بھی آپ کی شرکت کے متمنی ہیں۔

صبا یونس قریشی...... ملتان

ڈیئر صبا! مانند صبا خوشبو وخوشیاں بکھیرتی رہو' آپ نے جس سچائی وخلوص سے اپنی تحریر کے متعلق بتایا جان کر اچھا لگا۔ حجاب کی پسندیدگی کے لیے شکریہ۔ آپ کی دوسری تحریر ''عشق فنائیت سے آگے'' اپنے مخصوص انداز تحریر ومنفرد اور دلکش اسلوب کی بدولت اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ٹھہری۔ یہ ناول بلاشبہ آپ کی محنت اور علم سے محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ موضوع کا چناؤ خوب ہے آپ اسی طرح کے موضوعات کو مختص کرتے علم وآگاہی سے بھرپور تحریر آنچل کے لیے بھی ارسال کرسکتی ہیں آپ کی یہ تحریر جلد حجاب کے صفحات کی زینت میں اضافہ کرے گی۔

حمیرا قریشی...... لاہور

عزیزی حمیرا! جگ جگ جیو' اپنی تحریر کی اشاعت پر ہماری جانب سے بھی آپ کو ڈھیروں مبارک باد۔ آپ کے خوشی سے

بھرپور والہانہ جذبات واحساسات پڑھ کر ہمیں بھی بے حد خوشی ہوئی آپ کا دیرینہ خواب آنچل کے صفحات پر آپ کی کہانی کی اشاعت کی صورت شرمندہ تعبیر ہوا۔ بہر حال آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے آپ اسی طرح کے موضوعات پر اپنے قلم کا جادو جگاتی رہیے ہم آپ کی دیگر تحاریر کے بھی منتظر رہیں گے خوب صورت الفاظ کے قالب میں ڈھال کر یونہی اپنے جذبات و احساسات کو قلم بند کرتی رہیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید کامیابی سے ہمکنار کرے آمین۔

افشاں علی...... کراچی

ڈیئر افشاں! سدا شاد رہو آپ کے سلام الفت کو چاہت سے قبول کیا اور آپ کی شرکت بے حد اچھی لگی۔ پانچ سالوں سے آپ کا قلم علم کی جوت جگا رہا ہے اور مانند افشاں نام بھی جگمگا رہا ہے۔ بے شک آپ کی تحریروں کے موضوعات اور انداز دیگر سے ممتاز ہے اسی بناء پر امید ہے کہ آپ کی یہ تحریر بھی جلد آنچل کے صفحات پر جگہ بنالے گی۔

عقیلہ رضی...... فیصل آباد

پیاری عقیلہ! سدا سہاگن رہو آپ کے پیادیس رخصت ہونے کی خبر سن کر بے حد خوشی ہوئی۔ سبحان اللہ آپ کو اپنے ہم سفر کے سنگ زندگی کی ڈھیروں خوشیاں عطا فرمائے آمین۔ آپ کا تبصرہ کیونکر شامل نہ ہوسکا علم نہیں بہر حال ہماری جانب سے آپ کے گلے شکوے کا جواب حاضر ہے امید ہے خفگی دور ہوجائے گی آنچل سے رابطہ استوار رکھیے گا۔ ڈاک ہر ماہ کی پانچ تاریخ تک ارسال کردیا کریں۔

مدیحہ کنول سرور...... چشتیاں

پیاری مدیحہ! سدا سہاگن رہو طویل عرصے بعد آپ سے ملاقات بہت بھالی لگی۔ ہم آپ کو بھول گئے ایسے بھی حالات نہیں البتہ مصروفیات کچھ بڑھ گئی ہیں۔ آپ حجاب کے لیے اپنی تحریر ارسال کردیں جلد لگانے کی کوشش کریں گے۔ حجاب کے دیگر سلسلوں میں آپ شامل ہوسکتی ہیں۔

یاسمین کنول...... پسرور

ڈیئر یاسمین! سدا سلامت رہو آپ کی والدہ کی رحلت کے متعلق جان کر بے حد افسوس ہوا۔ بے شک ماں جیسی عظیم ہستی کا سایہ سر سے اٹھ جانا آپ کے لیے بہت بڑا سانحہ ہے۔ ماں کی شفقت و محبت کا نعم البدل ملنا ناممکن ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کی والدہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ سمیت دیگر اہل خانہ کو صبر و استقامت نصیب فرمائے آمین۔

شازیہ اختر شازی...... نور پور

ڈیئر شازیہ! سدا آباد رہو یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے در کی حاضری نصیب فرمائی۔ بے شک اس مقدس سرزمین پر سر سجود ہونا ہر مومن کی دلی خواہش اور سب سے بڑی تمنا ہے۔ دعاؤں میں یاد رکھنے پر جزاک اللہ۔ بے شک آپ کی دعائیں ہمارے لیے بہترین عطیہ اور انمول تحفہ ہیں۔

اقراء ملک...... فیصل آباد

پیاری اقراء! جگ جگ جیو طویل عرصے بعد آپ کی قلم سے دوستی بے حد اچھی لگی۔ ہاسٹل میں زیر تعلیم، علم کے حصول اور لگن کی شمع جلائے آپ نے آنچل کو یاد رکھا بے حد خوشی ہوئی۔ بے شک آپ کا کہنا بجا ہے حساس لوگوں کا مشاہدہ وسیع اور گہرا ہوتا ہے اگر آپ بھی اپنے مشاہدات کو لفظوں کا پیراہن دے کر آنچل کی زینت بنانا چاہتی ہیں تو آپ ضرور ان حساس موضوعات پر قلم اٹھائیں۔ اگر آپ کی تحریر معیاری ہوئی تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ آپ کے خط سے اس قدر اندازہ تو ہوا ہے کہ آپ کا انداز تحریر پختہ ہے۔ آپ کسی بھی موضوع پر اپنی تحریر قلم بند کرکے ارسال کردیں، دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

عاشی شین...... فیصل آباد

ڈیئر عاشی! سدا سہاگن رہو بے حد مصروف گھڑیوں میں آنچل اور آپ کے دیرینہ ساتھ کے متعلق جان کر بہت اچھا لگا۔ گھریلو امور اور بچوں کی ذمہ داریوں میں بھی آپ آنچل کے مطالعہ کے لیے وقت نکال لیتی ہیں چاہے وہ چائے پینے کے دوران ہی کیوں نہ ہو۔ آپ کی اس محبت و چاہت پر مشکور ہیں آپ آنچل کے دیگر سلسلوں میں بھی شرکت کرسکتی ہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو اپنی زندگی میں بہت سی خوشیاں نصیب فرمائے آمین۔

خوشبو کنول...... ڈی جی خان

ڈیئر خوشبو! سدا مسکراؤ آپ کی تعلیمی قابلیت و علمی لگن کے متعلق جان کر اچھا لگا۔ اپنے والدین کی خدمات کے حوالے سے آپ کے جذبات قابل قدر و قابل تحسین ہیں۔ آپ اپنی قسط وار تحریر ارسال کرنے سے پہلے اپنا مختصر افسانہ ارسال کریں تاکہ آپ کے انداز تحریر سے آگاہی ہوسکے۔ قسط وار ناول فی الحال مت لکھیں جب آپ اس میدان میں پختہ ہوجائیں پھر سلسلہ وار کی طرف آیئے گا، امید ہے تشفی ہوپائے گی۔

شازیہ فاروق...... خان بیلہ

عزیزی شازیہ! سدا شاد رہو آپ کی ناساز طبیعت کے متعلق جان کر افسوس ہوا اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کے ساتھ ساتھ تمام بیماروں کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین، آپ کی تحریر اگر سالگرہ نمبر کے معیار کے مطابق ہوئی تو ضرور شامل کرلیں گے جبکہ دوسری تحریر "واپسی کا سفر" جلد اشاعت کے مراحل طے کرے گی۔ ہماری جانب سے آپ کو بھی آنچل کی سالگرہ کی ڈھیروں مبارک باد۔

مہناز یوسف...... اورنگی ٹاؤن، کراچی

ڈیئر مہناز! شاد و آباد رہو بے شک گھریلو امور اور بچوں کی ذمہ داری میں اپنے لیے وقت نکالنا بے حد مشکل ہوتا ہے ویسے بھی آج کل ہر کوئی یہی کہتا نظر آتا ہے "دل ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت

کے رات دن" لیکن یہ فرصت میسر نہیں آتی۔ آپ نے شب عالم کی فرصت کا فائدہ اٹھا کر ہمیں خط لکھا بے حد خوشی ہوئی۔ آپ کی تمام نگارشات کو شامل کرنے کی کوشش کریں گے اور آپ کی تحریریں بھی جلد آنچل کے صفحات کی زینت بن جائیں گی۔

سلمیٰ' عنایت حیا...... کھلا بٹ ٹاؤن شپ

ڈیئر سلمیٰ! سدا مسکراتی رہو' چاہتوں اور محبتوں سے بھرپور آپ کا خط موصول ہوا۔ آپ کی صحت یابی کے متعلق جان کر اچھا لگا اپنی ریسیپیز ارسال کردیں اور اپنا نام اور شہر کا نام ضرور لکھیے گا۔ آپ نے پیغام کے سلسلے میں اپنا نام نہیں لکھا اسی لیے آپ کا نام شامل نہ ہوسکا۔ آئندہ خیال رکھیے گا ہر سلسلہ پر اپنا اور شہر کا نام ضرور لکھا کریں اور یہ بات تمام بہنیں بھی نوٹ فرمالیں۔

نورین مسکان سرور...... ڈسکہ

ڈیئر مسکان! سدا خوش رہو' آپ کا کہنا بجا ہے آنچل کی سال گرہ کی تیاریاں تو زور وشور سے جاری ہیں۔ قارئین بہنوں کی جانب سے بھی خطوط اور کارڈز وغیرہ وصول ہورہے ہیں۔ آپ کی نگارشات بھی شائع کرنے کی بھرپور کوشش کریں گے آپ کی تحریر بھی جلد اپنی جگہ بنالے گی۔ آنچل کی سال گرہ پر آپ کو بھی ڈھیروں مبارک باد اور پسندیدگی کا شکریہ۔

راحیلہ یاسمین...... اٹک

عزیزی راحیلہ! سدا آباد رہو' آپ کے شوق اور قلم سے آپ کے والہانہ لگاؤ کے متعلق جان کر اچھا لگا۔ علم ڈگریوں کا محتاج نہیں ہوتا یہ تو ایسی میراث ہے جو انسان تجربات ومشاہدات سے بھی حاصل کرتا ہے اور ساری زندگی حاصل کرتا ہی رہتا ہے تشنگی وبے قراری پھر بھی برقرار رہتی ہے۔ آپ کہانی لکھنے کے بجائے فی الحال اپنا مطالعہ وسیع کریں اور آنچل کے دیگر سلسلوں میں باقاعدگی سے لکھتی رہیں اس سے آپ کو بہتر لکھنے میں مدد ملے گی۔

علوینہ اختر...... اسلام آباد

ڈیئر علوینہ! سدا شاد رہو' طویل عرصے بعد آپ سے نصف ملاقات اچھی لگی۔ آپ کی تحریر پڑھنے کے بعد ہی اندازہ ہوسکے گا اگر معیاری ہوئی تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ بہت سے طفل مکتب اپنی محنت ولگن سے آسمان ادب کے درخشاں ستاروں کو مات دے رہے ہیں۔ امید ہے آپ بھی مزید محنت وکوشش جاری رکھیں گی۔

عائشہ پرویز...... کراچی

ڈیئر عائشہ! سدا سہاگن رہو' آپ کی تحریر "جھوتہ" موصول ہوگئی ہے۔ جلد پڑھ کر آپ کو اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے۔ "آغوش مادر" کے حوالے سے آپ کا کالم حجاب کے لیے محفوظ کرلیا ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کے قلمی سفر کو یونہی کامیابیوں کی راہ پر گامزن رکھے اور آپ کی والدہ کو صحت کاملہ عطا فرمائے آمین۔

مہوش حیات...... ساہدو کے نارووال

پیاری مہوش! اسم باسمیٰ بن کر چاندنی بکھیری رہو' سات سال سے آپ آنچل کے دامن سے استوار ہیں جان کر خوشی ہوئی آپ کا پیغام باعث تاخیر موصول ہونے کے سبب اس بار شریک نہیں کرسکیں گے البتہ آئندہ شمارے میں جگہ دینے کی بھرپور کوشش ہوگی۔ اس وقت پرچہ تکمیلی مراحل میں ہے امید ہے سمجھ سکیں گی۔

ماریہ یاسر...... کراچی

ڈیئر ماریہ! سدا مسکراؤ' آپ کی تحریر "ہار ہوئی جیت میں" موصول ہوگئی ہے۔ سال گرہ نمبر سے فراغت کے بعد جلد زیر مطالعہ آجائے گی۔ اگر آپ کی تحریر آنچل کے معیار کے مطابق ہوئی تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی تھوڑا انتظار کے مراحل سے گزرنا ہوگا۔

مصباح علی...... سرگودھا

ڈیئر مصباح! جگ جگ جیو آپ کی جانب سے "خلش کے پار" اور "دل تو بچہ ہے جی" کے عنوان سے دو تحریریں موصول ہوئیں۔ موخر الذکر تحریر اپنے ہلکے پھلکے اور دلچسپ موضوع کی بناء پر جلد ہی جگہ بنالے گی۔ اول الذکر تحریر بھی موضوع کی انفرادیت اور دلکش اسلوب کی بدولت آنچل کے معیار پر پوری اترتی ہے۔ آپ اسی طرح کے منفرد موضوعات پر اپنے دلکش انداز بیاں میں طنز ومزاح لکھتی رہیں۔ امید ہے آئندہ بھی آپ کا قلمی تعاون برقرار رہے گا۔

ریما نور رضوان...... کراچی

ڈیئر ریما! سدا خوش رہو' آپ کی جانب سے دو تحریریں "صد شکرانہ" اور "میں خطا کار نہیں" موصول ہوئیں۔ دونوں تحریریں پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے اور آپ کا انداز تحریر بھی پختہ اور عمدہ ہے لیکن آپ کی تحریروں کے موضوعات خاص تاثر قائم کرنے میں ناکام ٹھہرے ہیں۔ کسی خاص اصلاحی مقصد کو پیش نظر رکھتے سماجی ومعاشرتی موضوعات پر قلم اٹھائیں تاکہ پڑھنے والے بھرپور استفادہ کرسکیں امید ہے اس ناکامی کو کامیابی زینہ بناتے ہوئے آئندہ موضوع کے چناؤ میں احتیاط سے کام لیں گی۔ وہ کہتے ہیں ناں کہ "اور بھی غم ہیں زمانے میں محبت کے سوا" آپ بھی اپنے موضوع میں انفرادیت کا خیال رکھیں۔

صندل' سونیا' عائشہ...... نامعلوم

ڈیئر سسٹرز! شاد وآباد رہو' آپ کے مفصل خط سے آپ کے گھریلو حالات اور والدہ کی بیماری کے متعلق جان کر بے حد دکھ ہوا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کی والدہ کو صحت وتندرستی سے بھرپور زندگی عطا فرمائے آپ کے والد نے واقعی بہت ہمت وجرأت سے حالات کا سامنا کیا ہے۔ جوان بیٹے کی موت کا صدمہ کوئی بوڑھا باپ کیسے برداشت کرتا ہے یہ لفظوں میں بیان کرنا شاید میرے لیے ناممکن ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کے والد کو استقامت وحوصلہ عطا فرمائے اور آپ کے بھائی کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔

بی بی اسماء سحر...... راولپنڈی

عزیزی اسماء! سدا شاد رہو بزم آنچل میں پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ آپ کا خط غالباً محکمہ ڈاک کی نذر ہوگیا ہمیں بھی افسوس ہے کہ آپ نے اتنی محبت وخلوص سے اپنے جذبات ہم تک پہنچانے کی کوشش کی لیکن وائے ناکامی بہرحال اس بار خط کا جواب حاضر ہے۔ آپ اپنی تمام سلسلوں کی ڈاک ایک ہی لفافے میں رکھ کر ارسال کردیں لیکن ہر سلسلہ پر اپنا بمعہ شہر کا نام ضرور لکھئے گا' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

معافیہ شیخ...... اسلام آباد

ڈیئر معافیہ! شاد رہو آپ کی تحریر سے آپ کے مطالعہ اور علمی شوق ولگن کا بخوبی اندازہ ہوگیا ہے۔ آپ کی تحریر ''خط اور انتظار'' آنچل کے معیار کے عین مطابق ہے جلد ہی آنچل کے صفحات پر آپ کا نام روشن کرنے کا باعث بنے گی۔ آپ اسی طرح کے موضوعات پر اپنی دیگر تحاریر بھی ارسال کرسکتیں ہیں۔

شازیہ ستار...... نامعلوم

ڈیئر شازیہ! سدا مسکراؤ ''تعلیم یافتہ'' کے عنوان سے تحریر موصول ہوئی آپ نے جس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور لوگوں میں اپنی تحریر کے ذریعے شعور وآگہی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے بے حد پسند آیا۔ آپ کا انداز تحریر بھی بہتر ہے' یہ تحریر قبولیت کی سند حاصل کرنے میں کامیاب ٹھہری۔ اسی طرح کے موضوعات پر طبع آزمائی جاری رکھیں آپ کے انداز تحریر میں مزید پختگی آئے گی۔ اس کامیابی پر ڈھیروں مبارک باد۔

خولہ عرفان...... کراچی

پیاری خولہ! سدا خوش رہو آپ کی تحریر ''آسمانی جوڑا'' کے عنوان سے موصول ہوئی رشتوں کے لیے متفکر والدین کے جذبات واحساسات کی بخوبی عکاسی کی گئی ہے۔ اسی بناء پر آپ کی تحریر منتخب ہوگئی ہے لیکن انداز تحریر میں کچھ کمزوریاں موجود ہیں۔ آپ اپنے مطالعہ کو وسیع کرتے اسی طرح کے موضوعات پر لکھنے کا سلسلہ جاری رکھیں' امید ہے اس کامیابی سے علم وشہرت کی مزید شمعیں روشن ہوجائیں گی۔

میمونہ ذوالفقار...... لاہور

ڈیئر میمونہ! خوش رہو آپ کی دو تحریریں ''پاکستان آقا جی دا'' اور ''فاللہ خیر حافظ'' موصول ہوئیں پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ موضوع کے ساتھ جلد بازی میں انصاف نہیں کرپائیں' آئندہ اسی طرح کے موضوعات کا انتخاب کرتے ہوئے کوشش جاری رکھیں۔

آمنہ نور...... نامعلوم

پیاری آمنہ! سدا اسلامت رہو آپ کی تحریر ''پہلی نشانی'' پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے موضوع کا چناؤ بھی بہتر ہے لیکن آپ کا انداز تحریر پختگی کے مراحل میں نہیں ہے اسی وجہ سے کہانی آنچل کے معیار پر پوری نہ اتر سکی آپ اسی طرح کے موضوعات پر طبع آزمائی جاری رکھیں' جلد کامیاب ٹھہریں گی۔ امید ہے اس ناکامی سے اپنی محنت میں اضافہ کرنے کی کوشش جاری رکھیں گی۔

ناقابل اشاعت:

عشق عیاں' درد جہاں' میرا عزم جواں' خواہش انوکھی سی' بہو بیگم' زیور کا ڈبہ' تیرا میرا اک فیصلہ' جو روٹھ گئی تو مناؤ گے کیسے' یہ کیسی محبت ہے' پہلی نشانی' بھوک ناچ' یہ محبت ہے' گر محبت نہ ہوتی' بلا عنوان' ہم نواؤ کیا حال سناؤں' خلش' پتھر کردو آنکھ میں آنسو' اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا' ذی العید' دراڑ' ظالم اور مظلوم' فجر شب تنہائی' گھر کی خاطر' محبت مار دیتی ہے' اعتبار مار دیتی ہے' ادھوری سوچ' ہارے بھی تو بازی مات نہیں' ایک کہانی' ایک نصیحت' عشق عبادت' پھول اور خوشبو' مسافتیں' پہلی نشانی' زندگی خوب صورت ہے' آؤ کہ بہار تم سے ہے' ادھوری میں ادھورے خواب میرے' پسند ایک پہلی' بلا عنوان' پاکستان آقا جی دا' فاللہ خیر حافظ' مسکراہٹ' فیصلہ ابھی باقی ہے' میرے سجدے' جیسے کو تیسا' لعل میرے کی جوانی' منزل مل گئی' لمحہ فکریہ۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کراکر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابلِ اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7، فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

السلام علیکم

مشتاق احمد قریشی

ایسے ہی کفار یا مخالفین سے لڑائیوں کے وقت یہ دشواری پیش آتی تھی کہ جب مسلمان کسی دشمن گروہ پر حملہ کرتے اور وہاں کوئی مسلمان لپیٹ میں آجاتا تو مخالف جماعت کا وہ شخص حملہ آور کو اپنی شناخت کرانے کے لئے کہ میں مسلمان ہوں اور تمہارا دینی بھائی ہوں "السلام علیکم" کہتا یا "لاالہ الا اللہ" پکارتا تھا مگر مسلمان اس شبہے کے شکار رہتے کہ کوئی کافر محض اپنی جان بچانے کے لئے حیلہ کر رہا ہے ایسے میں وہ اسے قتل کر بیٹھتے تھے اور اس کا مال غنیمت کے طور پر لوٹ لیتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہر موقع پر نہایت سختی سے صحابہ کی سرزنش فرمائی مگر اس قسم کے واقعات پھر بھی ہوتے رہتے تھے آخر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس پیچیدگی کو حل کرنے کے لئے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی تاکہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کی حیثیت سے پیش کر رہا ہے اس کے متعلق سرسری طور پر کوئی فیصلہ نہ کیا جائے ہوسکتا ہے وہ محض جان بچانے کے لئے جھوٹ نہ بول رہا ہو بلکہ واقعی وہ مسلمان ہو۔ تحقیق وتفتیش کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ اگر جھوٹا ہوگا تو تحقیق سے معلوم ہوجائے گا اور تحقیق کے بغیر چھوڑ دینے میں امکان ہے کہ کافر جھوٹ بول کر جان بچالے اور بلا تحقیق قتل کردینے میں اس کا امکان ہے کہ کوئی بے گناہ مسلمان قتل ہوجائے۔

اس آیت مبارکہ کے نزول کے بارے میں احادیث میں آتا ہے کہ بعض صحابہ کرام کسی علاقے سے گزر رہے تھے کہ انہیں ایک شخص ملا جس کے ساتھ اس کی بکریاں بھی تھیں اس شخص نے اس فوجی دستے کو گزرتے دیکھ کر "السلام علیکم" کہا اس سے اس کا مقصد اس فوجی دستے کو یہ بتانا تھا کہ میں تمہاری ہی طرح مسلمان ہوں لیکن بعض صحابہ نے یہ سمجھا کہ جان بچانے کے لئے اس نے "السلام علیکم" کہہ کر اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اس لئے انہوں نے بغیر تحقیق کے اسے قتل کردیا اور اس کی بکریاں بطور مال غنیمت لے کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری، ترمذی، تفسیر سورۃ النساء)

بعض روایات میں آتا ہے کہ اس موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "کہ مکہ میں پہلے تم بھی اس چرواہے کی طرح ایمان چھپانے پر مجبور تھے۔ (بخاری) مطلب یہ تھا کہ اس طرح بلا تحقیق چرواہے کے قتل کا کوئی جواز نہیں تھا یہی بات اس آیت مبارکہ میں بھی یاد دلائی گئی ہے کہ وہ دور اور وہ زمانہ بہت دور نہیں گزرا جب تم بھی جاہلیت کے اندھیروں میں تھے اس وقت تمہارے فیصلے بہت ہی جلد بازی اور سرکشی پر مبنی ہوتے تھے۔ اس وقت تم صرف دولت کے متلاشی ہوتے تھے اس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ صحابہ کرام کی سرزنش بھی کر رہا ہے اور جتا بھی رہا ہے کہ یہ اللہ کا ہی احسان ہے کہ تمہارے دلوں کو پاک کردیا اور تمہارے نصب العین کو بلند کردیا۔ اب تم دورِ جاہلیت کی طرح دولت کے لئے جنگ نہیں کر رہے اب صرف اللہ کے لئے جہاد کرتے ہو جس نے قانونی حدود اور ضابطے مقرر کردیئے ہیں اب وہ صورت حال نہیں رہی کہ کسی بات پر بھی مشتعل ہوکر آخری فیصلہ صادر کردیا۔

آیت مبارکہ میں یہ اشارہ بھی واضح کردیا گیا کہ ایک وقت تھا جب تم خود اپنی قوم سے اپنے ایمان کو چھپاتے تھے اس لئے کہ تم کمزور تھے اور خوف زدہ رہتے تھے، صرف مسلمانوں کو ہی پتہ ہوتا تھا کہ کون مسلمان ہے اور کون نہیں جب وہ اپنی قوم سے ملتا تو اسلام کو چھپاتا تھا اور جب مسلمانوں سے ملتا تو اپنا اسلام ظاہر کرتا تھا اور السلام علیکم کہہ کر مخاطب ہوتا تھا۔

آیت مبارکہ میں اہل ایمان کے دلوں کو جھنجوڑا گیا ہے تاکہ وہ زندہ اور متحرک ہوجائیں اور اللہ کی عظمت کا احساس کریں اور احساس خدا ترسی کے تحت ہی احکام الٰہی اور قوانین الٰہی کے مطابق چھان بین اور تحقیق کے بعد ہی تمام فیصلے صادر

کریں۔ اس سے قومی اور بین الاقوامی معاملات پر بھی اہل ایمان کو قانون سازی کا ادراک دیا ہے یہ قانون الٰہی ایسے موقع پر اہل ایمان کو عطا کیا گیا جب بین الاقوامی معاملات کے حل پر کہیں کوئی قانون موجود نہیں تھا۔ دنیا میں کوئی ایسا نظام حیات اور نظامِ قانون نہیں جو انسانوں کو ایسا شفاف انصاف مہیا کرتا ہو جس میں دوست دشمن کی تمیز نہ کی جاتی ہو دوست دشمن سب کے ساتھ برابری کی بنیاد پر انصاف کیا جاتا ہو یہ صرف دین اسلام ہی ہے جو اہل ایمان کو دعوتِ حق دے رہا ہے اور انصاف کی راہ دکھا رہا ہے ہر سوچ وفکر کی راہ سمجھا رہا ہے کہ کسی بھی معاملے میں، کسی کے بھی ساتھ، بلا سوچے سمجھے، بلا تحقیق جلد بازی سے کوئی فیصلہ مت صادر کرو یہی وہ بنیادی عناصر ہیں جن کی وجہ سے دین اسلام دین انسانیت اور عالمی دین قرار پایا۔ یہ دین تمام لوگوں کو انصاف فراہم کرتا ہے چاہے وہ اس دین کو ماننے والے ہوں یا نہ ماننے والے۔ تمام لوگ اس کے زیر سایہ انصاف پاتے ہیں۔ اسلام چونکہ سلامتی کا مذہب ہے اس لئے اس کے دائرۂ اثر میں پوری کائنات آجاتی ہے۔ آنے والی آیت مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ یہی بات سمجھا رہا ہے کہ اللہ کی رضا کیسے حاصل کی جاسکتی ہے یعنی سلامتی کیسے مل سکتی ہے اللہ اپنے بندوں کو سلامتی کے طریقے بتا رہا ہے۔

ترجمہ: جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ انہیں جو رضائے رب کے طالب ہیں سلامتی کی راہیں بتاتا ہے اور اپنی توفیق سے اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور راہ راست کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے۔ (المائدہ۔۱۶)

تفسیر: اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسلام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لیے بطور دین پسند فرمایا اور جو لوگ اللہ کی رضامندی اور پسند کے تابع ہو کر اسلام کو مذہب کے طور پر اپنائیں گے اختیار کریں گے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو سلامتی کے راستوں پر ڈال دیتا ہے۔ یہ عظیم سچائی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دین کی طرف اس شخص کی راہ نمائی فرماتا ہے۔ جس سے اللہ راضی ہوا ہو اور ایسا شخص وہی ہوتا ہے جو خود بھی اللہ کی مرضی کا خیال رکھتا ہے اور سلامتی کے راستے پر چلتا ہے یعنی اسلام کو اپناتا ہے۔

سلامتی کے تمام راستے سلام میں ہیں اور اس سچائی کی گہرائی اور عمق کا ادراک وہی کرسکتا ہے جس نے جاہلیت کے راستے دیکھے ہوں۔ سلامتی کا راستہ صرف اسلام میں ہے۔ اسلام ایک فرد کے لئے جو راہ متعین کرتا ہے وہ سلامتی کی راہ ہے اس میں ضمیر کی سلامتی ہے، عقل کی سلامتی ہے، اعضاء کی سلامتی ہے، گھر خاندان کی معاشرے کی بشریت وانسانیت کی سلامتی ہے غرض ہمہ گیر اور ہمہ جہت سلامتی ہے اور یہ دائمی سلامتی صرف اسلام میں ہی ہے اسلامی نظام حیات اسلامی معاشرہ اور اسلامی شریعت کے قانون میں ملتی ہے۔ انسانیت کو جاہلیت کی بدامنی سے اسی وقت نجات مل سکتی ہے جب انسان اپنے نفوس کو جاہلیت کی تاریکیوں سے نکال کر اسلام کی سلامتی کی پناہ میں لے آئے اور جب انسان اللہ کی رضامندی کو پالے اور اللہ کے دین کا تابع ہوجائے تو ایسے ہی لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ سلامتی کی راہوں (سبل السلام) پر سیدھے گئے ہیں اور اللہ نے انہیں ان راہوں پر ڈالا ہے۔ وہ اللہ ہی کی ذات ہے جو اپنے بندوں کو اندھیروں سے نکال کر اجالوں میں لاتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہی ذات ہے جس نے انسان کو اس کی فطرت کو اس کائنات کے تمام مظاہر کو اور انسان کے لئے اسلامی نظام حیات کو وضع کیا ہے۔ اس کی ہی ذات عالی ہے جس نے اہل ایمان کے لئے اس دینِ حق کو پسند فرمایا۔ اسلام سلامتی وامان کا مذہب ہے اللہ تعالیٰ کی ذات عظمت والی اور بے نیاز ہے اسے انسانوں کی اور تمام مخلوقات کی اطاعت وبندگی سے کسی قسم کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا وہ تو اپنے بندوں کو زیادہ سے زیادہ نفع، بھلائی پہنچانے کا اہتمام فرماتا ہے۔ یہ اس کی شفقت محبت اور بے پناہ تعلق کا ہی نتیجہ ہے کہ اس نے اپنے نائب اپنے خلیفہ کی راہ نمائی اور اسے راہ راست پر رکھنے کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش انبیاء ورسل بھیجے۔ اور پھر آخر میں نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پسندیدہ دین کی تکمیل کے لئے بھیجا اور اُمت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہتری اور بھلائی کے لئے ایک ایک عمل کے اجر وثواب کو کئی گنا بڑھا دیا ایسے ہی باہمی اخوت بھائی چارے کے فروغ کے لئے مضبوط ومستحکم بنیاد السلام علیکم کے لفظ سے فراہم کردی کہ آتے جاتے، اٹھتے بیٹھتے، ملتے ملاتے، ایک دوسرے کو السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کہہ کر اپنے مثبت دلی جذبات کا نہ صرف اظہار

کررہے ہوتے ہیں بلکہ ساتھ ہی امن سلامتی کی دعا دے رہے ہوتے ہیں اس سے دلوں کی کدورت، میل کچیل دھلتا رہتا ہے۔ لفظ السلام علیکم نہ صرف سلامتی رحمت و برکات کی دعا ہے اس بات کی بھی علامت ہے کہ ہم اہل ایمان سلامتی کے سیدھے راستے کے راہی ہیں۔ آنے والی آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل ایمان کو سلام کرنے اور ان کے سلام کا جواب دینے کی خصوصی ہدایت قرآن کریم کررہا ہے۔

ترجمہ: اور یہ لوگ جب آپ کے پاس آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو کہہ دیجئے کہ تم پر سلامتی ہے تمہارے رب نے مہربانی فرمانا اپنے ذمے مقرر کرلیا ہے کہ جو شخص تم میں سے بُرا کام کر بیٹھے جہالت سے پھر وہ اس کے بعد توبہ کرلے اور اصلاح کرلے تو اللہ بڑی مغفرت کرنے والا ہے۔ بڑی رحمت والا ہے۔ (الانعام۔۵۴)

تفسیر: آیت مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تاکید کی جارہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان اہل ایمان کو سلام کریں اور ان کے سلام کا جواب دیں جو ابتدا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے ان نیک اہل ایمان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی خوش خبری سنارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے شکر گزار بندوں پر اپنی رحمت کرنے کا فیصلہ کررکھا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب اللہ جل شانہ نے تخلیق کائنات سے فراغت پالی تو اس نے اپنے عرش پر تحریر فرمایا ”میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے“ (بخاری، مسلم)

اللہ اکبر! ان صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا رتبہ کتنا بلند و عظیم ہے جنہوں نے ابتدائے اسلام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور ایمان لائے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جو خود اپنے تمام فرشتوں کے ساتھ اپنے محبوب و پیارے نبی پر دُرود و سلام بھیجتا ہے وہ اس پیارے نبی کو تاکید فرمارہا ہے کہ اپنے ان ساتھیوں کی دل جوئی اور قدر و منزلت کرو اور انہیں سلام کرو اور ان کے سلام کا جواب دو۔ آخر یہ کون لوگ تھے اور کیسے لوگ تھے جن کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت اس قدر جوش ماررہی ہے۔ یہ عرب کے وہ غریب غربا مسکین غلام فقراء تھے جنہوں نے ابتدا میں اسلام قبول کیا تھا اور مسلمان ہوئے تھے وہی جاں نثار پروانے ہمہ وقت آپ کے اردگرد رہتے ان بے سہارا غریب مسلمانوں کا سب سے بڑا سہارا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک اور ان کی قوت ایمانی ہی تھی جو انہیں پورے اخلاص سے رات دن اللہ کی عبادت میں مصروف رکھتی تھی لیکن مشرکین مکہ اور سرداران قریش کو یہ بات نہایت ناگوار گزرتی تھی اور وہ طعن کرتے اور مطالبہ کرتے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے اردگرد تو غربا و فقراء کا ہی ہجوم رہتا ہے ذرا انہیں اپنے سے دور ہٹاؤ تو ہی ہم تمہارے ساتھ بیٹھ سکتے ہیں کیونکہ یہ لوگ تو بڑے خراب اور عیبی لوگ ہیں بڑے گناہ گار ہیں۔ دراصل جو لوگ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے ان سے زمانہ جاہلیت میں بڑے بڑے گناہ ہوچکے تھے پھر اسلام قبول کرنے اور حلقہ بگوش اسلام ہونے سے ان کی زندگیاں یکسر تبدیل ہوگئیں لیکن مخالفین اسلام ان کی پچھلی زندگی کے عیوب و افعال جتا جتا کر انہیں طعنے دیتے اور ان کی ہتک و بے عزتی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے ان غریبوں کا مذاق اڑاتے اور جن پر ان کا بس چلتا انہیں شدید اذیتوں سے دوچار کرتے اور طنزیہ انداز میں کہتے تھے کہ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہے اس طرح کہنے سے ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ اگر ایمان اور اسلام واقعی اللہ کا انعام ہوتا تو سب سے پہلے ہم پر ہوتا کہ ہم صاحب حیثیت اور مال دار ہیں سرداری اور حکمرانی ہمارے پاس ہے۔ اگر یہ بہتر چیز ہوتی تو سب سے پہلے اسے ہم قبول کرتے یعنی ان غریب غرباء کے مقابلے میں ایمان لانے میں ہم سبقت کرتے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے (الاحقاف۔۱۱) اگر یہ (دین) بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس طرح ہم سے سبقت کرنے نہ پاتے۔ اس طرح دراصل کفار مکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اور حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو اور ان جیسے غریب قلاش دیگر افراد کو نشانہ بناتے۔ کیونکہ کفار و مشرکین مکہ اور اہل قریش کے سرداران اور دوسرے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ اللہ کے یہاں ہمارا بڑا مقام ہے اس لئے اگر یہ دین اللہ کی طرف سے آیا ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہمیں اسے قبول کرنے میں پیچھے نہ رہنے دیتا۔ اس آیت مبارکہ کے سبب نزول کے بارے میں حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ ایک بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ حضرت بلال، حضرت صہیب، عمار، خباب رضوان اللہ اجمعین

اور دیگر ضعیف و کمزور اہل ایمان کے ساتھ مجلس میں بیٹھے تھے کہ کفار قریش سے اقرع بن حابس تمیمی اور عیینہ ابن حصن فزاری آئے اور انہوں نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ ہم آپ کے پاس بیٹھیں کیونکہ آپ کے پاس عربوں کے وفد آتے ہیں اس طرح ہماری عزت عربوں میں ہوگی لیکن ہم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ ہمیں عرب آپ کے پاس ان دوسرے درجے کے لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے پائیں۔ جب ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئیں تو آپ ان لوگوں کو اپنے پاس سے اٹھا دیا کریں جب ہم چلے جائیں تو پھر آپ آزاد ہیں کہ ان کے پاس بیٹھیں یا نہ بیٹھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”درست“ اس پر ان لوگوں نے یہ مطالبہ کیا کہ اس سلسلے میں ایک تحریر پر دستخط فرمادیں۔ روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں کہا کہ یہ تحریر لکھ دیں ابھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ تحریر لکھ بھی نہیں پائے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور یہ آیات نازل ہوئیں۔ سورہ الانعام کی آیت نمبر ۵۲، ۵۳ اور ۵۴۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ کاغذ تحریر کر کے لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیات تلاوت فرما رہے تھے۔ آپ نے وہ کاغذ پھینک دیا اور ہمیں بلا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ (الانعام۔۵۴)

اس آیت مبارکہ سے اہل ایمان کے لئے کئی باتیں واضح ہوگئیں اللہ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دنیاوی مال و دولت میں ممتاز ہونا کوئی معنی کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ عنداللہ مقبولیت کے لئے تو ایمان، اخلاص کی ضرورت ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے دولت ایمان و اخلاص سے نوازتا ہے اور جسے چاہے وہ مال و دولت آزمائش کے لئے دیتا ہے۔ اللہ کے نزدیک اہل ایمان کا اخلاص اور نیت، اہمیت و وقعت پاتا ہے وہاں کسی کی امارت، رئیسی، سرداری کام نہیں آتی وہاں تو صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے ہی بات بنتی ہے اور ایسی بنتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی کو فرما رہا ہے کہہ دیجیے کہ تم پر سلامتی ہو اور تمہارے رب نے تم پر سلامتی کی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان صحابہ کرام کی جنہیں رؤسائے عرب فقیر قلاش کم تر درجہ کا کہہ کر ان کی بے عزتی کر رہے تھے۔ اپنی اہمیت اجاگر کر رہے تھے۔ اللہ نے اس آیت کے ذریعے انہیں ہی نہیں تمام اُمت مسلمہ کو آگاہ کر دیا کہ عبادت الٰہی اور ذکر الٰہی اور ایمانی اعمال میں خلوص نیت کی اہمیت ہے دیناوی جاہ و جلال کی کوئی اہمیت نہیں۔ اللہ اپنے اطاعت گزار بندوں کو سلام کا حکم فرما رہا ہے ایسے میں آنے والی آیت میں اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے والوں کو خوش خبری دی جا رہی ہے۔

ترجمہ: ان لوگوں کے واسطے ان کے رب کے پاس سلامتی کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے ان کے اعمال کی وجہ سے۔ (الانعام۔۱۲۷)

تفسیر: آیت مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ اہل ایمان کو خوش خبری سنا رہا ہے کہ اہل ایمان کے لیے تمام آفات اور مصیبتوں سے محفوظ و مامون گھر ہے۔ جس میں وہ سلامتی سے رہیں گے یعنی جنت، دارالسلام دو لفظوں سے مل کر بنا ہے دار یعنی گھر اور سلام یعنی سلامتی اور سلامتی کا گھر، جنت کے سوا اور کوئی نہیں جہاں نہ کوئی مشقت ہوگی نہ تکلیف، نہ کوئی رنج و غم ہوگا، نہ کوئی آفت و مصیبت ہوگی اور دوسری خوش خبری اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو یہ سنا رہا ہے کہ وہ ان سے محبت کرتا ہے ان کے نیک اعمال کی وجہ سے۔ نیک اعمال کیا ہیں؟ وہ ہیں احکام الٰہی پر ویسے ہی عمل کرنا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا اور اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اختیار کرنا ہی اللہ تعالیٰ کے لئے پسندیدہ اعمال ہیں جن کی قرآن حکیم میں بار بار تاکید کی گئی ہے۔

(جاری ہے)

مہوش ناز

ملیحہ احمد

آنچل پڑھنے والے تمام ہنستے بستے چہروں کو ہمارا پیار بھرا اسلام قبول ہو تو جناب اب ہم اپنا تعارف کراتے ہیں تو جی میرا پیارا سا کیوٹ سا نام مہوش ہے اور نک نیم مشی ہے اور کچھ میرے دشمن مجھے مشو کہتے ہیں۔ میرا تعلق گوجرانوالہ کے ایک گاؤں ماڑی بھنڈراں سے ہے اور اتفاق سے ہماری کاسٹ بھی بھنڈر ہے۔ 4 اکتوبر 1994ء کو ہم اس دنیا میں تشریف لائے اور آتے ہی اپنے ماں باپ کو خوش کردیا۔ میرے تین بھائی ہیں اور میں اکیلی بہن ہوں۔ میں نے بی اے کرلیا ہے اور ایم اے کرنا ہے۔ اب آتے ہیں خوبیوں اور خامیوں کی طرف تو جناب سب میں خوبیاں بھی ہوتی ہیں اور خامیاں بھی، خوبیاں ہماری چیدہ چیدہ یہ ہیں ہر ایک پر جلد اعتبار کرلیتی ہوں، دل کی بہت نرم ہوں۔ ہر ایک کے ساتھ مخلص ہوجاتی ہوں اب میں آپ کو مزے کی بات بتاتی ہوں، جب ہمارا ایف اے کا رزلٹ آنا تھا تو میری دوست نورین نے کال کی اور کہا تمہاری دعائیں بڑی قبول ہوتی ہیں اور کالج کی لڑکیاں مجھے حاجن بھی کہتی ہیں۔ میں وظیفے بھی کرتی ہوں اور ان پر بڑا پختہ یقین ہے اگر کسی نے وظیفہ کرانا ہو تو ہماری طرف رجوع کرے ہم کس مرض کی دوا ہیں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ میں اور مریم پیپروں پر بھی پھونکیں مار کر آتی ہیں اور اچھے نمبروں سے پاس ہوجاتی ہیں، ہاہاہا۔ اب آتے ہیں خوبیوں کی طرف غصہ بڑا آتا ہے اپنے بھائیوں سے بڑا جھگڑتی ہوں کیونکہ یہ اپنی چھوٹی چیزیں مجھے کھلاتے نہیں اور جس دن میں نہیں جھگڑتی تو میرا بھائی کہتا ہے "نی آپی تیری طبیعت تے ٹھیک اے" سیر سپاٹے کی بڑی شوقین ہوں، منافق لوگ پسند نہیں۔ کھانے میں بریانی، کباب، دیسی مرغ، دہی بھلے، مچھلی، اسٹیم کیا ہوا گوشت" پسند ہے۔ جیولری اکٹھی کرتی ہوں لیکن پہنتی نہیں۔ لباس میں فراک، چوڑی دار پاجامہ اور بڑا سا دوپٹہ پسند ہے۔ رائٹرز میں آپی سمیرا شریف طور ان کی تو میں بہت بڑی فین ہوں۔ عمیرہ احمد، ام مریم، نازیہ کنول نازی، اقراء صغیر احمد، نمرہ احمد، فرحت اشتیاق پسند ہیں۔ فیورٹ کلرز میں گلابی سفید اور کالا پسند ہے۔ شہروں میں مری سوات اور آزاد کشمیر پسند ہیں۔ زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے گھر بلائے اور ہم سب دوستوں کی قسمت اللہ تعالیٰ اچھی کرے، میری دوستوں کے نام یہ ہیں عمارہ، نورین، آصفہ، مدیحہ، عطیہ، سدرہ، نگینہ تو اب ہم اس دعا کے ساتھ رخصت ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی، رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین۔

ماریہ کنول

السلام علیکم مائی سویٹ گائز! مجھے کہتے ہیں ماریہ کنول! پیار سے ماری، مانو، ماہی، گلابو......22 مارچ 1996ء کو پاکستان کے ایک خوب صورت شہر ضلع چکوال کے گاؤں ارڑ مغلاں میں پیدا ہوئی۔ بی کام کی اسٹوڈنٹ اور اسکول ٹیچر ہوں۔ میٹرک راولپنڈی سے اور انٹرمیڈیٹ چکوال کے کالج سے کیا۔ میری زندگی کے خوب صورت ترین پل میری کالج لائف ہے جب میں ہوسٹل میں رہی تھی۔ مشغلہ لکھنا اور ریڈیو سننا ہے۔ لکھاری میں سمیرا حمید، نمرہ احمد اور عمیرہ احمد اچھی لگتی ہیں، بہترین ناول "یارم" ہے۔ میری زندگی کا مقصد دوسروں کے چہروں پر مسکراہٹ لانا ہے، دوست بہت سارے ہیں کیونکہ میری زندگی میں آنے والا ہر دوست میرا بہترین دوست ہے۔ پسندیدہ رنگ پرپل ہے، پسندیدہ کھانا جو مل جائے بھوک کی حالت میں سب کھالیتی ہوں۔ غصہ نہیں آتا اگر آجائے تو رُو کے نکال لیتی ہوں، کسی سے کچھ نہیں کہتی۔ پسندیدہ لباس لانگ شرٹ اور چوڑی دار پاجامہ ہے۔ بچے اچھے لگتے ہیں جنون کی حد تک۔ بہترین بچے طلحہ، ثمی، عبداللہ، صفی اور مجتبیٰ ہیں اور بچیاں عینی، نائلہ، عاشی جو میرے دل کے بہت قریب ہیں۔ میرا خواب ہے اپنے ملک کا کونہ کونہ دیکھنا، بچھڑنے ہوئے تمام دوست بہت یاد آتے ہیں۔ اسکول لائف کے ثمینہ، صائمہ، ریحانہ، لائبہ، انیلہ، مریم، سامعہ، ماریہ اور کالج لائف

کے مینا' بانو' ٹائیگر سب بہت یاد آتے ہیں۔ میری یہی خوبی ہے کہ میں کسی کو بھولتی نہیں ہوں چاہے کسی کو ایک بار ملی ہوں زندگی میں پھر بھی۔ مجھے اپنے ملک سے بہت پیار ہے اس کے لیے کچھ کرنا چاہتی ہوں۔ آر جے بننا اچھا لگتا ہے۔ بہترین ٹیچرز سر تنویر' میم سعدیہ' میم نازیہ اور سر ریحان ہیں۔ آج اگر میں زندگی میں کامیاب اسٹوڈنٹ ہوں تو اس کا سارا کریڈٹ میرے ان ٹیچرز کا ہے میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں ان سب کی جن کی وجہ سے میں کامیاب زندگی گزار رہی ہوں۔ میری دعا ہے آپ سب جہاں رہیں خوش رہیں اور اپنی زندگی کو بھرپور طریقے سے جیتے رہیں' اپنا خیال رکھیے گا اپنے سے زیادہ دوسروں کا۔ دعا کریں اپنے لیے' میرے لیے' اپنے اس ملک کے لیے کیونکہ ہمارے پیارے ملک ہماری دھرتی کو ہر لمحہ دعاؤں کی ضرورت ہے' اللہ حافظ۔

ایس گوہر

پیارے آنچل اسٹاف' رائٹرز اور ریڈرز کو پیار اور محبت بھرا اسلام قبول ہو۔ آپ سب لوگ کیسے ہیں؟ اللہ پاک سب کو خوش رکھے' آمین۔ ہر ماہ سب کے تعارف پڑھتے ہیں اس بار میں نے سوچا کیوں نا میں بھی حاضری لگوالوں ویسے بھی بزرگوں سے سن رکھا تھا کہ نیک کام میں دیر کیسی' لو جی میں حاضر ہوں۔ ایس گوہر طور میرا قلمی نام ہے' اصل نام سدرہ لیاقت ہے۔ 1999ء میں 9 نومبر کو پیدا ہوئی۔ ہم دو بہن بھائی ہیں میرا بھائی مجھ سے چھوٹا ہے وہ نائنتھ کلاس کا اسٹوڈنٹ ہے اور میں سیکنڈ ائیر میں ہوں۔ ابو میرے ٹیچر ہیں اور میں پانچویں میں تھی جب میری امی کی ڈیتھ ہوگئی' میری خالہ نے میری اور میرے بھائی کی پرورش کی۔ میری خالہ بہت اچھی ہیں' دنیا کی عظیم ترین عورت' خالہ آپ کی عظمت کو سلام پیش کرتی ہوں' اللہ ہر کسی کو ایسی خالہ دے' آمین۔ کتابیں بہت پسند ہیں' میری نانی کہتی ہیں تمہارے جہیز میں صرف کتابیں ہی دینی ہیں اور کچھ نہیں ہے نا مزے کی بات۔ میری خواہش ہے کہ میں ایک صاف گو اور پاکستان کی بہترین رائٹر بن جاؤں۔ مجھے سخت نفرت ہے جھوٹے لوگوں سے' پیسے سے دولت سے جن کے لیے ہم رشتوں کی خوب صورتی کو بھول جاتے ہیں' فقیروں جیسی زندگی پسند ہے۔ میں اپنی ہر دوست کو صرف ایک ہی بات کہتی ہوں کہ اپنی عزت کی حفاظت کرنا اور اپنے کردار کو بلند رکھنا کیونکہ دنیا میں ہر چیز واپس مل سکتی ہے مگر عزت نہیں۔ میری کمزوری اچھی سیرت اور کردار' اخلاق اور عزت و وقار ہے میں ہر اس لڑکی سے دوستی کرنا چاہتی ہوں جس میں یہ خوبیاں ہوں۔ میں فیشن ایبل لوگوں سے بہت دور بھاگتی ہوں' کھانے میں صرف آلو اور مٹر پسند کرتی ہوں' گوشت بالکل پسند نہیں۔ جیولری پسند ہے مگر اتنی زیادہ نہیں لینے تک ٹھیک ہے مگر پہننا پسند نہیں۔ کپڑے خریدنے کا کوئی شوق نہیں۔ اب بات ہوجائے خوبیوں اور خامیوں کی' خامیاں بہت زیادہ ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ مجھے بہت غصہ آتا ہے تو میں بالکل خاموش ہوجاتی ہوں۔ کام چور ہوں۔ مجھے صفائی بہت پسند ہے' ہر کام آہستہ کرتی ہوں' لوگوں کے بارے میں جو بات بری لگے تو ان کو علیحدہ بلا کر بتادیتی ہوں یا پھر کسی کو نہیں بتاتی' دوستیں بہت زیادہ بناتی ہوں' معاف کردینے کے باوجود اس بات کو نہیں بھولتی جو کسی نے کہہ دی ہو۔ خوبیاں یہ ہیں کہ پانچ وقت کی نماز پڑھتی ہوں' تہجد بھی پڑھتی ہوں' دن میں تین بار قرآن مجید ضرور پڑھتی ہوں۔ ساری مسنون دعائیں صبح و شام پڑھنی ہوتی ہیں' اپنی دوستوں کے لیے جان تک دے سکتی ہوں۔ ہر کسی کی مشکل میں کام آنا چاہتی ہوں' خود غرض نہیں ہوں اگر میں کسی کو فائدہ نہیں دے سکتی تو نقصان بھی نہیں دیتی ہوں اور ہاں کچھ لوگوں کے لیے اپنی جان سے بڑھ کر مخلص ہوں۔ نیک اور اچھے لوگ بہت پسند ہیں کتابیں کسی کے ساتھ شیئر نہیں کرتی۔ آئیڈیل شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم' معصب ابن عمرؓ' حضرت عمر فاروقؓ' قائداعظم اور میرے ماموں قاری اللہ یار پسند ہیں۔ رائٹرز میں نازیہ کنول' بانو قدسیہ' ہاشم ندیم' عمیرہ احمد' نمرہ احمد' سمیرا حمید' مستنصر حسین تارڑ' ام مریم' ہاجرہ مسرور وغیرہ پسند ہیں۔ پسندیدہ کتابیں ''قیامت کی ہولناکیاں' قبر کا منظر' اصلاح بیوت' خدا اور محبت' اے محبت تیری خاطر' یارم' جنت کے پتے' سفال گھر' راجا گدھ' پتھروں کی پلکوں پر اور جنت کے نظارے پسند ہیں۔ میری

دوستیں عدیلہ حسن، سمیرا یاسمین، مہوش، سماویہ، فروا، کشور، سونیا، عروج ندا، فرزا، کشمالہ، سعدیہ، عمارہ اور لاریب ہیں اور میری بیسٹ فرینڈ سمیرا یاسمین ہے میں اس سے بہت زیادہ محبت کرتی ہوں۔ میری پسندیدہ ٹیچر مس مریم جمیل، مس غلام زہرہ، مس شازیہ ناہید، شازیہ بانو، مس عاصمہ، مس فائزہ اور مس روبینہ شفیق ہیں۔ بابا بلھے شاہ مجھے بہت پسند ہیں مجھے ان شاعری بہت اچھی لگتی ہے اس سے پہلے آپ لوگ بور ہو جائیں میں جاتی ہوں، اچھا جی اللہ حافظ۔

ادیبہ ارشد

ارے ارے منہ تو بند کرلو، میں ہی ہوں ایسے دیکھ رہے ہو جیسے کسی دوسرے سیارے کی مخلوق دیکھ لی ہو۔ جویریہ پلیز منہ تو بند ہی رکھو نا، تنزیلہ اور ہما اپنے اپنے چوکڑے کم کرو اور نیناں اور ماہ نور کو بھی جگہ دو۔ سفینہ اور طوبیٰ تم اپنے جھگڑے باہر جاکے کرو (آپ پلیز تھوڑا اور صبر کرلیں)۔ ہاں جی اب سب سیٹ ہوگئے، نہیں یار میری دادو تو رہ ہی گئی۔ ارے آجاؤ تم بھی یہ بہت اچھی بچی ہے ارے آپ سمجھ رہے ہیں کہ یہ میری دادی ہیں، نہیں جی یہ تو میری پیاری دوست دعا ہے۔ اوکے جی ما بدولت کا نام تو آپ پڑھ ہی چکے ہوں گے پھر بھی بتاتی چلوں کہ میرا نام ادیبہ ارشد ہے۔ میرا تعلق اولیاء کے شہر ملتان سے ہے 31 جنوری 1999ء کو اس دنیا کی رونق میں اضافہ کیا، 8th کلاس کی اسٹوڈنٹ رہنے کے بعد قرآن پاک کا ترجمہ تفسیر کررہی ہوں۔ میرا نک نیم گوگو ہے، عرصہ پانچ سال سے آنچل کی خاموش قاری ہوں، اگر پسند و ناپسند کی بات کی جائے تو کھانے میں مجھے اسٹو، بریانی بہت پسند ہے۔ برتن دھونے سے بے حد چڑ ہے بقول میرے گھر والوں کے مجھ میں سستی بھی ہے اور کام چور بھی ہے لیکن میں اس بات کو نہیں مانتی (تھوڑی ڈھیٹ ہوں) حساس طبیعت کی مالک ہوں، رونا بہت جلد آجاتا ہے اور ہنسی اس سے بھی جلد، ہاہاہا۔ بہت زیادہ بولتی ہوں اور بور بھی کرتی ہوں اگر کوکنگ کی بات کی جائے تو میں زبیدہ آپا سے بڑھ کر ہوں، ہاہاہا ویسے تو میں سب کچھ ہی بنالیتی ہوں لیکن آج کل میرے بنے ہوئے حلوؤں کی دھوم مچی ہوئی ہے ہاہاہا۔

میرے آئیڈیل میرے بابا جان ہیں، اپنے بابا اور امی جان سے بے حد پیار ہے۔ سب کی ناراضگی برداشت کرلیتی ہوں لیکن امی اور بابا کی نہیں۔ بہار، خزاں، سردی اور برسات کا موسم بے حد پسند ہے۔ خوب صورت منظر بہت اٹریکٹ کرتے ہیں، گلاب اور موتیے کا پھول بے حد پسند ہے۔ چائے پسند ہے، جتنی بار دے دو پی لیتی ہوں۔ پاک آرمی میں جانا سب سے بڑا خواب ہے اور اپنے ملک وقوم کی خدمت کرکے شہید ہونا سب سے بڑی خواہش ہے (بس جی تھوڑا اور برداشت کرلیں)۔ پسندیدہ رائٹرز میں نازیہ کنول نازی، سمیرا شریف طور، اقرا صغیر احمد اور فرحت اشتیاق ہیں۔ نازیہ کنول نازی آپ سے میری درخواست ہے کہ آپ جو نیا ناول لکھنا شروع کریں گے تو پلیز آپی آپ اس میں لڑکی کا نام حبہ رکھیے گا۔ پسندیدہ ایکٹریس میں سجل علی، صنم جنگ، ثنا جاوید اور اریج فاطمہ ہیں۔ پسندیدہ سنگرز میں راحت فتح علی خان، عاطف اسلم اور قرۃ العین چوہدری ہیں۔ پسندیدہ ناول میں ''مصحف'، متاع جاں ہے تو، بن روئے آنسو اور مینوں مرن دا شوق وی سی'' ہیں۔ خامی یہ ہے کہ غصہ بہت آتا ہے اور کنٹرول بھی نہیں ہوتا، اعتبار اور دوستی بہت جلد کرلیتی ہوں اور اکثر دھوکہ بھی کھایا ہے بقول طوبیٰ، ہما (سسٹرز) کے کہ میں معصوم ہوں۔ یہی میری خوبی بھی ہے حج وعمرے کی فیملی کے ساتھ بہت خواہش ہے۔ میری ایک بہن کی شادی ہوچکی ہے اور ہما، طوبیٰ کی منگنی ہوچکی ہے ابھی ان دونوں کے منگیتر پردیسی ہیں اس لیے یہ میرے سر پر مسلط ہیں۔ بلال بھائی طوبیٰ آپ کو بہت یاد کرتی ہے اور ہما آپی کا تو علی بھائی آپ کو پتا ہی ہوگا نا، اوکے کوئی دوستی کرنا چاہے تو موسٹ ویلکم، مل کر کیسا لگا ضرور بتایئے گا، سب کو سلام اللہ حافظ۔

نگہت عبداللہ

پیاری بہنو السلام علیکم
ایک طویل مدت بعد آپ کے سامنے حاضر ہوں میرا خیال تھا میں قصہ پارینہ ہو چکی لیکن آپ سب کی محبتوں نے ایک بار پھر مجھے میرے ہونے کا احساس دلا کر دلی خوشی سے ہمکنار کیا بہت شکریہ میں آپ سب کی ممنون ہوں اور دعا گو کہ آپ جہاں بھی ہوں اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم آپ کے ساتھ ہو، آمین۔

اب آتے ہیں سوال کی طرف۔

میرے پاس پہلا خط ہے ثانیہ مسکان کا تحصیل گوجر خان سے

❀ بطور لکھاری فیملی کا رویہ کیا حوصلہ افزا ہوتا ہے؟

☆ نہیں بی بی، تنقید تو ہوتی ہے خصوصاً بہن بھائی مذاق اڑاتے ہیں، سہیلیاں مشکوک نظروں سے دیکھتی ہیں افسانہ لکھنا افسانہ بن جاتا ہے لیکن یہ سب شروع کی باتیں ہیں اگر آپ اپنے محاذ پر ڈٹے رہیں تو پھر یہی مذاق رشک میں بدل جاتا ہے۔

❀ ترے عشق نچایا میں آپ کا پسندیدہ کردار کون سا ہے؟

☆ اس ناول میں میرا پسندیدہ کردار محسن ہے کیونکہ صرف اس کردار کو لے کر میں نے پوری کہانی کی نیت کی پھر آپ نے پوچھا ہے کیوں پسند ہے تو اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ اسے لکھتے ہوئے میں اس کردار کو پوری شدت کے ساتھ محسوس کرتی ہوں اور کہیں کہیں میں اس کے لیے رو پڑتی ہوں اور آنسو تو اس کے لیے چھلکتے ہیں ناں جو دل کے قریب ہو۔

❀ آج کے دور کی لڑکی کو نشا جیسا ہونا چاہیے یا صبا جیسا؟

☆ دیکھیں ثانیہ دور خواہ کوئی بھی ہو، نظام قدرت روز اول جیسا ہی ہے، پھر لڑکیوں کے لیے جو حدود و قیود مقرر کی گئی ہیں ان میں کمی یا زیادتی کیسی نشا اور صبا سے ہٹ کر میں کہوں گی لڑکیوں کو پانی جیسا ہونا چاہیے پانی کی خاصیت یہ ہے کہ اسے جس رنگ کے برتن میں ڈالو اسی رنگ میں نظر آئے گا امید ہے آپ میری بات سمجھ گئی ہوں گی مزید وضاحت کر دوں لڑکیوں کو ایک گھر سے دوسرے گھر جانا ہوتا ہے اور وہی ان کا اصل گھر ہوتا ہے تو بجائے اس پر تنقید اور جلنے کڑھنے کے اس گھر کا حصہ بننا چاہیے۔

❀ آنچل کے لیے سلسلے وار ناول کب لا رہی ہیں؟

☆ جب آنچل مجھ سے ناول کی فرمائش کرے گا۔

❀ شہرت، رحمت ہے یا زحمت کیا مداح پریشان بھی کرتی ہیں؟

☆ شہرت رحمت ہے اور میرا خیال ہے زحمت جب بنتی ہوگی جب کوئی زبردستی خود کو منوانے کی کوشش کرتا ہوگا اور مجھے مداحوں کی طرف سے کبھی پریشانی نہیں ہوئی سب بہت محبت کرتے ہیں اور محبت سے ملتے ہیں۔

❀ آج کی لڑکی کے لیے کوئی پیغام؟

☆ میں بہت خلوص سے لڑکیوں کے لیے پیغام لکھ رہی ہوں کہ اگر آپ غیر شادی شدہ ہیں تو ماں باپ کی خدمت کریں اور اگر شادی شدہ ہیں تو شوہر کی تابعدار وفادار رہیں کیونکہ دین و دنیا کی بھلائی اسی میں ہے۔ باقی آپ کی تعریفوں اور دعاؤں کا بہت شکریہ ثانیہ بی بی۔

❀ یہ سوالات وانیہ مصطفیٰ نے بہت محبت کے ساتھ میل کیے ہیں۔ پہلے تو وانیہ آپ کی محبت، تعریف اور دعاؤں کا بہت شکریہ۔

❀ مجھے لگتا ہے آپ بہت دوستانہ شخصیت کی مالک ہیں اپنے اردگرد ہونے والے واقعات آپ کے لیے بہت معنی رکھتے ہیں کیا یہ درست اندازہ ہے؟

☆ جی وانیہ آپ کا اندازہ بالکل درست ہے اس معاملے میں میرے شعور کے ساتھ لاشعور کا بھی بڑا دخل ہے اگر میں قصداً کسی کو اگنور کر دوں تو میرا لاشعور اسے محفوظ کر لیتا ہے اور کسی موقع پر میرے سامنے لا کھڑا کرتا ہے۔

❀ کہا جاتا ہے کہ ہر کامیاب مرد کے پیچھے ایک عورت کا ہاتھ ہوتا ہے تو کامیاب عورت کے پیچھے کس کا ہاتھ ہوگا آپ کے خیال میں؟

☆ اس کا مختصر جواب یہ کہ باپ اور شوہر کا یعنی غیر شادی شدہ کے لیے باپ اور شادی شدہ کے لیے شوہر۔

❁ کوئی ایسا سین یا ڈائیلاگ جو لکھنے کے بعد سوچا ہو کہ یہ نہیں لکھنا چاہیے تھا؟

☆ جی ہاں وانیہ سین، ڈائیلاگ نہیں دو ناولٹ ہیں جو کسی کی فرمائش پر لکھے تھے کہانی بھی ان کی تھی جس پر اب تک ملال ہوتا ہے کہ مجھے نہیں لکھنے چاہیے تھے۔

❁ کسی انسان میں اس کی سیرت کے علاوہ کیا چیز آپ کو متاثر کرتی ہے ذہانت، تعلیم، دولت یا خوب صورتی؟

☆ ذہانت متاثر کرتی ہے اور تعلیم اگر مثبت انداز سے اثر انداز ہوئی ہو تب۔

❁ یہ خط ہے مدیحہ نورین مہک کا انہوں نے برنالی سے سوال نامہ بھیجا ہے۔

❁ آپ نے لکھنا کب شروع کیا سب سے پہلے کیا لکھا شاعری یا کوئی تحریر؟

☆ جی میں جب میٹرک میں تھی تب دو افسانے حور میگزین کے لیے لکھے تھے اس کے بعد کافی گیپ آیا پھر 1988ء سے باقاعدہ لکھنے لگی، شاعری پر طبع آزمائی نہیں کی۔

❁ آپ نے سب سے پہلے کس میگزین میں لکھنا شروع کیا اور آپ کی تحاریر کتابی شکل میں کب اور کون سی آئیں؟

☆ جیسا میں نے بتایا ابتدا حور میگزین سے کی اس کے بعد جب باقاعدہ اس میدان میں آئی تو حنا، آنچل، پاکیزہ، کرن، شعاع اور خواتین ڈائجسٹ میں لکھا میرے ناول کتابی شکل میں 2000ء سے شائع ہونا شروع ہوئے جن میں دل پھولوں کی بستی، مجھے روٹھنے نہ دینا، انتظار فصل گل، کوئی لمحہ گلاب ہو، میرے خواب لوٹادو، وغیرہ وغیرہ۔

❁ آپ کو کس مشکل سے دوچار ہونا پڑا اور سپورٹ کس نے کیا؟

☆ شروع میں مشکل تو ہر کام میں ہوتی ہے مجھے بھی ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت جلد میرا ایک نام اور مقام بن گیا پھر مشکل تو نہیں ذمہ داری بڑھ گئی اور مجھے میرے شوہر نے سپورٹ کیا۔

❁ آپ کی آج تک مارکیٹ میں کتنی بکس آچکی ہیں؟

☆ شاید آپ کو یقین نہ آئے مجھے اپنی بکس کی تعداد نہیں معلوم، عالم یہ ہے گھر میں کوئی بھی چیز تلاش کرنے لگوں تو ہاتھوں میں اپنی کتاب آجاتی ہے۔

❁ ایک رائٹر کے طور پر آپ کو اپنی لائف کیسی لگی اور اگر آپ رائٹر نہ ہوتیں تو کیا مشاغل ہوتے۔

☆ میں اللہ تعالیٰ کی شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے رائٹر بنایا میں اپنے لکھنے سے بہت خوش اور مطمئن ہوں کیونکہ لکھنے ہی کی بدولت میں بہت ساری فضول ٹینشنوں سے محفوظ ہوں، مجھے صرف لکھنے کی ٹینشن ہوتی ہے باقی میرے اور بھی بہت سے شوق ہیں جو کبھی زیادہ سر ابھارتے ہیں تو بس لکھنا ایک طرف رکھ کر وہ پورے کرتی ہوں یعنی کوکنگ، سلائی، سوئٹر بنائی، سردیوں میں جب تک سوئٹر نہ بناؤں مزہ نہیں آتا، یہ الگ بات ہے کہ اپنے لیے کبھی نہیں بنائی، اگر بہت بوریت ہو تو اچھی ڈشز پکا کر یا ایک سوٹ سی کر فریش ہو جاتی ہوں۔

❁ کوئی نصیحت جو آپ کرنا چاہیں؟

☆ میں نے اپنی ماں سے کہا ماں مجھے کوئی نصیحت کریں انہوں نے کہا غیبت سے بچو اور میں یہی بات آگے پہنچاتی ہوں آپ جہاں رہیں خوش رہیں۔

❁ یہ سوالنامہ ہے پروین افضل شاہین کا بہاولنگر سے۔

❁ آپ نے لکھنے کا آغاز کب کیا؟

☆ باقاعدہ آغاز 1988ء سے کیا۔

❁ آپ کو اپنی کہانیوں میں سب سے اچھی تحریر کون سی لگتی ہے؟

☆ میں یہ تو نہیں کہوں گی کہ سب ہی اچھی لگتی ہیں لیکن کوئی ایک بتانا بھی مشکل ہے بہت ساری ہیں جنہیں میں خود بار بار پڑھتی ہوں اور آپ کے لیے بہت ساری دعائیں۔

❁ یہ اگلا خط لائبہ میر حضرو سے لکھتی ہیں۔

❁ کس بات پر غصہ آتا ہے اور غصے میں آپ کا ردعمل؟

☆ مجھے سب سے زیادہ غصہ اس بات پر آتا ہے جب کوئی اپنی بات سے پھر جائے گو کہ اب یہ عام بات ہے لیکن مجھے ہضم نہیں ہوتی اور میرا ردعمل یہ ہوتا ہے کہ دل تو یہ

چاہ رہا ہوتا ہے کہ سامنے والے کا سر توڑ دوں لیکن زبان بالکل خاموش ہوتی ہے پھر اگلے کئی دن تک اس شخص کی ڈھٹائی پر کھولتی رہتی ہوں یہاں تک کہ مجھے اپنے رب کے آگے گڑگڑانا پڑتا ہے کہ میرے دل سے اس شخص کا خیال نکال دے۔

❁ اگر آپ کو موقع ملے ایک قیدی کو رہا کرنے کا تو آپ کسے رہا کرنا چاہیں گی؟

☆ خود کو۔

❁ اکثر میں نے انٹرویوز میں یہ سوال دیکھا اور پڑھا ہے کہ اگر ساری دنیا سو جائے سوائے آپ کے تو آپ کیا کریں گے یہی آپ سے پوچھنا چاہتی ہوں؟

☆ میں ایسی حیرت میں گھروں گی جو کبھی نہیں ٹوٹے گی اور بس یہی سوچتی رہوں گی کہ ایسا کیا ہوا تھا کہ سب سو گئے ہیں اور میں جاگتی رہ گئی اور جب تک مجھے اپنے جاگنے کا جواز نہیں مل جائے گا، میں سوچتی رہوں گی۔

❁ باقی سوالوں کے جواب آپ اس کالم میں دیکھ لیں، آپ کی تعریفوں اور دعاؤں کے لیے جزاک اللہ، اللہ آپ کو خوش رکھے، آمین۔

❁ یہ خط ہے مہوش فاطمہ بٹ رینہ سے۔

☆ ایک جیسے سوال ہونے کی وجہ سے بار بار ایک ہی جواب لکھنا کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا آپ اپنے سوالوں کے جواب اسی کالم میں دیکھ لیں باقی میرے خواب لوٹا دو کے بارے میں، میں کیا کہوں اگر آپ تبصرہ کرتیں تو زیادہ بہتر تھا۔ بہت ساری دعاؤں کے ساتھ شکریہ۔

❁ یہ سوال بھیجا ہے میری آپ کی پسندیدہ رائٹر سباس گل نے رحیم یار خان سے۔

❁ زندگی سے کیا سیکھا قلم کا لکھا بہت کمال ہے آپ کا۔ زندگی نے کیسے برتا آپ کو؟

☆ جی سباس آپ کا سوال بہت گہرائی لیے ہوئے ہے میں آسان الفاظ میں بیان کرتی ہوں کہ مجھے زندگی نے نہیں بلکہ اللہ کا شکر ہے میں نے زندگی کو برتا، بس میں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ مجھ پر کیا ذمہ داریاں ہیں جن کے لیے میں اپنے اللہ کے سامنے جواب دہ ہوں گی اور پھر میں پوری ایمان داری اور محنت سے اپنی ذمہ داریاں نبھانے میں لگ گئی، ہاں کہیں کہیں حقوق العباد کا معاملہ آیا تو کچھ وقت میں نے اپنی ذمہ داریوں سے نظریں چرالیں۔ جس سے نقصان بھی ہوا لیکن میرا ضمیر مطمئن رہا اور اللہ کا شکر ہے کسی رشتے کی طرف سے میرے ضمیر پر کوئی بوجھ نہیں ہے اور میں بھی پیاری سباس آپ کی خوشیوں اور دلی سکون کے لیے دعا گو ہوں۔

❁ یہ اگلا سوالنامہ ہے محمد ناصر ریاض سعودی عرب سے۔

❁ آپ کو ناول لکھنے کا خیال کیسے آیا تھا؟

☆ جی بھائی مجھے ناول لکھنے کا خیال بالکل نہیں آیا تھا ایڈیٹر نے نہ صرف احساس دلایا بلکہ اصرار بھی کیا تب بہت گھبراہٹ میں پہلا ناول لکھا تھا۔

❁ آپ نے اپنا پہلا ناول مکمل کر کے سب سے پہلے کسے خوش خبری سنائی؟

☆ میں اپنے لکھنے کے سارے کارنامے اپنے شوہر کے ساتھ شیئر کرتی تھی ان کی بھرپور حوصلہ افزائی کی بدولت ہی میں اس مقام پر پہنچی۔

❁ کوئی زندگی کی ادھوری خواہش۔

☆ جی جناب میرے نزدیک خواہشوں سے زیادہ ذمہ داریاں اہم رہیں خواہشیں رکھتی تو ہوں لیکن ان کے پوری ہونے کی شرط نہیں رکھتی میرے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہے کہ ہر خواہش پہ دم نکلے ہے تو شکر ہے نہ ہے تو مصلحت۔

❁ آپ کی زندگی میں ایسا کیا کام ہے جو کرنا چاہتی ہیں لیکن نہیں ہو رہا۔

☆ آپ کو میرا جواب مذاق لگے گا لیکن یہ سچ ہے کہ چھوٹے موٹے بہت سے کام ہیں جو نہیں ہو پاتے اور بڑے کام اللہ کرا دیتا ہے اللہ اکبر۔

❁ آٹو گراف میں کیا لکھتی ہیں۔

☆ دعائیں اور لڑکیوں کی فرمائش پر اشعار۔

اور آپ کا بہت شکریہ۔

(جاری ہے)

اک شمع فروزاں

نداء رضوان

افشاں علی.....کراچی

آج جب آنچل اپنی 37 ویں سالگرہ منا رہا ہے اور آسمان ادب پر چمکتے مہتاب کی صورت جگمگا رہا ہے تو یہ آنچل کی ٹیم کی انتھک محنت ہی کا نتیجہ ہے 1978ء میں جو ایک شمع مدھم دیے کی صورت جلائی گئی وہ آج مثل شمس روشن ہو چلی ہے۔ 37 برس پہلے مدیرہ اور مشتاق انکل نے علم وادب کی اس شمع کو لیے جس سفر کی شروعات کی تھی۔ مدیرہ سمیت آنچل ٹیم کی محنت و شفقتوں نئی پرانی رائٹرز کے لفظوں کی چاہتوں اور قارئین کی محبتوں نے اس سفر کو مل کر ایک کارواں بنا دیا۔ وہ کارواں جو علم وادب کا رہبر ہے اور پھر اسی کارواں نے حجاب کی صورت ایک اور شمع روشن کر دی۔ 37 برسوں کے اس سفر کو 37 جملوں میں بیان کر دینا ناکافی ہے مگر آپ سب کی محنت ولگن قابل تعریف ہے جو آئندہ بھی 37 برسوں تک یوں ہی جاری وساری رہے گی ان شاء اللہ۔ اللہ آپ سب کو اور ہمت، صحت وتندرستی عطا فرمائے آمین۔ یہ آپ سب کی دن رات کی لگن ومحنت ہی کا نتیجہ ہے کہ آنچل کا معیار بلندیوں کو چھو رہا ہے جہاں اس میں موجودہ ہر کہانی ہر سلسلہ خوب سے خوب تر ہوتا ہے وہیں ہر بار کی طرح سرورے بھی بہت زبردست دیا ہے اب آتے ہیں سروے کی جانب۔

۱۔ بات کی جائے ٹائٹل کی تو ٹائٹل کے معاملے میں آنچل کا انتخاب ہمیشہ عمدہ ہی رہا ہے ذرا ملاحظہ فرمائیں۔ اپریل 2015ء کے شمارے پر سجی سنوری دلہن حیا سے لبریز پلکیں جھکائے ہوئے نظر آئی۔ مئی 2015ء کے شمارے پر خوب صورت بیک گراؤنڈ میں موجود دلہن ہماری جانب دیکھتی ہوئی ملی۔ جون 2015ء میں تیکھے نینوں سے دیکھتی دوشیزہ دھیمی سی مسکان کے ساتھ جلوہ گر تھی۔ جولائی 2015ء کے شمارے پر دوپٹے کے ہالے میں قید پری وش چہرہ سادگی کا پیکر تھا تو اگست 2015ء کے شمارے میں اس سے متضاد سرورق دیکھنے کو ملا۔ ستمبر 2015ء کی دوشیزہ کافی معصوم سی لگی اور اکتوبر کی اتنی ہی تیکھی۔ نومبر 2015ء کے شمارے پر پیاری سی مسکراہٹ لیے دوشیزہ دل میں اتر کر ہمارے چہرے پر بھی مسکراہٹ بکھیر گئی۔ دسمبر 2015ء کے شمارے کا سرورق دلکشی وجاذبیت سے لبریز تھا۔

۲۔ میں آئیڈیلز پر یقین نہیں رکھتی اس لیے مجھے کسی بھی کہانی کے کسی بھی کردار میں اپنے آئیڈیل کی جھلک نظر نہیں آتی کیونکہ میرا ماننا ہے آئیڈیل کا بت تراشنا تو بہت آسان ہے مگر اس جیسا جیتا جاگتا وجود مل جانا بہت مشکل اور جب فرضی آئیڈیلزم کا آئینہ چکنا چور ہوتا ہے تو اس کی کرچیاں حقیقی زندگی میں بہت تکلیف دیتی ہیں۔

۳۔ لفظوں سے جڑے قاری کا تخلیق کار سے رشتہ بہت گہرا بہت سچا اور بہت اپنائیت کا حامل ہوتا ہے جب تخلیق کار کی انگلیاں سفید کینوس پر سادہ سے لفظوں کو تراش خراش کر کہانی کی صورت پیش کرتی ہیں تو قاری کے ذہن کے پردوں پر ان صورتوں ومنظروں کا عکس جھلملاتا ہے جن میں وہ رنگ بھرنے لگتے ہیں گویا قاری حقیقی دنیا میں رہتے ہوئے تخلیق کی دنیا میں سانس بھرنے لگتے ہیں۔ وہ سادہ سے لفظ جن کی نوک پلک سنوار کر تخلیق کار نے اپنی نوک قلم سے قرطاس ابیض پر بکھرے وہی لفظ پڑھنے والے قاری کے ذہن میں روشن ہو جاتے ہیں ان میں زندگی دھڑکنے لگتی ہے اور ایک دنیا آباد ہونے لگتی ہے۔ المختصر یہ حقیقت پسندانہ بات ہے کہ واقعی پڑھنے والے قارئین تخیل کی دنیا میں بسنے لگتے ہیں اور میں بیک وقت قاری بھی ہوں اور لکھاری بھی اس حیثیت سے میرا تعلق دونوں ہی دنیا سے جڑا ہوا ہے۔

۴۔ جب میں اسکول لائف میں تھی تب رسائل کے پڑھنے پر تنقید تو دور پابندی ہی عائد تھی پر شوق جہاں دراز ہے کہ مصداق میں نے پھر بھی مطالعہ جاری رکھا چھپ چھپا کر ہی سہی اور اب جب کہ میں بذات خود حصہ ہوں تو اب تنقید کے بجائے ہمارا اور تعریف کا آمنا سامنا ہوتا ہے (آہم آہم)۔

۵۔ آنچل اپنے نام ہی کی طرح اتنا وسیع ہے کہ اس میں پرانی رائٹرز نے جہاں اپنی یادگار تحریروں سے ایک خوشنما جہاں آباد کیا وہیں نئی رائٹرز نے بھی ہمیں نئی منزل سے روشناس کرایا ہے۔ آنچل کی بنیادوں میں اگر پرانی و نامور رائٹرز کی تحریروں کے لفظ موجود ہیں تو اب نئی رائٹرز نئی تازہ کونپلوں کی مانند آنچل کو اور تروتازہ اور تناور پودہ بنا رہی ہیں۔ ایسے میں کسی ایک خاص الخاص نئی رائٹرز کا ذکر کرنا باقی رائٹرز کے ساتھ ناانصافی کے مترادف ہوگا ویسے بھی سچائی یہ ہے کہ دنیا میں آنے والی ہر روح ہر انسان اپنی جگہ اہم وخاص ہے جو ذرہ جس جگہ ہے وہیں آفتاب ہے اس

لیے میرے لیے تمام رائٹرز تعریف کے قابل ہیں۔
۶۔ ذہن پر کافی زور دینے اور 12 ماہ کے آنچل کی تحریروں کو یاد کرنے کے باوجود میں کسی بھی ایسی تحریر کا نام اپنے دماغ کی دہلیز سے نوکِ قلم تک نہ لاسکی جو حسِ مزاح سے بھرپور ہو کیونکہ آنچل کا معیار حقیقت پسندانہ ہے اس میں شامل سبھی تحریریں سبق آموز ہوتی ہیں بالکل اس دیپک کی مانند جو سفر زندگی کی راہوں میں اجالا بکھیرتی ہے۔
۷۔ آنچل کے سبھی سلسلے کسی انگوٹھی میں جڑے نگینوں کی مانند پرفیکٹ ہے پھر چاہے آنچل پر لگی گوٹا کناری (آئینہ) کی چمک ہو دبکے کا کام (یادگار لمحے) ہو موتی ستاروں کی سجاوٹ (روحانی مسائل کا حل، کام کی باتیں، آپ کی صحت، ہم سے پوچھیے) ہو کٹ دار موتیوں کی بہار (دوست کا نام پیغام) جھلملاتی زری (ڈش مقابلہ اور بیوٹی گائیڈ) ہو یا چمکتی بیلیں (نیرنگ خیال، بیاض دل) ہو سبھی سلسلے مل کر جھلملاتے آنچل کو اور پرکشش و جاذب نظر بناتے ہیں اس لیے آنچل کا ہر سلسلہ اپنی جگہ پرفیکٹ ہے۔

مہناز یوسف......اورنگی ٹاؤن، کراچی

۱۔ دسمبر 2015ء کا ٹائٹل اچھا تھا وجہ......وجہ یہ ہے کہ نیلم منیر نے بہت زیادہ جیولری وغیرہ نہیں پہنی تھی تو اچھی لگ رہی تھی ورنہ آنچل کے سرورق پر اکثر ہی لڑکیاں دلہن بنی ہوتی ہیں۔
۲۔ فرحین اظفر کا افسانہ تھا نام شاید "ماسی عابدہ" تھا یا کچھ اور اس افسانے میں لڑکی کی شادی کے بعد کے احساسات و جذبات کی بہت عمدگی سے ترجمانی کی گئی تھی۔
۳۔ میں چھوٹی تھی تو نونہال پڑھا کرتی تھی اور بچپن میں بھی خوابوں خیالوں کی دنیا میں رہتی تھی۔ کبھی کوئی بلی یا طوطا میرا دوست ہوتا تو کبھی کوئی پری میری سہیلی ہوتی تو کبھی کوئی جادو کی چھڑی مجھے مل جاتی جو کہ ہر خواہش میری پوری کردیتی۔ تھوڑی بڑی ہوئی میں تو ڈائجسٹ پڑھنے لگی پھر خواب و خیال بھی تھوڑے بڑے ہوگئے اس کے بعد شادی ہوگئی زندگی یکسر بدل گئی لیکن خواب میرے ساتھ رہے بُرے وقت میں اچھے وقت کی امید دلاتے ہیں خواب اب بھی ہر پل ہر لمحہ میری حقیقی زندگی کے ساتھ ساتھ میرے خوابوں کی زندگی بھی ہوتی ہے۔ خواب بدل گئے ہیں کل تک جن خوابوں میں صرف میری زندگی تھی آج ان ہی خوابوں میں، میں اپنے بچوں کا اچھا مستقبل دیکھتی ہوں، میرا ہر خواب میرے شوہر اور میرے بچوں کے بغیر ادھورا ہے۔

نامکمل خواہشیں جن کی خوابوں خیالوں میں بہت خوب صورتی سے تکمیل ہوجاتی ہے لیکن ڈائجسٹ پڑھنے والی تمام لڑکیاں خوابوں خیالوں میں نہیں رہتیں۔
۴۔ آپ کو حیرت ہوگی کہ میری پانچ سال کی بیٹی مناہل کی طرف سے تنقید ہوتی ہے، جی ہاں (میرے شوہر) کو تو میرے مطالعے کے شوق پر کوئی اعتراض نہیں پر مناہل وہ جب بھی مجھ سے ناراض ہوتی ہے یوں کہتی ہے "میں نے آپ سے کہا تھا ناں کہ میرا فلاں کام کردیں لیکن آپ تو ڈائجسٹ پڑھنے میں مصروف تھیں" مناہل جب بھی مجھے ڈائجسٹ پڑھتے دیکھتی ہے اسے مجھ سے کوئی نہ کوئی کام کروانا یاد آجاتا ہے۔ میں آنچل، خواتین اور شعاع پڑھتی ہوں، دو دن میں ایک ڈائجسٹ پڑھ لیتی ہوں۔ پورے مہینے میں چھ دن میں ڈائجسٹ پڑھتی ہوں لیکن ان چھ دنوں میں کم از کم چھ بار تو ضرور مناہل اپنی کسی غلطی یا ناراضگی کا سبب میرے پیارے ڈائجسٹ کو قرار دیتی ہے۔
۵۔ آنچل کی نئی مصنفین میں مجھے حرا قریشی کی تحریر "آدھی روٹی" نے خاصا متاثر کیا۔ حرا قریشی کے پاس لفظوں کا وافر خزانہ موجود ہے اس کے علاوہ نازیہ کنول نازی کا ناول "مائے نی میں کنوں آکھاں" بھی زبردست تھا۔
۶۔ مجھے لگتا ہے کہ آنچل میں مزاحیہ تحریر تو شاید میں نے نہیں پڑھی اگر پڑھی بھی ہو تو ابھی ذہن میں نہیں آرہی۔
۷۔ ویسے تو آنچل کے تمام سلسلے بہت دلچسپ اور مختلف ہیں لیکن ہم سے پوچھیے مجھے سب سے اچھا لگتا ہے۔ شمائلہ کاشف کے چٹ پٹے جوابات لبوں پر مسکراہٹ بکھیر دیتے ہیں اس کے علاوہ دوست کا پیغام آئے اور کام کی باتیں بھی اچھے سلسلے ہیں۔

مشی خان......بھیر کنڈ، مانسہرہ

۱۔ ویسے پورے سال کے ٹائٹل اچھے تھے مگر دسمبر کا ٹائٹل بیسٹ تھا نیلم منیر اپنی بھرپور مسکراہٹ لیے کھڑی بہت پسند آئی۔
۲۔ "مجھے ہے حکم اذاں" کے کردار سکندر میں مجھے اپنے آئیڈیل کی جھلک نظر آئی۔ ام مریم کی اس کہانی کے کردار سکندر کو میں کبھی نہیں بھول سکتی نہ ہی بھولنا چاہوں گی۔
۳۔ جی ہاں اکثر لڑکیاں ہوتی ہیں خیالوں کی دنیا میں رہنے والی لیکن میں جب تنہا ہوتی ہوں تو خیالوں میں گم رہتی ہوں لیکن جب کوئی ساتھ ہو تو بالکل نہیں گم ہوتی خیالوں میں۔
۴۔ ارے واہ یہ تو میرے دل کا سوال پوچھ لیا آپ نے

ویسے تو تنقید سامنا کرنا پڑتا ہے مگر چھوٹی سسٹر علیشبہ کی طرف سے اکثر کچھ نہ کچھ تنقید سننے کو ملتی ہے جس کے نتیجے میں ہماری لڑائی ہوتی ہے۔

۵۔ بالکل سو فیصد آنچل کی نئی لکھاریوں نے مطمئن کیا۔ ظاہری بات ہے ان کی تحریر میں کوئی تو ایسی بات تھی کہ آنچل میں شائع ہوئی۔

۶۔ جی بالکل آنچل کی ایک تحریر تھی ستمبر 2015ء کے شمارے میں "اناڑی پیا" جس نے میرے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر دی ابھی بھی جب میرا دل کرتا ہے میں اس کو ضرور پڑھتی ہوں اور ہنس ہنس کر یہ سوچتی ہوں اللہ بچائے ایسے اناڑی پیا سے۔

۷۔ ویسے تو پورا آنچل ہی بیسٹ ہے مگر میرے فیورٹ سلسلے یادگار لمحے اور نیرنگ خیال ہیں اس لیے اس میں نئے شعراء کو جگہ ملتی ہے اور ان شاء اللہ ایک دن مجھے بھی ضرور ملے گی آمین۔

نور الہدیٰ مغل.....حیدرآباد سندھ

۱۔ ستمبر 2015ء کا ٹائٹل جس میں تک سک سی تیار سدرہ بہت اچھی لگی، آنچل لینے کا اسٹائل اور خوب صورت سی مہندی پیاری لگی۔

۲۔ ایسا تو کوئی کردار نہیں جس میں اپنے آئیڈیل کی جھلک دکھائی دے ویسے آپس کی بات ہے ابھی تو ہم خود کو ایسا بنانے میں کوشاں ہیں کہ زمانہ ہم کو آئیڈیلائز کرے (آہم آہم)۔

۳۔ میری رائے یہ ہے کہ رسائل ہمارے اردگرد کے حالات اور زندگی کی تلخ حقیقت کو بہت احسن طریقے سے ہمارے سامنے اجاگر کرتے، ہمیں حقیقت سے روشناس کراتے ہیں۔ اچھے اور برے دونوں پہلوؤں کا رخ بتاتے ہیں بہت سی حقیقتوں سے آگاہی فراہم کرتے ہیں، صبر و شکر اور خدا پر بھروسہ سکھاتے ہیں۔

۴۔ جو شوق ہمارے اندر ہوتا ہے اس شوق کو مٹانے والے بھی ضرور موجود ہوتے ہیں۔ گھر کے ہر فرد سے تنقید کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

۵۔ آسان الفاظ میں مختصر و جامع ہر طبقے سے وابستہ صدف آصف کی تحریروں نے متاثر کیا اور ام مریم کو پڑھنا پسند کروں گی۔

۶۔ کوئی ایک تحریر یاد نہیں البتہ ہر تحریر پڑھتے ہوئے مرکزی کردار کی خوشی سے لبوں پر مسکراہٹ بکھر جاتی ہے۔

۷۔ دوست کا پیغام آئے اور آئینہ کیونکہ دونوں سلسلوں میں اپنی دل کی بات بے دھڑک سطور کے ذریعے اپنوں تک پہنچانا اچھا لگتا ہے۔

طیبہ نذیر.....شادیوال گجرات

۱۔ گزشتہ سال مجھے فروری کا ٹائٹل بے حد پسند آیا لڑکی بے حد پیاری تھی اس کی جیولری مہندی ڈریس سب کچھ بہت اعلیٰ تھا۔

۲۔ مجھے کہانی کا نام تو یاد نہیں رسالہ ڈھونڈنا پڑے گا ویسے جس کہانی میں یمینہ لڑکی تھی نہ مجھے وہ کردار پسند آیا اور اس میں ہی اپنی جھلک نظر آئی بہت زبردست اسٹوری تھی۔

۳۔ بے شک کہا جاتا ہے کہ رسائل پڑھنے والی لڑکی حقیقت پسند نہیں ہوتی اور تخیلاتی دنیا میں رہتی ہیں لیکن میں ایسی ہوں کہ حقیقت کو قبول کرتی ہوں حقیقت پسند ہوں، بہت کم دل کی بات مانتی ہوں، زیادہ دماغ کی سنتی ہوں اور مطمئن رہتی ہوں۔

۴۔ بڑا پیارا سوال کیا آپ نے جی مجھے آج تک کسی نے بھی منع نہیں کیا نہ پڑھتے ہوئے نہ لکھتے ہوئے میرے گھر والے بہت خوش ہوتے ہیں اکثر ایسے ہوتا ہے مجھے مما پاپا کہتے ہیں بیٹا آنچل کے لیے کچھ لکھ لینا تھا آنچل آنے والا ہے پھر تمہیں ٹائم نہیں ملنا سو موجیں ہی موجیں ہیں ویسے مجھے سات سال ہو چکے لکھتے ہوئے آنچل میں (دعا تو یہی ہے ساتھ نہ چھوٹے)۔

۵۔ مجھے سیدہ غزل زیدی نے متاثر کیا اور میں انہیں ہی بار بار پڑھنا چاہوں گی باقی مصنفین بھی اپنی جگہ پر ایک دم زبردست ہیں، بہت ہی اچھا لکھ رہی ہیں۔

۶۔ بہت ساری تحریریں ہیں لیکن ابھی ایک نام لینا اچھا نہیں، بہت سی تحریریں ایسی ہیں جنہیں ہم مدتوں بھلا نہیں سکتے جیسے شازیب چندہ ماہتاب کا ناول "جان" کبھی بھی نہیں بھول سکتی ریئلی سو نائس۔

۷۔ ہیں تو سبھی لیکن مجھے دوست کا پیغام آئے پسند ہے۔

میزاب.....قصور

السلام علیکم! سب سے پہلے تو آنچل کی سالگرہ کے موقع پر تمام آنچل ٹیم کو ڈھیر ساری مبارک باد۔ آنچل ٹیم کا ہم جتنا بھی شکریہ ادا کریں کم ہے جن کی اتنی محنت اور لگن کی وجہ سے ہر ماہ یہ چمکتا ہوا آنچل ہمارے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین۔

۱۔ وہ بھی ٹائٹل پیارے تھے جن ٹائٹل گرل کے سر پر بھی آنچل تھے۔

۲۔ مجھے آرمی بہت بہت پسند ہے تو جو بھی کہانی آرمی کے

پاک وطن کے جیالوں کے اوپر لکھی گئی' ہر وہ کردار میرا آئیڈیل ہے جس کی سوچ میں دل میں وطن کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری گئی ہو اور جو مظلوم عوام کا درد اپنے سینے میں محسوس کرتا ہو وہ میرا آئیڈیل ہے۔ میں نے اپنے آس پاس ایسا کوئی انسان بھی نہیں دیکھا' جو بھی حالات ہوں بس ظاہری افسوس کیا اور بس تو اس لیے میں اپنی کمی ان کرداروں سے پوری کرتی ہوں۔

۳۔ یہ کہا جاتا ہوگا کیوں کہ میرے بارے میں کبھی کسی نے ایسا نہیں کہا' کیوں کہ میں بہت حقیقت پسند ہوں اور اسی حقیقت پسندی کی وجہ سے میں تکے بڑے اچھے لگاتی ہوں جو کہ حیرت انگیز طور پر صحیح ثابت ہوتے ہیں لیکن دوسروں کے بارے میں جو بعد میں مجھے گالیاں دیتے رہتے ہیں کہ تم نے ایسا کہا تھا ویسا ہی ہوا ہے۔ خود میں اپنے بارے میں اگر مثبت سوچوں تو منفی ہوتا ہے اگر منفی سوچوں تو مثبت لیکن مجھے لگتا ہے خیالی پلاؤ تو میں بھی پکاتی رہتی ہوں...... ہوں تو میں بھی ایک عام لڑکی' میں اپنی پیاری رائٹرز سے ایک چھوٹی سی بات کہنا چاہوں گی کہ پلیز ان کہانیوں' ناولز کے ہیروز کی اتنی تعریف بھی مت کیا کریں کہ ہم لڑکیاں انہیں ہی اپنا آئیڈیل مان لیں۔ حقیقی زندگی میں ایسے کردار یا ایسے ہیروز مجھے نہیں لگتا کے حقیقتاً ہوں گے پھر اگر ایسا آئیڈیل نا ملے یا پھر ایسا لائف اسٹائل نا ملے تو ان ادھورے خوابوں کی کرچیاں آنکھوں میں چبھتی ضرور رہتی ہیں۔

۴۔ مجھے آٹھ سال ہو چکے ہیں آنچل پڑھتے ہوئے اگر میں نے آنچل کا پیچھا نہیں چھوڑا تو گھر والوں نے بھی میرا پیچھا نہیں چھوڑا۔ پہلے دن سے لے کر اتنی تنقید' غصہ اور پتا نہیں کیا کیا کہا ہے۔ گھر والوں نے مجھے صرف ایک دو بھائیوں کی مہربانی کی وجہ سے ابھی تک پڑھ رہی ہوں جو کہتے ہیں امی پھر کیا ہے پڑھنے دیں نا بچی ہے۔ وہ مجھے آنچل لا بھی دیتے ہیں' شکریہ بھائی۔

۵۔ آنچل کی نئی رائٹرز بھی کمال کے موضوع پر لکھتی ہیں اور سبھی اچھا لکھ رہی ہیں۔ کسی ایک کا نام نہیں لوں گی' کافی ساری ایسی ہیں جنہیں ہم بار بار پڑھنا چاہیں گی۔

۶۔ ابھی کوئی ایسی ایک کہانی یاد نہیں آ رہی کیوں کہ میں اپنے انہی کرداروں کے ساتھ خوش ہوتی ہوں اور انہیں کے ساتھ دکھی ہوتی ہوں۔ جب میں کوئی فنی جملہ پڑھ کر ہنس دوں تو دیکھنے والے میرے منہ پر مجھے پاگل بول دیتے ہیں اور جب میرا موڈ آف ہو تو میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر ہنسا دینے والی کہانیاں پڑھتی ہوں تو موڈ ٹھیک ہو جاتا ہے اور ویسے بھی میں کامیڈی بہت پسند کرتی ہوں۔

۷۔ میرا پسندیدہ سلسلہ دوست کا پیغام آئے ہے یہ مجھے بہت پسند ہے۔ یہ اس لیے پسند ہے کہ یہ پاکستان کے اور پاکستان سے باہر بھی لوگوں کو آپس میں جوڑے ہوئے ہے۔ میرے نام چاہے کوئی بھی پیغام نہیں آتا لیکن میں پھر بھی سارے خط پڑھتی ہوں۔

سلمیٰ عنایت حیا...... کھلابٹ ٹاؤن شپ

۱۔ ہر وہ آنچل جس میں میرا نام ہو اس کے ٹائٹل کو کیا ہر صفحے اور ہر حرف کو سراہتی ہوں۔ وجہ یہی کہ اس میں میرا نام موجود ہوتا ہے ویسے مجھے فروری 2016ء کے آنچل کا ٹائٹل اچھا لگا کیونکہ لڑکی بھی پیاری تھی اور ڈریس' جیولری بھی زبردست تھی۔

۲۔ آئیڈیل کے متعلق کبھی سوچا ہی نہیں سو کسی کہانی کے بارے میں نہیں کہہ سکتی کہ میرا آئیڈیل ایسا ہو بس جو کچھ بھی ہو اللہ کی مرضی سے ہو۔

۳۔ بالکل جی زیادہ تر لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ رسائل اور ڈائجسٹ پڑھنے والی لڑکیاں حقیقت پسند ہونے کی بجائے تخیلاتی دنیا میں رہتی ہیں مگر اپنے متعلق یہ رائے ہے کہ میں حقیقت پسند ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ ہم جس دنیا میں رہ رہے ہیں وہاں پر ہمیں ہر طرح کے حالات کو فیس کرنا ہے' کئی نشیب و فراز زندگی میں آئے ہیں۔ حقیقی زندگی میں رہنا ہی کامیابی ہے اس کے علاوہ تخیلاتی دنیا میں ہر چیز اور ہر کام پرفیکٹ ہوتا ہے اور حالات ایک جیسے رہتے ہیں یعنی خوشگوار جو کہ ہماری حقیقی زندگی میں ممکن نہیں۔ تخیلاتی دنیا میں رہنے والے حقیقی زندگی میں ناکام ہوتے ہیں۔

۴۔ میں نے گزشتہ سال آنچل کو پڑھنا شروع کیا' پہلے پہل تو میرے گھر میں خصوصاً امی اور ابو کو پسند نہ تھا کہ میں ڈائجسٹ ہاتھ میں بھی لوں مگر اب اللہ کا کرم ہے کہ امی ابو کچھ نہیں کہتے بلکہ اب میرے ابو خود میرے لیے ڈائجسٹ لے کر آتے ہیں۔ میں نے بھی ٹائم مخصوص کیا ہوا ہے' جس میں آنچل یا کسی بھی کتاب کا مطالعہ کروں۔ آنچل کے علاوہ صرف حجاب ہے جسے میں پڑھتی ہوں۔ میں اپنے رشتہ داروں' نانا نانی اور چچا' ماموں لوگوں کے سامنے ڈائجسٹ لینے سے گریز کرتی ہوں۔

۵۔ آنچل کی نئی مصنفین ماشاء اللہ بہت اچھا لکھ رہی ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ سب کو کامیابیوں سے ہمکنار کرے۔ نظیر فاطمہ' نیلم شہزادی' پروین افضل شاہین اور ہماری نئی مصنفین قرۃ العین سکندر ان سب کو میں بار بار پڑھنا پسند کروں گی اس کے

علاوہ میری پسندیدہ رائٹرز سباس گل اور نازیہ کنول نازی کو پڑھنا اچھا لگتا ہے۔

۶۔ بڑا مشکل سوال کردیا آپ نے، ارے آپ تحریر کی بات کرتی ہیں میرے ہاتھ میں تو جیسے ہی آنچل آتا ہے تو میرے چہرے پر مسکراہٹ آجاتی ہے۔

۷۔ ویسے تو آنچل کے سارے سلسلے ہی ماشاء اللہ بے حد دلکش اور زبردست ہیں مگر مجھے جو سلسلہ پسند ہے وہ ہے دوست کا پیغام آئے۔ اس سلسلہ کو پڑھنا اور اس میں لکھنا مجھے اچھا لگتا ہے کیونکہ اس سلسلے میں ہم اپنے دل میں بسنے والوں کو اپنے احساسات کے متعلق آگاہ کرسکتے ہیں اور ان کی حیثیت ہماری زندگی میں کیا ہے؟ یوں سمجھئے کہ جیسے یہ سلسلہ دو دلوں کو قریب لانے کا سبب بنتا ہے۔

نورین مسکان سرور...... ڈسکہ، سیالکوٹ

۱۔ سچ کہوں تو مجھے فروری 2016 کا ٹائٹل ہی پسند آیا ہے کیونکہ خلاف معمول ہیوی میک اپ، جیولری کی بھرمار اور بھاری بھرکم عروسی لباس کی بجائے رانیہ خان نہایت سادگی میں دھیمی سی مسکراہٹ کے ہمراہ نظر و دل میں کھب گئیں۔

۲۔ سوال قدرے مشکل ہے ویسے تو آنچل میں سارے کردار ہی اپنے اندر بہت سے سبق لیے ہوئے ہیں مگر میرے آئیڈیل کی جھلک نازیہ کنول نازی آپی کے ہاتھوں لکھے گئے ناول "شب ہجر کی پہلی بارش" میں انکل صمید حسن میں واضح نظر آئی۔ انکل صمید حسن کا کردار مجھے بہت ہی پسند ہے۔ یہ وہ کردار ہے جو اپنے اندر جانے کتنے درد کے سمندر چھپائے خاموشی سے بہے جارہا ہے۔

۳۔ جی ہاں بالکل سنا ہے اور مجھے تو خود بہت سے لوگ کئی القابات سے نوازتے ہیں مثلاً کچھ کا کہنا ہے کہ میں تخیلاتی دنیا کی باسی ہوں جہاں جھوٹے خوابوں کے سوا کچھ ہے ہی نہیں، کچھ جنونی کہتے ہیں۔ کچھ کا کہنا ہے کہ میں ایب نارمل ہوں اور اس پر ٹھیک ٹھاک جاندار قہقہے بھی لگتے ہیں اور کچھ مجھے غیر معمولی ذہانت وشخصیت کی مالک لڑکی کہتے ہیں ویسے مجھ سے بہت سے لوگ متاثر ہیں (آہم) اور میں خود کو کم سے کم ڈھیٹ تو ضرور کہوں گی (ہاں بھئی سب کے لقب بخوشی قبول کرلیتی ہوں ناں) ویسے میں عادات و اطوار اور سوچ کے لحاظ سے اپنے موسٹ فیورٹ ٹیچر سر ظہیر عباس صاحب جیسی عظیم شخصیت کی کاپی ہوں (لوگوں نے متاثر تو ہونا ہی ہے ناں)۔ مجھے اس بات بڑا فخر ہے (سچی)۔ ویسے الحمدللہ میں حقیقت پسند ہوں خوابوں میں نہیں جیتی بلکہ خوابوں کو اپنے اندر زندہ رکھتی ہوں (اوئے نانہجارو! جانتے بھی ہو کہ کس کے دل کو بہکا رہے ہو کمینو! دل سے نکال کر بھرے بازار میں بولی لگوادوں گی۔ یہ نہ ہو کوڑے کے ڈھیر پر پڑے پڑے رونا پڑے۔ پیارے خوابو! عقل کے ناخن لو اور مجھ سے بچ کر رہو)۔ قوت ارادی کی مالک ہوں، جذبات میں کیے گئے فیصلوں پر پورا اترتی ہوں۔ بات بے بات روتی نہیں، زندگی کی کٹھنائیوں کا مقابلہ بہادری سے کرتی ہوں مگر کئی باتیں ایسی ہیں کہ میں بلک بلک کررویتی ہوں (مجھے دیکھ کر تو نہیں لگتا کہ رسالہ پڑھنے والی لڑکیاں تخیلاتی دنیا میں رہتی ہوں گی) ویسے میں اس بات کا اعتراف کرلیتی ہوں کیونکہ جو لوگ خوابوں کی دنیا میں رہتے ہیں ناں وہ اپنے خوابوں کی تعبیر کے لیے اسے ایسے کام کرجاتے ہیں کہ ہوش والے دنگ رہ جاتے ہیں۔ (آہم...... ہاہاہا)۔

۴۔ الحمدللہ مجھے زیادہ تنقید کا سامنا نہیں کرنا پڑتا، ویسے بھی میرے گھر میں مجھ پر پابندیاں عائد نہیں (میں اپنے گھر میں سب سے سمجھدار لڑکی جو ہوں اور اپنی ہر بات سے اپنے بڑوں کو آگاہ رکھتی ہوں۔ کچھ نہیں چھپاتی، میں پرفیکٹ لڑکی ہوں، ہاہاہا، خوش فہمی)۔

۵۔ آنچل کی تمام نئی مصنفین زبردست لکھ رہی ہیں اور ہر کہانی میں کوئی نہ کوئی سبق دے جاتی ہیں بس اچھا حوالے سے ہم سب مصنفین کو پڑھنا چاہیں گے کیونکہ جو ایک لکھتی ہے وہ کوئی دوسری نہیں لکھ سکتی سو سب ہی لازم وملزوم ہیں۔

۶۔ بہت سی تحریروں نے لبوں پر دلکش مسکراہٹ بکھیری (ویسے بھی میری مسکراہٹ تو ہے ہی دلکش ہاہاہا، جل گئے ناں سب) مگر "اناڑی پیا" نے تو کمال ہی کردیا ویسے پیا اتنا اناڑی بھی نہ ہو کہ ہر بات پہلے رٹو طوطے کی طرح رٹوانی پڑے اور پھر وہی سب کچھ اس سے سنا جائے ہاہاہا۔ کس قدر نائس ناول تھا یہ جو میں نے اپنی چچی نسیم اختر کو بھی سنایا۔

۷۔ اپنی جگہ تو سب سلسلے ہی زبردست ہیں لیکن مجھے دوست کا پیغام آئے بے حد پسند ہے اس میں انسان اپنے پیاروں کو پیغام لکھ سکتا ہے خصوصاً برتھ ڈے وش کرنے کا تو اپنا ہی مزہ ہے ویسے، ہم سے پوچھئے بھی کچھ کم نہیں جس کو کھانا ہضم نہ ہو رہا ہو وہ ہم سے پوچھئے کو پڑھ لے اور پھر تو بس...... شمائلہ آپی کو آداب اور دعائیں جو اتنے کھرے اور کھٹے میٹھے جوابات دیتی

ہیں مختصر اسارا آنچل ہی کمال ہے۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا اور اللہ سے دعا کیجیے گا اللہ ہمارے وطن کو امن وسکون کا گہوارا بنائے' آمین ثم آمین' اللہ حافظ۔

اقراء ماریہ...... برنالی

ا۔ ویسے تو آنچل کا ہر ٹائٹل ہی بہت اچھا ہوتا ہے ہر ٹائٹل اپنی مثال آپ ہوتا ہے۔ مجھے دسمبر 2015ء کے آنچل کا ٹائٹل بہت اچھا لگا' نیلم منیر سرورق پر تھیں' سادہ سا بہت ہی اچھا۔

۲۔ "مجھے ہے حکم اذاں" ناولٹ میں سکندر کا کردار بہت ہی اچھا لگا اور ایسے ہی آئیڈیل کی خواہش کی۔ ام مریم کے اس ناول میں سکندر کا کردار بہت اٹریکٹو تھا۔

۳۔ جی نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے رسائل پڑھنے والی لڑکیاں رہتی ہوں گی تخیلاتی دنیا میں پر میں حقیقت کی دنیا میں ہی رہنا پسند کرتی ہوں' ہاں کوئی بھی ناول زیادہ دیر تک اپنے اوپر حاوی نہیں کرتی بس پڑھا اچھی بات پر عمل کرنے کی کوشش کی۔

۴۔ نہ جی ایسی کسی بھی بات کا سامنا کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ امی بھی بہت شوق سے رسائل کا مطالعہ کرتی ہیں' چچی بھی کبھی کبھی پڑھ لیتی ہیں اور بھائی خود لا کر دیتا ہے' کبھی کبھی وہ بھی پڑھ لیتا ہے سو کسی بھی قسم کی تنقید کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

۵۔ آنچل کی نئی مصنفین بہت اچھا لکھ رہی ہیں اور بہت ہی اچھے طریقے سے آنچل کو ترقی کی منازل طے کروا رہی ہیں اور نئی نسل کی بہت ہی اچھے طریقے سے نشوونما کر رہی ہیں اور میں سباس گل کو بار بار پڑھنا پسند کروں گی۔

٦۔ آنچل میں ایک ناول عائشہ نور محمد کا تھا "عشق مصطفیٰ ﷺ" بہت ہی اچھی تحریر تھی۔ عائشہ نور محمد نے انتہائی اچھے طریقے سے ہمیں ہمارے مذہب کے بارے میں روشناس کروایا اور ہمارے علم میں اضافہ ہوا۔ واقعی ہم دین سے بہت دور جاچکے ہیں اس ناول میں دین سے متعلق بہت سی رہنمائی ملی۔

۷۔ ویسے تو آنچل کا ہر سلسلہ ہی لاجواب ہے' پر مجھے یادگار لمحے بہت بہت پسند ہے اس میں ہماری معلومات میں اضافہ ہوتا ہے اور دین اور دنیا کی باتیں سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔

صائمہ سکندر سومرو...... حیدرآباد سندھ

ا۔ مجھے ہر وہ ٹائٹل بے حد بھاتا ہے' جس کی ماڈل کے سر پر آنچل ہوتا ہے۔

۲۔ "ٹوٹا ہوا تارا" کے مصطفیٰ' ولید اور بھی بہت سے ہیں جو ابھی ذہن میں نہیں آرہے۔

۳۔ میں شادی سے پہلے خوابوں کی دنیا تک محدود تھی' اب حقیقت پسند ہوں کیونکہ زندگی ایک تلخ ہی سہی پر حقیقت ہے اور حقیقت ہمیشہ تلخ ہی ہوتی ہے۔

۴۔ پہلے اماں کرتی تھیں تنقید اب وہ رہیں نہیں تو اب شوہر آپی لوگوں سے۔

۵۔ آنچل کا معیار ہی اعلیٰ ہے اور اس معیار کی وجہ سے ہی آنچل ہر دلعزیز ہے۔ میں کافی حد تک متاثر ہوں عائشہ نور محمد' ریحانہ آفتاب' ستارہ آمین' کوثر ناز اور بھی بہت ساری رائٹرز سے۔

٦۔ ام ثمامہ کی "آزادی یا انقلاب" نے۔

۷۔ دوست کا پیغام آئے' یہ سلسلہ آنچل فیملی کو ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شرکت کا موقع دے ایک دوسرے کو قریب کرتا ہے۔

دلکش مریم...... چنیوٹ

ا۔ آنچل جولائی 2015 کے ٹائٹل کو سراہا' کیونکہ ماڈل سر پر آنچل یعنی دوپٹہ لیے ہوئے تھی اور چونکہ شمارہ رمضان کے مہینے سے منسلک تھا تو ہر کہانی کے شروع میں اسکارف اوڑھے تصاویر نے خوش کر دیا تھا۔

۲۔ اس بار کسی کہانی کے کردار میں مجھے اپنی جھلک نظر نہیں آئی۔

۳۔ ہائے بالکل سہی کہتے ہیں واقعی کچھ کہانیاں کچھ کردار ایسے ہوتے ہیں جو ہمیں تخیلاتی دنیا میں پہنچا دیتے ہیں اور عشنا کوثر سردار کے ناول پڑھ کر تو انسان لمبے عرصے تک تخیلاتی دنیا میں رہنا پسند کرتا ہے مگر سچ تو یہ ہے حقیقت سے نگاہیں چرانا بھی آسان نہیں ہوتا۔ بے شک میں کچھ وقت کے لیے خوابوں خیالوں کی دنیا میں رہنا پسند کرتی ہوں لیکن جلد ہی اپنی دنیا میں لوٹ آتی ہوں کہ میں حقیقت پسند بھی بہت ہوں۔

۴۔ جی نہیں ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے' ہمارے پاس بھائی نہیں ہے تو اکثر ابو جی سے بھی رسائل منگوا لیتے ہیں۔ ہاں ابو جی کی ایک بات پر بہت ہنسی آتی ہے جب وہ رسالہ لا دیتے ہیں تو کہتے ہیں بیٹا آپ فضول میں وقت ضائع کرتی ہیں ان میں سچی کہانیاں نہیں ہوتیں۔ بیٹا یہ اپنے پاس سے لکھتے ہیں (ہاہاہا)۔ ہاؤ سویٹ ابو جی! بے شک یہ کہانیاں اپنے پاس سے لکھی ہوتی ہیں لیکن معاشرے کی عکاس ہوتی ہیں اور سچ لیے ہوتی ہیں۔

۵۔ الحمدللہ سبھی نے خوب لکھا' رائٹر نیا ہو یا پرانا ہر ایک کی کہانی کوئی نہ کوئی مقصد ضرور لیے ہوتی ہے اور ہر ایک کا اپنا انداز

ہوتا ہے۔ میں کسی ایک کا نام نہیں لوں گی میں سبھی لکھنے والوں کی قدر کرتی ہوں بس یہی کہوں گی اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

۶۔ تحریر تو ذہن میں نہیں آئی مگر "محبت دل کا سجدہ ہے" کی ذوالنون کی کہی بات یاد آ گئی ہے "ایس ایم ایس کو میسج سمجھ کر ہی پڑھا کرو ایک تو تم لڑکیوں کو پیار بھری شاعری پڑھتے ہی شہزادے کے خواب نظر آنے لگتے ہیں فوراً خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتی ہیں" یہ الفاظ میں پڑھتی گئی اور ہنستی گئی بلکہ سسٹرز کو بھی بلند آواز میں پڑھ کر سنائے تھے۔

۷۔ درجواب آں اور آئینہ...... درجواب آں میں مدیرہ صاحبہ بہنوں کو پیار سے مخاطب کر رہی ہوتی ہیں اور تسلی سے سب کو جوابات دے رہی ہوتی ہیں اور آئینہ میں آنچل کے متعلق بات ہو رہی ہوتی ہے یعنی بہنیں خوب صورت تبصرے کر رہی ہوتی ہیں، والسلام۔

شمع مسکان...... جام پور

۱۔ گزشتہ سال میں یہ پوچھیں کہ کون سا پسند نہیں آیا، ہر ٹائٹل بصارت تراوٹ پہنچانے کا ذریعہ تھا۔ پہلی نظر ٹائٹل پر ہی جاتی ہے، فرسٹ امپریشن از دی لاسٹ امپریشن والا میٹر نہیں ہے کیوں کہ پھول میں اہمیت رکھتی ہے، خوشبو، گلاب چاہے جس رنگ میں بھی ہوں (وائٹ روز، ریڈ روز وغیرہ) پہچان خوشبو ہے اور باقی اپنے ٹیسٹ و چوائس کی بات ہوئی ہے کہ وہ کون سا پسند کرے وائٹ یا ریڈ اور آنچل کی خوشبو اس میں موجود مواد ہوتا ہے پر ماہ ستمبر 2015ء کا ٹائٹل پرفیکٹ تھا۔ مہوش آفتاب میک اپ، ڈریس کلر ریڈ اینڈ گرین کمبی نیشن، دوپٹہ اسٹائل، جیولری الوری تھنگ از وری بیوٹی فل اینڈ پرفیکٹ۔ باقی ماڈل کا صرف فیس ہی پورے ٹائٹل پر چھپا ہوتا ہے (سوری)۔ ویسے مجھے دسمبر 2015ء کا ٹائٹل بھی اچھا لگا کیوں کہ ماڈل گرل مائی فیورٹ آرٹسٹ نیلم منیر تھیں، میک اپ تو خیر ہماری رانیہ جی کا بھی اٹریکٹ فل تھا، مارچ 2016۔

۲۔ جب بھی کبھی آئیڈیل نے دھوکہ دیا تو فوراً عہد کیا کہ اب اور نہیں جی بس، فطری حساسیت کے ہاتھوں مجبور پھر بس ذہن و دماغ کو دوبارہ الجھانا شروع اور ذہن پھر آئیڈیل تراش بیٹھتا ہے تقریباً ہر کہانی کے کسی نہ کسی کردار میں اپنے آئیڈیل کی جھلک نظر آتی ہے پر آئیڈیل کبھی دنیا میں نہیں ہوتے کیونکہ آئیڈیل ہم پرفیکٹ تصور کرتے ہیں اور دنیا میں کوئی پرفیکٹ نہیں ہوتا ویسے میرے آئیڈیل سے مصطفیٰ کی کیئرنگ عادت (ٹوٹا ہوا تارا) صیام جیسا حساسیت رکھنے والا (شب ہجر کی پہلی بارش) ماں سے بے حد محبت کرنے والا حیدر (دست شفاء) بس آئیڈیل خوبیوں کی تو لائن لگ جائے گی مگر آئیڈیل ہیں کہاں؟ اگر ایسا کوئی پرفیکٹ کسی فرینڈ کی نظر میں ہو تو میرے ایڈریس پر رابطہ کرنا، ہاہاہا۔

۳۔ قلب و ذہن کی جنگ میں مسکان
ہم قلب کو مات دے کر ہار بیٹھتے ہیں

اپنے متعلق کیا رائے دوں، تصوراتی دنیا میں رہ کر اپنی آئیڈیل لائف تخلیق کرتی ہوں نازک نازک پیارے پیارے سپنے بنتی ہوں۔ معصوم سے خواب آنکھوں میں، یہ سب فطری ہے فطرتِ انسانی ہے آئیڈیل تراشنا۔ رسائل کا قصور تو صرف اتنا ہے کہ معصوم لڑکیاں ہر بیسٹ کردار میں خود کو ڈھلتا تصور کرتی ہیں، کبھی میرے ساتھ بھی ایسا ہوتا ہے پر میں حقیقت کو فیس کرتی ہوں۔ حقیقت پسند ہوں، حقیقت قبول کرتی ہوں، گھر میں فی الحال آئیڈیل لائف گزار رہی ہوں (چھوٹے ہونے کا بھرپور فائدہ اٹھا رہی ہوں) اور میرے خیال میں حقیقت پسند انسان بیسٹ ہوتے ہیں۔

۴۔ مطالعہ روح کی غذا ہے اور میری روح تو ہوتی ہی مطالعہ سے سیراب ہے۔ جب تک میں مطالعہ نہ کروں عجیب سی بے کلی چھائی رہتی ہے۔ صرف آنچل، حجاب نہیں اخبار کا کوئی پرانے سے پرانا ردی کا ٹکڑا بھی نظر سے گزرے بغیر ضائع نہیں ہوتا۔ بہت حریری ہوں میں مطالعہ کے معاملے میں۔ میرے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر دو تین رسائل ہی رکھے نظر آئیں گے کیوں کہ میں اور نغمہ باجی رات دیر تک پڑھتے ہیں۔ میرا تو دن بھی بس پڑھتے اور گپ شپ کرتے ہی گزرتا ہے۔ تنقید...... نہیں جی، بس پڑھائی کے دوران بھائی سے ڈانٹ پڑی یا ابو سے کہ اتنا نہ پڑھا کرو اور میری عادت کے مطالعہ لیٹ کر کرتی ہوں۔ چاہے نصاب کی کتابیں ہوں یا رسائل پر ابو کی وفات کے بعد گزشتہ پانچ سالوں سے کوئی اب اتنا زیادہ پڑھنے پر بھی کچھ نہیں کہتا۔ پہلے آپی پڑھتی تھیں پھر باجی اور اب میں (میں کچھ زیادہ مشہور ہوگئی پڑھنے کے معاملے میں)۔

۵۔ نئی مصنفین ماشاء اللہ سب ہی بہت اچھا لکھ رہی ہیں رشک حبیبہ سے زیادہ لکھوائیں اور انعم خان شادی کے بعد انٹری کم کم دے رہی ہیں اچھا لکھتی ہیں رشک اور انعم کو پڑھنا چاہتی ہوں جبکہ سندس جبیں (یہ نیو رائٹر نہیں ہیں)۔ آپ کا ناولٹ

"قافلے راہ بھول جاتے ہیں" شعاع میں پڑھا تھا بہت پسند آیا۔ پلیز کچھ ایسا ہی ہمارے آنچل کے لیے لکھیں' میں آپ کی ایسی ہی کاوش کی منتظر ہوں۔

۶۔ مسکراہٹ' کہاں ہوتی ہے ڈھونڈ رہی ہوں۔ یہاں تو جناب بس خود فریبی ہوتی ہے اگر مسکراہٹ لبوں کا احاطہ کررہی ہے تو' ویسے دن کے گیارہ گھنٹوں میں سے آٹھ گھنٹے ہونٹ مسکراتے ہی رہتے ہیں (خوش مزاج کا ٹائٹل برقرار رکھنا ہے) تحریر کا ہیپی اینڈ اگر مزادے تو مسکرادیتے ہیں ویسے فروری کے حجاب میں "لڈو کھٹے ہیں" افسانے نے ہمیں ہنسنے پر مجبور کردیا' بائی کزنز کی نوک جھونک مزہ دیتی ہے۔

۷۔ وہری وہری انٹرسٹنگ' پسندیدہ سلسلہ مائی موسٹ فیورٹ دوست کا پیغام آئے جہاں ہم سب فرینڈز ایک دوسرے سے راز و نیاز کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کے حال سے واقفیت رکھتے ہیں' احساس ہوتا ہے اپنائیت کا۔ کوئی ہمارا ہے ہمارے لیے اپنے قیمتی وقت میں سے وقت نکال کے کچھ لکھتا ہے پر جی' بس...... حما احمد سے ہماری شکایت دور ہی نہیں ہوتی پورے سال میں صرف دو بار ہمارا میسج شائع کیا۔ بیاض دل اور در جواب آں بھی اچھے سلسلے ہیں۔ دل کے ہر راز قیصر آنٹی سے شیئر کریں اور راز صرف راز ہی رہتا ہے' تھینک یو قیصر آنٹی۔

شازیہ فاروق احمد...... خان بیلہ

السلام علیکم! آنچل کی سالگرہ کے موقع پر آنچل اسٹاف اور قارئین کو ڈھیروں مبارک باد اور دعائیں' اللہ تعالیٰ آنچل کو بلندیوں اور کامیابیوں کے اس سفر میں ہمیشہ ثابت قدم رکھے آمین۔

۱۔ آنچل کے ہر شمارے کا ٹائٹل ہمیشہ سے زبردست رہا ہے جہاں تک بات ہے سراہنے کی تو میں یہی کہوں گی کہ کسی شمارے میں ماڈل کے میک اپ نے متاثر کیا تو کسی شمارے میں جیولری دل میں اتر گئی' کسی کے کپڑوں نے دل موہ لیا تو کسی کے سر پر سجا آنچل بازی لے گیا سو مختصراً یہ کہ آنچل کا ہر شمارہ کسی نہ کسی لحاظ سے سراہے جانے کے لائق ٹھہرا۔

۲۔ کہانی کے کردار کا جہاں تک تعلق ہے تو میں اس سلسلے میں کبھی سیریس نہیں ہو پائی۔ کسی کردار کا کیئرنگ انداز دیکھ کر دل میں کبھی آئیڈیل کا تصور جاگا بھی تو صرف تحریر کی حد تک ہی رہا' حقیقی دنیا میں آئیڈیل ملنا مشکل ہے اور آئیڈیل تراشنا اس سے بھی زیادہ مشکل ہاں کردار کی بات کروں تو میری تحریر "عید کا تحفہ" میں آصف کے کردار نے متاثر کیا اس کی سوچ نے متاثر کیا۔

۳۔ رسائل حقیقت میں جینا' زندگی کے مسائل سے نمٹنا سکھاتے ہیں۔ تخیلاتی دنیا میں رہنے کا تصور ہمارا اپنا ہوتا ہے اس میں رسائل کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ ایسی سوچ ہمارے اپنے ذہن کی ہوتی ہے' میں حقیقت پسند ہوں' خواب نہیں دیکھتی اور رسائل نے مجھے یہی سکھایا ہے کہ ہمیشہ حقیقت میں جیوں اور زندگی کو اسی حساب سے جیوں۔

۴۔ رسائل پڑھتے ہوئے مجھے کبھی بھی روکا یا ٹوکا نہیں گیا البتہ دیر رات تک پڑھوں تو امی منع کرتی ہیں اور سونے کی تاکید کرتی ہیں اس کے علاوہ تنقید کبھی بھی نہیں ہوتی۔

۵۔ نئی لکھاری بہنیں بلاشبہ اچھا لکھ رہی ہیں اور جہاں تک متاثر ہونے کی بات ہے تو شاید فیصلہ نہ کرپاؤں کیونکہ ادارہ آنچل نے اتنی خوش اسلوبی سے اپنا فریضہ سرانجام دیا اور ہمیشہ سے دیتا آیا ہے کہ کسی ایک رائٹر کو چننا مشکل ہے' ہر تحریر میں ایک پیغام چھپا ہوتا ہے سو ہر نئی اور پرانی رائٹر کا لکھا دل پر اثر کرجاتا ہے اور کسی لکھاری کو بار بار پڑھنے کا جہاں تک سوال ہے تو میں یہی کہوں گی کہ آج کل اپنی لکھی گئی تحریروں کو بار بار پڑھتی ہوں اور ادارہ آنچل کو ڈھیروں دعائیں دیتی ہوں جنھوں نے مجھ ناچیز پر اتنا احسان کیا' سچ میں میں ادارہ آنچل اور مدیرہ آنچل کی ممنون و مشکور ہوں جن کی مہربانی سے میرا نام آنچل کے اوراق کی زینت بنا امید کرتی ہوں یہ تعاون آئندہ بھی برقرار رہے گا۔

۶۔ پچھلے چند ماہ سے باقاعدگی سے آنچل نہیں پڑھ پا رہی پھر بھی جو تحریریں پڑھیں ان میں صائمہ قریشی کی "اناڑی پیا" پسند آئی اور بے اختیار لب مسکرادیئے۔

۷۔ آنچل کا ہر سلسلہ زبردست ہے' کسی ایک کی تعریف کرکے میں کسی دوسرے سلسلے کی اہمیت میں کمی کی مرتکب نہیں ہوسکتی پھر بھی بات اگر پسندیدہ کی ہے تو ہم سے پوچھیے پسند ہے۔ آنچل اسٹاف سے ایک ادنیٰ سی درخواست ہے پلیز آپ کی شخصیت کو دوبارہ شروع کردیں آنچل سدا کامیابیاں سمیٹے آمین۔

نبیلہ ناز...... ٹھگیگ موڑ الہ آباد

۱۔ گزشتہ سال کس چیز کو سراہا کس کو نہیں یہ تو گزشتہ برس کے ساتھ دفن ہوچکا ہے۔ اب تو صرف چنگاریاں باقی رہ گئی ہیں۔ بہرحال گزشتہ برس میں جولائی کا شمارہ جس میں ٹائٹل دوپٹہ فولڈ کیے نورانیت کا مجسمہ لگ رہی تھی بے حد اچھا لگا۔ دل تو چاہتا ہے کہ سارے شماروں پر ایسا ہی ڈوپٹہ فولڈ کیے ٹائٹل ہو مگر آپ نے بھی اپنا معیار بنانا ہے ضروری نہیں وہی ہو جو ہم سوچیں۔ اس

لیے سراہا کیونکہ سر پر دوپٹہ میں دنیا آخرت کی فلاں ہے ہم وہی کریں گے جس میں ہماری فلاح ہے۔

۲۔ "ٹوٹا ہوا تارا" میں مجھے سکندر کے کردار میں آئیڈیل کی جھلک نظر آئی دوسرا ولید یہ دونوں ٹوٹا ہوا تارا کے کردار ہیں۔

۳۔ ضروری تو نہیں ہر لڑکی تخیلاتی دنیا کی باسی ہو جہاں اپنی حیثیت کا پتا ہو وہاں انسان اپنی حقیقت کبھی نہیں بھولتا پھر تخیلاتی دنیا میں تصوری طور پر کیا رہ جاتا ہے۔

۴۔ نئی مصنفین ان مصنفین کا مقابلہ نہیں کرسکتی جو آنچل کے معیار پر پورا اترتی ہیں بہر حال اس منزل تک پہنچنے کے لیے وقت درکار ہے۔ نازیہ کنول نازی اقراء صغیر احمد سمیرا شریف طور جن کو بار بار پڑھنا پسند کروں گی۔

۵۔ ہر طرح کے لوگوں کو فیس کرنا پڑتا ہے تنقید سارے گھر والے کرتے ہیں مگر میں جو کرتی ہوں بس وہ کرتی ہوں۔ وہاں میں ان کو اپنا نقطہ نظر سمجھا دیتی ہوں۔ ضروری نہیں ہر چیز کے منفی اثرات ہوں مثبت بھی ہوتے ہیں اگر کوئی سوچے تو؟

۶۔ مجھے یاد نہیں پڑتا جو ایسی کہانی ہو جیسے پڑھتے پڑھتے انسان قہقہے لگانے شروع کردے مگر سب کہانیوں میں نہیں تو البتہ کوئی ایک میں ایسا کردار ضرور ہوتا ہے جو لبوں پر مسکان بکھیر دیتا ہے البتہ میں ہنستی بہت کم ہوں۔

۷۔ دوست کا پیغام آئے یہ سلسلہ مجھے پسند ہے مگر میرا پیغام ابھی تک کوئی نہیں آیا۔ میری دوست اس لحاظ سے بہت بے مروت ہے کیوں اس کا جواب یہ ہے کہ گھر بیٹھے ایک دوسرے کے احساسات اور جذبات ہمارے تک پہنچ جاتے ہیں۔

کرن شہزادی......مانسہرہ

۱۔ سال گزشتہ میں مئی سالگرہ نمبر 2 کا آنچل ہاتھ میں آیا تو سرورق پر نظر پڑتے ہی دل بے اختیار سراہ اٹھا۔ بہترین رنگوں کے امتزاج نے ماڈل سحرش فاطمہ کی ہلکی سی مسکراہٹ نے چار چاند لگادیے۔ سرورق کو پھلانگ کر بھاگتے ہوئے جارہے تھے کہ ہمارا آنچل کی محفل میں اپنے آپ کو دیکھ کر رک گئے۔ کچھ منٹ تو اپنے ہونے کے احساس کو محسوس کیا اور بے اختیار چیخ نکل گئی (ارے کچھ اور نہ سمجھنا پاس بیٹھی اپیا نے چٹکی جو کاٹ لی تھی) اور خوشی سے دل بلیوں اچھلنے لگا کہ مئی کے شمارے میں میرا انٹرویو آ گیا ہے۔

۲۔ دوسرا سوال بھی انتہائی دلچسپ ہے مجھے تو بہت سی کہانیوں کے ہیرو اچھے لگے البتہ آئیڈیل کی جھلک مجھے آنچل کے ناول "جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا" کے عبدالباری میں نظر آئی اور ام مریم کے "مجھے ہے حکم اذاں" کے سکندر میں۔

۳۔ میں اس بات سے ایگری کرتی ہوں کہ پچاس فیصد تو لڑکیاں حقیقت پسند ہونے کی بجائے تخیلاتی دنیا میں رہتی ہوں اور میں بھی خیالوں کی دنیا میں رہنے والی ہی لڑکی ہوں۔

۴۔ ہائے کیا پوچھ کر ہماری دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا ہمارے گھر میں ایک اپیا ہیں جن کی طرف سے مجھے شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور جب آنچل ہاتھ میں ہو تو میں خیالوں کے جہان میں کھوئی ہوئی کتابی کیڑا بن جاتی ہوں پھر سب کی آوازیں میرے آلہ سماعت سے ٹکرا کر نامراد لوٹ جاتی ہیں جب میرے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی (رینگتی بھی ہو تو اس وقت پتا نہیں چلتا) پھر اپیا امی جان کو اپنے ساتھ ملا کر میرے وہ لتے لیتی ہیں کہ اللہ کی پناہ (کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے)۔

۵۔ بے شک آنچل ایک معیاری رسالہ ہے اور نئی مصنفین نے جتنا بھی لکھا وہ سبق آموز لکھا۔ سینئر رائٹرز میں نازیہ کنول نازی آپی ایسی رائٹرز ہیں جنہیں میں بار بار پڑھنا پسند کروں گی اور نئی رائٹرز میں حرا قریشی کو جبکہ لکھتی تو وہ بہت عمدہ ہیں لیکن ان کے ثقیل الفاظ اور مشکل اردو جو کہ مشکل سے ہضم ہوتی ہے (کیونکہ آدھی سر کے اوپر سے جو گزر جاتی ہے)۔

۶۔ بھوت بنگلہ ایسی تحریر ہے جس نے مجھے قہقہہ لگانے پر مجبور کردیا اور جب میں یہ کہانی پڑھ رہی تھی کہ اچانک اونچی آواز میں ہنسنا شروع ہوگئی جب قریب بیٹھی اپیا نے مجھے کہا "ایسے کیوں ہنس رہی ہو کہیں پاگل تو نہیں ہوگئی ہو" (کچھ دنوں بعد جب خود پڑھنے لگیں تو میرے والا ہی حال تھا)۔

۷۔ میرے نزدیک دانش کدہ آنچل کا بہترین سلسلہ ہے کیونکہ اس سے گھر بیٹھے ہی ہماری اتنی اچھی تربیت ہوجاتی ہے اور ہمیں بہت سی اسلام کے بارے میں ایسی باتوں کا پتا چلتا ہے جس سے پہلے ہم انجان ہوتے ہیں (اللہ ہمیں صحیح معنوں میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

(جاری ہے)

چراغِ خانہ
رفعت سراج

بہت فرسودہ لگتے ہیں مجھے اب پیار کے قصے
گل و گلزار کی باتیں، لب و رخسار کے قصے
بھلا عشق و محبت سے کسی کا پیٹ بھرتا ہے
سنو تم کو سناتا ہوں، میں کاروبار کے قصے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

مشہود کا ابھی تک کچھ پتا نہیں چل سکا تھا۔ مانو آپا (دانیال کی پھوپی) نے بھی پینترا بدلا اور رشتے سے دستبردار ہوتی ہوئی بھتیجے (دانیال) کی راہ ہموار کردیتی ہیں۔ کمال فاروقی صاحب بہن کی اس بات پر واری صدقے ہوئے جاتے ہیں اور سعدیہ کو بھی مانو آپا کی محبت کی مثال دے کر دانیال کے لیے رشنا کا رشتہ لے جانے کی بات کرتے ہیں۔ سعدیہ کی نظر میں مانو آپا نے کسی چال کے تحت رشنا کو بہو بنانے سے انکار کیا تھا اور اب رشنا میں عیب دیکھ کر مانو آپا دانیال کا رشتہ دے آئیں تھیں سعدیہ چھان بین کے بعد ہی رشنا کو بہو بنانے کو تیار تھی۔ بہشتن بوا مشہود کی راہ دیکھتی خراب طبیعت کے بعض خود اسپتال پہنچ جاتی ہیں پیاری پریشان ہوکر دانیال کو فون کرتی ہے۔ دانیال مشہود کے بعد پیاری اور بہشتن بوا کا خیر خواہ ہوتا ہے۔ دانیال پیاری سے اسپتال میں اظہار محبت کرتا ہے اور اسے نکاح کے لیے کہتا ہے دانیال پیاری پر اپنے گھر کے حالات بھی واضح کردیتا ہے۔ جس پر پیاری سوچنے کا وقت مانگتی ہے۔ کمال فاروقی دانیال کا رشتہ رشنا کے لیے لے جانے پر بضد ہوتے ہیں وہ مانو آپا کی بات کا بھرم رکھنا چاہتے ہیں اور سعدیہ رشنا کو اب بہو بنانا نہیں چاہتی۔ دوسرے دن ہی پیاری دانیال سے رشتے سے انکار کردیتی ہے پیاری چاہتی ہے کہ پہلے دانیال اپنے گھر والوں کو اس رشتے کے لیے قائل کرلے لیکن فوری طور پر دانیال کے لیے یہ ممکن نہیں ہوتا ہے وہ دل برداشتہ ہوکر مانو آپا کے گھر آجاتا ہے۔ بالآخر بہشتن بوا مشہود کا انتظار کرتے ہوئے ابدی نیند سو جاتی ہیں۔ دانیال کو یہ خبر اسپتال سے موصول ہوتی ہے دانیال کمال فاروقی صاحب کو حالات سے آگاہ کرتا خود اسپتال پہنچتا ہے۔ پیاری بہشتن بوا کی رحلت کا سن کر بے ہوش ہو جاتی ہے۔

اب آگے پڑھیں

❁.....❁.....❁

بہشتن بوا جنت مکانی ہوئیں، پیاری آخری دیدار سے محروم رہی۔ ڈاکٹرز کی متفقہ رائے تھی کہ تدفین میں تاخیر نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ان کے تمام اعضاء سانس کی ڈوری ٹوٹنے سے قبل ہی دیا آب و گل سے بے نیاز ہو چکے تھے۔ دانیال اور کمال فاروقی نماز جنازہ سے تدفین تک تمام مراحل میں ساتھ ساتھ رہے۔ کمال فاروقی قبرستان سے گھر کی طرف اور دانیال ہسپتال کی طرف روانہ ہوا جہاں پیاری زندگی موت کی جنگ میں آخری ہتھیار کے ساتھ بالکل تنہا تھی۔ چاروں اور سنہری دھوپ پھیلی ہوئی تھی مگر دانیال کی رات کا دامن ساتویں آسمان تک پھیلا ہوا تھا۔

❁.....❁.....❁

"دانیال رات سے جاگا ہوا ہے، آپ کو ساتھ لے کر آنا چاہیے تھا، ہو گیا کفن دفن، اب کیا قبر پر پھول پودے بھی لگا کر آئے گا۔" سعدیہ رات سے بے آرام تھیں، دونوں باپ بیٹے نے سیل فون بھی بند کیے ہوئے تھے اس سے اعصابی تناؤ میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔ کمال فاروقی کو اکیلا دیکھ کر جیسے پھٹ پڑیں۔

من پسند غذا و مشروبات کا استعمال، مرضی کا آرام، اپنی شرائط پر ادائیگی فرض نفس کو بہت توانا بنا دیتا ہے۔ روحانی مسرتوں پر نفس کی لذتیں حاوی ہو جائیں تو زندگی بس موڈ کی محتاج بن کر رہ جاتی ہے۔ سعدیہ اس سے زیادہ نیکی افورڈ

نہیں کرسکتی تھیں۔ بیٹے کی بے آرامی نے سارا کاروبار ہی بڑھا دیا تھا۔ یہ کرنا تھا وہ کرنا تھا...... یہاں جانا تھا...... یہ بات کرنی تھی' اسے بتانا تھا' اسے سمجھانا تھا۔ پیری کیور کے لیے ٹائم لیا ہوا تھا ایک تو اپائنمنٹ ہی مہینہ بھر پہلے ملتی تھی وہ بھی ہاتھ سے نکل جائے تو دو مہینوں میں اپنے پاؤں مور کے پاؤں لگنے لگتے تھے۔

"تھوڑی دیر میں آجائے گا' بچی ہوش میں نہیں ہے۔ اتنا تو راہ چلتے لوگ بھی کرلیتے ہیں' خوف خدا انسانیت بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔" کمال فاروقی سعدیہ سے زیادہ تھکے ہوئے تھے' جھلا کر الٹ پڑے۔

"کسی نرس کے ہاتھ پر دس ہزار رکھیں' خونی رشتے دار بن جائے گی میرا بیٹا اتنی بے آرامی کا عادی نہیں ہے۔ کس ہسپتال میں ہے مجھے بتائیں میں جاتی ہوں اور سارا انتظام کرکے آتی ہوں۔" سعدیہ بہرحال ماں تھیں' فطرت سے تو لڑ نہیں سکتی تھیں چلتی ہواؤں تک سے لڑلیتی تھیں۔ فطرت میدان میں کودی تو کمال فاروقی کے جھاگ بھی بیٹھ گئے۔

"ایک دو گھنٹے دیکھ لو اگر وہ نہ آیا تو چلی جانا۔ یہ تو تمہاری طرف سے بہت بڑی نیکی ہوگی۔" یہ کہہ کر کمال فاروقی سیدھے اپنی خواب گاہ کی طرف بڑھ گئے۔ لہجے کی نرمی سے ماحول میں سرگرداں ٹولے تھپیڑے خود بخود ٹھنڈے جھونکوں میں تبدیل ہوگئے۔

"ہوں' ٹھیک ہے دیکھ لیتی ہوں۔" الجھن میں سرا ل رہا تھا اعصاب خود بخود ڈھیلے پڑنے لگے۔

❁......❁......❁

پیاری قبل مسیح کی ممی کی طرح چت لیٹی تھی' آنکھیں بند تھیں۔ دونوں ہاتھ دائیں بائیں ٹوٹی ہوئی شاخوں کی طرح پڑے ہوئے تھے۔ دراز خمیدہ مژگاں پر نمی کی چمک تھی' عالم رویا میں ماں سے لپٹی تھی یا پیشتن بوا سے داغ مفارقت کے آنسو سرمژگاں تھے گویا لاشعوری دنیا میں بھی ماتم جاری تھا۔

دانیال نے عالم وارفتگی میں پیاری کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر دبایا' زندگی کی حرارت محسوس ہوئی اس نے طمانیت بھرا سانس لیا اور ٹکٹکی باندھ کر پیاری کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔ جی بھر کر دیکھا' پہلی بار اس کے نقوش کی تراش کی نفاست کا ادراک ہوا۔ ہلالی ابرو سے لے کر ہونٹوں کی گہری تراش تک جوں ازبر کیا گویا ذرا جو محو کیا تو کوئی فرد جرم عائد ہوجائے گی۔ صراحی دار موی گردن سے نیچے سفید و سرمئی باریک پرنٹ کے کُرتے میں لگے سنہری بٹن جو قطار کی صورت میں سینے سے نیچے تک چلے جارہے تھے۔ گلابی ہونٹوں پر سفید خشک پپڑی جمی ہوئی واضح نظر آرہی تھی۔ دانیال کسی دنیا سے چونکا اور پانی کی بوتل اٹھا کر اپنی انگلی گیلی کی اور پیاری کے ہونٹوں کو تر کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا مگر فوراً ہی رک گیا۔

ایک حیادار لڑکی' جو کبھی جم کر اس کے سامنے کھڑی نہیں ہوئی اس کی طرف توجہ اور ارادے سے نہیں دیکھا۔ بے خبری کی اس کیفیت میں اس طرح چھونا کہ اگر اس کے ہوش و حواس بحال ہوں تو وہ کبھی یہ حرکت معاف نہ کرے اسے ایک جرم ہی لگا۔ اس نے ہاتھ واپس کھینچ لیا اور سائیڈ ٹیبل سے کاٹن کا ایک پھویا نوچ کر گیلا کیا اور آہستہ آہستہ اس کے ہونٹوں پر پھیرنے لگا۔ اسی وقت لپڑ پٹر کرتی دو نرسیں اندر آگئیں۔

"ایکسکیوزمی! انہیں سی وی میں شفٹ کرنا ہوگا' آپ پلیز کاؤنٹر پر چلے جائیں۔" نرس نے مشینی انداز میں کہا اور کھٹ پٹ مشینوں کے ناک کان مروڑنے لگی۔

دوسری نرس گلوکوز کا بیگ اسٹینڈ سے اتار رہی تھی فوراً ہی دو وارڈ بوائے فرشتوں کی طرح نازل ہوئے اور بیڈ کے کل پرزے اوپر نیچے کرکے بیڈ کو باہر کی طرف پش کرنے لگے۔ دانیال از حد متفکر ہوگیا' یعنی صورت حال سنجیدہ ہوچلی تھی اسے کاؤنٹر پر جانے کا مشورہ اس لیے دیا گیا تھا کہ وہ ایمرجنسی کی صورت حال کو فیس کرے اور جیب سے بڑے نوٹ نکالے اس نے والٹ نکالا دو تین ہزار سے زیادہ کا کیش نہیں تھا البتہ ویزہ کارڈ موجود تھا اس نے ویزہ کارڈ نکال کر والٹ دوبارہ جینز کی پاکٹ میں ٹھونسا اور اندیشہ مند' پریشاں خاطر کاؤنٹر کی طرف چل پڑا۔

❁......❁......❁

"بیٹا! میں مانو آپا کو بھیج رہا ہوں تم گھر آکر ریسٹ کرلو۔ تمہاری اپنی طبیعت خراب ہوگئی تو کام بڑھ جائے گا کم نہیں ہوگا۔" کمال فاروقی تین چار گھنٹے کی نیند لے کر اٹھے تو فوراً ہی دانیال سے رابطہ کیا۔ سعدیہ ایس پی اے گئی ہوئی تھیں رات کو اہم فنکشن اٹینڈ کرنا تھا۔ دانیال نے انہیں فون کرکے کہہ دیا تھا کہ وہ ایک دو گھنٹے تک گھر آجائے گا ان کی تسلی کے لیے جھوٹ کے ریکارڈ تو بنانا ہی تھے۔

"پاپا! پھپھو کو پریشان نہ کریں' اچھا نہیں لگتا۔" دانیال نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"بیٹا! ایسے وقتوں کے لیے ہی اپنوں کو روتے ہیں' یہی وہ وقت ہوتا ہے جب اپنے پرائے کی پہچان ہوتی ہے۔"

"میں اپنی بہن کو جانتا ہوں' نفلوں کی بھوکی ہیں۔ بھلائی کرنے کے بہانے ڈھونڈلاتی ہیں' بے لوث ہیں۔ کبھی بھلائی کا صلہ نہیں چاہتیں' جوان بچی ہے آگے پیچھے کوئی نہیں۔ آپا کے ساتھ ہوں گی تو وہ بھی بہت اچھا محسوس کرے گی۔ تمہاری خاطر تمہاری ماں بھی ایک دو روز کی مشقت برداشت کرسکتی ہے مگر سیدھی سی بات ہے میں نہیں چاہتا وہ بچی تمہاری ماں کا احسان اٹھائے' سو کی ایک بات۔" کمال فاروقی کا انداز قطعی اور حتمی تھا۔

"او کے پاپا! تو پھر آپ پھپھو سے بات کرلیں۔" دانیال نے بالآخر ہتھیار ڈال دیئے کیونکہ وہ باپ سے تو یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ مجھے پیاری سے دور نہ کریں' میں آج کل عشق کی معراج پانے کے جتن کررہا ہوں۔

"میں ڈرائیور سے کہتا ہوں' وہ آپا کو ہسپتال لے جائے گا۔"

"پاپا! پہلے آپ پھپھو سے بات تو کرلیں۔" دانیال نے توجہ دلائی۔

"ہاں بالکل' میں ابھی ان سے بات کرتا ہوں۔" رابطہ منقطع ہوگیا' دانیال وسیع کاریڈور کے کنارے پر کھڑا سوچ رہا تھا۔

"یہ بھی ٹھیک ہے' پھپھو کی وجہ سے بہت آسانیاں ہوجائیں گی۔"

❁......❁......❁
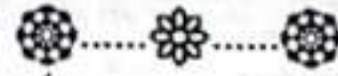
"ایسا کیسے ہوسکتا ہے' جوان جہان بچی اور کوئی آگے پیچھے نہیں۔ سگے سوتیلے' دور پار کے عزیز قرابت دار تو ہوتے ہی ہیں۔" مانو آپا کو سخت اچنبھا ہورہا تھا۔

"آپا ایسا نہیں ہے کہ اس کا کوئی نہیں' ہاں خاندان بہت مختصر ہے' کچھ رشتے دار باہر ہیں کچھ شہر سے دور۔ ایک سگا بھائی ہے جو کچھ دن پہلے ہی اغواء ہوگیا' پہلے رقم کا تقاضا ہوا بعد میں خاموشی ہوگئی۔" کمال فاروقی نے اختصار سے کام لیتے ہوئے بتایا۔

مانو آپا تو یہ دل دہلا دینے والی خبر سن کر کہ بھائی اغوا ہوگیا تھرا کر رہ گئیں۔ لوگوں کی لگاتار چھینکیں سن کر دیں گھریلو ٹوٹکے بتانے والی جن کو کبھی کبھی مذاق میں کمال فاروقی ہمدرد دواخانہ کہہ کر بھی چھیڑا کرتے تھے۔ انہوں نے تو گویا دکھیاری لڑکی کے دکھ اٹھانے کا بیڑہ ہی اٹھالیا۔ ان کا مصروف ترین بھائی ان سے اخلاقی مدد وتعاون کا خواست گار تھا جس نے کبھی اپنے ذاتی کام کے لیے بھی ان کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

"میاں تم فکر نہ کرو' ڈرائیور کو بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ عالی جاہ اپنے کام سے نکل رہا ہے' مجھے ہسپتال ڈراپ کردے گا' باقی وہاں دانیال تو ہے کوئی مسئلہ نہیں۔ ہسپتال پہنچ کر دانیال کو گھر بھیج دوں گی' بچے کو کھانا کھلا کر سلا دینا جانے کب سے بھاگ پھر رہا ہے۔" مانو آپا کے ذہن میں بہت سے سوالات ابھرے تھے مگر صورت حال کے پیش نظر انہوں نے سلسلہ موخر کردیا۔

"بہت شکریہ آپا!" کمال فاروقی کی رگ وپے میں طمانیت اتر گئی یوں جیسے کہ کسی نے سارے بوجھ پھولوں کی طرح سمیٹ لیے ہوں۔

"ارے شکریہ کس حساب میں' میں تو نصیب والی ہوں بھائی کے آگے پیچھے پھرتی ہوں۔ کلیجہ بھی ٹھنڈا ہوتا ہے اور آنکھیں بھی' اللہ نظر بد سے بچائے' اپنے حفظ وامان میں رکھے' آمین۔" پرخلوص ماں جائی کی آواز کانوں میں امرت بن کر ٹپک رہی تھی۔

❁......❁......❁

دانیال ہسپتال کے وسیع سرسبز لان میں گھاس پر پاؤں پھیلائے بیٹھا تھا۔ ہسپتال کے ایمپلائز' وزیٹرز' ڈاکٹر' سرجن' ایک کے بعد ایک آنے والی گاڑی' ایمبولینس' گارڈز کی سیٹیاں...... زندگی پوری قوت ورکاوٹ سے آزاد رواں دواں تھی۔ ابھی شام دور تھی اور رات بہت دور......

انکار تو کرچکی ہے' دل تو توڑ چکی ہے مٹھی سے ریت کی طرح پھسل گئی ہے پھر اندیشے اتنے جان لیوا کیوں ہیں۔ ہر سانس اس کی زندگی کی بھیک تو اس طرح مانگ رہی ہے جیسے زندگی اس کی زندگی سے مشروط ہوگئی ہو۔ آبشار پہاڑوں سے گرتے ہیں' دریاؤں میں ضم ہوجاتے ہیں۔ دریا کی روانی پر اضافی پانی سے کوئی فرق نہیں پڑتا' وہ اپنے سروں میں فطرت کے اشاروں پر بہتا ہے۔ گرتے آبشار' بہتے دریا' زندگی کی مقناطیسیت کا شعور اجاگر کرتے ہیں۔ دیکھنے والی نظر کو زندگی کی لطیف حرارت بخشتے ہیں بس اس کی روح بھی یہی چاہ رہی

تھی۔ دریا بہتا رہے سوتے خشک نہ ہوں کسی زمین کو سیراب کرے مگر بہتا رہے۔ کسی چاہنے والے کے لیے یہ احساس ہی کتنا طاقت ور ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے وہ جیتا رہے مسکراتا رہے جہاں رہے خوش وآباد رہے۔

عوام خلوص کے بندوں میں ایک خامی ہے
ستم ظریف بڑے جلد باز ہوتے ہیں

"بہت جلدی تھی تمہیں انکار کرنے کی اللہ تمہیں زندگی دے تمہارے انکار کے بعد دانیال نے نیا جنم لیا ہے۔" وہ گویا اس وقت زمان ومکان کی قید سے آزاد حالت مراقبہ میں تھا کہ جیب میں پڑے سیل فون کی وائبریشن نے اسے پھر جہانِ آب وگل کی چٹیل زمین پر لا پٹخا۔ اس نے جلدی سے سیل فون نکالا اور کالر کا نام دیکھا سامنے علی جاہ بلنک ہو رہا تھا۔

"ہیلو۔" اس نے فوراً کال ریسیو کی۔

"یار دانیال! تم کہاں ہو؟ میں ادھر ریسپشن پر ہوں اماں جان ساتھ ہیں۔" عالی جاہ کی آواز سماعت سے ٹکرائی تو ہڑبڑا کر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

"جسٹ آ منٹ بس میں تمہارے پاس آتا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے عالی جاہ کی بات سنے بغیر فون جیب میں رکھا اور اندر کی طرف دوڑا۔ کمال فاروقی اسے فون پر بتا چکے تھے کہ آپا پہنچ رہی ہیں تم آپا کو اچھی طرح سمجھا کر ڈاکٹر سے ملوا کر فوراً گھر آ جانا۔ پھپھو اتنی جلدی آ جائیں گی اس کا اندازہ واقعی اسے نہیں تھا۔ وہ بھاگم بھاگ ریسپشن پر پہنچا تو واقعی مانو پھپھو عالی جاہ کے ساتھ بڑی بے قراری سے ٹہلتی نظر آئیں۔

"السلام علیکم پھپھو!" اس نے قریب جا کر سر کو ہلکا سا خم دے کر بہت ادب سے سلام کیا۔

"جیتے رہو یہ بتاؤ بچی کی طبیعت کیسی ہے؟ کچھ آرام ہے؟" وہ بڑی بے تابی سے سوال کرنے لگیں۔

"سی سی یو میں ہے ابھی تک ڈاکٹر نے کوئی اچھی خبر نہیں سنائی۔ دعا کریں۔" دانیال نے عالی جاہ سے مصافحہ کرتے ہوئے بہت فکر مندی اور گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔

"خیر سے بے بی کی عمر کیا ہے؟" عالی جاہ اپنے مخصوص لا ابالی پن سے پوچھا۔

"مطلب......؟" اس نے حیران ہو کر مانو پھپھو کی طرف دیکھا۔ "اماں جان گھر سے بچی بچی کرتی آ رہی ہیں مگر یہ نہیں بتایا بچی کتنی بڑی ہے۔"

"اُفوہ...... اس افراتفری میں تمہیں تفصیلات بتاتی ہمارے لیے تو بچی ہی ہے ناں۔ تمہیں کب کہہ دیا میں نے کہ کوئی چھوٹی سی بے بی ہے۔" مانو آپا نے اعصابی تناؤ کی وجہ سے خواہ مخواہ عالی جاہ کو جھاڑ پلا دی۔

"آئیے پھپھو! میں آپ کو سسٹر سے ملواتا ہوں وہ آپ کو پیاری کے روم لے جائے گی۔ پیاری تو فی الحال وہاں نہیں ہے مگر جیسے ہی ہوش آئے گا وہ روم میں آ جائے گی۔"

"پیاری...... اوہ گڈ نیم...... مطلب پریٹی ایکسلینٹ۔" عالی جاہ کو نام نے چونکا دیا دانیال کو برا نہیں تو اچھا بھی نہیں لگا۔

"یہاں بچی کی جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں تم نام پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔ ماں باپ پیار سے اپنے بچوں کو نام دیتے ہی ہیں۔" مانو آپا نے پھر جھاڑ پلا دی اور دانیال کے تعاقب میں چل پڑیں۔

ہسپتال تھا کہ بھول بھلیاں دانیال اپنی دھن میں تیز چل رہا تھا۔ مانو آپا ادھر اُدھر دیکھتے اپنے حساب سے دوڑ رہی تھیں اس خوف سے مبادا ذرا سی سست پڑیں تو گم ہو جائیں گی عالی جاہ واپس جا رہا تھا۔

❀......❀......❀
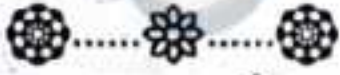
"یا اللہ تیرا شکر ہے کیسا بے سدھ سو رہا ہے پتا نہیں کتنا بھاگا دوڑا ہو گا۔" سعدیہ اپنے فنکشن سے فارغ ہو کر گھر لوٹیں تو پورچ میں دانیال کی گاڑی دیکھ کر سکون کا سانس لیا۔ سب سے پہلے اس کے کمرے میں جھانکا اسے بے سدھ سوتا دیکھ کر ایک دم ہلکی پھلکی ہو گئیں۔ بیڈ روم میں آئیں تو کمال فاروقی کو لیپ ٹاپ میں مصروف پایا مگر اپنی موجودگی کا احساس دلانے کی کوشش کی اور سب سے پہلے کلمہ تشکر ادا کیا۔

"ہوں......" کمال فاروقی نے بھی مصروفیت کے دوران ہنکارا بھرا۔

"اس کا مطلب ہے اس لڑکی کی طبیعت اب بہتر ہے کیا جنجال پال لیا ہے اس لڑکے نے آج کل کسے اتنی فرصت ہے۔"

"شکر ہے میرا بیٹا ماں پر نہیں گیا بہت انسانیت ہے اس میں شرم کرو کوئی زندگی موت کی جنگ لڑ رہا ہے تم اسے جنجال کہہ رہی ہو۔ سعدیہ بیگم برا وقت پوچھ کر نہیں آتا کچھ خوف خدا کرو۔" کمال فاروقی ایک دم بھڑک اٹھے۔ اس کیمسٹری کے اختلاف کی وجہ سے تو آج تک میاں بیوی کی نہیں بنی تھی

مگر عام مشرقی مردوں کی طرح وہ اپنی اولاد کی ماں کو نباہتے چلے آرہے تھے۔ نوے فیصد سمجھوتہ شادیوں میں ان کی شادی کا بھی شمار ہوتا تھا۔

"ہاں بس ساری انسانیت آپ کے خاندان میں ہی آ گئی' ہم تو جنگل کے باشندے ہیں۔" سعدیہ نے ڈریسنگ کے آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے انگارے چبائے۔

"الحمدللہ! اس میں تو کوئی شک ہی نہیں' مانو آپا! اس بچی کی دیکھ بھال کر رہی ہیں تو دانیال سو رہا ہے۔ ہماری خاندانی انسانیت ثابت ہو رہی ہے۔ تمہاری جگہ کوئی اور ماں ہوتی تو صبح ہی ہسپتال چلی جاتی اور تھکے ہوئے بیٹے کو آرام کرنے گھر بھیج دیتی مگر تمہیں تو نرس کو دس ہزار روپے دینے کا آئیڈیا ہی آسکتا ہے۔ نوٹ چھاپنے کی مشین ملی ہوئی ہے جس کا نام کمال فاروقی ہے۔" کمال فاروقی نے بدمزہ ہو کر لیپ ٹاپ شٹ ڈاؤن کر دیا۔

"ساری دنیا کے مرد کماتے ہیں' پیسہ عورت کے نصیب کا اور اولاد مرد کے نصیب کی جب شادی ہوئی تو دو سو گز کے مکان میں رہتے تھے آج میرے نصیب سے دو ہزار گز کی کوٹھی میں بیٹھے ہیں۔" سعدیہ کو ہار ماننے کی عادت ہی نہیں تھی' زچ ہونا کمال فاروقی کا مقدر تھا۔

"آج دو لائق فائق بیٹوں کے باپ ہیں' محنت کس کی ہے اسکول' کالج یونیورسٹی ہر جگہ بچوں کے ساتھ گئی ہوں۔ ان کے مسئلے مسائل دیکھے ہیں' بیمار پڑے ہیں تو میں ہی ساتھ ہوتی تھی آپ تو صبح کے گئے رات کو آتے تھے۔ ڈرائیور چھٹی کرتا تھا تو بچوں کو خود اسکول چھوڑنے جاتی تھی اگر آپ نے اپنے کام کیے ہیں تو میں نے بھی پوری ڈیوٹی دی ہے۔" تھکی ہوئی سعدیہ کمال فاروقی کی تنقید پر بھڑک اٹھی تھیں۔

"تب ہی تو تھکی ہوئی ہو۔" کمال فاروقی کی طرف سے نہلے پر دہلا آیا۔

"ورنہ تو ہاتھ پکڑ کر کبھی کا نکال دیتے" آگے بھی تو بولیے رک کیوں گئے۔" سعدیہ وارڈ روب سے شب خوابی کا لبادہ نکالتے ہوئے غرائیں۔

"عقل مند کو اشارہ کافی' ماشاء اللہ بے وقوف تو نہیں ہو۔" اب کمال فاروقی کو غصے کی بجائے ہنسی آ گئی' صحیح دم پر پاؤں پڑا تھا۔

"ہونہہ...... بہن نمبر بنانے کو ہسپتال بھی پہنچ گئیں۔"

"تو تم چلی جاؤ' انہیں گھر بھیج دو۔" کمال فاروقی نے بیڈ پر دراز ہو کر اپنی طرف کا لیمپ آف کر دیا۔

"دانیال کہے گا تو اس کی خاطر چلی جاؤں گی اور دو نرسیں ہائر کر کے اس کو ٹینشن فری کر دوں گی۔ پیسہ میرے بیٹے سے زیادہ نہیں ہے' اللہ کا شکر ہے مجھے کسی سے مانگنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلال بھی سال میں دس ہزار ڈالر بھیج دیتا ہے۔" سعدیہ نے ڈریسنگ کی طرف جاتے ہوئے بڑے غرور سے احسان فاروقی کی طرف دیکھا۔

"یہ سعادت مند بیٹے تم جہیز میں ہی تو لائی تھیں۔" کمال فاروقی اب بڑی شگفتگی سے گویا ہوئے۔ یہ انداز معمول کا تھا' سعدیہ کا موڈ ایک دم سے کبھی ٹھیک نہیں ہوتا تھا' کمال فاروقی ہی شگفتہ ہو کر بحث سمیٹتے تھے۔

"ڈرامے باز عورتیں...... ہم سے نہیں ہوتے یہ ڈرامے۔" ڈریسنگ سے سعدیہ کی بڑبڑاہٹ سنائی دے رہی تھی۔

❀......❀......❀

رات ڈھائی بجے کا عمل تھا' مانو آپا تہجد کے نوافل ادا کر کے بڑی دل سوزی و رقت سے پیاری کے لیے دعا کر رہی تھیں۔ ایک احساس خون میں دورہ کر رہا تھا کہ یہ یتیم یسیر دکھیاری لڑکی اس وقت بے رحم حالات سے جنگ کر رہی ہے' اللہ اس پر رحم کرے۔ ارتکاز اتنا گہرا تھا کہ نرس روم میں آئی تو انہیں پتا ہی نہ چلا۔ نرس نے چند ثانیے انتظار کیا پھر کھنکار کر متوجہ کیا۔ مانو آپا نے چونک کر نرس کی طرف دیکھا' ہاتھ اسی طرح دعائیہ انداز میں اٹھے ہوئے تھے۔

"مبارک ہو میم! آپ کی مریضہ کو ہوش آ گیا ہے۔ آپ بہت دل سے دعا کر رہی تھیں' لگتا ہے آپ کی دعا اللہ نے سن لی ورنہ رات ایک بجے تک تو ڈاکٹرز کو امید نہیں تھی۔" مانو آپا کی آنکھوں میں خوشی کی چمک لہرائی بے ساختہ دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیرا اور کھڑی ہو گئیں۔

"تو کیا آپ اسے روم میں لا رہی ہیں؟" مارے خوشی کے ان کی زبان لڑکھڑانے لگی۔

"نہیں' اتنی جلدی نہیں کل دن میں انہیں شفٹ کریں گے۔ آپ ان سے مل سکتی ہیں مگر زیادہ بات مت کیجیے گا۔ ابھی وہ مکمل طور پر شاک سے باہر نہیں ہیں' پانی مانگنے کے علاوہ انہوں نے خود سے کوئی بات نہیں کی ہے۔"

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے میں سمجھ گئی۔ شکر ہے ہوش آ گیا' ان شاء اللہ اب طبیعت سنبھل جائے گی۔ میں اسے سورۃ فاتحہ دم کرکے پانی پلاؤں گی تو دیکھنا بہت جلدی چلنے پھرنے لگے گی' ان شاء اللہ۔" مانو آپا بولتی ہوئی نرس کے تعاقب میں چل رہی تھیں۔

❁......❁......❁

نیند اچانک خود بخود ٹوٹی تھی' گہری نیند سے جاگنے کے سبب وہ چند لمحے غائب دماغی کی کیفیت میں چھت کی طرف گھورتا رہا جیسے سمجھنے کی کوشش کررہا ہو کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ پہلا خیال ہی اتنی سرعت سے آیا کہ جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"وہ کس حال میں ہے...... اسے ہوش آیا کہ نہیں...... مانو پھپو اس وقت جاگتی ہوں گی یا جاگتے جاگتے یک دم آنکھ لگ گئی ہوگی؟" اس نے ہاتھ بڑھا کر سرہانے سے اپنا سیل فون اٹھایا' اسکرین پر کوئی خبر نہیں تھی نہ کوئی میسج نہ مس کال......

"اس کا مطلب ہے حالات جوں کے توں ہیں۔" پھر ایک وزن سا کندھوں پر آ پڑا' جسم ڈھیلا پڑ گیا پھر دوبارہ بستر پر ڈھے گیا۔ بند کھڑکیوں دروازے سے ناامیدی نے سر پٹخنا شروع کردیا' عشق ماتمی لبادہ اوڑھنے کو تیار نہ تھا۔

آواز وروشنی کی رفتار کی پیمائش ممکن ہے مگر عشق کی اڑان ناپنے کا کوئی معیار طے نہیں ہوسکتا۔ جھٹ پایہ عرش سے جا لپٹتا ہے' گویا حاملانِ عرش کو عشاق کی خبر گیری کے علاوہ کوئی اور کام نہ ہو۔ نورانی معارج پر پھلتے عشاق کو ہاتھ بڑھا بڑھا کر تھامتے رہیں۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ لیا' اس کی ہر سانس پیاری کی زندگی کی بھیک مانگ رہی تھی۔

گزر تو جائے گی تیرے بغیر بھی زندگی
بڑی اداس بڑی بے قرار گزرے گی

اسے اس زندگی سے خوف آ رہا تھا جو پیاری کے بغیر گزارنا تھی' اس نازک وقت میں وہ خود پر مکمل طور پر آشکار ہورہا تھا۔ یہ انکشاف بہت دہلا دینے والا تھا کہ وہ روحانی مسرتوں کے لیے کسی کا محتاج ہوچکا ہے۔ بند کمرہ' رات کی خاموشی' دل کی سرکشی' اندیشوں کے درندے جن کے جبڑے اتنے کھلے ہوئے تھے کہ حلقوم کی گہرائیاں واضح تھیں۔

خوش کلام' خوش لباس' خوش آواز...... مگر اسے خوش نظر نہیں آ رہی تھی۔ کیسوئی وارتکاز نے اسے فطرت سے اتنا قریب کردیا کہ دل نے بولنا شروع کردیا۔ الوہی میٹھی آواز رحمٰن ورحیم کی تجلیاں برسیں تو مجاز پردے میں چلا گیا۔ حقیقت نے بازو پکڑ کر بستر سے اٹھایا اس نے وضو کیا اور سجدے میں چلا گیا' ایک طویل سجدہ' اتنا طویل کہ مسجود کو بے بس وعاجز پر پیار آ گیا۔ دل کی راہداریوں سے سرگوشیاں سماعت ہورہی تھیں' روح میں طمانیت اتر رہی تھی۔

❁......❁......❁

پیاری مکمل حواسوں میں نہیں تھی آنکھوں کے سامنے ابھی دھندسی تھی' وہ بڑی حیرت سے مانو آپا کی طرف دیکھ رہی تھی جنھوں نے اس کی پیشانی چومی تھی۔ ہاتھ کی پشت پر بوسہ دیا تھا' دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔

"یا اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔" مانو آپا کی دھیمی آواز پیاری کی سماعت سے ٹکرائی مگر اعصاب اتنے بوجھل تھے کہ ذہن پر زور ڈالتے ہی دماغ چکرانے لگا اس نے بے بسی سے آنکھیں بند کرلیں۔

"میں دانیال کی پھپو ہوں۔" مانو آپا نے پیاری کی مشکل آسان کی ایک جھٹکا لگا جیسے انجانے میں زور سے ٹھوکر لگ جاتی ہے۔

"دا...... نیال......" بازگشت نے اسے حواسوں میں ڈال دیا۔

دانیال...... جیسے لباس کی طرح پہن چکی تھی' محبت کا گلابی لباس...... سرخ رنگ کی جذباتیت میں سفید رنگ کی پاکیزہ آمیزش ایک خاص تناسب سے ہو تو گلابی رنگ تخلیق ہوتا ہے اور یہ محبت کا علامتی رنگ ہے مگر اسے یاد آنے لگا کہ اس نے تو گلابی لباس اتار کر سیاہ لبادہ اوڑھ لیا تھا۔

"پھر...... پھر...... وہ پھپو کہاں سے آ گئیں؟" وہ کب سے سو رہی تھی' اسے کیا ہوا تھا؟ وہ ہسپتال میں کیوں ہے؟ مسکن ادویات مزاحمت کررہی تھیں جو خیال اڑان بھرتا تھا۔ اس کے پر راستے ہی میں کٹ جاتے تھے۔ اسے چکر آنے لگے بے اختیار سر کو خود ہی دونوں ہاتھوں سے دبانا شروع کردیا' مانو آپا گھبرا گئیں۔

"سر میں درد ہورہا ہے بیٹا! ایک منٹ میں سسٹر کو بلاتی ہوں۔" انہوں نے آگے بڑھ کر بیڈ کے سرہانے لگے بٹن کو دبایا' چند سیکنڈ میں نرس اندر آ گئی اور بڑی پھرتی سے پیاری کے قریب چلی گئی تھی۔

"لگتا ہے اس کے سر میں درد ہے۔" مانو آپا نے کہا اور بہت بے ساختہ انداز میں اپنے نرم ہاتھوں سے پیاری کا سر دبانے لگیں۔ مانو آپا کا روحانی خلوص ان کے ہاتھوں سے اتر کر پیاری کے وجود میں سرائیت کرنے لگا۔

"ایک منٹ میں بی پی چیک کرتی ہوں۔" نرس نے جلدی سے بی پی چیک کرنے کی تیاری شروع کردی۔ پیاری کا ذہن آہستہ آہستہ جاگ رہا تھا مگر نقاہت کی انتہا تھی کہ آنکھیں کھولنا بھی کار مشقت لگ رہا تھا۔

❀......❀......❀
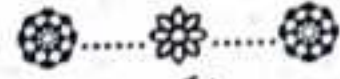
وہ اپنی کار پورچ سے نکال کر اس حال میں روڈ پر آیا کہ جسم پر ملگجا شب خوابی کا لباس تھا۔ حواس بکھرے بکھرے منتشر تھے والٹ اور موبائل برابر والی سیٹ پر پڑا ہوا تھا۔ صبح کاذب کا وقت ہونے کی وجہ سے روڈ پر بہت ہی کم ٹریفک تھا' کوئی ٹرالر یا کوئی کار وقفے وقفے سے گزر جاتی تھی۔ روڈ صاف ہونے کا وہ مکمل فائدہ اٹھا رہا تھا' کار سو کلومیٹر کی رفتار سے دوڑ رہی تھی۔

محبتوں میں اندیشوں اور دھڑکنوں کا وہی تعلق ہے جو سر کا جسم کے ساتھ اس نے جان بوجھ کر مانو پھپو کو فون نہیں کیا تھا وہ کوئی ایسی خبر سننا نہیں چاہتا تھا جو اس کی ساری توانائیاں چوس کر وقتی طور پر مفلوج کردے۔ وہ بند ذہن کے ساتھ کسی روبوٹ کی طرح کار ڈرائیو کررہا تھا۔

❀......❀......❀
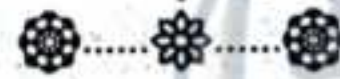
"پھپو آپ کب سے یہاں ہیں؟" پیاری کے حلق سے آواز جیسے پھنس پھنس کر نکل رہی تھی۔ مانو آپا نے محسوس کیا کہ پیاری کچھ بولنے کی کوشش کررہی ہے تو اپنا دایاں کان اس کے قریب کرکے چوکس ہوگئی تھیں۔ پیاری کا سوال سن کر بڑی شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"بیٹا! میں دوپہر ڈھلنے سے پہلے آگئی تھی' اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے تمہیں ہوش آگیا۔ میں نے بہت دعائیں کیں' بس ابھی تم آرام کرو ڈاکٹر نے زیادہ بولنے سے منع کیا ہے۔ ان شاء اللہ صبح تک تمہاری طبیعت اور سنبھل جائے گی' ہمت سے کام لو بیٹا! رب العالمین اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔" مانو آپا نے جھک کر اس کی پیشانی چوم لی۔

خلوص مانو آپا کے ہونٹوں سے دریا کی طرح بہتا ہوا اس کے دل میں اتر گیا۔ پہلی بار ملنے والی مانو آپا ایک لمحے کے لیے بھی تو اسے نئی یا اجنبی محسوس نہیں ہوئیں معاً اسے ایک خیال نے چونکا دیا اس نے نظریں گھما کر اِدھر اُدھر دیکھا۔

"آپ اکیلی ہیں؟"

"اکیلی کہاں ہوں' تم ہو ناں میرے پاس۔ ہم دو ہیں اکیلا تو ایک کو کہتے ہیں۔" مانو آپا نے شگفتہ انداز میں جواب دیا۔ پیاری کے خشک ہونٹ بمشکل پھیلے اس نے مسکرانے کی کوشش کی تھی۔

"دو ہیں......" بہت واضح جواب ملا تھا' یعنی اس وقت وہ دشمن جان موجود نہیں مگر اس کی پھپو کی موجودگی اس بات کی ضامن ہے کہ وہ سائے کی طرح اس کے ساتھ ہے۔ بہت کچھ یاد آنے لگا' اس نے نڈھال انداز میں آنکھیں بند کرلیں۔

"پھپو! مجھے اکیلا چھوڑ کر مت جایئے گا۔" پیاری کی آواز اسی طرح شکستہ اور لڑکھڑائی ہوئی تھی' جیسے وہ ساری قوت مجتمع کرکے بولنے کی کوشش کررہی ہو۔

"میں یہاں تمہارے لیے آئی ہوں' تمہیں اکیلا کیوں چھوڑوں گی؟" مانو آپا نے اسی طرح شہد آگیں لہجے میں اسے تسلی دی۔

"مگر بیٹا! اس جگہ اٹینڈنٹ کو ٹھہرنے کی اجازت نہیں' صبح تمہیں کمرے میں پہنچا دیں گے میں تمہارے کمرے ہی میں ہوں۔" مانو آپا نے اب اسے وضاحت سے سمجھایا۔

"مجھے کیا ہوگیا تھا؟ مجھے کچھ یاد نہیں آرہا۔" پیاری بہت بڑے شاک سے گزر کر جیسے چند گھنٹوں میں بوڑھی ضعیف ہوگئی تھی۔ اعصاب یوں ہلے ہوئے تھے جیسے شدید زلزلے سے زمین ہلتی ہے اور کافی دیر تک آفٹر شاکس آتے رہتے ہیں۔ وہ دانیال کے بارے میں کچھ سوچنا چاہتی تھی اسے توجہ سے یاد کرنا چاہتی تھی۔

"میم آپ روم میں چلی جائیں' ابھی ان کو میڈیسن دیں گے تو یہ سو جائیں گی' ان شاء اللہ صبح تک بہت بہتر ہوجائیں گی۔" نازک اندام کم عمر فریش نرس بہت شائستگی سے مانو آپا کے قریب آکر کہہ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ بیٹا تم پریشان نہ ہونا میں یہیں ہوں تمہارے پاس۔" مانو آپا نے چلتے چلتے پھر پیاری کو تسلی دی۔ پیاری نے نقاہت کے ساتھ سر ہلانے کی کوشش کی۔ مانو آپا شکرانہ کہتی کمرے سے باہر نکلیں تو سامنے ہی دانیال تیز گام کی طرح آتے دیکھا' دانیال پھپو کو دیکھ کر بہت جذباتی انداز میں

ان کے قریب آیا۔

''پیاری کیسی ہے پھپو؟''

''پیاری بہت پیاری ہے میری جان! شکر ہے اسے ہوش آ گیا۔'' مانو پھپو دانیال کو سامنے پا کر تازہ دم ہو گئیں۔

''تھینک گاڈ!'' دانیال کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔

''الحمدللہ کہتے ہیں بیٹا! ہم جس کی عبادت کرتے ہیں اس نے اپنا تعارف ''اللہ'' کہہ کر کرایا جب ہم بہانے بہانے سے اللہ کہتے ہیں تو اسے بہت اچھا لگتا ہے۔'' مانو آپا نے اپنی بزرگی ثابت کی۔

''شکر الحمدللہ!'' دانیال نے قدرے خجل ہو کر کلمہ شکر ادا کیا۔ ''آپ سے کوئی بات ہوئی؟'' دانیال نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

''ہوں...... میں نے اسے بتایا کہ میں دانیال کی پھپو ہوں' اس کے باپ کی بڑی بہن تو وہ بہت خوش ہوئی' مطمئن ہو گئی۔''

''خوش ہوئی......؟'' دانیال چونکا پھر مسکرا دیا۔ (پھپو کو لگا ہو گا)

''تم کیوں بے وقت چلے آئے فون کر کے خیریت پتا کر لیتے۔'' اب مانو پھپو کو پھر اس کی بے آرامی پر قلق ہوا۔

''فون میں نے اس لیے نہیں کیا کہ پتا نہیں آپ کب سوئی ہوں گی' اتنی سخت ڈیوٹی دے رہی ہیں' آپ کو بھی آرام ملنا چاہیے۔''

''بہت پیاری ڈیوٹی دے رہی ہوں' تم میری فکر نہ کرو۔ عالی جاہ نے اپنے ملازم کے ہاتھ کھانا بھجوا دیا تھا حالانکہ میں نے اسے منع بھی کیا تھا۔''

''دیکھ لیں پھر آپ کہتی ہیں کہ عالی جاہ کو آپ کی پروا نہیں ہے۔ لاابالی اور غیر ذمہ دار ہے۔'' دانیال بہت ہلکا پھلکا ہو کر بات کر رہا تھا' ذہن پیاری کی طرف لگا ہوا تھا دل مچل مچل کر جیسے ہاتھوں سے نکلا جا رہا تھا۔

''ماں کے بغیر گھر دیکھا تو ماں کی قدر پتا چلی' وہ تو میں ایسے ہی اس کی رسیاں کستی ہوں آخر اولاد ہے میری۔'' مانو آپا کے لہجے میں مامتا مسکرانے لگی۔

''ٹھیک ہے پھپو! آپ آرام کیجیے' میں پیاری سے مل کر گھر چلا جاؤں گا۔'' دانیال نے پیاری سے ملاقات کو پر تو لے۔

''ابھی تو تم سیدھے گھر جاؤ' ملاقات کی اجازت نہیں ہے۔ نرس نے دوا دی ہوگی وہ سو گئی ہوگی یا نیند میں ہوگی۔''

''اجازت نہیں ہے؟'' دانیال کو لگا اس کے جبڑے میں کسی نے لگام پھنسا ڈالی سارا جوش وخروش جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

''ہاں' نرس نے مجھے بھی وہاں سے ٹہلا دیا۔ بیٹا! آرام کرنے کا موقع ملا ہے' آرام کر لو۔ دن چڑھتا ہے تو بہت کام ہوتے ہیں۔'' مانو آپا نے دانیال کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

چائے کی پیالی ہونٹوں کو چھو کر ہاتھ سے چھوٹی اور کرچی کرچی ہو گئی' مانو پھپو اپنے راستے پر گامزن تھیں وہ کھڑا سر کھجا رہا تھا۔

❁......❁......❁

صبح سات بجے پیاری کا بی پی اور ای سی جی چیک کیا گیا تو نارمل آیا۔ اس کے فوراً بعد ہی اسے روم میں شفٹ کر دیا گیا۔ ساتھ ہی اسے ہلکی پھلکی غذا دینے کی ایڈوائز بھی آ گئی۔ مانو پھپو تو صبح صبح کیفے ٹیریا میں جا کر چائے اور سینڈوچ کا ناشتا کر کے آ گئی تھیں۔ پیاری کا ناشتا ہسپتال کی طرف سے ہی آیا' مگر پیاری نے آدھا گلاس دودھ اور بوائل انڈے کے علاوہ کسی چیز کو ہاتھ نہ لگایا۔ ناشتے کے بعد اس کو دوا دی گئی۔

وہ بالکل خاموش تھی کمرے کے بلائنڈز سرکا دیے گئے تھے' چاروں طرف نئی صبح کی چمکیلی دھوپ بکھری ہوئی تھی۔ قدرتی روشنی میں پیاری کا چہرہ تیار گندم کے تازہ خوشوں کی طرح چمک رہا تھا۔ مانو آپا نے وزدیدہ نظروں سے سرسبز جوانی کا سرشار موسم دیکھا۔

''کتنی معصومیت ہے اس کے چہرے پر' ماشاء اللہ۔ اللہ اسے اپنے حفظ وامان میں رکھے' چھوٹی سی عمر میں بڑی افتاد ہے۔ دانیال بتا رہا تھا خاندانی لوگ ہیں۔ میرا عالی جاہ بے پروا ضرور ہے مگر برے کاموں میں نہیں ہے۔ کھاتا کماتا ہے' بیوی بچے سنبھال سکتا ہے۔ آخر اس کی شادی تو کرنا ہے' پیاری جیسی صابر و سمجھدار لڑکی اس کو بہت اچھی طرح سنبھال سکتی ہے۔ بچی کو بھی عزت کا ٹھکانہ مل جائے گا۔ دانیال بھی بے فکر ہو جائے گا' بچہ دوست کی ذمہ داری سنبھال رہا ہے۔ بہت نیک ہے میرا بچہ! آج کل کے زمانے میں کون اس طرح دوستیاں نبھاتا ہے جدھر آنکھ اٹھا کر دیکھو خلق خدا نفسی نفسی پکارتی بھاگ رہی

ہے۔ آہ ہا...... ''مانو آپا نے ٹھنڈی سانس بھری۔

نئے خیالات کے ساتھ پیاری کو دیکھنے کے انداز بھی بدل گئے' اب اسے یوں اپنائیت سے دیکھ رہی تھیں گویا انگوٹھی پہنا کر مہر لگادی ہو۔

''گھر تو اپنا ہے ناں بیٹا!'' ایک خیال کے تحت سوال پھسل گیا۔

''جی پاپا نے بنایا تھا۔ فیکٹری بھائی نے بنائی تھی۔'' پیاری نے دھیمی آواز میں جواب دیا۔

''فیکٹری تو پھر بند ہوگی' اللہ تمہارے بھائی کو ساتھ خیریت واپس لائے' وہ ہی آ کر اپنا کام دیکھے گا۔'' مانو آپا کے لہجے میں دکھ اور آس کی ملی جلی کیفیت تھی۔

''نہیں' فیکٹری میں تو کام ہو رہا ہے' فیکٹری کیسے بند ہوسکتی ہے؟ دو تین سو لوگوں کا روزگار ہے فیکٹری سے۔ امین سبزواری منیجر ہیں وہ اور دانیال مل کر فیکٹری کے کام دیکھ رہے ہیں۔ دانیال نے بتایا تھا کہ اس مرتبہ کی سیلری سب کو مل گئی ہے۔'' پیاری نے اپنے خیالات کے بیچ رک کر مانو آپا کو تفصیلی جواب دیا۔

''ہائے ہائے...... یہ تو مال دار بچی ہے' دس لالچی اس کے پیچھے لگ جائیں گے۔ اس بچی کا تو بہت خیال رکھنا ہوگا۔'' مانو آپا نے ہول کر سوچا۔ ''اسی دولت کی وجہ سے تو اس بے چاری کے بھائی کو اٹھا کر لے گئے۔'' مانو آپا کا ذہن اب ہوا کی رفتار سے چلنے لگا تھا۔

''خوب صورت مال دار لڑکی' اس کی دیکھ بھال تو ویسے ہی بہت مشکل کام ہے اللہ یہ مال اس کے بھائی کو مبارک کرے۔ ہمیں تو بچی نے اپنا بنالیا ہے' عالی جاہ بھی آتا ہوگا اچھا ہے وہ پیاری کو دیکھ لے پھر کمال سے بات کرتی ہوں۔'' مانو آپا نے تو بیٹھے بیٹھے اپنے تئیں پکا فیصلہ کرلیا تھا۔

یہ عین فطری عمل ہے' کنوارے بیٹے کی ماں ہر پری چہرہ کو توجہ سے دیکھتی ہیں۔ بیٹے کو جنم دیتے ہی چاند سی بہو کے خواب آنا شروع ہوجاتے ہیں۔ پیاری تو وہ چاند چہرہ تھا جس کے اطراف گھیرے سیاہ بادلوں کا دبیز حلقہ تھا۔ گھیرے سیاہ بادلوں کے بیچ تو چاند کی روشنی نمایاں ہوتی ہے۔

رشنا سے دست برداری کے بعد تو وہ اسی کی ٹکر کی لڑکی کی تلاش میں تھیں جسے سعدیہ دیکھیں تو دیکھتی رہ جائیں اور مان لیں کہ انہوں نے مانو آپا کے ساتھ زیادتی کی تھی جس کا صلہ اللہ نے بلآخر مانو آپا کو دے ہی دیا۔ اتنی اہم فیصلہ کن صورت حال کے بعد تو خود بخود ان کے انداز میں خصوصی توجہ اور محبت اس طرح ٹپکنے لگی گویا شہد کی مکھیوں کی محنت سے چھتہ تیار ہونے کے بعد بوجھل ہوجاتا ہے اور شہد ٹپکنے لگتا ہے۔

اب تو پیاری کو دیکھنے اور اس سے بات کرنے کا انداز ہی بدل گیا۔ تکلف' اجنبیت کا عنصر تو ہلکے بادل کی طرح اڑ گیا' اب تو طرز کلام ایسا تھا گویا انگوٹھی پہنائے پانچ برس ہوگزرے یا پہلی بار پوتے کی دادی بننے کے بعد ساس بہو کے آگے پیچھے پھرتی ناز نخرے اٹھاتی نظر آتی ہے۔ پیاری کے منہ سے لفظ پھوٹا اور مانو آپا کے وجود میں بجلیاں دوڑنے لگتیں۔ وہ پانی مانگتی تو ان کا بس نہ چلتا کہ گود میں لے کر پانی پلائیں' پیاری کی حیثیت تو اب ایک چھپے ہوئے خزانے جیسی تھی جسے ایک حادثے نے بازیافت کیا تھا یا دریافت کیا تھا۔

ایک نظر عالی جاہ کو دکھا دینا چاہیے اس سے زیادہ مناسب موقع کیا ہوگا۔ بعد میں دیکھنے دکھانے کے چکر میں خوامخواہ وقت ضائع ہوگا۔

''بیٹا! میرے کمرے سے میری ہزاری تسبیح لے آنا' مجھے اس کی عادت ہے۔'' تسبیح کی عارضی وقتی مفارقت سے وہ خاصی بے چینی محسوس کر رہی تھیں عالی جاہ کو بلا بھیجنے کا ایک سچا بہانہ ہاتھ لگ گیا۔

عالی جاہ کی مذہبی پرفارمنس خاصی لولی لنگڑی تھی' جھٹ تسبیح لے کر حاضر ہوگیا کہ ماں جو روز ہزاری تسبیح پڑھ کر اس کے لیے دعائیں کرتی ہے وہ دعائیں دو دن سے زمین و آسمان میں معلق ہوں گی ویسے بھی شیرازی صاحب کی کرولا انڈس فروخت ہو کر نہیں دے رہی تھی جس کے بارے میں اس کا خیال تھا کہ کھڑے کھڑے فروخت ہوجائے گی اور دو لاکھ کا سیدھا سیدھا پرافٹ اس کی جیب میں ہوگا۔

''دو دن سے اماں نے تسبیح نہیں پڑھی' اسی لیے گاڑی کا سودا ہو کر نہیں دے رہا۔'' بہت پیار و محبت سے تسبیح لے کر ماں کی خدمت میں حاضر ہوگیا' اتفاق سے پیاری اس وقت واش روم میں تھی' روم خالی تھا۔

''اماں! آپ ابھی کتنے دن یہاں رکیں گی؟ سعدیہ مامی کو بلوالیں اور گھر آ کر ریسٹ کرلیں ورنہ آپ خود بیمار ہوگئیں تو مسئلہ ہوگا۔'' عالی جاہ نے ماں سے لاڈ کیا' درحقیقت وہ ماں کے بغیر گھر میں بہت بے چینی محسوس کر رہا تھا۔

مانو آپا نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش ہونے کا اشارہ کیا' جس سے وہ الجھن میں پڑ گیا کہ خالی کمرے میں اتنی احتیاط کیوں کی جارہی ہے' اسی وقت ماحول میں کھٹاک کی آواز ابھری ساتھ ہی واش روم کا دروازہ کھلا۔ عالی جاہ نے چونک کر آواز کی سمت توجہ کی۔ پیاری کی چوٹی کے بل کھل گئے تھے' بالوں کی بے ترتیبی آخری مراحل میں تھی۔ کئی دن بعد آج ٹھیک سے منہ دھویا تھا اور کچھ زیادہ ہی صابن رگڑ لیا تھا' چہرہ گلابی گلابی محسوس ہورہا تھا۔

قدم رکھنے میں نقاہت کا تاثر تھا مگر اس نے ابھی قدم تو ایک ہی رکھا تھا' دوسرا قدم اٹھاتے ہی رک گئی تھی' جھجک گئی تھی۔ سامنے ایک لمبا تڑنگا سرخ وسفید نوجوان پوری آنکھیں کھولے اسے دیکھ رہا تھا جس نے اپنی شخصیت میں انفرادیت پیدا کرنے کے لیے سارا زور اپنی مونچھوں پر لگا دیا تھا۔ گھنی دراز مونچھیں جو کناروں پر خم کھا رہی تھیں اور اسے خاصہ رعب دار بنا رہی تھیں۔ ان مونچھوں کی وجہ سے اسے بھتہ خوروں کے ساتھ معاملات طے کرنے میں قدرے آسانی رہتی تھی۔ پہلی نظر میں تو وہ خود ہی کوئی بھتہ خورد کھائی پڑتا تھا۔

''آرے رک کیوں گئیں' آؤ بیٹا! یہ میرا بیٹا عالی جاہ ہے۔''

''السلام علیکم!'' پیاری کی آواز بہت ہی دھیمی تھی' انداز شائستہ تھا۔ عالی جاہ یوں بیٹھا تھا گویا کوئی افتاد پڑی تھی' سلام کا جواب دینا ہی بھول گیا۔

''یہ پیاری ہے عالی جاہ! اللہ کا شکر ہے اب اس کی طبیعت کافی بہتر ہے مگر کمزوری بہت ہے۔ ڈاکٹر کہہ رہے ہیں ابھی دو تین دن اسے یہاں رکنا ہوگا۔''

''یہ تو مجھے بھی نظر آرہا ہے کہ یہ پیاری ہے' اماں اس کا نام بتانے کے بجائے تعریف کیوں کررہی ہیں؟'' عالی جاہ سوچ رہا تھا مگر بولا نہیں۔

''ان کو کیا ہوا تھا اماں! کیا ڈینگی ہوگیا تھا؟'' عالی جاہ اپنے مخصوص غیر محتاط انداز میں ماں سے کلام کررہا تھا' مانو آپا تو جز بز ہوکر رہ گئیں۔

''لئے ہائے..... خدانخواستہ ایسی خوف ناک بیماری کا نام بھی نہیں لیتے' اللہ سے پناہ مانگتے ہیں۔'' مانو آپا نے بیٹے کو ٹوکا' انداز میں بہت شرمساری بھی تھی۔

''لیکن ہسپتال میں ایڈمٹ تو وہی ہوتا ہے جس کے ساتھ کوئی سیریس پرابلم ہوتی ہے۔'' عالی جاہ پر ماں کے انداز و ادا سے کوئی فرق نہ پڑا۔

''اچھا اب تم اپنے کام دیکھو۔'' مانو آپا نے بات بڑھانے کے بجائے سمیٹی' خطرہ تھا کہ عالی جاہ مزید کوئی عالمانہ سوال نہ کر بیٹھے اور فرسٹ امپریشن از دی لاسٹ امپریشن کے بجائے فرسٹ آپریشن از دی لاسٹ آپریشن کی صورت حال پیدا ہوجائے۔

پیاری آہستہ آہستہ قدم رکھتی بیڈ کی طرف آ گئی۔ عالی جاہ کی موجودگی کی وجہ سے بہت محتاط نظر آرہی تھی' عالی جاہ کی نظریں مستقل پیاری پر تھیں۔ وہ کار ڈیلر تھا' روز لاکھوں کے سودے کرتا کراتا تھا۔ بھانت بھانت کے لوگوں سے واسطہ پڑتا تھا جن میں اشرافیہ بھی ہوتی تھی اور جرائم پیشہ بھی۔

اس طرح کے بیوپار کرنے والوں کا اندازِ نظر بہت بے باک اور واضح ہوتا ہے۔ وہ گاڑیوں اور انسانوں کو ایک ہی انداز میں دیکھتے تولتے ہیں۔ مانو آپا کو وہ آسانی سے اٹھتا دکھائی نہ دیا تو پیاری کی نظر بچا کر بیٹے کا ہاتھ آہستہ سے دبا کر اسے روانگی کا اشارہ دیا۔ عالی جاہ بات کے بجائے اشارے پا کر گھبرا کر کھڑا ہوگیا کہ شاید اس نے کوئی نامعقول حرکت کی ہے' جو ماں اشارے سے کام لے رہی ہے۔

''اماں ایک بجے تک آپ کو کھانا بھجوادوں گا' کسی خاص چیز کا موڈ ہے تو بتائیے۔'' وہ اب نظروں کا زاویہ بدل کر ماں کو دیکھنے لگا۔

''یہاں سب کچھ ملتا ہے بیٹا! تم تردد نہ کرو' مجھے کچھ چاہیے ہوگا تو میں خود تمہیں فون کرکے کہہ دوں گی۔'' پیاری بیڈ کے کنارے پر ٹک گئی تھی سر بھی جھکا ہوا تھا اور نظریں بھی۔ عالی جاہ نے نکلتے نکلتے پیاری پر پھر ایک غیر ارادی نظر دوڑائی۔

''اللہ حافظ۔'' یہ اللہ حافظ غالباً دونوں کے لیے تھا مگر پیاری نے اب بھی نظر نہیں اٹھائی۔ عالی جاہ میں خودنمائی کا جذبہ بہت تھا وہ شوروم جانے سے پہلے اتنے اہتمام سے تیار ہوتا تھا کہ لوگ گاڑی کے بجائے اسے دیکھیں اور دیکھتے رہ جائیں پھر جو وہ کہے مان لیں جو دام بتائے قبول کرلیں۔

پہناوا اور خوش بو دونوں ہی زبردست ہوتی تھی اس وقت بھی وہ گلابی اور سیاہ چیک کی شرٹ اور سیاہ ڈریس پینٹ پہنے ہوئے تھا۔ چم چم چمکتے بالی شوز' سیاہ دائروں والی گلابی ٹائی' ڈائمنڈ کی ٹائی پن' ہیئر کٹ ایسا جس سے اس کی مردانگی اجاگر

ہو۔ چھ فٹ سے اونچے قد اور روز لاکھوں کی گنتی کی وجہ سے ایک اعلیٰ درجے کی خود اعتمادی تو ویسے ہی اس کی چال سے جھلکتی تھی مگر اس لڑکی نے تو دیکھ کر نہ دیا' جیسے وہ عالی جاہ نہ ہو جیک پانا اٹھائے کسی ورکشاپ کا چھوٹا ہو بے مزہ سا ہو کر باہر نکل گیا تھا۔

مانو آپا اب بہت پرسکون تھیں' انتہائی اہم مرحلہ آسانی سے طے ہو گیا تھا۔ اب گھر میں جب چاہے پیاری کے حوالے سے بات کی جاسکتی ہے' عالی جاہ کے جاتے ہی پیاری بیڈ پر دراز ہوگئی تھی۔

❁......❁......❁
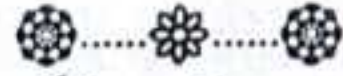
"مانو آپا ہیں ناں اس کے پاس پھر کیوں ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو؟" سعدیہ نے دانیال کو عجلت کے انداز میں ناشتا کرتے دیکھا تو قدرے خفگی سے ٹوکا۔

"ممی! پھپو کل سے وہاں ہیں' پتا نہیں انہوں نے ریسٹ بھی کیا یا نہیں۔ میں رات ڈھائی بجے گیا تو وہ جاگ رہی تھیں۔" دانیال اپنی دھن میں بولتا چلا گیا۔

"نہیں...... تم رات کو بھی گئے تھے؟ جب مانو آپا وہاں تھیں تو تمہیں راتوں کو اتنی بھاگ دوڑ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ انہیں اس لیے اس لڑکی کے پاس بھیجا تھا ناں کہ تم ٹھیک سے ریسٹ کرلو۔" سعدیہ تو بھنا کر رہ گئیں ان کے لیے تو یہ انتہائی پریشان کن خبر تھی کہ وہ آدھی رات کے بعد بھی گھر سے نکلا تھا۔

"ممی! انتہائی نازک حالت میں راہ چلتے لوگ بھی مدد کردیتے ہیں' میرے بیسٹ فرینڈ کی فیملی ہے یہ میری ذمہ داری ہے۔" دانیال نے جلدی جلدی چائے میں شکر ملاتے ہوئے اب قدرے برا ماننے والے انداز میں کہا۔

"اصولاً تو مانو پھپو کے بجائے آپ کو اس کے پاس ہونا چاہیے تھا آپ میری ماں ہیں۔ اخلاقاً آپ کا فرض بنتا ہے۔" دانیال بہت سنجیدگی سے اور صاف صاف بات کررہا تھا۔ اس لیے کہ عجلت کے لمحوں میں صاف صاف بات کر کے ہی جان چھڑائی جاتی ہے۔

"میں کبھی ان لوگوں سے نہیں ملی' نہ کبھی راہ چلتے سلام دعا ہوئی' میری ڈیوٹیاں کیسے لگ گئیں۔ تمہارا دوست فیکٹری چلا رہا تھا کوئی غریب مسکین نہیں ہیں وہ لوگ کہ نرس کو پیسے نہ دے سکیں' دو چار دن کی بات ہے جہاں اتنا خرچہ ہو رہا ہے بس پچیس ہزار اور خرچ ہو گئے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ مانو آپا کا احسان لینے کی بھی ضرورت نہیں تھی۔" نازک طبع' موڈی آرام پسند سعدیہ کو بیٹے نے ڈیوٹی کا احساس کیا دلایا کہ جیسے انہیں بھڑیں ہی چمٹ گئیں۔ ٹھیک ٹھاک سیخ پا ہوگئیں۔

دانیال نے اب اپنی عمر سے زیادہ فراست کا مظاہرہ کیا اور جلدی جلدی چائے کے دو تین گھونٹ لے کر چیئر دھکیل کر کھڑا ہو گیا۔ نیپکن اٹھا کر ہونٹ صاف کیے' ہاتھ پونچھے اور ٹیبل سے چابی اٹھا کر باہر کی طرف چلا۔

"اللہ حافظ ممی!" اس نے بہر حال اپنا اخلاقی فرض ضرور ادا کیا۔ سعدیہ دیکھتی رہ گئیں' اتنی لمبی تقریر کے جواب میں صرف اللہ حافظ ہی ملا تو سیدھا سا مطلب پلے پڑتا تھا کہ بیٹا غصے کی حالت میں جارہا ہے۔ وہ مزید کچھ کہنے کے لیے الفاظ ہی ڈھونڈتی رہ گئیں وہ منظر سے غائب ہو چکا تھا' اب کھڑی سوچتی رہ گئیں اتنا کچھ کہنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ پتا نہیں کیسی لڑکی ہے کہیں ضد میں کچھ الٹا سیدھا نہ کر بیٹھے ویسے بھی بہت ہمدرد بن رہا ہے۔

"یہ میں نے کیا کیا؟" اب کھڑی پچھتا رہی تھیں۔ رات کو آتا بھی تھا تو سمجھو باہر رات گزارنے کا بہانہ ہاتھ آ گیا ہے' لگتا ہے مجھے ایک چکر تو ہسپتال کا لگانا ہی پڑے گا۔ اس لڑکی کو دیکھنا تو چاہیے' خدانخواستہ کوئی چکر نہ ہو۔ آج کل کی لڑکیاں تو ویسے بھی بہت شارپ ہیں' کام کے لڑکے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں ماں باپ منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔" مدت بعد وہ بہت ٹھنڈے دماغ سے حالات وواقعات کا تجزیہ کررہی تھیں۔ کافی دیر سے صوفے کی پشت پر ہاتھ دھرا تھا' اندیشے اور تفکر نے وقتی طور پر نڈھال سا کردیا تو گرنے کے انداز میں صوفے پر بیٹھ گئیں۔

❁......❁......❁

پیاری ہسپتال کے مخصوص نیلے چیک کے شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس تھی' ڈھیلے ڈھالے لباس میں بکھرے بالوں کے ساتھ وہ ایک نظر میں پہچانی نہیں جاتی تھی۔ مانو آپا ستانے کے لیے اٹینڈنٹ بیڈ پر لیٹیں تو شب بیداری کی وجہ سے فوراً گہری نیند سوگئیں۔ پیاری نے ان کے سونے کے انداز سے ان کے آرام کی ضرورت کو محسوس کیا اور محتاط ہوگئی کہ کسی قسم کی آہٹ یا آواز پیدا نہ ہو۔

اسے اٹھنے چلنے پھرنے میں بہت نقاہت محسوس ہو رہی تھی مگر وہ مارے حیا کے اپنی قوت ارادی کو کام میں لا رہی تھی۔

ایک مرتبہ بھی اس نے مانو آپا کو محسوس نہیں ہونے دیا کہ اسے چلتے ہوئے یا واش روم تک جاتے ہوئے چکر آرہے ہیں۔ ہوش میں آنے کے بعد جب وہ پہلی بار بیڈ سے اتری تو مانو آپا لپک کر اسے تھامنے آئی تھیں۔

''ٹھیک ہے پھپو...... میں چلی جاؤں گی۔'' اس نے شرمساری کے انداز میں کہا تھا۔ اندر سے دل رو پڑا تھا' دو دن میں یہ حالت ہوگئی عمر بھر کا کھایا پیا ضائع کردیا۔ کہاں گئیں میری توانائیاں' چندراتوں نے بوڑھا کردیا۔

بوا اسی برس کے قریب پہنچ گئی تھیں ام الامراض شوگر کے ساتھ اس کی ہم جولی بیماریاں' پھر بھی کتنے کام کرتی تھیں۔ ساتھ ساتھ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتی تھیں' تہجد گزار تھیں' تلاوت قرآن پاک کا بہت اہتمام کرتی تھیں۔

یہاں کئی دنوں سے نہ دین کا ہوش ہے نہ دنیا کا' بے قصور انسانوں کو مفت میں پریشان کیا ہوا ہے۔ دانیال کے احسانات ایک ایک کرکے قوس وقزح کے رنگوں میں ڈھل کر اس کے سر پر اترنے لگے' کتنی بوجھل تھیں یہ رنگین روشنیاں کہ سر پر پہاڑ سا وزن آپڑا۔ وہ ڈبڈبائی آنکھوں سے سوئی ہوئی مانو پھپو کو دیکھ رہی تھی۔

اسی لمحے دروازے کا ہینڈل متحرک ہوا' گمان ہوا نرس آرہی ہے۔ اس نے جھٹ ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑیں اور آنکھیں بند کرکے سوتی بن گئی۔ دروازہ کھلنا اور بند ہونا اس نے محسوس کیا' آنے والے کی چاپ میں زیادہ زور نہیں تھا مگر اس نے اپنی آنسو بھری آنکھیں چھپانے کی خاطر لمحے کے لیے بھی دیکھنے کی کوشش نہ کی کہ کون آیا ہے؟ پھر اسے محسوس ہوا کہ کوئی بہت قریب کھڑا ہے' پھر سمجھ بھی آگئی کہ کون ہے دانیال کے پسندیدہ پرفیوم کی مہک اب مشامِ جاں میں اتر گئی تھی۔

گھبراہٹ نہ ہوتی تو دروازہ کھلتے ہی پتا چل جاتا۔ وہ بغیر دوپٹے کے تھی اگرچہ شرٹ اس کے فگر کے لحاظ سے کسی خیمے سے کم نہیں تھی مگر بنا دوپٹے کے اسے بہت حیا آرہی تھی۔ اس کا دوپٹہ پڑا تھا' اپنی زینت کو اس نے کبھی شعوری طور پر ظاہر نہیں کیا' بہت ہی باوقار انداز میں دوپٹہ لیتی تھی کہ دیکھنے والی نظر خود بخود عزت دینے پر مجبور ہوجاتی تھی۔

اسے ٹوٹ کر حیا آئی اور حیا کا تقاضا تھا کہ اسی طرح بند آنکھیں کیے پڑی رہے تاکہ دانیال اسے سوتا جان کر وہاں سے ہٹ جائے۔ دانیال نے پہلے اس کی طرف دیکھا پھر مانو پھپو کی طرف جو گہری نیند میں تھیں۔

اسے احساس ہوا کہ اگر دونوں میں سے ایک بھی جاگ گیا تو یہ بہت زیادتی ہوگی۔ وہ دبے قدموں واپس پلٹ گیا' اس کا رخ ہسپتال کے وسیع سرسبز لان کی طرف تھا۔ کسی گھنے درخت کی چھاؤں میں بیٹھ کر محبوب کو سوچنا' دنیا کے تھکا دینے والے کاموں کے بیچ یہ فرحت آگیں لحات بہت انمول ہوتے ہیں جن کی قیمت پوری کائنات بھی نہیں بن سکتی۔

❁......❁......❁
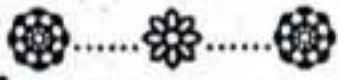
وہم اور اندیشوں میں بہت طاقت ہوتی ہے مگر اس وقت جب زندگی میں خود غرض اور نفس پرستی اپنے نقطہ کمال پر ہو۔ خود غرضی' مفاد پرستی' ریاکاری' شیطانی تلوار کے وار ہیں' جب یہ شیطانی ضرب کاریاں بلا وقفہ ہوں تو انسان خوش عقیدہ اور مثبت سوچ کا حامل نہیں رہتا۔ اس کا منفی خیالات کا ردعمل ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ یہ ردعمل' خوف' اندیشے' توہمات کی شکل میں وارد ہوتا ہے۔

منفی شیطانی خیالات رکھنے والوں کی کثرت کی وجہ سے ہی ڈبہ پیر' کالے علم والے عیش وآرام کی زندگی گزارتے ہیں۔ انسان اپنے نفس کا محاسبہ کرنے کے بجائے پیر فقیر کے جنتر منتر' تنتر میں الجھتا جاتا ہے۔ جادو ایک حقیقت ہے مگر ہر افتاد کی وجہ جادو نہیں ہوتا۔ شیطان نے بہت زور سے تلوار لہرائی ''ایک لڑکی تمہارے بیٹے کو پھنسا رہی ہے'' سعدیہ نے پھڑک کر کمال فاروقی کو فون ملادیا۔

''ہاں' وہ مجھے ذرا ہسپتال کا نام بتائیں' ایک دو کام کرنے ہیں سوچا اس بچی کی خیر خیریت بھی پتا کرتی چلوں۔'' سعدیہ بہت پُر اخلاق لہجے میں شوہر نامدار سے مخاطب تھیں جن کو حیرت کے سمندر سے چھلانگ لگانے میں کچھ وقت تو لگنا ہی تھا۔

''دانیال گھر میں نہیں ہے؟'' وہ ازحد حیرانی کی کیفیت میں پوچھ رہے تھے۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)
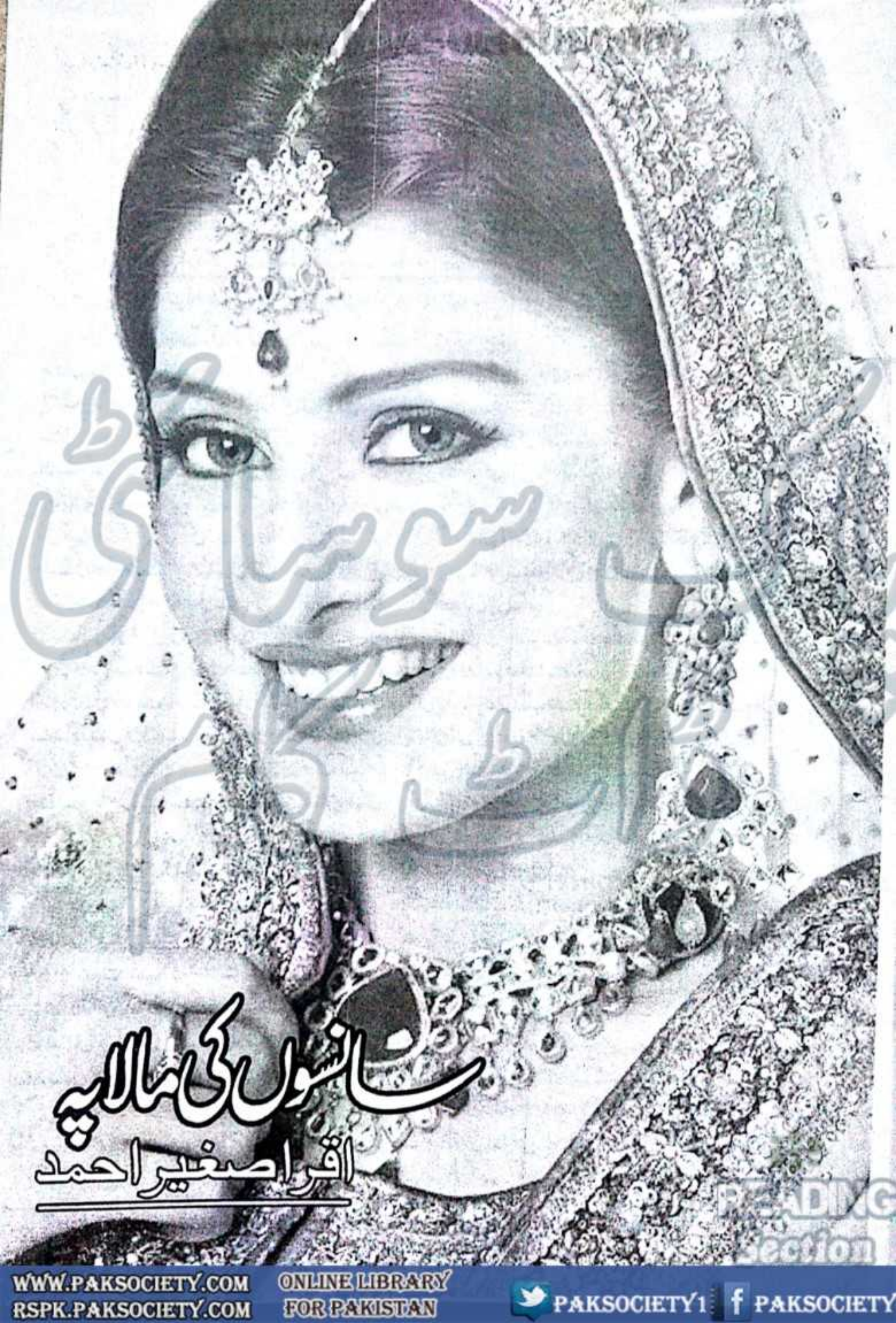
سانسوں کی مالا پہ
اقرا صغیر احمد

نظر کے سامنے اک راستہ ضروری ہے
بھٹکتے رہنے کا بھی سلسلہ ضروری ہے
تعلقات کے نا معتبر حوالوں میں
تمام عمر کا اک رابطہ ضروری ہے

اس کا دل خوف سے بری طرح دھڑک اٹھا تھا۔

"مائی گاڈ! یہ میں کہاں آ گئی؟ لائٹ بھی چلی گئی۔" اس نے بدحواسی سے ادھر اُدھر دیکھا' جہاں گہرا اندھیرا لوڈشیڈنگ کے باعث چھا گیا تھا اور وہ جو رخسار' رابیکا' رخشی وغیرہ کے پاس سے اٹھ کر باہر کی طرف جا رہی تھی معاً راستوں سے واقفیت نہ ہونے کے باعث اس حصے میں آ گئی تھی جس کی خوف ناک کہانیاں آج ہی رابیکا' نمیرہ نے سنائی تھیں اور جن کو سن کر وہ دل میں تہیہ کر چکی تھی کہ کبھی غلطی سے بھی وہ انیکسی کی طرف نہیں جائے گی اور...... اسے قسمت کا مذاق کہیں یا تقدیر کی ستم ظریفی وہ اندھیرے کے باعث انیکسی کے اردگرد پھیلے جھاڑ جھنکار بنے اجڑے لان میں کھڑی تھی۔

چند قدم کے فاصلے پر کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا مگر گہرے اندھیرے کی وجہ سے کچھ نمایاں نہ تھا ایک خاموشی تھی جو کسی کے نہ ہونے کی گواہی دے رہی تھی۔ وہ چند لمحے ساکت کھڑی اس کی غیر موجودگی کی سن گن لیتی رہی اور یقین ہونے کے بعد دبے دبے قدموں سے آگے بڑھی تھی اور تیسرے قدم پر ہی کسی شے سے الجھ کر گری تھی۔ بے اختیار چیخ اس کے حلق سے برآمد ہو کر خاموشی کو چیرتی چلی گئی۔

"کون ہے......؟" مردانہ بھاری آواز کمرے کے کسی خفیہ حصے سے برآمد ہوئی تھی۔ وہ جو بے اوسان گری تھی کسی نوکیلے پتھر کی چوٹ سے تڑپ اٹھی اندر سے برآمد ہونے والی سرد مہر وسپاٹ آواز اس کے خوف کو بڑھانے کے لیے کافی تھی۔ اندر سے قدموں کی آہٹیں ابھرنے لگی' ساتھ ہی اندرونی کسی دروازے کی چرچراہٹ کی واضح آواز آئی تھی۔ وہ ساری طاقت بمشکل یکجا کر کے اٹھ کھڑی ہوئی' دل کی دھڑکنیں بارے دہشت کے بکھری ہوئی تھیں اور سماعتوں میں کچھ دیر قبل کی باتیں گونج رہی تھی۔

"ہماری یہ باتیں ہمیشہ یاد رکھنا ڈیئر! کبھی بھول کر بھی انیکسی میں نہ جانا۔"

"انیکسی میں......کون رہتا ہے وہاں؟" اس کے لہجے میں تجسس تھا۔

"وولف......" ان سب کے لہجے معنی خیز تھے۔

"ہنٹر وومن......" رخسار کے لہجوں میں نفرت تھی۔

"ابلیس اعظم!" رابیکا اور رخشی کے بھی یہی تاثرات تھے۔

"وہ انسان نما بھیڑیا ہے جس کی خوراک فقط نوخیز و جوان لڑکیوں کی ناموس ہے۔ اس کی ہوس سے یہاں کی ملازمائیں بھی محفوظ نہیں ہیں۔"

قدموں کی چاپ کے ساتھ ساتھ اندر سے ایک روشنی کا دائرہ بھی باہر آ رہا تھا اور اسے زندگی سے زیادہ آبرو عزیز تھی کہ جس پر ایک بار داغ لگ جائے تو پھر کبھی بھی مٹتا نہیں ہے۔ وہ بدحواسی میں بھی اپنے حوصلوں کو مجتمع کرتی لنگڑاتی ہوئی تیز تیز چلتی وہاں سے ایک درخت کے چوڑے تنے کے پیچھے چھپی تھی۔ اسی دم جنریٹر آن ہوا تھا' ہر سو روشنی بکھر گئی تھی اور وہ بھی موبائل پکڑے باہر نمودار ہوا تھا' بلند وبالا اسمارٹ قد وقامت...... سرخ وسپید رنگت' چہرے کے نقوش دلکش تھے۔ بڑھی ہوئی شیو نے خط کی صورت اختیار کر لی تھی اس نے ٹراؤزر اور بنیان زیب تن کیا ہوا تھا' گلے میں پڑا ٹاول اس کے باتھ روم سے برآمد ہونے کا پتا دے رہا تھا۔ وہ ایکسر سائز کا عادی تھا دور سے ہی اس کے بازوؤں کے مسلز نمایاں تھے۔ اس کی وجاہت کو جو شے زیرو کر رہی تھی وہ اس کے چہرے پر چھائے آنکھوں سے لپکتے وغضب ناک آگ کے شعلے سے تھے۔ وہ کسی خونخوار درندے کی مانند شکار کی بو سونگھ رہا تھا' چند لمحے ادھر اُدھر دیکھنے کے بعد وہ اس درخت کے سامنے چلا آیا اور اس کا دل جیسے دھڑکنا بھول گیا۔

وہ بے دم ہو کر گرنے کو تھی کہ اچانک ہی اس کا سیل فون بج اٹھا اور وہ جو اس طرف بڑھنے ہی والا تھا کہ چونک کر رک گیا اور فون کان سے لگا کر دوسرے ہاتھ سے نم بالوں میں ٹاول رگڑتا انیکسی کی طرف چل دیا تھا۔ وہ دم سادھے تنے کی جھری سے اسے وہاں سے جاتے دیکھتی رہی اور اندر جاتے ہی اس نے تیزی سے دروازہ بند کرلیا تھا۔

❁......❁......❁

"اماں بی...... آپ سے لاکھ بار کہہ چکی ہوں ابوبکر کو یہاں آنے سے منع کردیں۔ کیوں آتا ہے وہ یہاں؟ کون ہے اس کا اور کس کی خاطر آتا ہے وہ؟" وہ نماز ادا کرکے بیٹھی تھیں معاً رباب بیگم غصے میں وہاں آکر گویا ہوئیں۔

"رشتے تو اس گھر سے اس کے سارے سلامت ہیں یہ علیحدہ بات ہے کہ خون میں سرخی کی جگہ سفیدی آگئی ہے لیکن یہ مت بھولو نہ میرا رشتہ کمزور ہوا ہے نہ ہی خون میں سفیدی داخل ہوئی ہے اور نہ کبھی ہوگی۔ ابوبکر کو یہاں آنے سے کوئی نہیں روک سکتا' اس گھر میں اس کا حصہ ہے اور وراثت میں بھی بڑے حصے کا مالک ہے وہ۔" دھان پان سی ضعیف و نزار اماں بی کے لہجے میں بڑا جاہ و جلال تھا۔

"بہت عجیب ہیں آپ اماں بی! آپ ہمیشہ سے اس کی حمایت لیتی ہیں جو آپ کا سگا خون نہیں ہے جو آپ کا وارث نہیں ہے۔"

"سب دیکھ رہی ہوں اپنے اور پرائے کی محبت کو میرے اپنے بیٹوں کو ایک چھت کے نیچے رہتے ہوئے بھی خیر خبر لینے کی توفیق نہیں ہوتی اور وہ میری عطیہ کا بیٹا! جو بیٹی کا بیٹا ہونے کے باعث میرا خون' میرا وارث نہیں ہے مگر...... میرے خون سے بڑھ کر ہے وہ۔"

"ہونہہ...... کیسی کالک ملی تھی اس نے آپ کے منہ پر' کس شان سے اس خاندان کی عزت کی دھجیاں اڑائی تھیں۔ یہ بھول گئی ہیں آپ اماں بی۔" رباب کی آنکھیں ہی نہیں زبان بھی شعلے اُگل رہی تھی۔ اماں بی کی زبان ایک دم ہی پتھرا گئی' تنی گردن جھک گئی۔

"ہاں ہاں اب کیوں خاموش ہوگئی ہیں آپ' لیں نا حمایت اس بدکردار اور آوارہ کی۔ میں کہتی ہوں آپ خود اسے اپنی زبان میں یہاں آنے سے منع کردیں' اگر میں نے اپنے انداز میں منع کیا تو پھر آپ کو ہی شکایت ہوگی میری بدزبانی سے۔" وہ بل کھا رہی تھی۔

"یہ حسرت تمہاری حسرت ہی رہے گی بہو! میری زندگی میں ابوبکر کو یہاں آنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔" وہ ٹھنڈے لہجے میں بولی۔

"اس گھر میں ہماری جوان بچیاں رہتی ہیں۔"

"بس...... اب ختم کرو اس فضول بحث کو' ہفتوں بعد میرا بچہ گھر آتا ہے اور تم لوگوں کی بکواس شروع ہوجاتی ہے۔ گھر سے الگ تھلگ انیکسی میں رہتا ہے وہ پھر بھی تم لوگوں کے دکھڑے ہیں کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتے۔" اماں بی نے حتمی لہجے میں کہتے ہوئے بیڈ پر دراز ہوتے ہوئے ان کی طرف سے کروٹ بدل لی تھی۔ یہ واضح اشارہ تھا رباب بیگم کو وہاں سے چلے جانے کا۔ انہوں نے گھور کر ان کی پشت کو دیکھا اور کہرائی تھیں۔

"ٹھیک ہے دل کھول کر کرلیجیے آپ اپنی من مانیاں اماں بی...... مگر یہ بھی یاد رکھیے گا اب اگر آپ کے اس عیاش لاڈلے نے انگلی لگانا تو درکنار کسی بچی کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا بھی تو......"

"شاید تم بھول رہی ہو بہو! یہ میرے قیلولے کا ٹائم ہے پھر میری عمر ایسی نہیں ہے کہ لیٹوں اور سو جاؤں میری عمر میں ویسے ہی نیند کم ہوجاتی ہے اگر ابھی نہ سوئی تو پھر نیند آئے گی نہ سر میں درد ختم ہوگا۔" وہ آنکھیں بند کرکے بولیں۔

"بڑھیا! میری خواہش ہے تو ابھی سوئے تو قیامت میں ہی بیدار ہو۔" وہ سوچتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

❁......❁......❁

بڑا دشوار ہوتا ہے\
ذرا سا فیصلہ کرنا\
کہ جیون کی کہانی کو بیاں بے زبانی کو\
کہاں سے یاد رکھنا ہے\
کہاں سے بھول جانا ہے\
اسے کتنا بتانا ہے\
اسے کتنا چھپانا ہے\
کہاں رو رو کر ہنسنا ہے\
کہاں ہنس ہنس کر رونا ہے\
اس آنچل کو کتنا بھگونا ہے\
کہاں آواز دینی ہے\
کہاں خاموش رہنا ہے

کہاں رستہ بدلنا ہے
کہاں سے لوٹ آنا ہے
ذرا سا فیصلہ کرنا بڑا دشوار ہوتا ہے

"جنت......او جنت! ارے کہاں مرگئی کم بخت۔" شریفہ اسے پکارتی ہوئی کچن کی دہلیز پر چڑھ آئی تھی جہاں وہ آٹا گوندھتے ہوئے کل رات والے واقعے میں گم تھی۔

"جی...... جی چھوٹی ماں!" وہ ہڑبڑا کر حال میں واپس آئی۔

"جی ماں کی بچی کب سے آوازیں لگا رہی ہوں تجھے اور تُو نامعلوم کس یار کے خیالوں میں گم ہے جو ایک آواز نہ سنائی دی تجھے۔" اس نے غصے سے جھنجھلا کر لات اس کی پنڈلی پر ماری تھی جو عین اس زخم پر لگی جو کل پتھر کی نوک چبھنے سے خوب گہرا لگا تھا اور ٹانگ بری طرح اکڑ گئی تھی۔

"دن بدن میرے ہاتھوں سے نکلنے کی کوشش کررہی ہے تُو' بتا کون ہے وہ...... کس سے چکر چلا رہی ہے؟ کس کے ساتھ بھاگنے کے منصوبے بنا رہی ہے بے غیرت۔" تیز تیز آنے کی وجہ سے بھاری بھرکم وجود میں سانسوں کی آمدورفت سمندر میں ڈوبتی ابھرتی ناؤ کی مانند تھی۔ اس نے دوسری ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔

"میں نے آپ کی آواز نہیں سنی چھوٹی ماں!" وہ زخم میں اٹھتی ٹیس دباتی گویا ہوئی تھی مگر وہ جواباً اسے صلواتیں سناتی رہی تھی۔

آٹا گوندھنے سے روٹی پکانے تک وہ صحن میں پڑی چارپائی پر بیٹھی چیخ چیخ کر اسے محلے کے تمام نکمے وہڈحرام عاشق مزاج لڑکوں کے ناموں سے منسوب کرتی رہیں یہ اس کا محبوب مشغلہ تھا۔ جب سے اس نے بچپن کو خیرآباد کہہ کر الھڑ پن کی عمر میں قدم رکھا تھا تب سے ہی ماں کی مشکوک نگاہیں والزام لگاتی زبان ہر گھڑی' ہر آن اس پر اسی طرح کوڑے برساتی تھیں۔

"کل احمد صاحب کے بنگلے پر جو کپڑے دینے گئی تھی انہوں نے اور کپڑے دیئے سلائی کے لیے یا خالی ہاتھ بھیج دیا؟"

"کچھ دنوں بعد دیں گی اور کل تو وہ مال سے شاپنگ کرکے آئی ہیں۔" وہ روٹی پکا کر فارغ ہوگئی تھی چولہے صاف کرتی ہوئی گویا ہوئی۔

"ہونہہ...... یہ بڑے گھروں میں رہنے والے بھی چھوٹے دل کے ہوتے ہیں۔ مال میں جاکر پانچ سو والی چیز پانچ ہزار میں خرید لائیں گے مگر ہم غریبوں کی اجرت دو روپے زیادہ دیتے ہوئے بھی ان نمائشی شوباز لوگوں کا دم نکلنے لگتا ہے۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی سر پر دوپٹہ باندھ کر پلنگ پر لیٹ گئی تھی کیونکہ اکبر کا ڈیوٹی سے واپسی کا ٹائم ہو رہا تھا اور وہ روز اسی طرح میاں کا استقبال کرنے کی عادی تھی۔

وہ چھوٹا سا کچن تھا جس کا سرمئی فرش و دیواریں شیشے کی مانند وہ چمکا کر رکھتی تھی اور کچن پر ہی کیا موقوف پورا گھر اس کی نفاست پسندی وشفاف ذہنیت کا آئینہ دار تھا۔ ابھی بھی لنگڑاتی ہوئی وہ صحن میں جھاڑو لگانے لگی تھی' شریفہ کو اس کی تکلیف سے کوئی سروکار نہ تھا۔ وہ روایتی سوتیلی ماں تھی۔ جو جنت کی پیدائش کے کچھ ماہ بعد ہی اس کی ماں بنا کر لائی گئی تھی مگر وہ ایک بار بھی اس ممتا کے لیے تڑپتی بچی کو سینے سے نہ لگا سکی تھی۔ جس کی ماں اسے جنم دیتے ہوئے خالق حقیقی سے جاملی پھر وہ سال بھر کی بھی نہ ہوئی تھی کہ ایک بہن اور دنیا میں چلی آئی جس کا سواگت سوتیلی ماں اور باپ نے بڑی خوشیوں کے ساتھ کیا تھا۔ سوتیلی ماں کی طرح سوتیلی بہن بھی جلد ثابت ہوئی پھر اس کے ساتھ وہ سب رواں تھا جو عموماً اس جیسی بے بس لاچار و نصیب کی ٹھوکروں میں کھلونے بنے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے ہر اچھائی برائی' ہر نیکی بدی بن جاتی ہے ماں کی آنکھیں موت نے بند کردی تھیں اور باپ کی آنکھیں جیتے جی اس کی طرف سے بند ہوچکی تھیں۔

"بے حیا...... سر سے دوپٹہ ڈھلک رہا ہے' دیدوں کا پانی بالکل ہی مرگیا ہے۔" وہ جو لیٹے لیٹے اس کی کمر پر لہراتی سیاہ ریشمی بالوں کی موٹی چوٹی کو گھور کر دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں حسد کا شکار ہو رہی تھیں اس کے سر سے پھسلنے والے آنچل پر ہی دل کی بھڑاس نکالی تھی۔

رات گئے جب وہ اپنی ذمہ داریوں سے نبٹ کر بستر پر آئی تو پورا بدن درد سے ٹوٹ رہا تھا۔ اس نے پنڈلی دیکھی جہاں زخم خاصا اُبھر آیا تھا اور اس کے اردگرد سرخی دائرے کی صورت میں دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ زخم کی ڈریسنگ کرتے ہوئے کل رات کا واقعہ پوری جذئیات کے ساتھ روشن ہوگیا تھا۔

چھوٹی ماں کی خواہش تھی کہ احمد رضا صاحب کی فیملی سے کسی طور راہ و رسم بڑھائی جائے کیونکہ ان کا بنگلہ وہاں موجود

بنگلوں میں سب سے بڑا و عالی شان تھا اور وہ لوگ خاصے سخی و دیالو تھے حالانکہ وہ لوگ اس پوش علاقے سے ملحقہ کچی آبادی کے ایک چھوٹے سے گھر میں رہائش پذیر تھے مگر اس کی ماں کو بڑے لوگوں سے دوستیاں کرنے کا بہت شوق تھا اور جس طرح زمین و آسمان کا ملاپ ناممکن تھا اسی طرح اس کی دوستی بیگمات سے نہ ہوسکی۔ البتہ کسی ملازمہ کے توسط سے جنت کی سلائی کی خبر وہاں تک پہنچ گئی تھی اور پھر اس کی ماں کی لاٹری نکل آئی اس نے وہاں جا کر پہلی بار جنت کی سلائی کی تعریف یوں بڑھ چڑھ کر کی اور ڈھیروں روپے سلائی کے وہاں سے ملنے لگے تھے ان کے اصرار پر وہ جنت کو وہاں لے کر جانے پر مجبور ہوئی اور موہنی صورت و نازک سراپے والی جنت وہاں کی لڑکیوں کو بہت بھائی تھی کہ وہ نہ صرف حسین تھی بلکہ بلا کی ذہین بھی تھی۔ وہ فیشن میگزینز میں سے اپنی پسند کے ڈیزائن اسے دکھاتی تھیں اور وہ بڑی مہارت سے ویسے ہی کپڑے ڈیزائن کرکے انہیں دیتی تھیں۔ انہیں ہزاروں کی بچت گھر بیٹھے ہوتی تھی کہ مشہور بوتیکس پر ویسے ایک سوٹ کی قیمت ہزاروں میں تھی۔

کل بھی وہ چھوٹی ماں کے ساتھ گئی تھی وہ حسب عادت رخسار کی مما کے ساتھ بیٹھ گئی تھیں اور اس کے راستہ پوچھنے پر انہوں نے بتایا تھا کہ وہ بھول کر بھی انیکسی کی طرف نہ جائے وہاں بھیڑیا رہتا ہے۔ جس بھول کو انہوں نے بھول کر بھی نہ کرنے کا کہا تھا وہ بھول ہوچکی تھی اور انہوں نے درست کہا تھا جس کے ٹھکانے کی طرف جانے پر سزا زخم کی صورت میں ملی تھی اس سے سامنا واقعی موت کے مترادف تھا۔

❁......❁......❁

عمر بھر جدا نہیں ہوتے
درد بھی با اصول ہوتے ہیں

مخصوص چاپ پر انہوں نے چونک کر دیکھا اور اسے قریب دیکھ کر ان کی بجھی بجھی نگاہوں میں دیئے سے روشن ہوگئے تھے۔

''وعلیکم السلام بیٹا! سلامت رہو کب آئے؟'' خاصی دیر سینے سے لگانے کے بعد وہ اس کی پیشانی چوم کر گویا ہوئیں۔

''کل شام کی فلائٹ سے آیا تھا نانی جان۔'' وہ ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا انہوں نے محبت سے اس کے براؤن کلر کے گھنیرے بالوں میں انگلیاں چلانی شروع کردی۔ ان انگلیوں کی پور پور سے محبت و ممتا کا لمس اس کی رگ رگ میں پھیلتا جارہا تھا اور اس کی بے کل و بے سکون قلب و جاں میں

یک گونہ طمانیت وقرار سرائیت کرتا جارہا تھا اس کی آنکھیں بند ہونے لگی۔

"کل رات کو آئے اور میرے پاس اب آئے ہو؟" وہ شاکڈرہ گئیں۔

"پلیز آپ خفا نہ ہوں نانی جان...... بوسٹن اور دبئی واپسی میں یہاں کے ائیرپورٹس فلائٹس کے چکروں میں خاصا ٹائم ویسٹ ہوا تھا۔ یہاں آکر میں ہاتھ لے کر جو سویا ہوں تو کچھ دیر قبل ہی بیدار رہوا۔ چینج کر کے سیدھا آپ کے پاس ہی آیا ہوں۔" وہ صریحاً یہ سب گول کر گیا کہ وہ دوپہر کو دروازے کے باہر ان کی اور رباب آنٹی کی تمام گفتگو سن چکا تھا اور ان کی دل آزاری کے خیال سے چپ چاپ واپس پلٹ گیا تھا اور اب آیا تھا۔

"کب تک یہ دیس بدیس بنجارے بنے گھومتے رہو گے میں تمہاری فکر میں گھلتی رہتی ہوں۔ میری مانو اب شادی کرلو تاکہ میں سکون سے رہ سکوں۔"

"شادی اور میں......" اس نے آنکھیں کھول کر تمسخرانہ لہجے میں کہا۔ "کون کرے گا مجھ سے شادی؟"

"ارے کون کرے گا...... کیا مطلب ہوا اس بے تکے سوال کا؟" ان کی انگلیاں رک گئیں، لہجے میں پیار بھری خفگی در آئی تھی۔ "لڑکی سے ہی ہوگی تمہاری شادی میرے بچے۔"

"کون مجھ جیسے آوارہ، بدمعاش و بدکردار کو بیٹی دے گا؟" اس کے گمبھیر لہجے میں سنجیدگی تھی اماں بی کے چہرے پر کئی تکلیف دہ رنگ بکھرے تھے پھر وہ مسکرا کر مضبوط سے لہجے میں کہنے لگیں۔

"غلطی کس سے نہیں ہوتی بیٹا! پشیمانی غلطی پر نہیں غلطی پر ڈٹ جانے پر ہوتی ہے میری بات سمجھ رہے ہو نا ابوبکر!" وہ اٹھ کر بیٹھ گیا وجیہہ چہرہ دھواں دھواں ہوچکا تھا۔ اماں بی کی آنکھوں میں بھی ایسا ہی دھواں تھا۔

"میں شادی کبھی بھی نہیں کروں گا یہ آپ بخوبی جانتی ہیں۔" اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھے جگ سے گلاس میں پانی انڈیلتے ہوئے کہا۔

"تیرا یہ انکار سنتے ہوئے مجھے دو سال ہوگئے ہیں، یہ تیری ضد مجھ جیسی بڑھیا کو بے چین و بے قرار کرگئی ہے۔ میں کتنا اور جیوں گی میرے بچے...... ہر گزرتا لمحہ میری عمر کی نقدی کم سے کم کرتا جارہا ہے، تو اگر میری زندگی میں آباد نہ ہوا تو میں قبر میں بھی تیرے غم میں تڑپتی رہوں گی۔"

"نانی جان...... موت برحق ہے آج نہیں کل ہے اور ایسا وقت جب آئے گا تو ہم ساتھ ہی اس دنیا سے کوچ کر جائیں گے۔" وہ پانی پی کر ان کی طرف دیکھتا ہوا پرسکون لہجے میں گویا ہوا جواباً انہوں نے خفگی سے کہا۔

"ارے مجھ اسی بیاسی سالہ بڑھیا سے عمر میں کیا مقابلہ کرتے ہو بیٹا! میری دعا ہے تم برسوں جیو، خوشیاں و کامرانیاں تمہارے قدموں کو چومیں۔"

"اوہ نانی جان! میں لیٹ ہو رہا ہوں، ایم سوری مجھے ابھی جانا ہوگا۔" وہ ریسٹ واچ دیکھتا ہوا گویا ہوا۔

"بس بس...... میں جانتی ہوں تمہاری یہ سب جان بچا کر بھاگنے کے بہانے بازی ہے، جب بھی میں شادی کی بات کرتی ہوں تمہیں ایسے بہانے ہی سوجھتے ہیں۔" وہ اس کی جلد بازی کو خاطر میں نہ لائی۔

❁......❁......❁

"رات ابوبکر یہاں واپس آچکا ہے۔" رباب کی اطلاع پر بے فکر سے چھری کانٹے پکڑے پلیٹوں پر ہاتھ میکانکی انداز میں رک گئے تھے۔

"وہاٹ......" ہارون کی آواز وہاں گونجی۔

"پورے چھ ماہ بعد واپس آیا ہے۔"

"میں تو سوچ رہی تھی وہیں کہیں مر کھپ گیا ہوگا مگر وہ کہتے ہیں نا شیطان کی عمر لمبی ہوتی ہے۔" رباب نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اتنی آسانی سے کہاں مرتے ہیں ایسے لوگ جو دوسروں کو جیتے جی ماردیں۔"

"ماضی کو فراموش کیوں نہیں کردیتے تم لوگ۔" احسان صاحب نے کہا۔

"جو اس نے کیا وہ فراموش کرنے کے قابل ہی کب ہے بھائی جان۔" ان سے چھوٹے خالد نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"بھائی جان تو فراموش کرسکتے ہیں خالد! اس لیے کہ جس کے دامن میں آگ لگتی ہے پیٹ چھپانے کی فکر صرف اسی کو ہوتی ہے۔"

"رباب! یہ مت بھولو کہ اس آگ نے اب ہمارے دامن کا رخ کرلیا ہے، ہمہ وقت جس سے بچاؤ کی تگ و دو میں ہم

سرگرداں رہتے ہیں۔"
"ممما! پھر کیوں جل جانے کا انتظار کررہی ہیں ہمیشہ کے لیے بجھا کیوں نہیں دیتیں اس آگ کو؟" ہارون نے پھولے تنفس سے بگڑے لہجے میں کہا۔ اس کی سرخ ہوتی نگاہیں مقابل بیٹھیں ادینہ پر تھیں، جس کا سر جھکتا چلا گیا اور ماتھے پر ننھے قطرے نمودار ہونے لگے تھے۔
"یہ آگ کب کی خاک ہوچکی تھی' اگر اماں بی اس کے سامنے دیوار بن کر نہ کھڑی ہوتیں' یہ سب کیا دھرا ان کا ہی ہے۔" نفیسہ بیگم کے لہجے میں بھی ان لوگوں کی طرح نفرت اور بے زاری تھی۔
"جب تک اماں بی اس گھر میں موجود ہیں وہ یہاں آئے گا اور آتا رہے گا۔"
"پھر کیا مقصد کیا ہے' اماں بی کو گھر سے بے دخل کردوں؟ ایک طرف کسی فالتو سامان کی مانند انہیں ڈال دیا گیا ہے گھر میں ہوتے ہوئے بھی نہ ہونے کے برابر ہیں وہ پھر اب بھی انہیں ہی موردِ الزام ٹھہرایا جاتا ہے۔" احسان غصے سے گویا ہوئے۔
"اماں بی اور ان کا لاڈلا کیوں جائے یہاں سے' میں اور ادینہ ہی چلے جاتے ہیں' یہاں سے کسی کو بھی جانے کی ضرورت نہیں ہے۔" ہارون نے ہاتھ میں پکڑا چمچ پرطیش انداز میں سامنے دیوار پردے مارا اور کرسی کھسکا کر وہاں سے چلا گیا اس کی تقلید ادینہ نے بھی کی' اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی۔
ان کے جانے کے بعد کھانا کسی سے بھی نہیں کھایا گیا' کچھ دیر قبل جہاں خوش گوار باتوں سے ماحول گونج رہا تھا وہاں اب ایک دم خاموشی چھاگئی تھی ایک گہرا سناٹا پھیل گیا تھا۔
"دیکھا بھابی...... اس لڑکے کا نام ہی کس قدر منحوس ہے ذرا ذکر کیا ماتم برپا ہوگیا۔ لمحوں میں ہنستی مسکراتی محفل پر موت کا سناٹا چھا گیا ہے۔" رباب نے جٹھانی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"یہ تو ہمیشہ ہی ہوتا ہے آج کوئی نئی بات نہیں اور تم کو بھی پتا ہے کہ ہارون اور ادینہ بھی کھانے پر موجود ہیں۔ ان کے سامنے یہ ذکر کرنے کی ضرورت کیا تھی' کچھ دیر کھانے تک صبر ہی کرلیتیں تم۔"
"صبر...... ارے اس لڑکے کی شکل دیکھتے ہی گویا میرے بدن میں پتنگے لگ جاتے ہیں اس نے جو ذلیل حرکت کی تھی اس کی شکل دیکھ کر مجھے وہ ایک ایک لمحہ یاد آنے لگتا ہے اور میں انگاروں پر لوٹنے لگتی ہوں۔" رباب کے چہرے پر بہت عجیب تاثرات تھے آگ سے پھوٹتے شراروں کی مانند۔
"کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو نہ چاہتے ہوئے بھی بھلانی پڑتی ہیں' میں ہر بار تم سے یہی کہتی ہوں' مٹی ڈالو ماضی کے اس قصے پر۔"

❁......❁......❁

وہ راستے میں آنے والی ہر شے کو ٹھوکروں میں اڑاتا ہوا کمرے میں آیا تھا اور دونوں ہاتھوں میں بال جکڑ کر بیٹھ گیا تھا اس کے ہونٹ ہل رہے تھے وہ ابوبکر کو ہذیان بک رہ تھا' مغلظات زبان پر جاری تھیں۔
ادینہ نے کئی منٹ تک دروازے کے ہینڈل کو پکڑے رکھا اندر جانے کی ہمت جو نہیں ہورہی تھی' دل پوری شدت سے لرز رہا تھا۔ ہارون کے غصے وجنون کو کنٹرول کرنا سہل نہ تھا کہ ایسی حالت میں وہ ہوش خرد سے بے گانہ ہوجاتا تھا۔ رات و دن جس کی نگاہیں ایسی محبت سے تکتے تکتے نہ تھکتی تھیں ایسے میں وہ نگاہ بھرپور اجنبی و بے گانہ ہوجایا کرتی تھیں اور زبان خنجر کی نوک بن جاتی تھی' زخم کے گھاؤ بھر ہی جاتے ہیں لیکن زبان کے گھاؤ بھرنا آسان نہ تھا پھر کب تک وہ کھڑی رہتی' اندر تو جانا ہی تھا سامنا تو کرنا ہی تھا۔ ایک جرم جو ہوا تھا وہ اگرچہ اس میں شامل نہ تھی مگر سزا برابر بھگت رہی تھی جس کی مقدار کم ہوتی تو کبھی زیادہ ہوتی تھی۔
"ارے...... یہ کیا کررہے ہیں آپ؟" وہ وارڈروب سے ریوالور نکال رہا تھا چہرے پر بڑے بھیانک تاثرات تھے وہ لپک کر اس کے پاس آگئی۔ "ہارون...... یہ کیا کررہے ہیں...... ریوالور کیوں نکالی ہے آپ نے؟"
"ماردوں گا میں اس کتے کو۔" وہ شدید طیش کے عالم میں آگے بڑھا۔ ادینہ نے آگے بڑھ کر اس کے بازو کو اپنی گرفت میں لے لیا۔
"چھوڑو...... میرے راستے میں مت آؤ۔" اسے ایک جھٹکے سے دور کرتے ہوئے بولا۔
"یہ آپ غلط کررہے ہیں میں آپ کو ایسا نہیں کرنے دوں گی۔" وہ پھر اس کے بازو سے لپٹ گئی۔
"اچھا...... ابھی بھی بچانا چاہ رہی ہو اسے؟ آج بھی تمہارے دل میں اس کے زندہ رہنے کی آرزو موجود ہے۔"
"نن...... نہیں...... نہیں میں تو آپ کو بچانا چاہ رہی ہوں'

"آپ کیا اس کو قتل کر کے سولی پر چڑھنا چاہتے ہیں۔" وہ روہانسی لہجے میں گویا ہوئی۔

"چڑھنے دو مجھے سولی پر ایک بار ہی چڑھوں گا یہاں ہر روز کی سولی پر چڑھنے سے بہتر ہے اسے مار کر میں بھی مر جاؤں۔" اسے دھکا دے کر وہ کمرے سے نکلا۔

"ہارون...... ہارون...... آپ ایسا نہیں کریں...... خدا کے واسطے واپس آجائیں۔" وہ روتی ہوئی اس کے پیچھے بھاگی مگر وہ جنونی انداز میں آگے بڑھ گیا تھا۔

❀......❀......❀

ماں اور باپ کی طرف سے ملنے والی کھلی آزادی نے صدف کے قدم اس راہ پر ڈال دیئے تھے جہاں گمراہیاں مقدر بنتی ہیں۔ کالج آتے جاتے اس راستے پر پڑتے ہوٹل پر کام کرنے والے ایک بہروز نامی لڑکے سے چکر چلالیا تھا اور روز پھر وہ کالج کی بجائے اس سے محبت کی کلاسز لینے لگی تھی۔ یہ سلسلہ ایک عرصے تک چلا تھا' بیٹی کی محبت میں اندھی شریفہ کو ساری خوبیاں صدف میں اور ساری خرابیاں جنت میں دکھائی دیتی تھیں۔ اگر صدف کی جگہ جنت کسی سے عشق لڑا رہی ہوتی تو وہ ایک قیامت ہی برپا کردیتی یا اسے زندہ در گور کردیتی مگر یہ فعل خود کی بیٹی کا تھا سو وہ اس کو شہ دے رہی تھی جب یہ خبر محلے والوں کی زبانی اکبر تک پہنچی تو اس کی باز پرس پر شریفہ نے ایک ہنگامہ کیا تھا ساتھ میں صدف نے بھی اپنے بالفاظہ حقوق گنوائے تھے مگر اس موقع پر پہلی بار اکبر ذات برادری پر مر مٹنے والا مرد بن گیا تھا وہ کسی بھی طور بیٹی کی غیر برادری میں شادی پر تیار نہ تھے اس کی خفگی کی پروا نہ کرتے ہوئے صدف کورٹ میرج کر کے آگئی تھی پھر اکبر کی جھکی گردن اٹھ نہ سکی۔

رات اس نے فون پر ماں کو بتایا کہ وہ حاملہ ہے اور شریفہ کے قدم مارے خوشی کے زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔ شادی کے بعد بہروز یہاں سے ہوٹل کی نوکری چھوڑ کر اپنے گاؤں ایبٹ آباد چلا گیا تھا۔ اب وہاں صدف کو آرام کی ضرورت تھی اور اس کے گھر میں کوئی نہ تھا جو اس کی خدمت کرتا اور یہاں شریفہ کسی بھی قیمت پر رکنے کو تیار نہ تھی اور ساتھ جنت کو بھی لے جارہی تھی۔

"تم جارہی ہو تو جاؤ' اللہ کی بندی' جنت کو کیوں لے کر جارہی ہو۔ اسے لے جاؤ گی تو گھر کا خیال کون رکھے گا؟ میں پیٹ کہاں بھروں گا؟" اس کے ساتھ جنت کو بھی تیاریاں کرتے دیکھ کر وہ جز بز ہو کر کہہ اٹھا۔

"جوان جہان لڑکی کو اکیلے گھر میں کیسے چھوڑ جاؤں' محلے کے آوارہ لونڈے دن دیہاڑے ویسے ہی تاک میں رہتے ہیں' ذرا کوئی موقع ملا اور گل کھلنے میں دیر نہیں لگے گی۔ ایک نے تیری ضد پر کورٹ میرج کی ہے کہیں دوسری بھی ایسا نہ کرے۔"

"بک بک بند کر اپنی۔" وہ چڑ کر جھلا کر گویا ہوا۔

"ہاں ہاں تجھے میری باتیں بک بک ہی لگتی ہیں' جنت کے کرتوت اگر تجھے بتاؤں نہ تُو تو اسی وقت اس کا گلہ گھوٹ دے۔" وہ جنت کو گھورتی غصے سے بولی اور ہمیشہ کی اکبر گہرا سانس لیتا ہوا وہاں سے باہر نکل گیا۔

سب کچھ سنتی جنت کا دل بلکنے لگا' ایسا ہمیشہ ہوتا تھا چھوٹی ماں اس پر اسی طرح بہتان تراشی کرتی تھی اور ابا اس سے کوئی باز پرس کرنے کے بجائے اسی طرح سے سر جھکا کر گھر سے غائب ہوجاتا تھا۔ وہ دہری اذیت میں مبتلا ہوجاتی تھی اس کے دل میں یہی خواہش تھی ابا اسے مارے' غصہ کرے مگر پوچھے تو سہی اس کے دامن پر کہاں داغ لگا ہے؟ کسی مرد کی پرچھائیں بھی کبھی ارد گرد نظر آئی ہے اسے؟ پڑوسیوں نے صدف کے خلاف گواہیاں دی تھیں آج تک اس کے خلاف کسی نے کیوں انگلیاں نہیں اٹھائی۔ ابا کی خاموشی چھوٹی ماں کی نشتر زنی ایک جیسی ہی لگنے لگی تھی۔

"پھر اپنے کسی یار کے خیالوں میں کھوگئی جنم جلی۔" شریفہ نے پیچھے سے زوردار دھموکا اس کی کمر پر مارتے ہوئے کہا۔

"ارے وہ تو میری صدف تھی جو بڑے ٹھاٹ سے اپنے گھر کی ہوگئی' تیری جیسی کالی صورت والی کو کون قبول کرے گا؟ تُو اسی طرح ہماری چھاتی پر مونگ دلتی رہیو۔" وہ بڑبڑ کرتی آگے بڑھ گئی۔

❀......❀......❀

لمحوں میں تمام لوگ ہارون اور ادینہ کے ارد گرد جمع ہوگئے تھے۔ آگے بڑھ کر احسان صاحب نے اس کے ہاتھ سے پستول چھینا' اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی مگر سر کو بڑے جنونی انداز میں دیوار سے ٹکرانے لگا۔

"ہارون...... ہارون مائی سن!" انہوں نے اسے اس امر سے باز رکھنے کی سعی کی تو وہ ان کے ہاتھ جھٹک کر بپھرے لہجے میں گویا ہوا۔

"آپ لوگ ابوبکر کو مارنے نہیں دیں گے' مجھے تو مرجانے

دیجیے۔ سکون کو ترس گیا ہوں میں' زندگی جہنم لگنے لگی ہے مجھے۔ رحم کریں مجھ پر...... ترس کھائیں پاپا! مجھے مرجانے دیں یا خود ماردیں۔" ان کی گرفت جب اس پر کمزور نہ ہوئی تو وہ گویا تھک ہار کر اس سے لپٹ کر رونے لگا' بہت جذباتی منظر تھا۔ وہاں موجود نفیسہ بیگم اور رباب کے آنسو بھی گرنے لگے تھے جبکہ ادینہ تو پہلے ہی آنسوؤں کی برسات میں بھیگ رہی تھی۔

"کیسی بزدلی کی باتیں کررہے ہیں آپ' اگر موت ہی ہر مسئلہ کا حل ہوتی تو شاید کوئی زندہ ہی نہیں ہوتا بیٹا! پریشانی ومشکل کا سامنا کرکے ہی خود کو منوایا جاتا ہے' بہادری کی مثال قائم کی جاتی ہے۔" وہ اسے کسی بچے کی طرح سینے سے لگائے ہوئے تھے اور بیڈ پر لٹادیا تھا۔

"پاپا...... آپ جانتے ہیں نا اس کمینے انسان نے ادینہ کے ساتھ......"

"ہوں...... ہوں بیٹا...... ماضی کے زخموں کو مت نوچو' وہاں سوائے درد و تکلیف کے کچھ بھی نہیں ملے گا۔ لو یہ دوائی کھاؤ اور ریلیکس ہونے کی کوشش کرو' سب ٹھیک ہوجائے گا' بالکل بھی فکر نہ کرو۔" ادینہ سے دوائی لے کر انہوں نے اسے کھلائی اور سمجھانے لگے۔

"پاپا......" وہ ان کا ہاتھ تھام کر سرعت سے اٹھتے ہوئے گویا ہوا۔

"ابوبکر آپ کی بات مانتا ہے وہ آپ کو انکار نہیں کرسکتا' آپ اس کو کہہ دیں وہ یہاں سے چلا جائے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کہیں دور چلا جائے...... دفع ہوجائے ہماری زندگیوں سے جہاں اس نے آگ لگائی ہوئی ہے۔" اس پر شدید ہذیانی کیفیت طاری تھی۔

خالہ' رباب بیگم اور نفیسہ بیگم کو احسان صاحب کے اشارے پر باہر سے ہی لے گئے تھے انہیں معلوم تھا وہ رو رو کر اس کی جنونی کیفیت کو مزید ہوا دیں گی اور پھر معاملہ سنبھلنا مشکل ہوجائے گا اب بھی وہ اسے سمجھا رہے تھے۔

"پاپا...... وہ جب تک اس گھر میں ہے ادینہ محفوظ نہیں ہے' میں جانتا ہوں وہ اس گھر کو کیوں نہیں چھوڑ رہا ہے' وہ یہاں کیوں آتا ہے دراصل وہ ابھی تک ادینہ کے پیچھے ہے۔ اتنا کچھ ہونے کے بعد بھی وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آرہا ہے ہٹ دھرمی دیکھو اس کی۔" وہ ذہنی سکون کی دوائی کے زیر اثر آتا جارہا تھا۔

احسان صاحب اس کی کیفیت کو سمجھتے ہوئے اس کی ہاں میں ہاں ملارہے تھے۔ بیڈ کی دوسری طرف کھڑی ادینہ کسی مجسمے کی مانند کھڑی تھی۔

"میری بات سنو' ادھر آؤ میرے پاس۔" احسان صاحب کے جانے کے بعد وہ بند ہوتی آنکھوں کو نیم وا کرکے ادینہ سے گویا ہوا۔

"ادینہ...... ادینہ میری جان! تم مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گی نا؟" اس نے پوری شدت سے اس کا ہاتھ پکڑ کر دونوں ہاتھوں میں دبایا' جیسے ابھی اس کے چلے جانے کا خطرہ ہو۔

"میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی ہارون...... میں نے خود آپ کا انتخاب کیا تھا شادی کے لیے' آپ میری رضا مندی سے میرے لائف پارٹنر بنے ہیں۔" وہ آنسو پونچھتی ہوئی گلوگیر لہجے میں بولی۔

"ہوں ٹھیک ہے...... ٹھیک کہہ رہی ہو تم...... تم نے مجھے پسند کیا تھا' تم نے......" وہ کہتے ہوئے نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

❁......❁......❁

وقت کے کئی رنگ و روپ ہیں
بہار کا گنگناتا نغمہ...... خزاں کا اداس نوحہ
زندگی کی چمکتی دھوپ...... موت کا گمبھیر اندھیرا
نور بکھیرتی ہوئی صبح سحر...... ظلمت پھیلاتی ڈھلتی شام
ایک مسکراہٹ...... ایک سسکی
ایک قہقہہ...... ایک آہ
خوشی...... غم
وقت شجر کی مانند ساعت بہ ساعت اپنا پیراہن بدلتا رہتا ہے۔

"بیٹا...... بیٹا۔" رمضان بابا نے اندر آکر اسے آوازیں دی اور وہ بے حد انہماک سے اسکرین پر نظر آتے منظر کو دیکھ رہا تھا وہ اتنا محو تھا کہ ان کی آوازیں بھی نہ سنی تھیں۔ رمضان بابا نے بھی اسکرین کی طرف دیکھا اور جھرجھری لے کر رہ گئے۔

وہ انگلش مووی تھی جہاں ہیبت ناک منظر چل رہا تھا' بیڈ پر ایک انگریز عورت کی لاش تھی اس کے ہر طرف خون تھا اور ایک تنومند مرد ہاتھ میں پکڑی ایک کلہاڑی نما شے سے اس کے ٹکڑے کررہا تھا۔ اس کے چہرے پر ماسک تھا اور ماسک سے جھانکتی آنکھوں میں ازحد سفاکی و درندگی تھی' ان کی مارے خوف

کے گھگھی بندھ گئی۔

''بابا..... آپ؟'' عجیب وغریب آواز پر اس نے گردن موڑ کر دیکھا اور ان کے بدحواس چہرے و کانپتے وجود کو دیکھ کر قریب رکھی ٹیبل سے ریموٹ اٹھا کر اسکرین آف کی اور پھر گویا ہوا۔

''آیئے ادھر بیٹھیے۔'' اس نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب صوفے پر ہی بٹھالیا' وہ چند لمحوں کے بعد اپنی لرزش وخوف پر قابو پا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے پریشان کن لہجے میں کہنے لگے۔

''کس بری طرح اس بچی کو اس ظالم آدمی نے مارا ہے۔''

''وہ مووی ہے حقیقت نہیں۔'' وہ سنجیدگی سے کہہ اٹھا۔

''آپ بتایئے کیوں آئے ہیں؟'' لہجہ احترام سے نرم تھا۔

''وہ..... میں پوچھنے آیا تھا' کھانا نہیں کھا رہے تو چائے یا کافی بنالاؤں۔'' انہوں نے کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا۔

''کھانا میں نے ہوٹل سے کھایا تھا اور کولڈ ڈرنک پی تھی' آپ رہنے دیں مجھے کچھ نہیں لینا۔'' وہ قطعیت بھرے لہجے میں بولا۔

''ابوبکر بیٹے..... آپ کا یہ تکلف کہ یہاں سے کچھ نہ کھانا' کچھ نہ پینا اور رات گئے تک گھر آنا تاکہ سب لوگ سوچکے ہوں' مجھے ہی نہیں اماں بی کو بھی بہت دکھ دیتا ہے۔ آپ اس طرح تکلف نہ کیا کریں' یہ گھر جتنا ان لوگوں کا ہے اتنا ہی آپ کا بھی ہے میں گواہ موجود ہوں آپ کے ڈیڈی نے برابر کا پیسہ لگایا ہے اس بنگلے کی تعمیر میں۔'' ان کی آنکھوں میں ماضی کے وہ مناظر نمی بن کر تیرنے لگے تھے۔

''جی ہاں میں ہر معاملے سے بخوبی واقف ہوں' نانی نے ہر بات سے آگاہ رکھا ہے۔ میں اپنے باپ کا مال ان لوگوں کو ہضم کرنے نہیں دوں گا۔''

''میری آپ سے ایک التجا ہے اگر آپ وہ مانیں تو بہت اچھا ہوگا۔'' وہ ہچکچاتے ہوئے بولے۔

''جی جی آپ کہیے۔'' اس نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''میری صرف یہ عرض ہے بیٹا..... آپ جہاں بھی جایا کریں تو..... اماں بی کو اپنے ساتھ لے جایا کریں' وہ تنہائی میں روتی ہیں۔ احسان صاحب' خالد صاحب' نفیسہ بیگم' رباب بیگم اور بچے کوئی بھی ان کا خیال نہیں رکھتا' سب نے ان کو تنہا کردیا ہے۔'' وہ رندھی ہوئی آواز میں کہہ رہے تھے۔

''وائے..... کیوں کرتے ہیں وہ لوگ ایسا؟'' وہ مضطرب ہوا۔

''بس جی ان کی خواہش ہے وہ آپ سے نہ ملیں' یہاں آپ کی آمد پر پابندی لگادیں۔ دھکے مار کر آپ کو ہمیشہ کے لیے اس جگہ سے نکال دیں۔'' بابا کا مہینوں کا دل میں بھرا غبار نکل رہا تھا۔

''نانی جان ایسا کبھی نہیں کریں گی' یہ میں جانتا ہوں۔''

''وہ آپ کی خاطر ان لوگوں کو چھوڑ دیں گی بیٹا! بلقیس بہت لاڈلی اور چہیتی تھیں پھر اصغر صاحب بھی بہت نیک' ملنسار' ایثار پسند آدمی تھے' عزت کرتے تھے اور عزت پاتے تھے دونوں میاں بیوی۔'' ماضی کی پرچھائیاں آنکھوں میں نمک بن کر بہہ نکلی تھیں۔

وہ ان کے ایسے تکلیف دہ انکشافات پر بہت بے چین و پریشان ہوگیا تھا۔ آج سے قبل وہ اس بات سے ناواقف تھا کہ ان لوگوں کا رویہ نانی جان سے ایسا ہی رہتا ہے وہ سمجھتا تھا اس کی موجودگی میں وہ لوگ ان کے پاس آنے سے گریز کرتے ہیں مگر آج ہی معلوم ہوا کہ اس سے نفرت کی سزا وہ نانی جان کو مستقل دیتے ہیں۔ عجیب روپ ہیں نفرت کے بھی جو ہوتی ایک سے ہے مگر حصار میں اس ذات سے وابستہ لوگوں کو بھی لے لیتی ہے۔

''آج تو ایک نیا ہی تماشہ ہوا تھا ابوبکر بیٹے!'' بابا غیر ارادی طور پر اس کے قریب آکر گویا ہوئے' وہ چونک کر ان کی طرف دیکھنے لگا۔ ان کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کوئی غیر معمولی بات ہوئی ہے۔

''ہارون صاحب آپ کے جانی دشمن بن گئے ہیں۔''

''یہ بات آپ کو آج پتا چلی ہے؟'' اس کے انداز میں بے پروائی تھی۔

''ارے تو کیا آپ کو معلوم ہے' میرے منہ میں خاک بیٹے! ہارون صاحب آپ کی جان لینا چاہتے ہیں۔ آج تو وہ پستول بھی نکال کرلے آئے تھے وہ بھلا ہو احسان صاحب کا بہلا پھسلا کر ان سے پستول لی تھی۔'' رمضان بابا حیرانی سے اس کی شکل دیکھ رہے تھے' جہاں کوئی خوف' کوئی فکر نہ تھی بلکہ ایک عرصے سے اس کے وجیہہ چہرے پر جو سکوت کا پتھریلا موسم آکر جم گیا تھا وہاں ذرا بھی تو تبدیلی نہ آئی تھی۔

''یہاں کے لوگ میرے بارے میں کیا جذبے و سوچ رکھتے ہیں' سب سے میں بخوبی واقف ہوں' میں کسی کی پروا بھی

نہیں کرتا۔ مجھے کیئر صرف نانی جان کی ہے اگر آپ مجھے نہ بتاتے کہ ان لوگوں کا رویہ وسلوک ان کے ساتھ اتنا روڈ ہے پروا نہیں ان لوگوں کو میں نانی کو ہرگز ہرگز یہاں نہ چھوڑتا۔ مجھے یقین نہیں آتا وہ لوگ میرا بدلہ نانی سے کیوں لے رہے ہیں؟" وہ بڑبڑاتا ہوا وارڈروب کی طرف بڑھا' چہرے پر چھائی سنجیدگی زیادہ پتھریلی ہوگئی تھی۔

❁......❁......❁

اماں بی کے ہاتھ میں پکڑی تسبیح کے سفید چمکیلے دانے سست روی سے ایک ایک کر کے گر رہے تھے۔ دبیز عینک کے پیچھے سے ہلکی نم آنکھیں کچھ فاصلے پر بیٹھے دونوں بیٹوں اور بہوؤں پر فرداً فرداً پڑ رہی تھیں۔

بیٹوں نے کچھ احترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے گفتگو کا آغاز کیا' جبکہ دونوں بہوئیں کینہ توز نگاہوں سے وقتاً فوقتاً ساس کو گھور رہی تھیں۔

"بات کا مقصد یہ ہے اماں بی...... پانی اب سر سے اونچا ہو چکا ہے اگر اب بھی بند نہ باندھا گیا تو کچھ بھی نہیں بچے گا تباہی ہوگی۔ ناقابل تلافی نقصان ہوگا' اب جو کرنا ہے آپ کو ہی کرنا ہے۔" احسان نے ان کی جانب دیکھتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔

"اماں بی...... اس طرح خاموشی سے کام نہیں چلے گا' آپ کی اس مجرمانہ خاموشی سے ہی ابوبکر کو شہہ ملتی ہے وہ گناہ گار ہوتے ہوئے بھی بلاخوف وڈر کے ہر جگہ گھومتا پھرتا ہے۔ اس کا کردار آپ نے بھی دیکھ لیا' وہ کس طرح کے بدقماش وبگڑے آوارہ لوگوں کی محفلوں میں بیٹھتا ہے' یہ سب آپ کو معلوم ہے۔ اس گھر کی امن وسکون اسی میں ہے کہ آپ ابوبکر کو کہہ دیں وہ یہاں نہ آیا کرے۔" اماں بی نے کوئی جواب نہ دیا' وہ خاموش تھیں اور خاموشی سے تسبیح کے دانوں کے ساتھ ساتھ آنسو بھی گرتے جا رہے تھے۔

"یہ بھی خوب ہے بھابی جان...... جب بھی ان سے اس لوفر کی بات کی جاتی ہے یہ اسی طرح سے مگر مچھ کے آنسو بہانے بیٹھ جاتی ہیں اور بات وہیں کی وہیں ختم ہو جاتی ہے۔ یہ تو کوئی بات ہی نہ ہوئی نا۔" رباب ہاتھ چلاتی ہوئیں اماں بی کو گھورتی قریب بیٹھیں نفیسہ سے بولیں۔

"بات اب اس طرح ختم نہ ہوگی' یہ مسئلہ بن گیا ہے میرے بیٹے ہارون کی زندگی کا' آج تو سب جمع تھے کل کو کوئی نہ ہو اور ابوبکر کو دیکھ کر ہارون نے گولی ماردی تو پھر......"

"گولی...... یہ کیا بات کر رہی ہو بہو! کیسی گولی......؟" ان کی بات قطع کر کے اماں بی بدحواس ہو کر گویا ہوئی۔

"بلٹ کی بات کر رہی ہے نفیسہ' اماں بی اگر میں عین موقع پر نہیں پہنچتا تو نامعلوم کیا سے کیا ہو گیا ہوتا گھر میں۔" احسان کے لہجے میں بھی سرد مزاجی در آئی تھی۔

اماں بی کی تسبیح پر حرکت کرتی انگلیاں رک گئیں' وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان کو دیکھ رہی تھیں۔ ایک درد تھا بائیں شانے کی جانب بڑھنے لگا تھا انہیں سانس لینا دشوار لگنے لگا۔

"بس اب اللہ ہی خیر کرے' ہارون کے دماغ میں ابوبکر کو مارنے کا خیال سما گیا ہے اور سب جانتے ہیں وہ بچپن سے ہی اپنی ضد کا پکا ہے جو چاہتا ہے وہ کر کے ہی دم لیتا ہے اور اب جب تک وہ اس کو مار نہیں دے گا سکون سے بیٹھنے والا بھی نہیں ہے۔"

"بہو خاموش رہو...... کیسی منحوس باتیں......" وہ تڑپ کر گویا ہوئی تھیں مگر بائیں طرف بلند ہوتی درد کی لہر نے انہیں کٹے ہوئے درخت کی مانند زمین بوس کر دیا تھا۔

❁......❁......❁

ہارون کچھ دیر بعد ہی ٹیبلٹس کے زیر اثر بے خبر سو گیا تھا۔ ادینہ نے نرمی سے اس کے مضبوط ہاتھوں میں دبے اپنے کومل ہاتھ کو نکالا جو شدت سے دبنے کی وجہ سے بے تحاشہ سرخ ہو گیا تھا۔ دودھیا رنگت میں سرخی خاصی نمایاں تھی۔ وہ اٹھی اور ہارون کو کمبل سینے تک اوڑھا کر لائٹ آف کر کے نائٹ بلب روشن کیا' کھڑکی بند کرنے کے لیے آگے بڑھی تھی کہ سامنے لان میں مصنوعی جھیل کو دیکھ کر وہ چونک کر رک گئی' چند لمحے بنا پلکیں جھپکے کلرڈ اسٹونز کے گرتے پانی کے آبشار کو دیکھتی رہی تھی' پانی اتنی شدت سے جھیل میں گر رہا تھا کہ آس پاس گرتی پانی کی چھینٹوں نے تیز بوندوں کی صورت اختیار کر لی تھی۔ جھیل میں گلابی اور پیلے کنول کے بڑے بڑے پھول سبز پتوں کے ہجوم میں تیر رہے تھے۔ ازحد دلفریب وخوب صورت منظر تھا مگر وہ گرتی بوندوں و بہتے پانی کے بہاؤ میں بہتی بہت دور نکل گئی۔

موسم ایک ہفتے سے ہی ایسا ابر آلود ہو رہا تھا' روز گہرا ابر آسمان پر چھا جاتا تھا' ہلکی پھلکی پھوار پڑتی تیز ہوا چلتی اور بارش غائب...... لیکن آج ایسا کچھ نہیں ہوا وہ حسب معمول شیما کے ساتھ کالج چلی آئی تھی اور آخری پیریڈ کے بعد سیاہ بادل مست

ہاتھیوں کی مانند جھومتے ہوئے آئے اور ان کا ساتھ گھن گرج نے بھی دیا پھر وہ کہتے ہیں ناجو بادل گرجتے ہیں وہ برستے نہیں ہیں۔ آج بادلوں کی یہ مثال بھی غلط ثابت ہوئی تھی' بادل گرج بھی اور برس بھی خوب رہے تھے۔ وہ کالج سے نکلیں تو بارش کی تیز بوندوں نے انہیں چونکا دیا تھا۔ انہوں نے تقریباً بھاگتے ہوئے قریبی بس اسٹاپ کے شیڈ کے نیچے پناہ لی۔

''اُف' بڑی تیز بارش ہے یہاں کوئی کنوینس بھی نہیں ہے۔ سڑکیں دور تک سنسان ہے' سیل فون سے بھی رابطہ نہیں ہو رہا۔'' ادینہ نے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے پریشانی سے کہا تھا۔

''گھر پر بھی سب پریشان ہو رہے ہوں گے' خاصا ٹائم گزر چکا ہے۔'' ثیما نے رسٹ واچ دیکھتے ہوئے فکرمندی سے کہا تھا اور اسی لمحے دور سے کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹس چمکتی ہوئی دکھائی دیں تو ادینہ نے تیزی سے ہاتھ ہلانا شروع کردیا تھا۔ وہ گاڑی کو رکنے کا اشارہ کررہی تھی' چند سیکنڈ بعد وہ گاڑی وہاں آ کر رک گئی تھی۔ وہ گھبرا کر پیچھے ہٹی اس لیے کہ وہ ٹیکسی نہیں کار تھی۔

''اوہ یہ ٹیکسی نہیں پرائیوٹ کار ہے' میں تو ٹیکسی سمجھ رہی تھی۔'' اس نے ثیما کے کان میں سرگوشی کی تھی۔

''فرمائیے' میں آپ کی کیا مدد کرسکتا ہوں۔'' ڈرائیونگ ڈور کا شیشہ نیچے کر کے نوجوان نے شائستگی سے پوچھا تھا' لیکن دونوں سے کوئی جواب نہ بن پڑا تھا وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئی۔

''میں آپ کی کیا مدد کرسکتا ہوں مس......!'' اس کی نگاہیں سراسیمہ نظر آنے والی ادینہ پر تھیں جو اضطراری انداز میں گلابی ہونٹوں کو دانتوں سے کچل رہی تھی' شیڈ میں ہونے کے باوجود بارش کی تیز بوچھاڑ ان کے ملبوس کو بھگو رہی تھی۔ وائٹ دوپٹے انہوں نے اپنے گرد لپیٹے ہوئے تھے۔

''آپ نے مجھے روکا ہے بتائیے' میں کیا خدمت کرسکتا ہوں آپ کی؟'' اس نے کار سے نکلتے ہوئے چھتری کھول کر تان لی تھی پھر ان کے قریب آ کر نرم و شائستہ لہجے میں استفسار کرنے لگا۔

''سوری بھیا! دور سے آتی آپ کی کار ہمیں ٹیکسی معلوم ہوئی تھی' اس لیے اس نے آپ کو رکنے کا اشارہ کیا تھا' ہم معذرت چاہتے ہیں۔ آپ جاسکتے ہیں۔ آپ کو خواہ مخواہ تکلیف ہوئی' آپ کا وقت ضائع ہوا میں اس کی معافی چاہتی ہوں۔'' ثیما نے حسب عادت تفصیلی بات کی تھی۔

''ماشاء اللہ! آپ کی فرینڈ کی آنکھیں تو بڑی بڑی ہیں اور چہرے سے بھی خاصی ذہین لگ رہی ہیں...... میرا مطلب ہے انہیں تو آسانی سے نظر آسکتا تھا کہ ٹیکسی ہے یا کار اور میری کار کا رنگ بھی بلیو ہے' جو دور سے نظر آتا ہے آپ کی فرینڈ نے جان بوجھ کر روکا ہے۔'' اس کا لہجہ بالکل سنجیدہ تھا مگر وجیہہ چہرے پر چمکتی براؤن آنکھوں میں شوخی و شرارت ستاروں کی مانند چمک رہی تھی۔ ادینہ پر اس کے منہ سے نکلے یہ الفاظ ''جان بوجھ کر'' بجلی بن کر گرے تھے۔

''کیا کہا آپ نے...... جان بوجھ کر؟ ہونہہ میں کیوں جان بوجھ کر آپ کو رکنے کا اشارہ کروں گی' میرا آپ سے کیا تعلق؟''

''جی ہاں' یہی بات ہے...... تعلق بنانے کے لیے ہی آپ نے......''

''اپنا منہ بند رکھو مسٹر......!'' وہ اس بات کی قطع کر کے کہنے لگی۔

''مسٹر ابوبکر...... میرا نام ابوبکر ہے' پیار سے بھی ابوبکر کہتے ہیں اور......'' پھر اس کے غصے سے بگڑتے چہرے کو دیکھتے ہوئے خوف زدہ ہونے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''غصے سے بھی ابوبکر ہی کہتے ہیں۔''

''آپ کو کچھ بھی کہتے ہیں' ایکس وائی زیڈ...... آئی ڈونٹ کیئر...... جب آپ سے کہہ دیا ہم سے غلطی ہوگئی' آپ کی کار ہم نے ٹیکسی سمجھ کر روکی تھی اب آپ ہماری معذرت قبول کریں اور جائیں یہاں سے۔'' اس کی شوخی و شرارت نے اس کے اندر غصے کے شرارے بھڑکا دیئے تھے وہ غصے سے آگ بگولہ ہو کر گویا ہوئی۔

''اوکے...... میں نے آپ کی معذرت قبول کی' قبول کی...... قبول کی۔ اب آپ بھی میری دعوت قبول کیجیے' آئیں میں آپ کو ڈراپ کردوں گا جہاں آپ کہیں گی۔'' اس کے انداز پر ثیما کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی اور وہ بھی مسکراہٹ ضبط نہ کرسکی۔

''نہیں شکریہ' ہمیں لفٹ لینا پسند نہیں ہے ابھی کچھ ہی دیر میں ہمیں رکشہ یا ٹیکسی مل ہی جائے گی' آپ کی آفر کا بے حد شکریہ۔'' ادینہ لحہ بہ لحہ خراب ہوتے موسم کے تیور دیکھتے ہوئے خوف زدہ تو بے تحاشہ ہو رہی تھی۔ لیکن اس پر ظاہر کرنا بہتر نہیں سمجھا تھا۔

''پلیز آپ لوگ مجھ پر بھروسہ کریں' میں آپ کو بحفاظت

آپ کی منزل تک پہنچادوں گا' موسم کے تیور آپ کی فرینڈ کی طرح بگڑتے جارہے ہیں۔" وہ سنجیدہ ہوتے ہوئے بھی شرارت کرگیا۔

"ہم آپ پر کس طرح بھروسہ کرلیں' آپ کیا ہمارے چچا کے بیٹے ہیں؟"

"رکشہ یا ٹیکسی والا کیا آپ کے چچا کا بیٹا ہوگا؟ غیروں پر اتنا بھروسہ ہے آپ کو اور مجھ پر آپ اعتبار کرنے کو تیار ہی نہیں ہیں' حد ہوتی ہے بے رخی کی بھی۔"

"ادینہ! ابوبکر کی بات بالکل درست ہے یہ بارش رکنا تو درکنار کم ہوتی بھی نظر نہیں آرہی۔ ابھی تک کوئی رکشہ ٹیکسی نہیں آئی ہے اور کیا پتا اب آئے بھی یا نہیں۔ ہم کب تک یہاں کھڑے رہیں گے' گھر والے علیحدہ پریشان ہورہے ہوں گے ابوبکر بھائی شریف انسان لگ رہے ہیں ہمیں ان سے لفٹ لے لینی چاہیے۔" شیما نے موسم کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے آہستگی سے کہا تھا۔

"ہونہہ! شریف...... کچھ دیر میں ہی دیکھو کس طرح کمبل ہورہا ہے۔"

"تم بھی تو خوامخواہ الجھ رہی ہو ان سے وگرنہ بہت نائس پرسن ہیں۔"

"پلیز جلدی فیصلہ کیجیے' میری نانی انتظار کررہی ہوں گی۔" وہ رسٹ واچ دیکھتا ہوا کہہ رہا تھا۔ شیما اس پر مکمل اعتماد و بھروسہ کرچکی تھی کہ اس کی پرخلوص شوخی و بے ضرر مسکراہٹ اور باتیں کرنے کا انداز بتارہا تھا وہ کسی طور بھی دھوکہ دینے والا شخص نہیں ہے مگر ادینہ مان کر نہیں دے رہی تھی۔

"ایسے موسم میں آپ لوگوں کو کالج آنا نہیں چاہیے تھا' آپ خاصی بے وقوف اور ضدی لگتی ہیں' خیر اس میں آپ کا قصور بھی نہیں ہے۔" وہ شیما کو راضی اور ادینہ کو انکار پر قائم دیکھ کر سنجیدگی سے گویا ہوا۔ "کالج کی لڑکیاں عموماً اسٹوپڈ ہوتی ہیں' دماغ کے بجائے دل سے فیصلہ کرتی ہیں مگر...... میں سب گرلز کو نہیں کہہ رہا ہوں' فقط چند ہوتی ہیں آپ کی طرح سرپھری۔ اب دیکھیں نا چھٹی کے بعد تمام گرلز جاچکی ہیں آپ ہی نامعلوم کہاں ٹائم ویسٹ کرتی رہیں۔" وہ سنجیدہ تھا۔

"لائبریری میں ٹائم کا پتا ہی نہ چل سکا۔" شیما شرمندگی سے بولی۔

"آپ تو بہت قابل اور جینئس گرل لگتی ہیں' سمجھ گیا ہوں دیر بھی آپ کی فرینڈ کی وجہ سے ہی ہوئی ہے۔" اس کی نگاہیں ادینہ کے چہرے پر ہی پڑرہی تھیں جو غصے سے کبھی سرخ ہوتا تو کبھی گلابی ہوجاتا تھا اور اس کا ہر انداز ایک سحر انگیزی لیے ہوئے تھا اور وہ حسن کا شیدائی فدا ہوکر رہ گیا تھا اور شیما اس کی باتوں پر مسکرائے جارہی تھی اور ادینہ جل کر خاک ہورہی تھی۔

"پھر کیا خیال ہے آپ کا؟ بارش کے تیور بہت جارحانہ ہیں جلدی نرم پڑنے والے نہیں۔ میں ایک شریف آدمی ہوں آپ نے روکا اور میں رک گیا' میرے بعد اگر آپ نے کسی کو روکا اول تو وہ رکے گا ہی نہیں اور اگر رک گیا تو کیا گارنٹی ہے کہ وہ کوئی شریف اور اچھا انسان ہی ہو کوئی چور بدمعاش نہ ہو۔"

"پلیز ادینہ! چلی چلو نہ...... کیوں ٹائم ویسٹ کررہی ہو' بارش دیکھو کس قدر تیز ہورہی ہے اور ہمارے کپڑے بھی کتنے بھیگ گئے ہیں۔" وہ اس کی منت کرنے لگی۔

"ویری گڈ! پرائیوٹ کار میں آپ بیٹھتے ہوئے ڈر رہی ہیں کہ کہیں میں آپ کو بھگا کر نہ لے جاؤں اگر ٹیکسی یا رکشے والا اغوا کرکے لے گیا تو پھر......؟" وہ ادینہ کو اپنے موقف پر ڈٹے ہوئے دیکھ کر قدرے جھلا کر گویا ہوا۔

"جیسے آپ کی مرضی' اس سے زیادہ میں آپ کو فورس نہیں کرسکتا' جارہا ہوں میں۔" وہ سنجیدگی سے کہتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا' شیما نے گھبرا کر ادینہ کی طرف دیکھا تھا۔

"کیوں اپنی جان کے ساتھ ساتھ میری جان کی بھی دشمن بنی ہوئی ہو۔"

"بات جان کی نہیں' عزت کی ہے اگر عزت کی چادر پر ایک بار داغ لگ جائے تو دنیا کے تمام سمندروں کا پانی بھی اس داغ کو نہیں دھوسکتا۔" اس کا لہجہ باوقار و ضبوط تھا' ابوبکر کار میں بیٹھ چکا تھا۔

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو ادینہ! اس اندھیرے اور برستی برسات میں ہم اسی طرح کھڑے رہے تو نہ جان رہے گی اور نہ ہی عزت۔ قسمت سے ایک فرشتہ نما انسان اللہ نے ہماری مدد کے لیے بھیج دیا ہے' اگر تمہیں آنا ہے تو آجاؤ میں جارہی ہوں' مجھے نہیں مرنا ہے یہاں۔" اس کی بلاوجہ کی ضد و انا کی جنگ میں وہ خود کو بچاتی کار کی طرف بڑھ گئی تھی' ادینہ بھی کوئی ناسمجھ و نادان نہ تھی۔ وہ بھی حالات و مواقع کی نزاکت کو بخوبی بھانپ گئی تھی مگر ایک تو اس شخص کی شوخ نگاہیں و چرب زبانی اور چڑانا اسے غصہ دلا گیا تھا۔

"ادینا آجاؤ پلیز...... آنٹی انکل پریشان ہورہے ہوں گے، پلیز۔" وہ جاتے ہوئے پلٹ کر آئی اور اس کا ہاتھ تھام کر گویا ہوئی تھی اور وہ بھی ہونٹ دانتوں سے کچلتی اس کے ساتھ کار میں بیٹھ گئی تھی۔

ابوبکر نے خوش دلی سے ان کو ویلکم کہا تھا اور راستے بھر میں شیما سے، بہن بھائی کا رشتہ بھی قائم ہوچکا تھا البتہ وہ نگاہیں جھکا کر بیٹھی رہی تھی۔ ہوا کا تیز جھونکا ماضی کی بھول بھلیوں سے کھینچ لایا تھا اس نے گہری سانس لے کر کھڑکی بند کی تھی اور بیڈ کی طرف بڑھ گئی تھی۔

❁......❁......❁

صدف کے دماغ آسمان پر پہنچے ہوئے تھے شریفہ نے جاتے ہی اس کی بلائیں لینی شروع کردی تھیں کئی لمحوں تک اسے سینے سے لگائے بیٹھی رہی تھی۔ جنت بھی اس سے ملنے کے لیے آگے بڑھی تو وہ نخریلے لہجے میں بولی۔

"ابھی اماں نے بھینچ بھینچ کر میرا بُرا حال کردیا ہے تم تو بھئی دور ہی رہو ویسے ہی میں اس حال سے ہوں۔" وہ سکون سے لیٹ گئی۔

"ہاں ہاں ٹھیک کہہ رہی ہے صدف...... تم جاکر ذرا باورچی خانے کی خبر لو بہت بھوک لگی ہے موئے ریل کے سفر نے ہڈی ہڈی ہلا کر رکھ دی ہے۔ مجھے تو ابھی بھی ایسا ہی لگ رہا ہے جیسے ریل چل رہی ہے۔" شریفہ نے اس کی جانب دیکھے بنا ہی کہا۔ وہ جو صدف کی بے رخی پر شرمندہ سی کھڑی تھی ایک دم ہی ڈھیر سارا نمکین پانی اس کی آنکھوں میں جمع ہونے لگا تھا۔

کچھ لوگ پتھر ہوتے ہیں، جن پر جدائی دل کا گداز پن پیدا نہیں کرتی...... وہ گزرتے وقت کے ساتھ سخت ہوجاتے ہیں۔ صدف بھی ان پتھر دل لوگوں میں شمار ہوتی تھی، جنت کا دل سات ماہ بعد اسے دیکھ کر برف کی مانند پگھلنے لگا تھا اور اس نے ایک ہی وار میں اس کے محبت بھرے دل کو کچل ڈالا تھا۔ رخ پھیر کر چپکے سے اس نے آنسو صاف کیے اور آگے بڑھ گئی تھی، باورچی خانہ تلاش کرنے کی نوبت ہی نہ آئی تھی کہ وہ صدف کے دل کی طرح چھوٹا اور تنگ تھا۔ ساٹھ گز کے اس مختصر سے سرخ اینٹوں سے بنے گھر میں ایک کمرہ اسٹور، صحن اور وہیں ایک کونے میں کچن تھا۔

پڑوس میں لگے کئی درختوں کی شاخیں اس طرف جھکی ہوئی تھیں اور ان سے جھڑتے پتوں نے صحن کے سرخ فرش کو گندہ کیا ہوا تھا۔ چھوٹا سا کچن گندے برتنوں سے اٹا ہوا تھا اور ان پر چپکے مکھیوں کے غول دعوت اڑا رہے تھے شاید اس کی آمد کی خبر ملتے ہی صدف نے برتن دھونے کی زحمت نہ کی تھی اور گرد و پتوں سے اٹا ہوا گھر بھی یہی گواہی دے رہا تھا۔ وہ اندر داخل ہوئی تھی اور دیگچی میں پانی گرم کرنے رکھ دیا تھا۔ پانی گرم ہونے تک وہ گھر کی صفائی ستھرائی سے فارغ ہوچکی تھی جبکہ اماں بی صدف کے پاس ہی لیٹ کر سوگئی تھیں اور صدف بھی ماں کا ساتھ دے رہی تھی۔ کچن کی حالت سدھارنے میں اسے ایک گھنٹے سے زائد کا وقت لگا تھا اس سے فارغ ہوکر وہ مغرب کی نماز ادا کرنے اسٹور کے ایک حصے میں کھڑی ہوگئی تھی کیونکہ ابھی صدف کے شوہر نے فون کرکے اطلاع دی تھی کہ وہ کھانا لے کر آرہا ہے پھر گھر میں پکانے کے لیے کچھ بھی نہ تھا۔

"ارے...... یہ گھر تو جنت کی مانند خوب صورت لگ رہا ہے، ہم تو ڈر گیا تھا کہ کسی اور کے گھر میں تو نہیں آ گیا۔ مگر تم کو دیکھا تو یقین آ گیا یہ تو اپنا ہی گھر ہے۔" وہ نماز پڑھ کر اٹھ رہی تھی جب باہر سے بہروز خان کی خوشی و حیرت کی ملی جلی آواز سن کر وہیں رک گئی۔

"آج سے پہلے تو تم نے کبھی گھر کو اس طرح چمکایا نہیں تھا، آج اپنی ماں اور بہن کے آنے کی خوشی میں گھر کو چاند کی طرح روشن کردیا۔"

"کھانا دو ادھر۔" اس نے غصے سے اس کے ہاتھ سے شاپر جھپٹتے ہوئے کہا۔

"ارے ہم تعریف کرتا ہے، تم غصہ کرتا ہے...... کیا ہوا ہے؟" وہ منہ پھاڑ کے تعجب سے اسے دیکھتا ہوا گویا ہوا۔

"فالتو بات چھوڑو، اندر جاؤ اماں کب سے تمہارا انتظار کررہی ہیں۔" وہ بگڑے موڈ کے ساتھ کچن کی طرف بڑھ گئی۔

"یہ لو کھاؤ......" اس نے ٹرے لاکر اس کے آگے پٹخی۔

"اور سنو، بہروز سے فری ہونے کی ضرورت نہیں اس کی موجودگی میں یہاں سے کام کے علاوہ ہرگز نہ نکلنا، سن لو کان کھول کر۔" وہ اسے وارننگ دیتی ہوئی چلی گئی تھی، جنت نے ٹرے کی طرف دیکھا تھا۔ چپلی کباب، نان اور پانی کی بوتل یہ رات کا کھانا تھا دو کباب ایک نان پر مشتمل کباب جل کر سیاہ ہورہے تھے جن کو حلق سے اتارنا ہی کسی امتحان کے مترادف تھا وہ چھوٹے چھوٹے لقمے کھانے لگی۔

ویسے بھی وہ بچپن سے تنہا کھانے کی عادی تھی، ابا نے بھی

اسے ساتھ کھلانے کے لائق نہ سمجھا تھا پھر سوتیلی ماں اور بہن سے کیوں توقع رکھتی۔ وہ لوگ صحن میں ہی کھانا کھا رہے تھے ان کے ہنسنے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ بہروز ساس کے سامنے خوب بچھا جارہا تھا اور شریفہ بیٹی کے چاؤ چونچلوں میں لگی ہوئی تھی' باہر خوشیاں تھیں اور اندر وحشت و سناٹا۔

❁.......❁.......❁

عجیب قحط پڑا ہے اب کے سال اشکوں کا
کہ آنکھ تر نہ ہوئی خون میں نہا کر بھی

بروقت طبی امداد سے نانی جان ہارٹ اٹیک سے بچ گئی تھیں' ایک ہفتے بعد ہسپتال سے ڈسچارج ہو کر گھر آئیں تو ابوبکر نے انہیں اپنے ساتھ چلنے کا کہا تھا' وہ سن کر مسکرا کر گویا ہوئیں۔

''کہاں لے کر جاؤ گے مجھے بیٹا؟ تمہارا اپنا کوئی ایک ٹھکانہ نہیں ہے۔''

''آپ جہاں کہیں گی میں آپ کے ساتھ وہیں رہوں گا کہیں نہیں جاؤں گا لیکن یہاں آپ کو تنہا نہیں چھوڑوں گا۔'' وہ ان کا سر دبا رہا تھا۔

''میں یہاں تنہا کیوں ہوں' سب لوگ ہیں گھر میں۔''

''نانی جان! ہسپتال میں ماموؤں کے علاوہ کوئی بھی دیکھنے نہیں آیا آپ کو' میں آپ کو اب کسی قیمت پر یہاں رہنے نہیں دوں گا۔'' اس کے لہجے میں پیار بھری قطعیت تھی۔

ایسے لاڈ' ایسے مان کی ان کو اپنے بیٹوں سے امید تھی جو ماں کو بھلائے اپنی بیوی و بچوں میں کھو گئے تھے۔ ہسپتال میں بھی وہ چند لمحوں کے لیے آتے تھے۔

''کیا سوچ رہی ہیں نانی جان...... انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔'' وہ انہیں سوچوں میں گم دیکھ کر گویا ہوا انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے قریب بٹھاتے ہوئے شفقت سے کہا۔

''ابوبکر...... مجھے یہیں ایک طرف پڑا رہنے دو' میں بیمار عورت ہوں' دن و رات کب میری طبیعت بگڑ جائے کچھ خبر نہیں وقت کی۔ تم پر تو میں بوجھ بن جاؤں گی بیٹا۔ تم یہاں کیوں نہیں رہتے؟ یہ تمہارا بھی گھر ہے' میں تمہیں اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھنا چاہتی ہوں۔ تم باہر ہوتے ہو میری بے کلی و بے چینی بڑھتی رہتی ہے۔''

''میں یہاں رہ کر گھر میں کوئی بدمزگی نہیں چاہتا' لوگوں کو ویسے بھی بہت سے اختلافات و اعتراضات ہیں میری ذات سے جن کو مزید بڑھانا نہیں چاہتا۔'' اسی دم رمضان بابا چائے کی ٹرے لیے آئے تھے۔

''کشمیری چائے بنائی ہے میں نے' اماں بی کو بہت پسند ہے اور آپ کو بھی۔'' وہ مگ اماں بی کے بعد اس کو تھماتے ہوئے بولے۔

''شکریہ بابا! آپ ہمیشہ یونہی خیال رکھتے ہیں ہمارا۔''

''یہ میرا فرض ہے اماں بی نے اپنی اولاد کی طرح میرا خیال رکھا ہے' بہت کم عمری میں' میں نے اس گھر سے محبت پائی ہے۔''

''بابا...... آپ بھی اپنا سامان پیک کرلیں اور کسی ملازمہ کو کہہ کر نانی کا سامان بھی پیک کروائیں' ہم آج رات کی فلائٹ سے مری جارہے ہیں۔'' وہ چائے پیتے ہوئے اپنے مخصوص سنجیدہ لہجے میں بولا۔

''جی بہتر بیٹا۔'' وہ سر ہلاتے ہوئے باہر نکل گئے تھے اماں بی نے کچھ بولنا چاہا تو وہ نرمی سے گویا ہوا۔

''آپ کو کوئی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے میں آپ کے لیے گورنس کا بندوبست کردوں گا جو آپ کی کیئر کرے گی۔'' نانی کو سمجھانا بڑا مشکل تھا کہ ان کو اس کے ساتھ جانے پر کوئی اعتراض نہ تھا بس وہ اس خوف میں مبتلا تھیں کہ رات میں ان کی طبیعت خراب ہوئی تو اسے پریشانی ہوگی ان کو دمے کی شکایت تھی لیکن وہ بھی مشکل پسند تھا۔ اپنی ضد کا پکا' جو سوچتا وہ کرکے دم لیتا تھا' ان کو ساتھ لے جانے پر راضی کرکے ہی چین لیا۔

نانی نے مری جانے کی بجائے اپنی زمینوں پر جانا پسند کیا تھا جو ایبٹ آباد میں تھیں اور جب تک ان کے شوہر زندہ رہے وہ ان کے ہمراہ اکثر وہاں قیام کرنے جایا کرتی تھیں اب بھی انہوں نے اسی جگہ کا انتخاب کیا تھا۔

❁.......❁.......❁

ان کے جانے کے بعد گھر میں زبردست جشن منایا گیا تھا سب لوگ بے حد خوش تھے۔ ہارون نے ڈانس پارٹی کی تھی' ادینہ نے بھی خوب اس کا ساتھ دیا تھا وہ بھی آج آزادی محسوس کررہی تھی۔ ابوبکر نام کی تلوار جو ہر وقت سر پر لٹکی رہتی تھی آج اس سے خلاصی حاصل ہوئی تھی۔ اس پارٹی میں رشتہ داروں کو مدعو نہ کیا گیا تھا' سب کے دوست ہی انوائٹ کیے گئے تھے۔ لڑکیوں نے اپنی کالج فرینڈز کو بلایا تھا وہ ان کے ہمراہ ہلہ گلہ کرنے میں مصروف تھیں۔ نفیسہ بیگم اور رباب سوسائٹی کی بیگمات میں بیٹھیں اپنے میکوں کی بڑائیاں کررہی تھیں' مرد

حضرات سیاست کے ساتھ ساتھ کاروبار کے اپ ڈاؤن کی گفتگو میں مصروف تھے اور ہارون' رباب کی بہن وردہ اور ادینہ کے ساتھ باتوں میں مگن تھا۔ ملازمین مشروبات مہمانوں میں تقسیم کر رہے تھے' کھانے کا آرڈر ایک اچھے ریسٹورنٹ کو دیا گیا تھا جو تیار ہو کر آ چکا تھا۔

"تھینکس گاڈ! وہ ڈیول یہاں سے دفع ہوا' اس کی وجہ سے میں نے یہاں آنا ہی چھوڑ دیا تھا حالانکہ رباب آپی کتنی مرتبہ خفا ہوئی ہیں میرے یہاں نہ آنے پر۔ لیکن میں نے ان کی ناراضگی کی پروا نہیں کی اور یہی کہا جب تک وہ ڈیول اس گھر میں ہے میں آنے والی نہیں ہوں۔"

"دیکھ لو' آج اللہ نے تمہاری سن لی' وہ دفع ہو گیا یہاں سے۔" وردہ کی بات پر وہ مسکراتا ہوا گویا ہوا۔

"آف کورس...... تب ہی تو میں یہاں دکھائی دے رہی ہوں۔" اس کے ساتھ وہ دونوں بھی ہنس پڑے۔

"سچ بات تو یہ ہے وردہ! اس کو اور دادو کو بھگانے میں سارا کریڈٹ رباب آنٹی کو ہی جاتا ہے انہوں نے بہت ناروا سلوک رکھا ان کے ساتھ۔"

"آخر وہ سسٹر کس کی ہیں؟" وہ اپنی طرف اشارہ کر کے گویا ہوئیں۔

"مان گئے بھئی۔" وہ ہنس پڑے ادینہ صرف مسکرا کر رہ گئی۔

"تم دونوں گپ شپ کرو' میں دیکھتا ہوں ڈنر کا کیا انتظام ہے۔" وہ کہہ کر چلا گیا وردہ نے اس کی طرف دیکھا بلیک اور سلور کلر کے فراک میں وہ ہم رنگ جیولری اور میک اپ کیے بہت حسین لگ رہی تھی۔ میرون لب اسٹک سے سجے ہونٹ بات بے بات مسکرا رہے تھے مگر ہونٹوں کا ساتھ آنکھیں نہیں دے رہی تھیں جن میں عجیب وحشت بھری اداسیاں تھرک رہی تھیں۔

"سب سے زیادہ خوشی تمہیں ہوئی ہو گی ابوبکر کے جانے سے ہے نا؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے عجیب لہجے میں بولی۔

"ہاں۔" اس کا لہجہ سادہ تھا مگر وردہ معنی خیزی سے گویا ہوئی۔

"تم ایک بات سچ سچ بتاؤ گی ادینہ......"

"ہوں پوچھو؟" اس نے چونک کر جواب دیا۔

"تم ہارون کے ساتھ خوش ہو؟"

"یہ کیسا سوال ہے؟" وہ غصے سے بولی۔

"تم اور ابوبکر پہلے ایک دوسرے کو پسند......؟"

"شٹ اپ' بکواس بند کرو اپنی' میں اس کا نام بھی سننا پسند نہیں کرتی۔" وہ وہاں سے اٹھی اور کسی کی بھی پروا نہ کرتے ہوئے اپنے کمرے میں آ گئی اور سینڈل سمیت اوندھی بیڈ پر لیٹ کر رونے لگی۔

وردہ کی بات نے اس کے اندر ایک بھونچال سا پیدا کر دیا تھا' ایک آگ تھی جو اسے جلانے لگی تھی۔ ماضی کی زنجیر کی ایک ایک کڑی ٹوٹ کر بکھرنے لگی تھی۔

کار اسٹارٹ ہوئی اور موسم پہلے سے زیادہ شدت اختیار کر گیا گرج چمک بارش لگتا تھا بجلی کسی لمحے ٹوٹ کر گاڑی پر گر جائے گی' دونوں لڑکیوں کا خوف سے بُرا حال تھا۔ وہ بھی ان کی حالت دیکھ کر سنجیدہ ہو گیا تھا' سارے راستے صرف گھر کا ایڈریس پوچھنے کے لیے لب کشائی کی تھی اور چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ بھیگنے کے باعث وہ بخار میں مبتلا ہو گئی تھی پھر ایک ہفتے تک کالج نہ جا سکی تھی۔ موسم کا شکار شیما بھی ہوئی تھی مگر وہ دو دن بعد ٹھیک ہو کر کالج جانے لگی تھی۔ اس دوران شیما جب بھی اس کے پاس آئی اس کی ماما اس کے پاس ملی تھیں اور وہ کچھ بتانے کی آرزو دل میں لیے واپس چلی جاتی تھی۔

"ارے واہ میرے اکلوتے پن کی سزا تم کو کیوں ملنے لگی ہے؟" اس نے نمکو کی پلیٹ اس کے آگے رکھتے ہوئے حیرانی سے پوچھا۔

"میں جب بھی آئی آنٹی کبھی تمہارا سر دبا رہی ہوتیں' کبھی دَم کر رہی ہوتیں کبھی بالوں میں تیل ڈال رہی ہوتیں۔ مجھے تم سے بات کرنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔"

"کیا دماغ چل گیا ہے تمہارا؟ باتیں کر تو رہی تھیں اور کہہ رہی ہو بات کرنے کا موقع ہی نہیں مل رہا ہے ایڈیٹ۔" وہ کولڈ ڈرنک اسے پکڑاتے ہوئے گویا ہوئی۔

"میں ابوبکر کی بات کرنا چاہ رہی تھی' وہ دیوانہ ہو رہا ہے تم سے ملنے' بات کرنے کے لیے اس دن سے کئی چکر لگا چکا ہے وہ کالج کے۔"

"وہاٹ...... پاگل ہو گئی ہو تم...... میں اس سے کیوں ملوں گی؟" وہ کولڈ ڈرنک سے بھرا گلاس ٹیبل پر رکھ کر خفگی سے کہنے لگی۔

"وہ تو ایک ہی نظر میں تمہاری محبت کا شکار ہو گیا ہے' رات

aanchal.com.pk

رنگا رنگ کہانیوں سے آراستہ دلچسپ جریدہ

ماہنامہ نئے افق کراچی

تازہ شمارہ شائع ہوگیا ہے

اپریل ۲۰۱۶ء کے شمارے کی ایک جھلک

قلعه الحرمين: ”قلعہ الحرمین“ انقلاب عراق کی کہانی ہے جس کی ابتداء 1979ء میں صدام حسین المجید التکریتی کے اقتدار میں آنے سے ہوئی۔ اس نے اپنے دور اقتدار میں عراق میں بہت سے محل تعمیر کروائے‘ جو مختلف مقاصد کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ وہ محلات کی تعمیرات‘ ان کی سجاوٹ اور مجسموں کو جگہ جگہ نصب کروانے میں بہت دلچسپی رکھتا تھا۔ عراق میں بے شمار آرائشی محل تعمیر کروانے والے کو آخری لمحات میں ایک Spider hale سے گرفتار کیا گیا اور 31‘ دسمبر 2003ء کو اس کی پھانسی کے ساتھ عراق کی تاریخ کا ایک دور ختم ہوگیا۔

ڈاکوراج: شبیر سومرو بنیادی طور پر محقق ہیں جنہوں نے سندھی سماج کے ایسے پہلوؤں کو اجاگر کیا جیسے عام ادیبوں اور تاریخ نویسوں نے ہمیشہ نظرانداز کیا۔ انہوں نے ان طبقات پر باریک بینی سے لکھا جنہیں عوام اور خواص نے گھٹیا اور نجانے کیا کیا کہہ کر دھتکارا۔ انہی عناصر میں سندھ کی ایسی شخصیات اور ہیروز بھی ہیں جنہیں انگریز سامراج اور ان کے پروردہ جاگیرداروں، وڈیروں، پیروں نے ڈاکو قرار دیا۔ ڈاکوراج سندھ کے ایسے ہی سپوتوں کا تذکرہ ہے اس تذکرے میں آپ کو رنگینی یا ادب کی چاشنی تو نظر نہیں ملے گی لیکن اس تحریر میں آپ کے دل میں راکھ کی ایک لہر ی ضرور اٹھے گی۔

دھوکہ موت: ایک ایسے شخص کی روداد‘ جس نے ایک سیاست دان اور دو پولیس اہلکاروں کے قتل کا اعتراف کیا تھا لیکن قانون نافذ کرنے والے اسے قاتل قرار دینے پر تیار نہیں تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ کسی کو بچانے کے لیے خودکشی کر رہا تھا۔ سائنس فکشن پر مبنی ایک ایسا ناول جسے پڑھتے ہوئے آپ کا دوران خون بڑھ جائے گا۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ

ودن، صبح وشام وہ تمہارے ہی تصور میں گم رہتا ہے، پلیز...... "وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر عاجزی سے بولی۔ "وہ بہت اچھا ہے ہر لڑکی ایسے شخص کو آئیڈیل بناتی ہے۔"

"پھر تم بنالو اس کو اپنا آئیڈیل، میری کیوں جان کھا رہی ہو؟" وہ نمکو کھاتی شوخی سے گویا ہوئی تھی۔

"آہ...... ہاں یہی تو بات ہے جب دل گدھی پر آجائے تو پری کیا چیز ہے۔"

"ہا...... تم نے مجھے گدھی کہا، ٹھہرو بتاتی ہوں ابھی۔" شیما نے پہلے ہی نمکو اور کولڈ ڈرنک ختم کرلی تھی اس کے چہرے سے اندازہ لگا کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی پھر وہ آگے آگے اور ادینہ پیچھے بھاگ رہی تھی ان کی ہنسی سے کمرہ گونج رہا تھا۔ اس رات پہلی بار فون پر ان کی بات ہوئی تھی اور حسب عادت وہ محبت کے اظہار کے بجائے چھیڑ چھاڑ ہی کرتا رہا تھا۔

❁......❁......❁

اسے یہاں آئے دو ہفتوں سے زائد ہوچکے تھے یہاں بھی پورے گھر کی ذمہ داری اس کے شانوں پر آگئی تھی۔ شروع شروع میں ان ماں بیٹی نے اس پر اور بہروز خان پر سخت پہرہ رکھا تھا پھر ان کو ایک دوسرے سے گریز پا دیکھ کر خود ہی پیچھے ہٹ گئی تھیں۔ بہروز خان بے ضرر آدمی تھا اور کچھ بیوی کے رعب میں بھی تھا سو وہ جنت کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہ کرتا تھا ویسے بھی آج کل وہ جس ہوٹل میں کام کرتا تھا اس ہوٹل کا مالک ہوٹل فروخت کرکے باہر جانا چاہتا تھا منہ مانگے دام نہ ملنے کے سبب وہ ہوٹل بھی فروخت نہیں ہوا تھا ابھی مگر کب تک فروخت نہ ہوگا۔ ایک نہ ایک دن وہ فروخت ہو ہی جائے گا اور اس کے بعد بے روزگاری کے وہ سخت دن جو اس سے تنہا نہ بتائے جاتے تھے اب بیوی کا ساتھ اور اس پر چند ماہ بعد بچے کا بھی اضافہ ہونے والا تھا ان تمام خرچوں کا سوچ کر وہ پریشان تھا اور دوسری جگہوں پر نوکری کے لیے جانے کے باعث دیر سے گھر آتا تھا۔

"اماں! میرا دل کرتا ہے وہ ہوٹل میں خرید لوں۔" صدف کی خواہش رہ رہ کر ابھرتی۔

"ارے وہ ہوٹل ہے کوئی سوٹ تھوڑی ہے جو تو تین چار ہزار میں خرید لے گی۔ یہ تو لاکھوں کروڑوں کا سودا ہے اتنی ہماری اوقات کہاں ہے بیٹی۔" شریفہ ایک لمبی سی آہ بھر کر اسے تسلی دی تھی وہ سر ہلا کر رہ گئی۔

یہاں کا موسم بہت اچھا تھا۔ دن میں خوش گوار ہوا چلتی تھی اور رات میں عموماً ٹھنڈ ہوجاتی تھی اور اکثر بارانِ رحمت برسا کرتی تھی۔ اسے یہ جگہ بہت پسند آئی تھی، کراچی کے گرم و حبس زدہ موسم سے بے حد مختلف و سرسبز شاداب کھڑکی سے وہ دیکھتی تھی۔

باہر اونچے اونچے پہاڑ سبزے سے ڈھکے تھے ہر سو سبزہ، پھول اور چاندی کی طرح بہتی ندیوں کا پانی اس کے لیے یہ نظارے بڑے دلفریب و خوابناک تھے۔ صدف کی پڑوسن آئی ہوئی تھی وہ بھی صدف کی طرح باتونی اور ہر ایک کی خبر رکھنے والی عورت تھی۔ پورے محلے اور محلے میں رہنے والے لوگوں کے علاوہ ان کے خاندان میں بسنے والے لوگوں کی بھی اسے خبر ہوتی تھی اور وہ ایک ایک بات جب تک صدف کو نہ سنا دیتی مانو اس کے پیٹ کی مروڑ ختم نہ ہوتی تھی اور اگر کبھی کسی وجہ سے وہ نہ آتی تو صدف اس کے پاس پہنچ جاتی تھی اب شریفہ بھی ان میں شامل تھی۔ تینوں مل کر کسی نہ کسی کے عیب گن رہی ہوتی تھیں، آج اس کا موضوع بالکل جدا تھا۔

دور پہاڑ پر کوئی بنگلہ تھا وہاں ایک ہفتہ قبل کوئی آکر ٹھہرا تھا اس کے حوالے سے ہی گفتگو ہو رہی تھی۔ جنت بھی کام سے فارغ ہونے کے بعد کمرے کے باہر چٹائی پر بیٹھی صدف کے آنے والے مہمان کے لیے سوئٹر بن رہی تھی۔

"بہت امیر لوگ ہیں وہ گل خان بتا رہا تھا، ایک بڑھیا اور اس کا نواسہ نوکروں کے ساتھ رہتا ہے، کوئی دوسری عورت نہیں ہے وہاں۔"

"بہت امیر ہوں گے تب ہی تو چوری ہوئی ہے، ویسے کیا انہوں نے دیکھ بھال کر ملازمہ نہیں رکھی تھی جو دوسرے دن ہی سب لوٹ لاٹ کر بھاگ گئی؟" ان کی آواز اس کی سماعتوں میں صاف آرہی تھی۔

"دیکھ بھال کر ہی رکھی تھی، پیسہ اور زیور دیکھ کر نیت خراب ہوگئی لیکن گل خان کہتا ہے پکڑی جائے گی، صاحب کی پہنچ بہت اوپر تک ہے پھر دولت کی کمی تھوڑی ہے انہیں، لاکھوں روپیہ اور سونا چوری ہونے کے بعد بھی ان کو فرق نہیں پڑا وہ دوسری ملازمہ کی تلاش میں ہیں۔"

"دوسری ملازمہ کی تلاش میں ہیں...... بہت دولت ہے ان کے پاس پھر تو تنخواہ بھی تگڑی دیتے ہوں گے وہ لوگ؟" شریفہ کی نگاہوں میں ایک دم کوئی چمک در آئی۔

''ہاں خالہ! کیا تم وہاں نوکری کرے گا؟'' وہ شوخی سے گویا ہوئی۔

''ارے واہ صفیہ! کیسی بات کرتی ہو بھلا اماں کو کیا ضرورت ہے وہاں نوکری کرنے کی' ہمارے حالات ایسے نہیں ہیں کہ ہم اماں سے کسی کی غلامی کروائیں۔'' صدف سخت برامان کر گویا ہوئی۔

''اے صدف! برا کیوں مان رہی ہے صفیہ مذاق کررہی ہے۔''

''ہاں دیکھو نہ خالہ...... یہ بالکل طوطے کی طرح آنکھیں بدل لیتی ہے' میں باز آئی ایسی دوستی سے جہاں لمحہ بھر میں دو کوڑی کی عزت ہوجائے۔'' صفیہ غصے سے بڑبڑاتے ہوئی چلی گئی' دونوں میں سے کسی نے بھی روکنے کی کوشش نہیں کی تھی اس کے جانے کے بعد صدف نے کہا۔

''اماں...... یہاں بیٹھے بیٹھے ہی وہاں دولت لوٹنے چلی گئی ہو کیا؟'' وہ اس کو سوچوں میں گم دیکھ کر لیٹتے ہوئے چڑچڑے لہجے میں گویا ہوئی۔ اس نے صدف کو کوئی جواب نہیں دیا دروازے کی طرف منہ کرکے چیختے ہوئے بولی۔

''اری او نصیبوں جلی' یہ چائے کے برتن کیا تیرا باپ اٹھا کرلے جائے گا؟ ایک کام ڈھنگ سے نہیں کرتی ہے ہڈ حرام۔'' جنت جو سوئٹر کو آخری ٹچ دے رہی تھی اون وسلائیاں رکھ کر گھبرا کر اندر بڑھی تھی جہاں اس کی قہر برساتی نگاہوں کا سامنا ہوا تھا۔

❀......❀......❀

''نانی جان...... اریسٹ کرلیا ہے پولیس نے ملازمہ کو پیسے اور جیولری بھی برآمد ہوگئی ہے' جیولری میں بینک لاکر میں رکھ آیا ہوں۔ یہ پانچ لاکھ روپے آپ کے سیف میں رکھ رہا ہوں جب بھی آپ کو ضرورت پڑے نکلوا لیجیے گا۔'' وہ رقم سیف میں رکھنے کے بعد گویا ہوا۔

''بیٹا میں نے پہلے ہی کہا تھا' لاکھوں روپے میرے بیگ میں ایسے ہی نہ ڈالو' ان رنگ برنگے کاغذ کے ٹکڑوں نے لوگوں کے ایمان بہت کمزور کردیئے ہیں۔ مجھے خوشی زیورات کے ملنے کی ہے وہ تمام زیور میری بلقیس کی نشانی ہے جو تمہاری بیوی کو دوں گی میں اور سکون سے اس دنیا سے جاؤں گی۔''

''ایسی باتیں نہ کیا کریں آپ' میں خود کو بہت تنہا محسوس کرتا ہوں آپ کے علاوہ میرا ہے کون؟ بتایئے پھر بھی آپ ایسی باتیں کرتی ہیں۔'' وہ بولتا ہوا خفگی بھرے انداز میں ان کے شانے سے لگ گیا۔

''تب ہی تو کہتی ہوں شادی کرلو' تنہائی ختم ہوجائے گی پھر دو سے تین اور تین سے چار ہونے میں وقت نہیں لگے گا اور تم فیملی والے ہوجاؤ گے۔'' انہوں نے شرارت سے کہتے ہوئے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا' معا بابا نے آکر کسی خاتون کی آمد کی اطلاع دی' وہ سیدھا بیٹھتا ہوا بولا۔

''کون ہے' کہاں سے آئی ہے اور کیا کہہ رہی ہے؟''

''وہ کہہ رہی ہے اماں بی کے لیے آپ گورنس تلاش کررہے ہیں وہ اسی سلسلے میں آئی ہے۔ گل خان کے توسط سے آئی ہے اس کی پڑوسی ہے۔''

''میں کہتی ہوں بیٹا...... جانے دو' اب کوئی ملازمہ نہیں رکھ رہے ایک بار دیکھ لیا انجام اب تو بھروسہ ہی ختم ہوگیا ہے۔'' اماں بی کہہ اٹھیں۔

''اب میں خود ہی ہینڈل کروں گا' تمام کنٹرول میرے ہاتھ میں ہوگا آپ نے ملازمہ کو سر پر چڑھا رکھا تھا ایسے لوگوں کو ان کی جگہ پر رکھنا پڑتا ہے ورنہ وہ اسی طرح اپنی کمزور ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔'' اس نے بابا کو اندر بھیجنے کا اشارہ کرتے ہوئے انہیں سمجھایا تھا چند لمحوں بعد ایک فربہی مائل عورت سلام کرتی بابا کے ساتھ اندر داخل ہوئی تھی۔

''آپ جاب کریں گی؟ آپ کو خود گورنس کی ضرورت ہے خاتون۔'' وہ اسے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتا ہوا سنجیدگی سے بولا۔

''نہیں...... نہیں صاحب! کام میں نہیں میری بیٹی کرے گی۔'' اتھل پتھل سانس کو قابو کرتے ہوئے وہ سر جھکا کر بتانے لگی۔

''اچھا...... آپ کی بیٹی بھی آپ کی طرح ہی ہوگی؟'' ابوبکر کا اشارہ اس کے موٹاپے کی طرف تھا۔ اسے لگا وہ مذاق کررہا ہے مگر سرد لہجہ و چہرے کے برفیلے تاثرات نے اس کی خوش گمانی کافور کردی۔ وہ ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔

''نہیں نہیں چھوٹی بیٹی مجھ پر ہے جنت تو بہت کمزور نازک سی لڑکی ہے اور کام میں بڑی پھرتیلی ہے' گھنٹوں کا کام منٹوں میں کرتی ہے۔ ہر کام میں طاق ہے' سلائی' کڑھائی' کڑھائی بنائی......''

''اسٹاپ' ہمیں یہاں کوئی انڈسٹریل ہوم نہیں بنانا۔'' اس

کی چرخی کی طرح چلتی زبان سے وہ چڑ کر گویا ہوا۔

"پڑھنا' لکھنا بھی آتا ہے، کچھ یا......"

"نہیں صاحب جی! میری جنت نے پوری سولہ جماعتیں پڑھی ہیں' اسی سال تو وہ پاس ہوئی ہے سولہویں جماعت میں کوئی چھ مہینے قبل کی بات ہے۔"

"مجھے یقین نہیں ہے' یہ عورت شکل سے جاہل لگ رہی ہے یہ چھ جماعتیں نہیں پڑھا سکتی کہاں ماسٹرز کی باتیں کرتی ہے۔" وہ نانی سے بڑبڑایا تھا' شریفہ نے بھی اس کی آواز با آسانی سنی تھی۔

"تمہاری بیٹی تو بہت تعلیم یافتہ ہے پھر آیا کی نوکری کیوں کروا رہی ہو؟ اس کو بہت اچھی جاب کہیں بھی مل سکتی ہے۔" نانی نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کر کے شریفہ سے کہا۔

"ہم بہت غریب لوگ ہیں صاحب...... میں نے بہت کوشش کی اور وہ پرائیوٹ امتحان دیتی چلی گئی۔ ملازمت میرے میاں نے نہیں کرنی دی تھی آج کل کا وقت آپ دیکھ ہی رہیں کیسا برا چل رہا ہے۔"

"پھر اب تمہارے میاں نے اجازت کیسے دے دی یہاں ملازمت کرنے کی؟"

"وہ جی میرا میاں بہت بیمار ہے' ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے' اس کے علاج کے لیے پیسہ چاہیے۔ اس لیے مجبوری میں وہ راضی ہوا ہے کوڑی کوڑی کے محتاج ہیں ہم لوگ۔" وہ آنسو بہانے لگی۔

"اچھا اچھا' باہر جا کر بیٹھو مشورہ کر کے بتاتا ہوں تمہیں۔" نانی جان کی آنکھوں میں اترتے رحم و ہمدردی کے رنگوں کو دیکھ کر وہ بولا۔ وہ آنسو صاف کرتی گردن ہلاتی وہاں سے نکل گئی۔

"بڑی مجبور و غریب عورت ہے بے چاری' رکھ لو اس کی بیٹی کو۔ سیلری کے علاوہ ٹھیک ٹھاک مدد بھی کر دینا بیٹے...... ضرورت مند لوگوں کی مدد کرنے سے ہی دنیا کے معاملات بھی اچھے ہوتے ہیں اور آخرت بھی سنورتی ہے۔ کیسی بے بسی کی حالت میں اس نے بیٹی کو جاب کی اجازت دی ہے۔" اس کے باہر نکلتے ہی وہ ابوبکر سے مخاطب ہوئیں۔

"مجھے تو یہ عورت شکل سے ہی فراڈ لگ رہی ہے۔"

"تمہیں تو ہر عورت ہی فراڈ لگتی ہے بیٹا۔" وہ بات قطع کر کے بولیں۔

"میری پیاری نانی جان...... خفا نہ ہوں آپ کی خوشی کے لیے اس فراڈی عورت کی بیٹی کو جاب دے دیتا ہوں آپ اس کو حد میں ہی رکھیے گا' بلا جواز نوازشوں اور مہربانیوں سے گریز کیجیے گا۔" وہ اٹھتے ہوئے بولا۔

"ٹھیک ہے یار بار بے وقوفی نہیں کروں گی' وہ تو بہت ہی چالاک عورت تھی' بھولی بھولی باتیں کر کے بڑی معصوم بن کر وہ مجھ سے زیورات و پیسے کا پتا ٹھکانہ معلوم کرتی گئی اور ایک صبح میرے اٹھنے سے پہلے ہی رفو چکر ہوگئی۔" پھر آہ بھر کر گویا ہوئیں۔

"کیا ملا اسے دھوکہ دے کر رسوائی اور جیل کی زندگی۔ باہر آئے گی بھی تو اب نہ نوکری ملے گی اور نہ چہرے پر لگی جرم کی سیاہی صاف ہوگی۔"

"برے کام کا برا انجام ہے نانی جان...... لوگوں میں صبر وشکر کا مادہ ختم ہو چکا ہے۔ راتوں رات امیر بننے کے چکر میں یہی طریقے اختیار کر لیے ہیں۔"

❀......❀......❀

وہ بھی پہلی نظر کی محبت کا شکار ہوگئی تھی' ابوبکر نے اس سے براہ راست اظہار محبت نہیں کیا تھا مگر شیما سے اپنے دل کی ہر بات کہہ گیا تھا اور وہ ایک ایک بات اسے بتا گئی تھی جو دل میں گلابوں کی طرح مہک رہی تھیں۔ اس کی وہ رات اس کے سنگ خوابوں کی طلسماتی وادیوں میں سیر کرتے گزری تھی۔ دونوں ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے گھومتے پھر رہے تھے چاروں طرف جھرنوں کا مدھر راگ تھا' ندیوں کا دلآویز ساز تھا۔ خوشبوؤں سے لبریز ہوائیں تھیں' وہ دونوں دنیا ومافیہا سے بے خبر ایک دوسرے میں گم تھے۔

ہر سو حسن ہی حسن تھا...... ہر سو خوشیاں رقص کر رہی تھیں
ہر سو سحر و کیف تھا......

صبح بیدار ہوئی تو لبوں پر بڑی مدھری مسکراہٹ تھی۔ الماری سے سارے ملبوس نکال نکال کر بیڈ پر ڈھیر کر دیے تھے کوئی بھی سوٹ اچھا نہیں لگ رہا تھا' کسی کا کلر پسند نہیں آ رہا تھا کسی کی ڈیزائننگ پھر بلو اینڈ وہائٹ ایمبرائیڈی والا سوٹ پسند آیا تھا۔ آج بڑا دل لگا کر وہ تیار ہوئی تھی' آئینے میں بار بار جائزہ لینے کے بعد باہر آئی تھی۔ ناشتے کی ٹیبل پر ماما اور پاپا نے اس کی تعریف کی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ شیما اور ابوبکر کے سامنے بھی تھی اس نے مسکراتے ہوئے اسے سلام کیا تھا جبکہ وہ اس کی پرشوق نگاہوں سے گھبرا کر سلام کرنا ہی بھول گئی تھی اور ایسی بدحواسی چھائی تھی کہ جواب بھی نہ دے پائی تھی۔

''آپ کے ہاں سلام کرنے اور جواب دینے کا رواج نہیں؟'' وہ اس کی حالت سے حظ اٹھاتا ہوا چھیڑنے لگا۔

''ارے ابوبکر بھائی! یہ گھبرا رہی ہے دراصل اس نے پہلی بار کلاسز بنک کی ہیں اور ڈر رہی ہے کوئی دیکھ نہ لے چلئے نا۔'' شیما نے اس کے برابر بیٹھتے ہوئے مشکل آسان کی تھی۔

''کہاں چلنا پسند کریں گی؟'' اس نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

''چل چلئے دنیا تے اس نکڑے
جتھے بندہ نہ بندے دی ذات ہووے''

شیما کی شرارت پر وہ بے ساختہ قہقہہ لگانے لگا تھا۔ ہنسی تو ادینہ کو بھی آئی جسے وہ ضبط کر کے اس کے چٹکی بھر بیٹھی تھی۔

''اُف کتنی زور سے نوچا ہے ظالم۔'' وہ بازو سہلاتی ہوئی کہہ اٹھی۔

''حسین لوگ ظالم و بے رحم ہوتے ہیں سسٹر! آج تو قیامت بن کر آئی ہیں' اللہ ہی خیر کرے ابھی آپ کو نوچا ہے مجھے تو شاید مار ہی ڈالیں گی۔'' وہ بیک مرر میں سے اس کی طرف دیکھتا ہوا گویا ہوا۔

''اب میں اتنی بھی پاگل نہیں ہوں۔'' غصہ اسے فوراً آتا تھا بے ساختہ بولی تھی۔

''رئیلی آپ اتنی نہیں...... مطلب کم پاگل ہی' لیکن پاگل ضرور ہیں؟ شیما سسٹر! یہ آپ نے مجھے کہاں پھنسا دیا ہے پہلے بتایا تو ہوتا......''

''شیما! ان سے کہو اپنی بکواس بند کریں' ورنہ میں ابھی کار سے اتر جاؤں گی' مجھے نہیں بیٹھنا ایسے فضول لوگوں کے ساتھ۔'' وہ اس کی بات قطع کر کے شدید غصے میں لاک کھولنے لگی۔

''اونہہ...... کیا سچ مچ پاگل ہو گئی ہو؟ چلتی ہوئی گاڑی سے اترو گی؟'' اس نے جھپٹ کر لاک لگا کر اس کا ہاتھ پکڑا تھا۔

''آپ کو ابھی بھی یقین نہیں آیا ان کی بات پر' انہوں نے اپنا تعارف کروایا تھا نہ پھر چلتی گاڑی سے چھلانگ مارنے کا عملی مظاہرہ کر کے اپنا پاگل پن دکھانا چاہ رہی تھیں۔'' اس کی مسکراہٹ سنجیدگی میں بدل گئی تھی' ادینہ کا چہرہ ابھی تک غصے سے سرخ ہو رہا تھا' اس نے شیما کا ہاتھ بھی جھٹک دیا تھا۔

''ادینہ...... تمہارا یہ بات بے بات غصہ کرنا اور لمحوں میں بدگمان ہو جانا کہیں تمہیں نقصان ہی نہ پہنچا دے بھائی تو تم سے مذاق کر رہے تھے اور تم اتنی سیریس ہو گئی کہ سارا موڈ آف کر کے رکھ دیا۔'' شیما نے خاصی برہمی سے کہا تھا۔

''مذاق کی بھی کوئی حد ہوتی ہے شیما۔'' اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا وہ بھی خاموشی سے ڈرائیو کر رہا تھا' ایک بوجھل خاموشی طاری تھی۔

''ایم سوری...... میری غلطی کی وجہ سے آپ دونوں اپ سیٹ ہو گئے ہیں۔'' کچھ دیر بعد وہ کان پکڑ کر مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

''میں ناراض نہیں ہوں' تم بھائی کو مناؤ تم نے ان کو ہرٹ کیا ہے۔''

''میں بھی ایک شرط پر مانوں گا۔'' وہ اس سے خفا رہ نہیں ہو سکتا تھا۔ ''پہلے دوبارہ ملنے کا وعدہ کرو پھر......''

❀......❀......❀

''جنت او جنت......'' شریفہ نے دروازے سے گھستے ہی اسے بڑے پیار سے آوازیں لگانا شروع کر دی تھیں' وہ جو اسٹور میں بیٹھی نیو بورن بے بی سیٹ تیار کر رہی تھی چھوٹی ماں کی آواز پر شاکڈ رہ گئی۔

''میری بچی جنت!'' اس کے لہجے سے پھول جھڑ رہے تھے۔

''صدف! اماں کو آج کیا ہو گیا ہے وہ ایسی آوازیں تو تجھ کو لگاتا ہے اس کو تو گالی بک کر بات کرتا ہے۔'' صدف کے پاس بیٹھا بہروز خان پریشان لہجے میں اس سے مخاطب ہوا۔

''تم نے قصائی کو دیکھا ہے نا بہروز خان! بکری کو ذبح کرنے سے پہلے وہ اسے خوب کھلاتا' پلاتا ہے پیار کرتا ہے' بس سمجھو جنت بکری ہے اور اماں قصائی۔'' اس کی خوشی سے باچھیں کھل گئی کہ اماں کی چہکتی ہوئی آواز بتا رہی تھی وہ کامیاب لوٹی ہیں۔

''کیا بات کرتا ہے یارا......! جنت بکری...... اماں قصائی؟''

''تمہاری اخروٹ کھوپڑی میں یہ باتیں نہیں آئیں گی' تم بازار جاؤ اور کھانا لے کر آؤ' آج جنت کی دعوت کریں گے۔'' بہروز خان حیران سا گھر سے نکل گیا۔

''چھوٹی ماں......! آپ نے مجھے آواز دی؟'' وہ جھجکتی ہوئی باہر آئی۔

''جنت میری بیٹی! مجھے معاف کر دے۔'' وہ اس سے لپٹ کر رونے لگی اس کا دل شدت سے دھڑکنے لگا ہاتھ پاؤں بے

جان ہونے لگے تھے۔
کیا قیامت آ گئی...... کیا سورج مغرب سے طلوع ہوا تھا...... کیا زمین و آسمان ایک ہو گئے تھے؟
"میں تیری قدر نہ کر سکی میری رانی...... مجھے اپنی مری ماں کے صدقے میں معاف کر دے جو میں نے تیرے ساتھ کیا اس کے بدلے میں جوتی اٹھا کر مار مجھے۔"
قیامت نہیں آئی تھی' سورج بھی مشرق سے ہی طلوع ہوا تھا اور زمین بھی اپنی جگہ پر قائم تھی۔ آسمان بھی اوپر تنا کھڑا تھا' دل کی دنیا صرف اس کی ماں اور بہن کے دلوں کی بدلی تھی جہاں امیر بننے کے خوابوں نے تعبیر پا لی تھی۔ پڑوسن کے مذاق پر آگ بگولہ ہونے والی صدف ماں کے ساتھ مل کر اسے آیا بنانے کے منصوبے بنا چکی تھی' اب دونوں ماں بیٹی اسے گھیرے بیٹھی تھیں۔
"میرے گھر کے حالات دیکھ رہی ہو نا تم؟ بہروز کی نوکری کبھی بھی چھوٹ جائے گی ادھر میری ڈلیوری قریب آ رہی ہے خون کی بہت کمی ہے اور کمزوری علیحدہ...... ڈاکٹر نے کہا ہے آپریشن کی ضرورت پڑ سکتی ہے اور آج کل ڈاکٹرز اس قدر حرام خور ہو چکے ہیں کہ آپریشن نہ بھی ہو تو پیسے کمانے کے لیے آپریشن کر دیتے ہیں پھر اور پیسہ بٹورنے کے لیے بچے کو نرسری میں ڈال دیتے ہیں۔ ان سب کے لیے پیسہ ہی پیسہ چاہیے' وہ ہم کہاں سے لائیں گے۔" صدف کے لہجے میں درد ہی درد تھا۔
"اللہ نے اس کی گودی ہری کی ہے اگر بچے کو کچھ ہو گیا تو بہروز تو کھڑے کھڑے اسے طلاق دے کر گھر سے نکال دے گا پھر بتا بیٹی' ہم کس کو منہ دکھائیں گے؟ تمہارا باپ جو پہلے ہی اس شادی کے خلاف تھا خود بھی مرے گا اور اسے بھی مار ڈالے گا۔" وہ دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ تھام کر گلوگیر لہجے میں کہہ رہی تھی۔
"تم میری بڑی بہن ہو اور بڑی بہنیں تو چھوٹی بہنوں کی خاطر قربانی دیا کرتی ہیں۔ تم صرف چند ماہ وہاں کام کر لو' کچھ پیسے جمع ہو جائیں گے تو پھر ہم خود یہ نوکری چھڑوا دیں گے۔ اماں ان پیسوں میں تمہارا جہیز بھی بنا لیں گی' تمہاری بھی اب شادی کی عمر ہو گئی ہے۔" اس نے بڑی محبت سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔
"چھوٹی ماں...... میں کس طرح وہاں کام کروں گی...... نہ جانے وہ لوگ کیسے ہیں' کیا مزاج ہے...... کیا پسند کرتے ہیں؟

میں یہ کام نہیں کر سکوں گی۔" وہ ایک عجب دوراہے پر آن کھڑی تھی نہ آگے بڑھ سکتی تھی نہ پیچھے پلٹ سکتی تھی اور کھڑے رہنا بھی تو ممکن نہ تھا اس کے انکار پر شریفہ کی تیوریاں چڑھنے لگیں۔ وہ مارنے کے لیے ہاتھ اٹھانے ہی والی تھی کہ صدف نے آنکھ کے اشارے سے ٹھنڈا رہنے کی تلقین کی اور خود محبت سے گویا ہوئی۔
"اگر تم نہیں چاہتی ہو کہ ہمارے کام آسانی سے ہو جائیں تو ہم تم کو بالکل مجبور نہیں کریں گے یہ سب محبت کے سودے ہوتے ہیں۔"
"مجھے غلط مت سمجھو صدف۔ میں تم سب کی خوشیوں کے لیے جان بھی دے سکتی ہوں مگر اجنبی لوگوں میں کس طرح......"
"ارے اپنی جان رکھو اپنے پاس ہونہہ وہ اور ہی بیٹیاں ہوتی ہیں جو گھر والوں کی عزت کی خاطر اپنی عزت نیلام کر دیتی ہیں۔ تم جیسی نہیں جو گھر والوں کی ضرورتوں کے لیے کسی کی ذرا سی خدمت سے انکار کر دے۔ واہ بی بی واہ...... تم نے بتا دیا سوتیلے...... سوتیلے ہوتے ہیں۔" شریفہ کی پھول برساتی زبان ایک دم ہی شعلے اگلنے لگی تھی وہ اٹھ کر بڑبڑاتی صدف کے اشارے پر اس کے کمرے میں چلی گئی تھی۔
"جنت...... اماں کی باتوں کا برا نہیں ماننا یار' وہ ابھی غصے میں ہیں' غصہ اترے گا خود ٹھیک ہو جائیں گی۔ تم آرام کرو' بہروز کھانا لینے گیا ہے' رات کا کھانا ہم سب ساتھ کھائیں گے۔" وہ پیار سے کہتی چلی گئی۔ وہ اٹھ کر اسٹور میں آ گئی' وہ اس کی واحد پناہ گاہ تھی' زندگی میں پہلی بار ابھی چند لمحوں قبل اس نے اپنوں کی محبت کا پیار بھرا امرت کا رس چکھا تھا۔ وہ صرف ایک ننھی سی بوند تھی' معمولی سا چھینٹا تھا لیکن اس کے محبت کے پیاسے دل کو کسی حد تک سیراب کر گئی تھی اور ساتھ ہی پیاس کو حد سے سوا بھی کر گئی تھی۔
وہ جانتی تھی وہ محبت خالص نہ تھی' مفاد پرستی' خود غرضی و لالچ کے وجود سے بنی جھوٹ و مطلب پرستی تھی مگر کچھ رشتے ایسے بھی ہوتے ہیں ان کو ان کی پوری کمینگی کے باوجود قبول کرنا پڑتا ہے۔ سانپ کے گلے میں پھنسی چھچھوندر کی طرح جس کو نہ وہ نگل سکتا ہے اور نہ اگل سکتا ہے۔

❀ ❀ ❀

صدف نے کمرے میں آ کر دروازہ لاکڈ کیا اور غصے سے بھری بیٹھی اماں کے قریب بیٹھتی ہوئی دھیمے لہجے میں کہنے لگی۔

''اماں...... ایسے کام غصے سے نہیں ہوتے' تمہیں ابھی تک یہ سمجھ نہیں آئی۔''

''ارے تو نہیں جانتی ہے ابھی تک وہ جب کسی بات کی ضد کر لیتی ہے تو پھر اس پر مار اثر کرتی ہے نہ گالی۔ پڑھائی کے معاملے میں بھی اس نے میری ایک نہ سنی تھی اور آج بھی مجھے لگ رہا ہے وہ نہیں مانے گی اور یہ موٹی رقم جو ایڈوانس لائی ہوں' وہ واپس کرنی پڑے گی۔'' وہ قمیص کی جیب سے ہرے نوٹوں کی گڈی نکالتی ہوئی فکر مندی سے کہہ رہی تھی۔

''اماں! اتنے سارے نوٹ...... انہوں نے ہاتھ کے ہاتھ دے دیئے۔'' نوٹ اٹھائے خوشی و حیرانی سے اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔

''ہاں' آہستہ بول کہیں وہ نانجار سن نہ لے' پورے پچاس ہزار ہیں دو ماہ کا ایڈوانس ہے اگر اس کا کام پسند آ گیا تو پورے سال کا ملے گا اور بونس الگ ملے گا۔ وہ بڑھیا بڑی ہی دیالو لگ رہی ہے البتہ اس کا نواسہ بہت کھڑوس اور بدد ماغ ہے دو کوڑی کی عزت کر کے رکھ دی ہے اس نے' غریب کو وہ انسان ہی نہیں سمجھتا ہے لیکن وہ بڑھیا بڑی سخی ہے اس نے مجھے چائے کے ساتھ برگر بھی کھلایا اور کہنے لگی جب بھی کوئی ضرورت پڑے تو بلا خوف ان سے جا کر کہوں وہ پوری کریں گی۔ میں نے سوچ لیا ہر ہفتے پہنچ جایا کروں گی' کوئی نہ کوئی کہانی بنا کر کچھ نہ کچھ ملے گا وہاں سے۔'' وہ ایک آنکھ دبا کر ہنستی ہوئی گویا ہوئی۔

''اماں...... اب تو مجھے بھی ڈر لگ رہا ہے جنت نہ مانی تو پھر کیا ہو گا؟ پہلے تو سوچ رہی تھی وہ چلی جائے گی تو گھر کون سنبھالے گا' مگر اتنے پیسوں میں' ہم خود ملازمہ رکھ لیں گے' تم کسی طرح اس کو مناؤ۔''

''وہ کیا اس کا باپ بھی مانے گا' پیار سے نہ مانی تو لاتوں سے مناؤں گی۔'' وہ ایک عزم سے اٹھی مگر پھر لاتوں کے استعمال کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔ اس نے ان کی جھوٹی دکھاوے کی محبتیں حاصل کرنے کے لیے خود کو قربان کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا پھر بھی ایک موہوم سی امید جگمگائی تھی' آس کے بادلوں میں دبا ننھا سا ستارہ چمکا تھا۔

''چھوٹی ماں...... ابا کوئی اعتراض نہیں کریں گے؟''

''لو وہ کیوں اعتراض کرنے لگا بھلا؟ وہ تو خوش ہے تو اس کے لیے کماؤ پوت بن گئی ہے۔ پھر سچ تو ہے اب تمہارے ابا کی بوڑھی ہڈیوں میں دم بھی نہیں رہا ہے کام کرنے کا عمر کا آخری حصہ وہ سکون سے گزارے گا۔''

''لیکن...... ابا تو میری جاب کرنے کے سخت خلاف تھے؟''

''وہ شہر تھا' پھر علاقے میں سارے غنڈے موالی رہتے تھے کوئی اغوا کر کے عزت خراب کر دیتا پھر کیا ہوتا؟'' اس کے ماتھے پر بل در آئے تھے۔

''ہوں' ان اجنبی لوگوں پر اتنا بھروسہ کیوں ہے؟ شہر ہو یا گاؤں تنہا شکار کے لیے بھیڑیئے ہر جگہ مل جاتے ہیں لیکن کیا میں شکار ہو جاؤں؟ نہیں اس سے پہلے موت کو گلے لگا لوں گی۔''

''کن سوچوں میں گم ہو گئی ہو جنت...... بہروز تمہارے لیے اتنے مزے کا کھانا لایا ہے اور تم کھا نہیں رہیں۔'' وہ پلاؤ اس کی طرف بڑھا کر بولی۔

''فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے وہ لوگ شریف اور نیک ہیں تمہیں کوئی پریشان نہیں کرے گا اور اگر کوئی ٹیڑھی نگاہ سے دیکھے تو مجھے فون کر دینا اسی وقت آ کر اس کی آنکھیں نوچ کر اس کی ہتھیلی پر رکھ دوں گی۔'' وہ سالن سے لتھڑے ہاتھ چاٹتی ہوئی اطمینان سے بولی۔

❁......❁......❁

درد کے سمندر میں خود کو اتارا کب تھا
ہم تو ڈوب گئے تھے' تم کو پکارا کب تھا
سب فیصلے تو قدرت طے کر چکی تھی پہلے
ہمارے ہاتھ میں مقدر کا ستارہ کب تھا

صبح وہ اپنا لاشہ اپنے کاندھوں پر اٹھائے ایاں کے ساتھ نکلی تھی صدف دروازے تک الوداع کہنے آئی تھی۔ شریفہ کے ڈانٹنے ڈپٹنے کے باوجود بھی اس کے آنسو ہچکیوں' سسکیوں میں بدل گئے تھے۔ وہ شال میں چہرہ چھپائے چھوٹا سیاہ بیگ اٹھائے شریفہ کے پیچھے چل رہی تھی یہ ایک طویل گلی تھی جس کے اختتام پر چھوٹا سا بازار تھا اور اسٹاپ جہاں سوزوکی کھڑی تھی اس میں اور بھی عورتیں سوار تھیں ان کے بیٹھنے کے بعد سواریاں پوری ہو گئی تھیں۔ سوزوکی اونچے نیچے راستوں پر بھاگی جا رہی تھی۔

ایک گھنٹے کے سفر کے بعد پھر پیدل مارچ شروع ہوا اور کچھ دیر بعد ہی وہ ایک خوب صورت سبزے و پھولوں سے ڈھکی عمارت میں داخل ہوئی تھیں اور اسے لگا' یہ اس کا مدفن آ گیا

ہے۔ وہ یہاں سے کبھی زندہ واپس نہ جاسکے گی۔ آنسوؤں کی چادر اس کے آگے تن گئی تھی' کئی جگہوں پر رک کر اس کی ماں اپنا تعارف کروا رہی تھی اور انہیں بھیجا جارہا تھا اور کئی راہداریاں و کمرے عبور کرکے وہ ایک کمرے میں پہنچی تھی۔

"بیگم صاحبہ...... یہ ہے میری بیٹی جنت۔" بیڈ پر نیم دراز خوش شکل و خوش اخلاق بڑی عمر کی خاتون کو سلام کرکے شریفہ نے اسے بھی سلام کرنے کا کہا' انہوں نے جواب دیتے ہوئے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"ارے یہ کیا' تم اس قدر کیوں رو رہی ہو جنت......!" وہ متعجب تھیں۔

"وہ...... وہ پہلی بار مجھ سے جدا ہو رہی ہے نا' رات سے ہی رو رو کر اس نے اپنا حال خراب کرلیا ہے۔"

"جنت...... تم یہاں رہنے میں خوش نہیں ہو کیا؟" ان کے سوال پر شریفہ بوکھلا کر کھڑی ہوگئی اور اس کو ٹہوکا دے کر جلدی سے کہنے لگی۔

"نہیں نہیں' ایسی کوئی بات نہیں بیگم صاحبہ۔"

"تم چپ کرو میں تم سے نہیں پوچھ رہی' جنت بتاؤ تم پر زبردستی تو نہیں کی جارہی یہاں جاب کرنے کے لیے' ڈرو نہیں شاباش۔" انہوں نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے جنت سے پوچھا۔

"جی نہیں' میں اپنی مرضی سے آئی ہوں۔" وہ بھاری آواز میں بولی۔

"آپ کی تسلی ہوگئی بیگم صاحبہ' اب میں جاتی ہوں دیر ہوگئی تو سواری نہیں ملتی۔" اسے خوف تھا' بڑھیا نے دو تین بار اور پوچھا تو جنت سچ بول دے گی اور اس کے خواب چکنا چور ہوجائیں گے۔ چائے کو بھی اس نے منع کردیا تھا جنت کی پیلی پڑتی رنگت دیکھے بنا وہ اس سے سرسری گلے مل کر الٹے پاؤں بھاگی تھی مڑ کر زار و قطار روتی جنت کو بھی نہ دیکھا تھا پھر گیٹ سے باہر آکر اپنے بکھرے سانسوں پر قابو پایا پھر یاد آیا کہ کرائے کے نام پر ہی کچھ روپے بڑھیا سے وصول کرنے چاہئیں یہ سوچ کر اندر جانا چاہا تو چوکیدار بولا۔

"صاحب کا حکم ہے اب تم اندر نہیں جاسکتا' واپس جاؤ یہاں سے۔"

"ہائے ہائے کیوں خان! میں اپنی بچی سے ایک اور بار ملنا چاہتی ہوں۔"

"اب تم لڑکی سے نہیں مل سکتا' دو مہینے کا تم کو پیشگی روپیہ مل گیا ہے اب تیسرا مہینہ یہاں پر آنا لڑکی سے بھی ملنا اور روپیہ بھی لے کر جانا۔"

"ارے واہ......! کیسا نہیں مل سکتا؟ میں نے لڑکی یہاں بیچی نہیں ہے۔"

"تم ایسے نہیں مانے گا' تمہارا کھوپڑی میں سوراخ کرنا پڑے گا۔" چوکیدار نے ہاتھ میں پکڑی بندوق اس پر تانی تو وہ ہاتھ جوڑتی وہاں سے چلی گئی۔ چوکیدار نے مسکراتے ہوئے گھنی مونچھوں کو تاؤ دیا۔

"تمہاری سگی ماں تو نہیں لگتی وہ...... سوتیلی ماں ہے نا؟" اماں بی نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے آنسو صاف کیے پھر پانی پلایا۔ "میں سمجھ گئی ہوں وہ تمہاری سوتیلی ماں ہے۔ سگی ماں کا دل پتھر نہیں ہوا کرتا۔" پھر وہاں موجود بابا سے مخاطب ہوئیں۔ "رمضان...... جنت کو کمرے میں لے جاؤ' ابھی یہ تھوڑا آرام کرے پھر باقی باتیں بعد میں ہوں گی' بہت تھکی ہوئی نڈھال لگ رہی ہے۔"

"بیٹی...... کچھ چاہیے تو بتاؤ؟" وہ اسے ایک کمرے میں لے آئے تھے جو پردوں سے ڈھکا ہوا تھا' بھینی بھینی مہک وہاں پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے بابا کو انکار کردیا تو وہ چلے گئے اور ساتھ ہی دروازہ بھی بند کرگئے تھے وہ بیڈ پر لیٹ گئی تھی۔ نرم گرم بستر نے اس کے آنسو پھر سے رواں کردیئے تھے اور روتے روتے کسی لمحے اس کی آنکھ لگ گئی اور جب آنکھ کھلی تو کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا وہ خوف زدہ ہوئی اندھیرے میں ٹھوکریں کھاتی دروازے سے باہر نکلی تو وہاں بھی اندھیرا تھا اور ابھی وہ آگے بڑھ ہی رہی تھی کہ ٹارچ کی روشنی اس کے چہرے پر پڑی اور دوسرے لمحے وہ کسی کی آہنی گرفت میں تھی۔

"مجھ سے بچ کر جاؤ گی؟" وہ اس کے ہونٹوں پر ہاتھ جماتا غرایا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

موم کی محبت
راحت وفا

سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر

ہم نے ہر اک سانس محبت پہ فدا کی ہے
ہر دعا میں تیری چاہت کی التجا کی ہے
تم کیا کرو گے محبت کی انتہا
ہم نے تو ابتدا ہی انتہا سے کی ہے

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

شرمین اذان کو لے کر عارض کے گھر چلی جاتی ہے وہ اذان کو صبیح احمد کی بہنوں سے دور رکھنا چاہتی ہے۔ عارض کو شرمین کا اپنے گھر آنا سخت ناگوار گزرتا ہے صفدر نے جو الزام اس پر لگایا تھا اس بات کا اظہار بھی عارض شرمین سے کر دیتا ہے ساتھ ہی شرمین کو بھی اپنے گھر سے نکال دیتا ہے۔ شرمین عارض کے گھر سے نکل کر زینت آپا کے گھر چلی جاتی ہے۔ زینت آپا بو بی کے روڈ ایکسیڈنٹ میں شدید زخمی ہونے کا سن کر لندن گئی ہوئی ہوتیں ہیں۔ صفدر کو اپنے رویے پر دکھ ہوتا ہے اب تک زیبا کی بے گناہی بھی اس کے سامنے نہیں آ سکی اور صفدر اب بھی زیبا کو جھوٹا سمجھتا ہے۔ عارض شہر سے دور فارم ہاؤس آ جاتا ہے لیکن سردی کے باعث اس کی طبیعت خراب ہو جاتی ہے اور عارض کو اسپتال منتقل کر دیا جاتا ہے عارض کا خاص ملازم حاکم الدین صفدر اور شرمین کو فون پر عارض کی خراب طبیعت کی خبر دیتا ہے۔ اذان کو اس کی پھوپو کشف (صبیح احمد کی بہن) اپنے ساتھ گھر لے آتی ہے کشف کا ارادہ اذان کو اپنے گھر میں رکھنے کا تھا اذان صبیح احمد کی دوسری بیوی نینسی کی اولاد ہے جسے صبیح احمد نے مسلمان کرنے کے بعد شادی کی تھی شرمین کو شبانہ (کرائے دار) سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان کو اس کی پھوپو کشف لے گئی ہے۔ جس پر شرمین ششدر رہ جاتی ہے اذان کے پاس واپس آنے پر شرمین سکون کا سانس لیتی ہے اور دوبارہ اسے جانے سے منع کر دیتی ہے۔ عارض کی طبیعت سنبھل جاتی ہے وہ صفدر کو اپنے سامنے دیکھ کر اشتعال کا شکار ہوتا ہے جس پر صفدر حقائق جاننے کی ضد کرتا ہے عارض غصہ میں اپنا گناہ قبول کرتا ہے لیکن صفدر کو اس کی ذہنی حالت پر شبہ ہوتا ہے۔ کشف اور نگہت (صبیح احمد کی بہنیں) شرمین سے اذان کو لینے کے منصوبہ بناتی ہیں دونوں بہنوں کی نظر صبیح احمد کی جائیداد پر ہوتی ہے۔ شرمین اپنی کمپنی میں ریزائن دینے کے بعد زینت آپا کا کاروبار سنبھالتی ہے لیکن اب اسے اذان کی بھی فکر رہتی ہے۔ شرمین کو کشف کا اپنے گھر آنا بھی خطرے سے خالی نہیں لگتا لیکن شرمین صبر و ضبط سے کام لیتی ہے۔

(اب آگے پڑھیں)

❀......❀......❀......❀

یہ کیسے ممکن تھا کہ محبت میں اتنی اداسی نہ ملتی...... یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ وہ محبت کا بانکپن مٹی میں ملا کر محبت حاصل کر لیتا۔ ضروری تو یہ بھی تھا کہ شرمین کا ردعمل ایسا ہی ہو۔ صفدر نے جو کہا وہ شاید اتنا کاری زخم نہیں تھا' جتنا شرمین کے لہجے اور نگاہوں میں زہر کا سبزہ اگا ہوا تھا۔ وہ سرتاپیر زہر ہی زہر بن گیا تھا۔ برآمدے کے ستون سے لگا۔ مدتوں بعد سگریٹ کے کش لگاتے ہوئے وہ اپنی ذات سے بھی بیگانہ بنا کھڑا تھا۔ اب تو شرمین ہر آس ہی جیسے ختم کر کے گئی تھی۔

''چھوٹے صاحب! اندر چلیں باہر بہت ٹھنڈ ہے۔'' حاکم الدین نے طویل خاموشی کے بعد آ کر کہا۔

''چاچا! معلوم ہے اندر بھٹی جل رہی ہے۔''

''آپ کو کچھ کھانا بھی چاہیے' اندر چلیں میں کھانا لگواتا ہوں۔''

''چاچا! آپ فکر نہ کریں میں کھانا بھی کھا ہی لوں گا۔''

''پھر چلیں شاباش۔''

''آپ جائیں میں آتا ہوں۔''

''سو جائیں رات بھی بہت ہوگئی ہے۔''

''ہنہ..... کیسی نیند؟'' وہ دکھ سے بڑبڑا کر شکستہ قدموں کے ساتھ اپنے کمرے کی طرف آ گیا۔ اندھیرے کمرے میں صرف بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھے لیمپ روشن تھے۔ وہ ٹانگیں لٹکائے بیڈ کے ایک طرف بیٹھ گیا۔

آنکھوں کو انتظار کے لمحات سونپ کر
نیندیں بھی لے گیا کوئی اپنے سفر کے ساتھ

اس نے بازو آنکھوں پر رکھ لیا تو جیسے آغا جی کے مشفق ہاتھ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

''میرے بیٹے! کچھ لوگ مسکراہٹیں بکھیر کر بھی یہ احساس نہیں ہونے دیتے کہ اندر سے مر چکے ہیں۔'' آغا جی کی مدہم آواز سنائی دی۔ تو اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ مگر وہاں تو کوئی نہیں تھا۔ چھوٹے بچے کی طرح وہ پھوٹ پھوٹ کے روتے ہوئے آغا جی کو پکارنے لگا۔

''بابا..... بابا..... آپ مجھے کیوں چھوڑ گئے؟ بابا میں تنہا ہوں' سب مجھ سے دور چلے گئے۔'' اس کی آواز پر کمرے سے باہر کھڑی ملازمہ پریشان ہو کر حاکم چاچا کے پاس آ گئی۔

''صاحب! رو رہے ہیں' آوازیں دے رہے ہیں۔''

''تم اپنا کام کرو' میں دیکھتا ہوں۔'' انہوں نے کہا اور خود اس کے کمرے کی طرف آ گئے۔ ہلکی سی دروازے پر دستک دی اور پھر واپس پلٹ گئے۔ ان کے پاس کوئی حل تھا ہی نہیں۔ صفدر کا فون نمبر ملایا۔ مگر فون پر بڑی دیر بیل جاتی رہی۔ اٹینڈ نہیں ہوا تو چپ کر کے فون بند کر دیا اور اس کے لیے ٹرے میں کھانا لے کر کمرے میں آ گئے۔

''چھوٹے صاحب! کھانا کھالیں۔''

''حاکم چاچا! مجھے بھوک نہیں۔''

''آپ کو آغا جی کا خیال ہے۔'' ایک دم حاکم چاچا نے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''آغا جی مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔''

''وہ نہیں گئے' یہیں ہیں' آپ کے پاس مگر غم زدہ ہیں' آپ کو ان کا غم نظر نہیں آتا۔''

''وہ چلے گئے ہیں' مجھے چھوڑ کر۔''

''وہ نہیں گئے' مگر آپ کو اس حالت میں دیکھ کر دکھی ہیں۔ آپ ان کی خاطر یہ اپنی تباہی کا راستہ چھوڑ دیں۔ ان کی روح کو کتنی تکلیف ہوتی ہے سوچیں۔'' حاکم چاچا نے بڑی سنجیدگی سے کہا اور ٹرے رکھ کر کمرے سے چلے گئے۔

❀......❀......❀......❀

شبانہ ملازمہ سے واشنگ مشین سے کپڑے دھلوا رہی تھی۔ گھر کے پچھلے حصے میں ہی کپڑے دھلتے تھے۔ شبانہ نے قدموں کی آہٹ محسوس کر کے پلٹ کے دیکھا تو ٹھٹکی۔

''السلام علیکم!'' کشف بڑی انیست کے ساتھ بولی۔

''وعلیکم السلام!'' شبانہ نے جواب دیا۔

''شرمین کے پورشن پر حسب معمول تالا لگا ہوا ہے۔'' کشف نے اپنے اس طرف آنے کا جواز پیش کیا۔

''جی' اس ٹائم تو وہ آفس چلی جاتی ہیں' اور اذان اسکول۔'' شبانہ نے جواب دیا اور اسے لیے لان میں آ گئی۔ کین کی کرسیوں کی طرف اشارہ کیا۔ کشف جھٹ سے بیٹھ گئی۔

''آپ کو زحمت دی میں نے۔'' کشف نے بناوٹ سے کہا۔

''نہیں، ایسی کوئی بات نہیں' آپ چائے لیں گی۔'' شبانہ نے پوچھا۔
''جی تکلف کی ضرورت نہیں' بس ویسے ہی دھوپ میں بیٹھنا اچھا لگ رہا ہے۔'' وہ مسکرا کر بولی۔
''آپ شرمین کو فون کر کے آیا کریں۔''
''شرمین کے پاس اور کوئی نہیں آتا کیا؟''
''پتا نہیں' بس کبھی کبھار ہی کوئی آتا ہے؟'' شبانہ ٹال گئی۔
''آپ نے شرمین کے شوہر کو بھی نہیں دیکھا ہوگا۔'' کشف نے کریدا۔
''نہیں' بس تصویر دیکھی ہے۔''
''ہنہ! اچھا میرے بھائی کی تصویر دیکھی ہے آپ نے باہر ہوتے ہیں۔''
''اذان سے ملنے کو دل چاہ رہا تھا۔'' کشف دانستہ بہت کچھ چھپا گئی۔
''اذان تو اسکول جاتا ہے۔''
''ہاں! بس ذہن سے نکل گیا۔''
''ویسے آپ جو پیکٹ دے گئی تھیں' شرمین نے اس پر خفگی کا اظہار کیا تھا۔'' شبانہ نے جتلایا۔
''اچھا...... کیوں؟ وہ میں نے بھتیجے کے لیے دیا تھا۔'' کشف کچھ تڑخ کر بولی۔
''پتا نہیں کیوں؟''
''ٹھیک ہے میں پوچھوں گی' ہمارا بھتیجا ہے' ہمارا خون ہے' شرمین کون ہوتی ہے؟''
''وہ ماں ہے' ہوسکتا ہے کہ آپ سے اختلافات ہوں۔''
''کون سی ماں؟'' کشف جذباتی ہوگئی۔
''کیا مطلب؟''
''یہ سوال آپ شرمین سے پوچھیے گا۔'' کشف بیگ کندھے پر ڈال کر اٹھتے ہوئے بولی۔
''نہ بابا' مجھے کیا ضرورت ہے؟'' شبانہ نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔
''چلیں' میرا پتا دیجیے گا۔''
''جی۔'' شبانہ نے مردہ سی آواز میں کہا۔
''میرے شونو کو ضرور پیار دیجیے گا۔'' کشف نے اٹھلا کے کہا تو شبانہ نے کچھ بیزاری سے اسے دیکھا۔ وہ ذہن میں تو اس کے بہت سے الجھاوے وہ ڈال گئی تھی...... جو شبانہ کو الجھانے کے لیے کافی تھے۔ کیونکہ وہ خود بھی اکثر یہ سوچتی تھی کہ اذان کے ڈیڈی پاکستان کیوں نہیں آتے؟ کئی بار وہ اپنے شوہر سے اس پر بحث کر چکی تھی۔

❁......❁......❁......❁
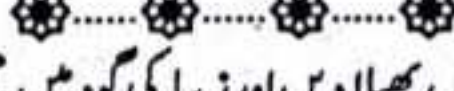
صفدر تیار ہو کر باہر نکلا تو عبدالصمد نے بانہیں پھیلا دیں اور زیبا کی گود میں مچلنے لگا۔ صفدر بیتابی سے اسے لینے کو آگے بڑھا' مگر زیبا پر نظر پڑی تو رک گیا' زیبا کے چہرے پر خوشی سی تھی' وہ اپنی انا کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہیں خود پر کنٹرول کر گیا عبدالصمد نے رونا شروع کر دیا۔
''میرا انتقام اس معصوم سے تو نہ لیں۔'' زیبا نے مسکرا کر نرمی سے سرگوشی کی۔
''یہ تو اس کا مقدر تم بنا چکی ہو۔'' بلاوجہ کی سختی لہجے میں لا کر وہ بولا۔ اسی وقت جہاں آرا وہیں آ گئیں' پوتے کو روتا دیکھ کر وہ تڑپ اٹھیں۔
''ارے میرے بچے کو کیوں رلا رہے ہو؟''
''امی یہ ان کے پاس جانے کی ضد کر رہا ہے۔'' زیبا نے بھی موقع دیکھ کر وار کیا۔
''صفدر اٹھالو اسے گود میں' کبھی باہر لے جایا کرو۔''

حفصہ عطاریہ

میرا نام حفصہ عطاریہ ہے 31 مارچ کو پیدا ہوئی بہن بھائیوں سے چھوٹی ہوں۔ اسٹوڈنٹ لائف چل رہی ہے اور آنچل بھی ساتھ ساتھ ہے۔ آنچل کی کیا تعریف کروں یہ تو دل و جان سے پسند ہے۔ آنچل کو 2009 سے باقاعدہ پڑھنا شروع کیا۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ وسلم اور اس کے بعد تمام نیک ہستیاں میری رہنما ہیں۔ اپنے والدین سے بہت محبت ہے۔ کھانے میں چکن بریانی میٹھے میں کھیر مکس، رس ملائی، پھلوں میں آم، انناس، اور انار پسند ہیں۔ پھولوں میں گلاب اور موتیا پسند ہے۔ لباس میں شلوار قمیص اور دوپٹہ پسندیدہ ہے۔ جیولری میں بریسلٹ اچھا لگتا ہے۔ چلیں خوبیوں اور خامیوں کی طرف نظریں دوڑائیں خوبیوں کو چھوڑیے خامیاں بتادیتے ہیں۔ غصہ بہت جلد آ جاتا ہے۔ ہر معاملے میں شدت پسند ہوں۔ ہر ایک کے لیے حساس ہوں چاہے وہ اپنے ہوں یا غیر۔ تمام رائٹرز تمام قارئین بہت اچھے لگتے ہیں۔ رائٹرز میں سمیرا شریف، نازیہ، کنول اقراء، عفت سحر، عشنا کوثر، نادیہ فاطمہ، راحت وفا، ام مریم پسند ہیں۔ ناولوں میں محبت دھنک رنگ اوڑھ کر، جو ریگ دشت فراق ہے۔ محبت دل پہ دستک حد سے زیادہ پسند ہیں۔ دوستیں بہت کم ہیں۔ ریڈیو بھی سنتی ہوں۔ انٹرنیشنل ایف ایم 89.4 اسلام آباد کے آر جے عتیق الرحمٰن بھٹی عطاری بہت بہت پسند ہے اللہ ان کو مزید ترقی دے آمین۔ میٹھی میٹھی شاعری اچھی لگتی ہے جو سمجھ آجائے۔ رنگوں میں سرخ رنگ بے حد پسند ہے۔ قارئین میں بشریٰ باجوہ، نوشین اقبال اور بھی بہت سی بہنیں اچھی لگتی ہیں۔ سیر سپاٹے کی بہت شوقین ہوں۔ اقراء صغیر آحمد کا ناول دشت آرزو پڑھا تھا بہت اچھا لگا اور بھیگی پلکوں پر بھی پسند ہے۔ پری کا کردار اچھا لگتا ہے۔ اچھی سی بات کے ساتھ کہ کسی کو دھوکا مت دو۔ جن کو میرا تعارف اچھا لگا ان کے لیے بھی دعائیں اور جن کو نہیں بھی اچھا لگا ان کے لیے تو خاص دعائیں۔ فی امان اللہ۔

''امی! آفس سے دیر ہو رہی ہے۔'' اس نے ٹالا۔

''ہونے دو ایسے مت رلاؤ' لو گود میں اور ذرا میری بات سنو۔'' جہاں آرا یہ کہہ کرٹی وی لاونج میں صوفے پر جا کر بیٹھ گئیں۔ صفدر نے عبدالصمد کو گود میں لیا تو وہ کھلکھلانے لگا۔ دل تو خوشی سے اس کا اپنا بھی بھر گیا' مگر زیبا پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔ صفدر ان کے پاس ٹی وی لاؤنج میں آ گیا تو انہوں نے اپنے قریب بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ بیٹھ گیا۔

''بیٹا! تم ایک ہو اب عبدالصمد کے بعد دوسرا بچہ آ جائے' یہ بھی بہل جائے گا اور میرا بھی یہی ارمان ہے۔'' انہوں نے اتنی غیر متوقع بات کی کہ صفدر چونک پڑا۔

''یہ جس نے آپ کے کان بھرے ہیں اسے بتادیں کہ ڈرامے کی ضرورت نہیں۔'' وہ دانستہ اسے سنانے کی غرض سے اونچی آواز میں بولا۔

''یہ ڈرامہ ہے اور میرے کون کان بھرے گا؟'' جہاں آرا سخت حیرت اور تشویش سے بولیں۔

''اپنی بہو کی زبان نہ بولا کریں' میرے پاس فالتو گفتگو کا وقت نہیں۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''صفدر! جیسا میرا ہنستا مسکراتا گھر دیکھنے کا ارمان تھا وہ پورا نہ ہوا۔'' جہاں آرا بہت افسردہ سی ہو گئیں۔

''بہو سوچ سمجھ کر لاتیں' مجھ سے تو سب کچھ چھین لیا گیا۔'' وہ پر ملول انداز میں کہتا ہوا تیزی سے باہر نکلا' اندر آتی زیبا سے ٹکراکر گزرا۔ وہ سنبھل کر جہاں آرا کے پاس آ گئی تو انہوں نے اسی سے پوچھ لیا۔

''کیا چھین لیا ہے تم نے صفدر سے اس نے یہ کہا اور چلا یا؟''

''وہ ٹھیک کہہ رہے ہیں' میں ان کی زندگی میں صرف نفرت کا استعارہ ہوں۔'' زیبا کی آنکھیں بھر آئیں۔

''کیا مطلب؟ میں تو سمجھ رہی تھی سب کچھ ٹھیک ہو گیا۔''

''کچھ بھی ٹھیک نہیں' رات بھر بیٹھے سگریٹ پھونکتے ہیں' نجانے کیا غم ہے؟ جو آج کل سونے بھی نہیں دے رہا۔'' زیبا یہ کہہ کر وہاں سے چلی گئی۔ جہاں آرا کو ایک ہی دھڑکا سا لگا رہتا تھا کہ کوئی نہ کوئی اور لڑکی ہے' جس کے چکر میں صفدر ہے۔ وہ اس خیال سے بالکل چپ ہو گئیں۔ زیبا انہیں بہت مظلوم اور معصوم لگی۔ مگر وہ بے بسی سے سوچ کر رہ گئیں' کچھ بھی نہ کہہ سکیں'

ایک بار پھر ذہن میں وہی شکوک بیدار ہو گئے تھے۔

❀........❀........❀........❀

دن بڑے بے رنگ اور پھیکے پھیکے سے گزر رہے تھے۔ شرمین نے چاروں طرف سے گویا توجہ ہٹالی تھی۔ حاکم الدین نے بارہا فون کئے اسے عارض سے ملنے کی التجائیں کیں مگر اس نے صاف انکار کردیا۔ انہوں نے اذان کے لیے گاڑی بھیجی مگر اس نے منع کردیا۔ صفدر بھائی نے عارض سے ملنے پر اصرار کیا۔ مگر اس نے سختی سے انکار کردیا۔ ایسے لگتا تھا کہ وہ کسی آواز پر کان دھرے گی تو گویا پتھر کی بن جائے گی۔ دل مجبور بھی کرتا تو وہ دو آنسو بہا کر پرسکون ہوجاتی۔ آفس سے زینت آپا کے گھر اور پھر اپنے گھر آ کر اذان کے ساتھ مصروف ہوجانا یہ ہی روٹین اس کی اذان نے بھی اپنالی تھی۔ مگر آج جونہی کشف کا فون آیا تو وہ پھٹ پڑی۔ کیونکہ کشف کے بارے میں شبانہ نے سب کچھ بڑا چڑھا کر بتایا تھا اس وقت تو وہ ٹال گئی تھی مگر اذان کو ہوم ورک کراتے ہوئے جیسے ہی فون بجا' کشف کا نمبر دیکھ کر اس نے فون اٹھایا اور کمرے سے ٹی وی لاؤنج میں آ گئی۔

''ہاں کشف بولو۔''

''شرمین! کیا حال ہے؟''

''اللہ کا شکر ہے' تم سناؤ۔'' اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''کمال ہے' کبھی فون ہی کرلیا کرو' میں جب آتی ہوں گھر لاک ہوتا ہے۔'' کشف نے بڑے سلیقے سے بات شروع کی۔

''ظاہر ہے' میں جاب کرتی ہوں۔''

''جاب کی ضرورت تو نہیں۔'' کشف کے لہجے میں طنز تھا۔

''کیوں؟''

''مطلب' بھائی جان کا سب کچھ اذان کا ہی ہے۔'' کشف کے اندر کا زہر باہر آیا۔

''کشف میرے پاس الٹی سیدھی باتوں کا وقت نہیں۔''

''یہ بتاؤ اذان کیا کررہا ہے؟''

''سو رہا ہے۔''

''شرمین! تم اذان کو چھپا کر کیوں رکھ رہی ہو؟''

''کشف! کیسی باتیں کررہی ہو؟''

''اذان ہمارا خون ہے' ہمارا بھتیجا ہے۔'' کشف مطلب پر اتر آئی۔

''تو......؟''

''تو اسے ہمارے پاس ہونا چاہئے۔''

''اپنے بھائی کی قبر پر جا کر اس سے پوچھو۔'' اسے غصہ آ گیا۔

''سنو! کیا یہ حقیقت نہیں' جو اتنی خفا ہو رہی ہو۔ نہیں جانتیں اذان کی ماں کو۔''

''مجھے نہیں معلوم اور نہ میں کچھ جاننا چاہتی ہوں۔''

''مجھے پتا ہے' تم اذان کا بہت خیال رکھتی ہو اور ایسا بھائی جان کے کہنے پر کررہی ہو' مگر تم نے اذان کو کچھ بھی نہیں بتایا۔''

''دیکھو! کشف جو تمہارے ذہن میں ہے' میں سمجھ سکتی ہوں' مگر پلیز ہماری زندگی میں زہر نہ گھولو۔'' وہ چلا اٹھی اور فون بند کردیا۔ وہ سلگ اٹھی تھی' برداشت نہ کرسکی۔ جانتی تھی کہ کشف کو یہ بات مزید زہر افشانی پر اکسائے گی' مگر وہ کہہ گئی تھی۔ زندگی اجیرن بن گئی' بیٹھے بیٹھائے کی مصیبت۔ اسے صبیح احمد پر بھی غصہ آیا' جو زندگی میں کچھ نہ دے کر' مرنے کے بعد ایک نئی اذیت اور پریشانی میں مبتلا کر گیا تھا۔ اب اذان جو کہ اس کی زندگی بن گیا تھا' حالات ایسا رخ اختیار کررہے تھے کہ اسے ایک

غزل

کچھ میں بھی ضد کی پکی تھی
کچھ وہ بھی ضبط گنوا بیٹھا
کچھ میں خود سے بھی انجان رہی
کچھ اس نے دل قربان کیا

کچھ میں بھی راہوں میں بھٹکتی رہی
کچھ وہ بھی منزل پا نہ سکا
کچھ میں اس کی دیوانی تھی
کچھ اس کی محبت میں فراوانی تھی

کچھ یادوں پر اس کا پہرا تھا
کچھ خوابوں میں بھی اس کا چہرہ تھا
کچھ میں اس کی شیدائی تھی
کچھ اس کے جذبوں میں سچائی تھی

کچھ میں نے اسے برباد کیا
کچھ اس نے مجھے آباد کیا
کچھ میں نے بھی ہار تسلیم نہ کی
کچھ وہ جیت کر بھی ہار بیٹھا

کچھ پچھتاوا بھی بنا مقدر میرا
کچھ وہ بھی مداوا کر بیٹھا

مدیحہ مدو...... بورے والا

نئے محاذ پرنا کامی کی جنگ لڑنی تھی۔ وہ تو اذان کی کچھ بھی نہیں۔ سچ میں وہ اذان کی ماں سے ناواقف تھی۔ اس نے صبیح احمد کو معاف کیا ہوتا تو جان پاتی۔

❀......❀......❀......❀

حاکم چاچا کے سمجھانے کا تھوڑا سا اثر اس نے قبول کیا تھا۔ فیکٹری سے ایڈمن برانچ کے دو تین لوگ ملنے آئے تو وہ فریش ہو کر ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ وہ اس کی حالت دیکھ کر چونکے' استفسار کیا مگر اس نے آغا جی کی جدائی کا بہانہ بنایا' یہ حقیقت تھی لیکن صدمات اس کے لئے صفدر اور شرمین کی طرف سے آئے تھے۔ جنہوں نے اس پر گھناؤنے الزامات کی بوچھاڑ کر کے لاتعلقی اختیار کر لی تھی۔

''سر...... آپ حقیقت کو تسلیم کریں' آغا صاحب نہیں رہے' مگر بزنس کو آپ کی ضرورت ہے' فیکٹری متاثر ہو رہی ہے۔'' اشرف صاحب نے بہت موؤدب لہجے میں کہا۔

''فی الحال میرا دل نہیں چاہتا۔'' وہ مردہ سے لہجے میں بولا۔

''سر...... ہمارے کمپیٹیٹرز نے سر اٹھانا شروع کر دیا ہے' یہ بہت ضروری کیمکلز آنے ہیں' ان آرڈرز پر اور پے منٹس کے چیکوں پر آپ کے دستخط چاہئے۔'' اشرف صاحب نے فائل کھول کر سامنے کی۔

''آپ پاشا صاحب سے ڈسکس کر لیں۔''

''نہیں سر' یہ آپ کو کرنے ہیں' پاشا صاحب کی اتھارٹی نہیں۔''

''اوہ...... یار آپ چھوڑ جائیں' میرا سر درد کررہا ہے۔'' وہ ایک دم غصے میں آ گیا۔ وہ سب شرمندہ سے ہوگئے۔
''سوری...... میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔'' وہ یہ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف چلا آیا۔ حاکم الدین کو اندازہ تھا' انہیں اچھی پرتکلف چائے پیش کرتے ہوئے دھیرے دھیرے بتادیا۔
''وہ کافی ذہنی الجھن کا شکار ہیں۔ فائل چھوڑ جائیں' میں دستخط کرالوں گا۔'' وہ چلے گئے تو وہ ان کے کمرے میں آ گئے۔
''چھوٹے صاحب...... ایک بات کہوں؟'' حاکم چاچا نے اسے سگریٹ کے مرغولوں میں کھویا پا کر پوچھا۔
''ہنہ...... ہاں۔''
''ہم جب کسی کو چیخ چیخ کر احساس دلاتے ہیں نا کہ تم سب سے زیادہ پیارے ہو' اہم ہو تو الفاظ چھوٹے پڑ جاتے ہیں' وہ خود کو بہت بڑا اور اہم سمجھ لیتا ہے اور پھر ہم خود کچھ نہیں رہتے۔'' حاکم چاچا نے آرام سے اپنے اندازے کے مطابق بڑا گہرا اشارہ کیا۔
''کیا مطلب؟''
''صفدر میاں اور شرمین بی بی کو آپ نے بہت اہم بنادیا' وہ آپ کو اس لیے چھوڑ گئے' آپ کی محبت کی قدر نہیں کی تو آپ بھی اہم ہو جائیں۔'' انہوں نے دکھی دل کے ساتھ مشورہ دیا۔
''آپ نہیں جانتے کہ ان دونوں نے مجھے کیسے غیر اہم کیا ہے؟'' وہ آنکھوں کی نمی چھپاتے ہوئے بولا۔
''میں اتنا جانتا ہوں کہ آپ ہمارے لیے' ہمارے جنتی آغا جی کے لیے بہت اہم ہیں' آپ خود کو سنبھالیں' کاروبار دیکھیں' آپ وارث ہیں بڑے صاحب کے۔''
''حاکم چاچا...... یہ اتنا آسان نہیں۔''
''بس آپ سوچنا چھوڑ دیں۔''
''ایسے زخم لگے ہیں کہ ایک پل کا سکون میسر نہیں۔ ذہن کھولنے لگتا ہے۔''
''آپ کو حوصلے سے ان دونوں کا سامنا کرنا چاہیے یا پھر بالکل انہیں بھول جائیں۔''
''آپ مجھے تنہا چھوڑ دیں پلیز۔''
''یہ فائل دیکھ کر سائن کردیں۔'' حاکم الدین نے فائل سامنے رکھ کر کہا اور خاموشی سے باہر نکل گئے۔

❁......❁......❁......❁
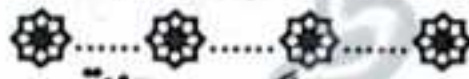
ننھی کی شادی کے دن قریب آرہے تھے۔ شادی تو سادگی سے ہونی تھی' بس چند چھوٹی چھوٹی چیزوں کی خریداری کے لیے بازار جاتے ہوئے ننھی اسے ساتھ لے آئی تھی۔ جہاں آرا بیگم نے عبدالصمد کو اپنے پاس رکھ کر ان دونوں کو بخوشی بھیج دیا تھا۔ وہ مطلوبہ مارکیٹ سے خریداری کر کے نکل رہی تھیں تو عارض کی گاڑی پارکنگ میں آرہی تھی۔ وہ گاڑی لاک کر کے ساتھ والی مارکیٹ کی طرف جانے کے لیے آگے بڑھا تو زیبا نے ننھی کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور اس کی طرف بڑھی ننھی حیران پریشان سی ہو کر بولی۔
''زیبا کیا مسئلہ ہے؟''
''یہ...... یہ وہی ہے صفدر کا دوست' مجھے اس سے حساب لینا ہے۔'' وہ جذباتی ہورہی تھی۔
''اوہو! یہ غلط بھی ہوسکتا ہے' میرا مطلب ہے یہ مناسب جگہ نہیں' مارکیٹ ہے تماشا نہ بن جائے۔''
''نہیں مجھے اس سے پوچھنا ہے۔'' وہ اور تیز تیز چلنے لگی' وہ موبائل فون کی بڑی سی شاپ میں داخل ہوا تو زیبا بھی اندر گھس گئی' ننھی جھجک کر وہیں رک گئی۔
''سنو...... رکو۔'' وہ پشت سے چلائی تو عارض نے پلٹ کر دیکھا۔
''جی فرمایئے۔''
''آج میرا حساب چکانا ہوگا' صفدر سے تو کچھ نہیں ہوا' مگر میں تمہاری اصلیت زمانے کو بتا کر رہوں گی۔'' زیبا نے بھوکی

سعدیہ عبدالعزیز:
مابدولت کا نام سعدیہ ہے۔ سالوں گزرے دنیا میں آئے۔ تاریخ پیدائش یاد رکھنے اور یوم پیدائش منانے کے زمانے گزر گئے۔ بی اے بی ایڈ کرنے کے بعد عرصہ دراز سے درس و تدریس کے سلسلے سے وابستہ ہیں یہی ہمارا حصول اور وقت گزاری کا بہترین کارآمد و نفع بخش ذریعہ ہونے کے علاوہ ہمارے کتھارسس کا باعث ہے۔ پسند ناپسند کا ذکر ہو تو تمام دلکش و بہترین دلنشین کھلے کھلے رنگ پسند ہیں کھانے میں بھی کسی چیز سے انکار ممکن نہیں۔ خوش خوراکی کی صفات بدرجہ تمام موجود ہیں۔ بڑے سے ڈوپٹے کے ساتھ تمام آرام دہ لباس پسند ہیں حقیقت پسند ہونے کے باوجود کبھی کبھار دنیاوی جھمیلوں سے نجات کے لئے خیالی دنیا میں پسندیدہ لوگوں کے ساتھ من پسند باتیں مزہ دیتی ہیں۔ دہری شخصیت کے حامل دوغلے لوگوں کی کمپنی سے اکیلے رہنے کو ترجیح دیتی ہوں سادہ ملنسار انکسار پسند مخلص لوگ متاثر کرتے ہیں۔ بیشتر لوگوں کے تاثرات سے ایک بار ملنے سے ہی اس کی فطرت کا اندازہ کرسکتی ہوں۔ غصہ بے تحاشا آتا ہے جس پر قابو پانے کی تمام کوششیں تاحال بار آور ثابت ہورہی ہیں کسی بھی بات کو آخری حد تک سوچنے کی بری عادت بھی ہے میں کوشش کرتی ہوں کہ کسی کے بارے میں برا خیال بھی ذہن میں نہ آئے اور کسی کے لئے باعث تکلیف نہ بنوں امی کا خیال باعمل سلجھے ہوئے لوگ بچوں کی مسکراہٹ تواتر سے برستی بارش خوشگوار نفیس رویے اور ہم مزاج دوستوں کی یاد موڈ پر اچھا اثر ڈالتی ہے۔ بہترین دوستوں میں ظل ہما اور سعدیہ چوہدری ہیں۔ ظل ہما سے بچھڑنے کی رت بھی ذہن کے دریچوں میں ابھرتی ہے تو دل کو اداس کردیتی ہے۔ ساتھ اجازت۔

شیرنی کی طرح غرا کر کہا تو اس کے چہرے پر سارے جہاں کی حیرت سمٹ آئی۔

"کیا کہا؟ میں سمجھا نہیں۔" اس نے حیرت سے مگر دھیرے سے کہا۔

"کیوں بھول گئے مجھے؟" زیبا نے اور بیخ پا ہو کر پوچھا۔

"سوری...... آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے شاید۔"

"میں تمہارا منہ نوچ لوں گی، میری زندگی برباد کرکے انجان بن رہے ہو۔" وہ اس کا گریبان مٹھی میں جکڑتے ہوئے چلائی، اردگرد اور کاؤنٹر پر کھڑے لوگ سب متوجہ ہوگئے۔ عارض کے اندر غصے کا طوفان اٹھا اور اس نے گریبان چھڑا کر پوری قوت سے اسے دھکا دیا، وہ گلاس دوڑ سے جا ٹکرائی۔ ماتھا لہولہان ہوگیا۔ وہ الٹے قدموں شاپ سے باہر نکل آیا۔ منھی بدحواس ہو کر اندر داخل ہوئی تو وہ نیم بے ہوشی کی حالت میں تھی شاپ کے سیلز مین اسے سہارا دے کر اٹھانے کی کوشش کررہے تھے۔ اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کے ماتھے پر لگے زخم پر اپنا آنچل رکھا اور بولی۔

"پلیز...... کوئی رکشہ، ٹیکسی رکوائیں، اسے اسپتال لے جانا ہوگا۔"

"او بی بی! اسے لے کر نکلو یہاں سے، جانے کیا معاملہ ہے؟ اچھے بھلے معزز نوجوان کا گریبان پکڑ لیا۔ تم جیسی لڑکیاں کیا کیا کرتی پھرتی ہیں۔" شاپ کے مالک نے بڑے نفرت آمیز لہجے میں ان کی کردار کشی کی تو سب اردگرد جمع لوگوں نے استہزائیہ انداز میں مسکراہٹ ظاہر کی اور پھر دائیں بائیں ہوگئے۔ منھی کا خون کھول اٹھا۔

"بہت گھٹیا سوچ ہے آپ کی۔"

"اوئے اچھا بی بی اب جاؤ دکان داری خراب نہ کرو۔" مالک نے ناگواری سے کہا۔ منھی نے بمشکل برداشت کیا، خون بہہ رہا تھا اس لیے جلدی سے اسے سہارا دیئے باہر نکل آئی۔ اتفاق سے رکشہ باہر مل گیا۔ اس نے قریبی کسی اسپتال چلنے کا کہا۔

پیشانی پر دائیں طرف دو ٹانکے لگے۔ انجیکشن اور دواؤں کے ذریعے خون بہنا رکا...... منھی حواس باختہ سی اسے اس حال میں لے کر گھر پہنچی تو جہاں آرا تشویش کے مارے سوال پر سوال کرنے لگیں۔

"ارے اللہ خیر یہ کیا ہوا، کیسے ہوا، گر گئی یا کسی نے ٹکر ماردی؟" منھی نے اسے بیڈ روم تک لاتے ہوئے ان کے تمام

سوال سن کر کسی حد تک ٹالنے کا بہانہ سوچ لیا۔

''جی...... بس بے دھیانی میں پاؤں پھسلا اور سر دیوار سے جالگا۔''

''توبہ ہے' کیا دھیان سے نہیں چل سکتی تھیں؟ کیسے پیلی رنگت ہوگئی ہے۔ لو بتاؤ' ماتھے پر زخم آ گیا' تمہاری شادی میں ہفتہ رہ گیا اور یہ اس حال میں آ گئیں۔'' جہاں آرا اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے ممتا بھرے انداز میں بولیں۔

''خالہ جان! فکر کی کوئی بات نہیں' ٹھیک ہو جائے گی۔''

''ان شاء اللہ! میں اس کے لیے ہلدی ڈال کر گرم دودھ لاتی ہوں۔''

''نہیں آپ بیٹھیں' میں لاتی ہوں۔'' منھی نے انہیں منع کیا اور خود جانے لگی تو زیبا نے کراہتے ہوئے روکا۔

''نہیں' دل نہیں چاہ رہا' قے آ جائے گی۔''

''چلو' تھوڑی دیر میں پی لینا۔'' منھی اس کا ہاتھ تھام کر قریب بیٹھ گئی۔

''صفدر کو فون کر دیتیں' وہ پہنچ جاتا' گاڑی میں لے آتا۔''

''ہاں' بس پریشانی میں خیال نہیں آیا۔'' منھی نے جلدی سے کہا۔

''زخم کتنا گہرا ہے۔''

''خالہ جان' دو ٹانکے آئے ہیں۔''

''آئے ہائے' میرے چاند کے چہرے پر کس کی نظر لگ گئی۔'' جہاں آرا نے اس کی بلائیں لیتے ہوئے کہا۔

''بس ایسا ہی لگتا ہے۔'' منھی ٹال گئی' انہیں کیا بتاتی کہ جس شخص نے اس کی پیشانی پر گھاؤ لگایا ہے وہ پہلے اس کی روح تک زخمی کر چکا ہے' مگر یہ وہ صرف سوچ کر رہ گئی۔ ان کو تو ٹال دیا تھا' اب اگلا مرحلہ صفدر کا تھا جسے بتانا بہت مشکل تھا' یہ عجیب سا واقعہ کیسے رونما ہو گیا؟ جہاں آرا عبدالصمد کی آواز پر اٹھ کر باہر گئیں تو منھی نے اسے پوچھا۔

''صفدر بھائی کو کیا بتائیں گے؟''

''انہیں میری ذات سے کیا دلچسپی؟''

''یہ ماتھے کا زخم' پٹی سب اور بات ہے' وہ ضرور پوچھیں گے۔'' منھی نے کہا۔

''تو سچ بتانا ہے۔''

''وہ تو بہت خفا ہوں گے۔''

''نہیں' اپنے دوست کی جرأت پر خوش ہوں گے۔'' زیبا نے طنز کیا۔

''کیا مطلب؟''

''یہی کہ اپنے دوست کو تو وہ فیور ہی کرتے ہیں۔''

''پتا نہیں کیا ہوگا۔''

''تم گھر جاؤ' اماں اکیلی پریشان ہو رہی ہوں گی۔''

''ہنہ' مگر تمہیں چھوڑ کر جانے کو دل نہیں چاہ رہا۔''

''نہیں...... جاؤ میں ٹھیک ہوں اور اماں کو کچھ نہ بتانا۔''

''ٹھیک ہے' لیکن سوچ رکھو کہ صفدر بھائی کو کیا بتانا ہے؟''

''کہا ناں...... کہ سچ بتاؤں گی۔''

''دیکھ لو۔''

''وہ خود بھی تو بتا سکتا ہے' صفدر کے رابطے میں ہے۔''

''عجیب بات ہے۔'' منھی نے کہا۔

''صفدر کو مجھ سے نہیں دوست سے محبت ہے۔''

''اخاہ......'' منی افسردہ سی بڑبڑا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔
صفدر کی کمپنی نے بونس اناؤنس کیے تو صفدر کو سب سے زیادہ بونس دیا گیا۔ بڑی مدت بعد وہ بہت خوش ہوا۔ آفس سے باہر نکلتے ہوئے اس نے امی کے لیے شاندار سوٹ خریدا' عبدالصمد کے لیے کپڑے اور کھلونے لیے' پھر عارض کے خیال سے گرم سوٹ کٹوالیا' مٹھائی خریدی مگر پھر کافی مضطرب سا ہو کر گاڑی کی طرف بڑھا' خوشی کی ہر خبر سب سے پہلے وہ عارض سے شیئر کرتا تھا' آج پہلا موقع تھا کہ وہ عارض کا سوچ کر بھی اس سے بنا ملے گھر پہنچ گیا۔
سب خریداری ٹی وی لاؤنج میں میز پر رکھ دی۔ جہاں آرا ٹی وی پر خبریں دیکھنے میں منہمک تھیں' عبدالصمد ان کے قریب صوفے پر بیٹھا بسکٹ سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اسے دیکھ کر جہاں آرا نے ٹی وی بند کر دیا' وہ صوفے کی پشت پر سر ڈال کر آنکھیں بند کر کے بیٹھ گیا تو وہ خریداری کے شاپرز دیکھتے ہوئے بولیں۔
''یہ سب کیا ہے اور خیریت تو ہے؟''
''جی یہ آپ کے' عبدالصمد کے لیے ہے اور یہ مٹھائی ہے' منہ میٹھا کریں' میری کمپنی نے بونس دیا ہے۔'' وہ سب چیزیں ایک طرف کر کے رکھتے ہوئے عارض کے لیے خریدا ہوا سوٹ دوسری طرف رکھنے کے بعد چپ ہو گیا۔
''خوشی کی خبر ایسے دیتے ہیں اور یہ زیبا کے لیے ہے؟'' انہوں نے دوسرے پیکٹ کی طرف اشارہ کیا۔
''یہ کسی دوست کا ہے۔'' وہ دھیرے سے بولا۔
''عارض کے لیے۔'' وہ غیر ارادی طور پر کہہ گئیں۔
''جی...... جی میں آتا ہوں' آپ مٹھائی بھی کھائیں۔'' وہ افسردہ سا اٹھ کر جانے لگا تو جہاں آرا نے کہا۔
''زیبا کے لیے کچھ نہیں لائے؟''
''امی...... اسے میری چیزوں کی ضرورت ہے کیا؟''
''ہیں......!''
''امی میں فریش ہو کر آتا ہوں۔''
''اس بیچاری کو تو پہلے ہی چوٹ لگی ہے' اگر اس کے لیے بھی کچھ لے آتے تو خوش ہو جاتی۔ مگر اس سے تو تمہیں دشمنی ہے۔'' وہ بولیں' تو وہ چونکا۔
''چوٹ؟''
''ہاں...... جا کر دیکھو۔'' انہوں نے بتایا تو وہ اور کچھ پوچھے بغیر ہی کمرے میں آ گیا۔ وہ سچ مچ بیڈ پر تھی۔ ماتھے پر پٹی بندھی ہوئی تھی' وہ آنکھیں بند کیے لیٹی تھی' اسے تجسس ہوا کہ کیسے' کیوں؟ مگر انا آڑے آ گئی تو لاتعلقی سے واش روم میں گھس گیا۔ چاہتے ہوئے بھی اس کا حال احوال نہیں پوچھ سکا۔ فریش ہو کر باہر نکلا تو وہ اٹھ بیٹھی تھی۔ سفید دوپٹہ سینے پر پھیلائے بے ترتیب بالوں کے ساتھ۔ وہ چونکا' پوچھنا پڑا۔
''کیا ہوا؟''
''چوٹ لگی ہے۔''
''یہ تو میں بھی دیکھ رہا ہوں۔''
''تو اور کیا بتاؤں؟''
''کیسے لگی؟''
''آپ کو نہیں پتا۔'' طنز سے بھرا لہجہ تھا۔
''مجھے الہام نہیں ہوتا۔'' وہ بال برش کرتے ہوئے بولا۔
''میرا خیال تھا کہ آپ کے عزیز دوست نے بتا دیا ہوگا۔''
''کیا مطلب؟'' وہ پلٹا۔

''اپنے عزیز دوست سے پوچھ لیجیے گا۔'' وہ بولی۔

''کیا؟''

''یہی کہ وہ کس قدر گھٹیا ہے' سامنا نہیں کر سکا تو دھکا دے دیا۔'' وہ نفرت سے بولی۔

''کیسی پہیلی ہے یہ؟'' وہ روہانسا ہو گیا۔

''یہ سچ ہے۔'' وہ تڑخ کر بولی۔

''تم صاف بات نہیں کر سکتیں۔'' وہ چلایا۔

''آپ کے پیارے دوست سے میں نے حساب مانگا تو وہ بھڑک اٹھا۔ مجھے دھکا دیا۔ یہ زخم شہادت ہے آپ کے دوست کی۔'' وہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔ صفدر کو حیرت کی دنیا میں تنہا بھٹکنے کو چھوڑ کر۔

❁......❁......❁......❁

ایک گھنٹے میں پوری چھ سگریٹ پھونک کر وہ سرتاپا دھواں ہی دھواں بن چکا تھا۔ نہ کھانے کا ہوش اور نہ پینے کا ہوش۔ زیبا کھانے کی ٹرے لے کر آئی تو وہ اس پر بھوکے شیر کی طرح ٹوٹ پڑا۔ گردن مضبوط ہاتھ میں دبوچ کر دانت کچکچا کر بولا۔

''تم...... تم فساد ہو' جھگڑالو' تم نے زندگی اجیرن بنادی' تم ہی کو ماردینا چاہیے۔ تم نے مجھے انسان سے وحشی بنادیا ہے۔ بولو کیوں گئی تھیں عارض کے پاس اور پھر اس نے یہ سلوک کیوں کیا؟ تمہارے شکنجے میں نہیں پھنسا' تمہارا فریب نہیں برداشت کیا' تو یہ داغ دے کر بھیج دیا۔ عارض سچا ہے' وہ میرا دوست ہے' وہ غلط نہیں' تم غلط ہو' اپنے عاشق کا گناہ میرے دوست کے سر منڈھنا چاہتی ہو۔ جھوٹی ہو' فریبی ہو تم۔'' پوری شدت سے وہ چیختے ہوئے بولا۔ گردن پر سخت دباؤ کی تکلیف سے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

''چھوڑو مجھے...... چھوڑو۔'' وہ بلبلائی۔

''آج یہ قصہ پاک کر کے جان چھڑاؤں گا۔'' وہ اور زور سے چیخا۔

''مار ڈالو' گلا دبا دو میرا' میری بھی جان چھوٹے۔'' وہ بے بسی سے مزاحمت چھوڑ کر بولی۔

''دل تو یہی چاہتا ہے' تم جیسی کو عبرت کا نشان بنادوں۔'' وہ گرجا۔

''ہاں...... مجھ پر ہی بس چلتا ہے' وہ جھوٹا' مکار و شاطر ہے' میری بات پر اعتبار کیوں نہیں کرتے؟'' وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔ باہر جہاں آرا کے کانوں میں آواز پہنچی تو وہ جلدی سے اندر آ گئیں۔

''صفدر......؟'' وہ اس کی گردن دبوچے دیکھ کر چیخیں۔ صفدر نے گردن جلدی سے چھوڑ دی۔ زیبا صوفے پر بیٹھ کر رونے لگی۔

''یہ سب کیا ہے؟'' وہ مشتعل ہو کر بولیں۔

''یہ سب کیا ہے؟'' صفدر نے اس کی چوٹ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

''بتایا تو تھا کہ چوٹ لگی ہے۔'' وہ بولیں۔

''چوٹ' میں بھی دیکھ رہا ہوں' یہ پوچھیں کس نے لگائی؟'' وہ چلایا۔

''کیا مطلب؟ گر گئی تو......''

''ہنہ...... گر گئی' یا گرائی گئی۔'' وہ طنز سے گھور کر بولا۔

''کیسی باتیں کر رہے ہو؟'' جہاں آرا کچھ نہ سمجھیں۔

''میں تھک گیا ہوں' میں تھک گیا ہوں۔'' وہ سر کے بال اپنی مٹھیوں سے نوچتے ہوئے غم و غصے کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گیا۔ تب جہاں آرا نے اسے روتا بلکتا دیکھ کر گلے لگا کر پشت تھپکی۔

''اسے کیا ہو گیا ہے؟'' سوال سرگوشی میں تھا' مگر زیبا کے دل میں اتر گیا۔

''یہ ایسے تو نہیں کرتا تھا۔'' انہوں نے خود سے الگ کرتے ہوئے کہا اور خاموشی سے خود بھی کمرے سے چلی گئیں۔ تو

غزل

سمندر میں اترتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
تیری آنکھوں کو پڑھتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
تمہارا نام لکھنے کی اجازت چھن گئی جب سے
کوئی بھی نام لکھتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
نہ جانے ہوگیا ہوں میں اس قدر حساس کب سے
کسی سے بات کرتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
وہ سب گزرے ہوئے لمحات مجھ کو یاد آتے ہیں
تمہارے خط جو پڑھتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
تیرے کوچے سے اب میرا تعلق واجبی سا ہے
مگر جب بھی گزرتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
ہزاروں موسموں کی حکمرانی ہے میرے دل پر
وصی میں جب بھی ہنستا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

ثانیہ جہاں......سیالکوٹ، ڈسکہ

زیبا سر کی پٹی نوچ کے اتارتے ہوئے اور شدت سے رونے لگی۔

"ہاں! میں جھوٹی ہوں، میں فریبی ہوں۔" اس کی سسکیوں میں ڈوبی آواز باہر دروازے سے لگی جہاں آرا بیگم نے واضح طور پر سنی۔

......☆☆☆......

جو کچھ ہوا اس کا اسے بہت افسوس ہو رہا تھا۔ جو کچھ ہوا بہت اچانک اور غصے میں ہوا تھا۔ صرف اس کے ذہن میں صفدر کا نام گونج رہا تھا۔ صفدر کے لگائے ہوئے الزامات میں اتنی صداقت تو ضرور تھی کہ اس کی بیوی نے اسے یہی بتایا تھا جس کی وجہ سے وہ خود بھی سامنے آ گئی تھی۔ مگر وہ تو پہلی بار اس سے ملا تھا، پہلی بار اسے دیکھا تھا۔

"یا خدا! مجھے معاف کرنا، میں نے کیا کر ڈالا...... کچھ بھی تھا مجھے بات سننی چاہئے تھی۔ میں نے تشدد آمیز سلوک کیوں کیا؟ اگر وہ بھابی تھیں تو صفدر کیا سوچتا ہوگا؟ اب کیا کروں؟" وہ سخت ذہنی اذیت میں مبتلا ہو کر لان میں ٹہلنے لگا، مگر احساس شرمندگی اور ناکردہ گناہ کے احساس سے کچھ سکون حاصل نہیں تھا۔ صفدر کی طرف سے کوئی بھی شدید ردعمل ہو سکتا تھا۔

"یا اللہ...... میں کیسے صفدر سے رابطہ کر کے اسے بتاؤں کہ میرا ان سے کوئی رابطہ کبھی نہیں رہا۔ مجھے نہیں معلوم یہ مجھ پر ایسا الزام کیوں لگا رہی ہیں؟ شرمین سے مدد لی جائے شاید وہ صفدر سے رابطہ کر لے۔" اس نے سوچا اور اندر کمرے میں آ گیا۔ فون کمرے میں ہی تھا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد نمبر ملایا مگر دوسری طرف سے فون کاٹ دیا گیا۔ پھر اس نے وال کلاک پر نگاہ ڈالی تو رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ سونے کے خیال سے فون میز پر رکھ کر بیٹھا ہی تھا کہ باہر گیٹ پر صفدر کی گاڑی کا ہارن سن کر چونکا۔ وہ شاید خود آ گیا تھا۔ وہ ذہنی طور پر تیار ہو کر کمرے سے باہر آیا۔ صفدر بڑے جارحانہ انداز میں اندر آیا اس کے بالکل مدمقابل۔ آنکھوں میں شعلے تھے اور چہرے پر رنج و ملال، جبکہ وہ خود عجیب سی کیفیت سے دوچار تھا۔

"میں دیکھنے آیا ہوں کہ ایک بزنس مین کی مردانگی کیا ہے؟ عورت پر تشدد گناہ کی تلافی کے لیے طاقت کا استعمال۔" صفدر بولا۔ تو اسے دلی طور پر رنج ہوا۔

"اچھی طرح دیکھ لو، بہت اچھا کیا کہ آ گئے، کیونکہ میں بہت تنہا پڑ گیا تھا، ندامت محسوس کرتے ہوئے۔" عارض نے بڑے تحمل سے جواب دیا۔

''تو ندامت محسوس کرلی تم نے۔'' صفدر طنز سے مسکرایا۔
''ہاں! اگر وہ تمہاری بیوی ہیں تو مجھے دھکا نہیں دینا چاہیے تھا۔''
''باقی تو تم نے میری بیوی کے ساتھ قابل تحسین حرکت کی ہے۔''
''صفدر! مجھے غصہ آجائے گا۔'' عارض پھر جذباتی ہوا۔
''آجانے دو' کچھ تو حقیقت دنیا کے سامنے آئے گی' میرا گھر اجڑے گا تو یہ محل بھی تباہ ہوگا۔'' صفدر نے بڑے سخت لہجے میں کہا۔
''صفدر! میں نے بھابی کے ساتھ ایسا کچھ نہیں کیا' بلکہ کسی لڑکی کے ساتھ بھی ایسا نہیں کیا' تمہارا دوست اتنا گھٹیا نہیں ہوسکتا۔'' عارض نے کچھ نرمی سے کہا۔
''یہی تو حیرت ہے کہ میرا دوست میری عزت کا قاتل نکلا۔''
''میں نے کچھ نہیں کیا' مجھے نہیں معلوم بھابی ایسا کیوں کہہ رہی ہیں؟'' عارض چلا اٹھا۔
''وہ کیوں جھوٹ بولے گی؟ میں نے اس سے اس کے مجرم کا نام پوچھا تھا' اس نے تمہاری فوٹو البم میں دیکھ کر ایک دم پہچان لیا۔'' صفدر بھی چلایا۔
''صفدر! میری بات کا یقین کرو۔''
''ایک عورت اپنے مجرم کو فوراً پہچان لیتی ہے۔''
''میں مجرم نہیں' جھوٹ بولتی ہیں بھابی۔''
''تو سچ کیا ہے؟''
''مجھے نہیں پتا' مگر اتنا خیال کرلو کہ میں نے کسی لڑکی کو کبھی چھوا تک نہیں۔''
''اسی لیے نیویارک سے لے کر یہاں تک تمہارے افسانے ہی افسانے ہیں۔''
''افسانے ہیں' حقیقت نہیں۔''
''حقیقت تسلیم کرلو تو بہتر ہے۔''
''صفدر یار! تم کیسے میرے دوست ہو کہ تم مجھ پر شک کررہے ہو۔'' عارض نے بڑی نرمی سے شکوے کا انداز اختیار کیا تو وہ بھی نرمی سے بولا۔
''خدا کرے میرے شک کو کبھی یقین کی منزل نہ ملے۔''
''میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں' بھابی کی غلط فہمی دور کردیتا ہوں۔'' عارض نے کہا۔
''نہیں' مجھے اپنے گھر میں یہ تماشا نہیں لگانا' میں زیبا کو یہاں صبح ہوتے ہی لاؤں گا۔'' صفدر کی بات میں دوست کے لیے گنجائش موجود تھی۔
''ٹھیک ہے' اگر میں مجرم ہوں تو مجھے اپنے ہاتھوں سے ماردینا۔'' عارض نے بڑی سچائی سے کہا اور صفدر کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا۔ صفدر نے دھیرے سے ہاتھ ہٹایا اور باہر نکل گیا۔ مگر ساری رات میں سے چند گھنٹے بچے تھے وہ بھی اس نے سڑک پر گزار دیے۔

❁ ❁ ❁ ❁
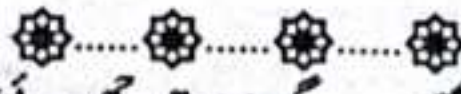
ساری رات گھر سے باہر رہنے کے بعد علی الصبح جب وہ گھر پہنچا تو سوجھی ہوئی آنکھوں کے ساتھ چہرے پر تناؤ' غصہ اور تھکن ہی تھکن تھی۔ جہاں آرا نے دانستہ دیکھ کر خاموشی اختیار کی اور وہ ان کا سامنا کرنے کے بعد سیدھا کمرے میں آگیا۔ زیبا قرآن پاک کی تلاوت کررہی تھی۔ عبدالصمد بیڈ پر سویا ہوا تھا۔ وہ صوفے پر گر گیا۔ زیبا نے توجہ کی مگر پھر تلاوت میں مشغول رہی۔ کچھ دیر بعد فارغ ہوئی تو وہ نیند کے جھٹکے لے رہا تھا۔
''سنیے! آپ بیڈ پر سوجائیں۔'' وہ دھیرے سے سرہانے کھڑی ہوکر بولی۔ تو اس نے سرخ انگارہ آنکھیں ہلکے سے

زبان کا ڈر

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی حاضر ہوئے اور پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ڈر کس کا ہونا چاہیے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ اس کا اور ساتھ ہی فرمایا۔ خوش کلامی جنت اور بد کلامی دوزخ کی نشاندہی کرتی ہے۔

(بشریٰ باجوہ عطاریہ۔ اوکاڑہ)

کھولیں اور بولا۔

"ہنہ...... بیڈ پر یا کانٹوں کے بستر پر۔"

"خیریت تو ہے۔" زیبا ٹال گئی۔

"خیریت تو اس روز اس گھر سے رخصت ہوگئی تھی جس روز تم نے قدم رکھا تھا۔" وہ برا سا منہ بنا کر بولا۔

"خدارا...... بس کردیں، میں سنتے سنتے تنگ آ گئی ہوں۔" زیبا کو غصہ آ گیا۔

"اور میں...... میں کیا کروں؟ میں بھی تنگ آ گیا ہوں۔" وہ جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"تنگ تو آپ پہلے دن سے آ گئے تھے۔"

"میرے ساتھ چلنا ہوگا۔" وہ بولا۔

"کہاں؟"

"اس کے پاس جو بقول تمہارا مجرم ہے۔"

"مجھے کہیں نہیں جانا۔"

"کیوں...... من میں چور ہے؟"

"نہیں، میں اس کم ظرف کو دیکھنا بھی نہیں چاہتی۔"

"جب کہ وہ یہاں آنے کو تیار ہے۔"

"تو آ جائے۔"

"یہاں میں اپنی ماں کو کوئی صدمہ نہیں دینا چاہتا۔ تم ابھی میرے ساتھ چلو گی۔" وہ تحکم سے کہہ کر واش روم میں گھس گیا اور وہ ڈبڈبائی آنکھوں سے صرف چھت کی طرف دیکھنے لگی، گویا آسمان کی طرف نظریں لگا دیں۔

"تو ہی رب ہے، تو ہی میری بے گناہی کا شاہد ہے، تو ہی مجھے سرخرو کر۔" اس نے آنکھیں رگڑ کر صاف کیں اور ناشتہ بنانے کی غرض سے کچن کی طرف آ گئی۔ مگر وہ طوفان کی مانند آیا اور اسے کلائی سے تھام کر باہر لے آیا۔ جہاں آرا کو بنا بتائے ہی اسے گاڑی میں بٹھایا اور بجلی کی سی رفتار سے گاڑی گیٹ سے نکال لے گیا۔

اس نے کوئی پروا نہیں کی کہ عبدالصمد سویا ہوا ہے۔ جاگ گیا تو کیا ہوگا؟ امی کو بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا، انہیں کتنی فکر ہوگی؟ اس کے ذہن پر اس وقت صرف ایک ہی بھوت سوار تھا کہ زیبا کو عارض کے سامنے جا کھڑا کرے اور اب سب کچھ واضح ہو جائے۔ اس کی برداشت جواب دے گئی تھی۔ وہ عارض کو کہہ کر آیا تھا کہ اب یہ معمہ حل کر کے رہوں گا۔ جس نہج پر حالات آئے تھے اس پر دل دھڑک رہا تھا کہ حقیقت کیا ہوگی؟ کیونکہ عارض کے مسلسل انکار پر وہ اسے گناہ گار ماننے کو راضی نہیں تھا۔ مگر زیبا کا کہنا اور عارض کو دیکھ کر مشتعل ہونا اس کی بھی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور تھی۔

❀......❀......❀......❀
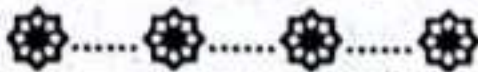
ٹی وی لاؤنج میں صفدر اور زیبا عارض کے منتظر تھے۔ وہ سلیپنگ گاؤن میں الجھے الجھے بالوں کے ساتھ وہاں آیا اور ان دونوں کے روبرو کھڑا ہو گیا۔ صفدر نے فوری طور پر زیبا کی طرف دیکھا وہ خونخوار نگاہوں سے عارض کو گھور رہی تھی۔ جبکہ

عارض اس کے ماتھے کے زخم کو دیکھ کر شرمندگی محسوس کررہا تھا۔
''عارض! یہ ہے غلطی سے میری بیوی اور تمہاری بھابی زیبا۔''
''میں شرمندہ ہوں کہ مجھے غصہ آ گیا تھا۔'' عارض نے ماتھے کے زخم کے حوالے سے کہا۔ جبکہ صفدر چلا اٹھا۔
''ڈرامے بازی بند کرو، اسے اس کے سوالوں کے جواب دو۔''
''بولیں......'' وہ آرام سے بولا۔
''تم اتنے بھولے اور معصوم بن کر کس کو دھوکہ دے رہے ہو؟''
''کسی کو نہیں، میں نے کسی کو دھوکہ نہیں دیا۔'' عارض نے کہا۔
''زیبا...... جو کہنا ہے فوراً کہو۔'' صفدر کو غصہ آ گیا۔
''تم مجھے برباد کر کے اجنبی کیسے بن سکتے ہو؟'' زیبا نے عارض سے براہ راست پوچھا۔
''بھابی!'' وہ بولتے بولتے رکا۔
''ہوں بھابی، تم وہ رات کیسے بھول سکتے ہو جب تم نے سرد رات میں اپنی ہوس کا شکار بنا کر مجھے کوڑے کے ڈھیر پر پھینکنے کا حکم دیا تھا۔ بھول گئے۔''
''کیا مطلب؟'' عارض نے حیرت سے دیکھا۔
''میں آپ کو پہلی بار دیکھ رہا ہوں اتنے قریب سے، باہر مارکیٹ میں دیکھا تھا۔'' وہ بڑی صداقت سے بولا۔
''تو گویا تم زیبا کے عاشق نہیں......'' صفدر نے طنزیہ ہنسی کے ساتھ پوچھا۔
''صفدر...... یار فضول بات نہ کرو، تم تو میری بات سمجھو، میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔'' وہ مسکین سی صورت بنا کر بولا۔
''بولیں آپ، کیا آپ کا میرا رابطہ تھا......؟'' عارض افسردہ اور پریشان تھا۔
''زیبا...... یہ کون تھا؟'' صفدر کو غصہ آ گیا۔
''میں آصف سے پیار کرتی تھی اور آصف بہانے سے مجھے اپنے فیکٹری والے اسٹور میں لے گیا تھا۔ وہاں سے ہم کہاں گئے یہ مجھے نہیں پتا۔''
''صبح سے کچھ پہلے میں ہوش میں آئی تو صورت میں نے تھوڑی سی روشنی میں بھی پہچان لی تھی۔ بولو تم نے کمرے سے نکلتے ہوئے ملازموں کو نہیں کہا تھا کہ آصف کو کہو یہ گند اٹھا کے کوڑے کے ڈھیر پر پھینکے۔''
''بولو تم نہیں تھے......؟ آصف تمہارا بندہ تھا......'' وہ بولتے بولتے رونے لگی۔ اور اسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں جیسی حالت ہوگئی۔ اس کے لب ہلے
''آ...... آصف......''
''ہاں! آصف، وہ کون تھا؟'' زیبا چیخی۔
''آصف کو آپ کیسے جانتی تھی؟'' عارض نے پوچھا۔
''سنا نہیں، وہ ہماری بیگم کے محبوب تھے اور شاید ہوں بھی۔'' صفدر کو زیبا ہی زیادہ گناہ گار لگی۔ اس لیے اس نے بڑے تیکھے لہجے میں کہا۔ زیبا شرمندہ سی ہو کر بولی۔
''مجھے اس دھوکہ باز کی محبت پر یقین آ گیا تھا، وہ ہمارا کرائے دار تھا۔''
''وہ آصف...... ہمارا ملازم تھا اور ہے، ہمارے فارم ہاؤس پر ہوتا ہے۔ آپ کو وہ ہی فارم ہاؤس لایا تھا۔ اور جو بھی گناہ کیا اس نے کیا تھا۔'' بتاتے ہوئے عارض کی نظریں زمین میں گڑی تھیں۔ مارے خجالت کے وہ پلکیں نہیں اٹھا پارہا تھا۔
''مگر گناہ گار تم ہی تھے، میں نے تمہیں خود دیکھا تھا۔'' زیبا کو غصہ آ گیا ایک بار پھر اس کا گریبان مٹھی میں لے لیا۔
''صفدر میرا یقین کرو، آصف کو میں نے بہت بے عزت کر کے نکالا تھا۔ میں نے اس کے بھاگ جانے کے بعد کمرے میں قدم رکھا تھا۔''

ہم نے سنا ہے

✧سنا ہے جنگلوں کا بھی کوئی دستور ہوتا ہے۔
✧سنا ہے شیر کا جب پیٹ بھر جائے تو وہ حملہ نہیں کرتا۔
✧سنا ہے ہوا کے تیز جھونکے جب درختوں کو ہلاتے ہیں تو "مینا" اپنے گھر کو بھول کر "کوے" کے انڈوں کو پروں میں تھام لیتی ہے۔
✧سنا ہے گھونسلے سے جب کوئی بچہ گرے تو سارا جنگل جاگ جاتا ہے۔
☆سنا ہے کوئی پل ٹوٹ جائے اور سیلاب آجائے تو کسی لکڑی کے تختے پر گلہری، سانپ، چیتا اور بکری ساتھ ہوتے ہیں۔
☆خدائے منصف وا کبر میرے ملک میں اب جنگلوں کا ہی کوئی دستور نافذ کر۔

(شگفتہ خان۔ بھلوال)

"مجھے ملازمین نے بتایا تو میں بستر سے اٹھ کر اس کمرے میں آیا اور میں اچانک اس رات فارم ہاؤس آیا تھا۔ پلیز میری بات کا یقین کرو۔ صفدر تم میرے دوست ہو۔"

"صفدر...... یہ جھوٹ بول رہا ہے، آصف اس کا آلہ کار تھا۔ صفدر میں سچ کہہ رہی ہوں۔" زیبا نے صفدر کی پیشانی پر نفرت کی سلوٹیں دیکھ کر اس کو یقین دلانا چاہا۔ مگر صفدر نے اس کو نظر انداز کر کے عارض سے فقط اتنا کہا۔

"عارض! ان کے عاشق کو پہلی فرصت میں بلواؤ۔"

"صفدر!" زیبا نے کچھ کہنا چاہا مگر صفدر نے سختی سے ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور کہا۔

"چلو میرے ساتھ۔"

"صفدر! یہ جھوٹ......"

"زبان کاٹ کر پھینک دوں گا۔" صفدر نے حقارت سے کہا اور کھینچتا ہوا اسے باہر لے آیا۔ گاڑی میں پٹخا اور تیزی سے گاڑی گیٹ سے باہر نکال لے گیا۔

❁......❁......❁......❁
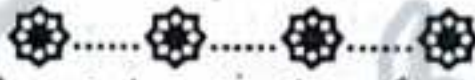
وہ آفس پہنچی تو بہت اہم مسئلے پر متعلقہ شعبے کے لوگ میٹنگ کے لیے جمع ہو گئے۔ وہ اپنی ڈائری کے مطابق تیاری کے ساتھ میٹنگ کے لیے ہال میں پہنچی تھی۔ فیکٹری میں ایک نئے یونٹ کے بنانے کی ضرورت تھی، اس حوالے سے اسے بریفنگ دی جانی تھی۔

مگر کشف کے بار بار فون کال کی وجہ سے وہ کچھ دیر بار بار سیل فون سے کال کاٹتی رہی...... پھر کچھ دیر بعد اسے فون بند کرنا پڑا۔ مگر جونہی وہ میٹنگ سے فارغ ہوئی تو آفس میں آ کر سیل فون آن کیا۔ کشف کے دو میسجز اوپر تلے موجود تھے۔

"ہیلو...... شرمین پلیز کال می۔" دوسرا میسج تھا۔

"شرمین! تم فون بند کر کے کب تک جان چھڑاؤ گی؟"

"مجھے آج اذان کو لے کے جانا ہے، عبدالہادی کی سال گرہ ہے۔" شرمین کا دماغ درد سے پھٹنے لگا۔ ایک تاسف بھری لمبی سانس بھر کے اس نے کشف کا نمبر ڈائل کیا۔

"کشف! میں نے فون اپنی مصروفیت کی وجہ سے آف کیا تھا۔ اور میں کیوں تم سے جان چھڑاؤں گی؟" اس نے کشف کے فون اٹینڈ کرتے ہی خود اٹیک کر دیا۔

"تاکہ اذان تمہارے پاس رہے۔"

"دیکھو...... اذان میرے پاس اپنے ڈیڈی کی وصیت کے مطابق ہے۔ میں نہ اذان کو جانتی تھی اور نہ مجھے پاس رکھنے کا شوق تھا۔" اس نے اپنی فطرت کے برعکس لہجہ بہت سخت اختیار کیا۔ کشف کو پتنگے لگ گئے۔

''کیا ہوگیا ہے تمہیں! تم اتنی زبان چلانے لگی ہو۔''
''کشف...... میں اب مجبور کردی گئی ہوں، مجھے کوئی لالچ اور غرض نہیں تم نے میری زندگی اجیرن کردی ہے اور میں کیا کروں؟''
''میں ایسا کیوں کروں گی......؟'' کشف بولی۔
''پلیز...... کشف مجھے سکون سے رہنے دو۔''
''مطلب ہمارا بھتیجے پر کوئی حق نہیں، ارے میرے بیٹے کی سال گرہ ہے اذان آجائے گا تو کیا حرج ہے؟''
''میں مزید اس وقت کچھ کہنا نہیں چاہتی۔'' ثمرین نے بے بسی سے کہا۔
''تو نہ کرو بحث، میں گاڑی بھیجتی ہوں اذان کو بھیج دو۔'' کشف نے دوٹوک لہجے میں آڈر دیا اور فون بند کردیا۔ ثمرین کو بہت افسوس ہوا۔ اس نے کہیں پڑھا تھا کہ۔
''دو چیزیں انسان کی پہچان بنتی ہیں...... اس وقت کیا گیا صبر جب انسان کے پاس کچھ نہ ہو اور دوسرا اس کا رویہ جب اس کے پاس سب کچھ ہو۔'' یہ سوچ کر اسے کافی تسکین سی محسوس ہوئی...... مگر کشف کی بات مانے بنا کوئی چارہ نہ تھا۔ اور اذان کو بھیجنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ اس کے اطراف میں بس مشکلات ہی مشکلات تھیں، دکھ ہی دکھ تھے۔ عارض کا تھپڑ اسے شدید درد دے رہا تھا، کشف کے طنزیہ جملے جگر چھلنی کر رہے تھے۔

❀......❀......❀......❀
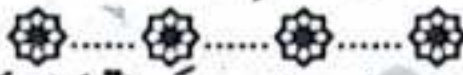
اسے گھر چھوڑ کر وہ عجلت میں تیار ہوکر آفس کے لیے چلا گیا تھا۔ کسی قسم کی کوئی بات کیے بنا، زیبا کو کچھ وحشت سی اس کی آنکھوں میں صاف محسوس ہوئی تھی۔ دل ڈر سے بھر گیا تھا۔ جہاں آرا نے تیکھے تیوروں کے ساتھ اس کی کلاس لی۔
''کہاں گئے تھے دونوں؟ معصوم بچے کو کمرے میں تنہا چھوڑ کر اور مجھے بتانے کی ضرورت بھی نہیں سمجھی۔''
''امی بس صفدر کو جلدی تھی۔'' وہ ٹال گئی، مگر وہ مطمئن نہ ہوئیں۔
''کیا جلدی تھی...... کہاں جانا تھا؟''
''بس ایسے ہی سڑکوں پر پھر پھرا کر آگئے۔'' وہ اور کیا بتاتی۔
''دیوانے ہوگئے ہو، صبح سویرے منہ اٹھا کر سڑکیں ناپنے چل دیے۔'' وہ غصے میں بولیں۔
''امی...... آپ صفدر سے پوچھیے گا۔'' وہ یہ کہہ کر کچن میں آگئی۔ سر درد سے پھٹ رہا تھا۔ چائے کی اشد ضرورت تھی۔ مگر ذہن تو کہیں اور ہی بھٹک رہا تھا۔
آج ننھی کی مہندی تھی۔ ننھی نے اماں نے اسے صبح آنے کو کہا تھا۔ مگر وہ تو گرداب میں پھنسی تھی۔ اسے عارض کی بات پر ہرگز یقین نہیں آیا تھا۔ جبکہ صفدر کو اس کی بات پر سو فیصد یقین تھا۔ آصف کی حد تک تو اس نے ٹھیک کہا تھا، مگر اس نے کمرے کے دروازے سے روشنی جو آرہی تھی وہاں کھڑے عارض کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیا تھا۔ وہ آج تک اسے نہیں بھول پائی تھی۔ اسے پامال کر کے وہ گند کا ڈھیر کہہ رہا تھا۔
''نہیں، تم جھوٹے ہو، بالکل جھوٹے۔'' وہ بڑبڑائی۔ بے وجہ کی اذیت تھی ناسمجھی کا فریب جس نے اس کی زندگی کو جہنم میں تبدیل کردیا تھا۔
''آصف...... اللہ تمہیں غارت کرے۔'' موٹے موٹے آنسو رخسار پر پھسل گئے۔ چائے کپ میں ڈال کر کمرے میں آگئی۔ ننھی کا فون آرہا تھا۔ اس نے کال اٹینڈ کر کے خود ہی کہہ دیا۔
''ننھی...... میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، میں نہیں آرہی۔''
''کیا مطلب؟ برائے نام مہندی اور نہ ہونے کے برابر مہمان، کیا تم ایسا کرو گی؟'' ننھی نے خفگی سے کہا۔
''میں ایسا ہی کرسکتی ہوں، کیونکہ میں جہنم میں ہوں، مجھے زندہ اور نارمل نہ سمجھو۔'' زیبا رو دی۔ ننھی پریشان ہوگئی۔
''کیا ہوا ہے؟ بتاؤ......''

رشتے' رابطے

✿ دنیا میں صرف تین رشتے کھرے ہیں' ماما' عشقِ الٰہی اور حُبِ رسولؐ۔ باقی ہر رشتہ مصلحت' مطلب' منافقت اور تجارت کا ہے۔

✿ دوستوں' عزیزوں کا بُرا سلوک بھی آپ کے لیے ایک خزانے سے کم نہیں ہے۔ اسے سنبھال کر رکھیں۔ یہ بہت سے موقعوں پر بروقت فیصلہ آپ کے کام آئے گا۔

✿ پیار کسی بھی رشتے میں ہو' اگر اس کا اظہار کسی سطح پر نہیں ہو رہا تو ایسے پیار کا سرے سے وجود ہی نہیں۔

✿ کیا یہ قیامت نہیں ہے کہ دنیا ایک دوسرے کے رشتے داروں سے بھری پڑی ہے۔ لیکن رشتے مر گئے ہیں۔

✿ میں نے دو طرح کے لوگوں سے دھوکا کھایا ہے ایک وہ جو میرے اپنے نہیں تھے اور ایک وہ جو میرے' بہت اپنے تھے۔

(حریم فاطمہ ...... کراچی)

''بس کچھ نہیں ہوا' تم اماں کو سمجھا دو کہ میں نہیں آسکتی ......'' اس نے کہا۔

''میں صفدر بھائی کو کہتی ہوں۔''

''کوئی ضرورت نہیں ہے۔''

''تم خود سوچو' بے شک وہ چار خواتین آئیں گی' مگر اماں کے سوا کون ہوگا؟ کیا سوچیں گی وہ کہ تم کیوں نہیں آئیں' اور کل تو مجھے جانا ہے' تمہیں کل بھی فرصت نہیں ملے گی۔'' نبھی نے کہہ کر فون بند کر دیا اور وہ نڈھال سی ہو کر صوفے پر گر گئی۔ چائے کی پیالی اس کے ہاتھوں میں پکڑی پکڑی ٹھنڈی ہو گئی مگر اسے پینے کا خیال ہی نہیں آیا۔ اس کے حواس پر اب صفدر کا خاموش سنجیدہ سا چہرہ چھایا تھا۔ جس کے پس پشت کچھ اور ہی دکھائی دے رہا تھا۔

❀......❀......❀......❀

اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ کشف کے کہنے پر اذان کو سالگرہ میں شرکت کے لیے بھیجے یا نہیں۔ اس نے بھول کر بھی اسے ساتھ مدعو نہیں کیا تھا۔ اذان کو تنہا بھیجتے ہوئے وہ گھبرا رہی تھی۔ جب خود سے فیصلہ نہ کر پائی تو صفدر کو فون کرنے کا سوچا' مگر پھر یہ مناسب نہ لگا۔ وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔ اذان کی چھٹی کا وقت سر پر آن پہنچا تھا۔ اگر اذان کو بھیجنا تھا تو کوئی گفٹ بھی خرید کر دینا ضروری تھا۔ کیوں نہ خود بھی ساتھ چلی جائے یہ سوچ کر اس نے پی اے کو اپنے جانے کی اطلاع دی اور ہر کام کے لیے کل کا وقت دے دیا۔

اذان کو اسکول سے لینے سے پہلے مارکیٹ سے ایک شاندار گفٹ اور برتھ ڈے کارڈ لیا۔ اذان کو ساتھ لیا اور گھر آ گئی۔

اذان گفٹ دیکھ کر ایکسائیٹڈ ہو گیا۔

''ماما...... یہ کس کے لیے ہے؟''

''بیٹا آپ کے فرینڈ عبدالہادی کے لیے۔'' اس نے کارڈ لکھتے ہوئے جواب دیا۔

''کشف پھوپو کا بیٹا۔'' اذان کے منہ سے ایک دم نکلا تو وہ چونکی۔

''چلو فریش ہو کر کچن میں آؤ' کھانا گرم کرتی ہوں۔'' وہ کافی بیزار سی ہو کر کارڈ وہیں میز پر چھوڑ کر کچن کی طرف آ گئی۔

''نہیں ...... نہیں اذان کو اس سے دور رکھنا ضروری ہے۔ ہمیں نہیں جانا چاہیے۔ کشف اذان کو متنفر کرنے کی کوشش میں مصروف ہے' وہ اپنے ناپاک عزائم پورے کرنے کے لیے کچھ بھی اذان کو کہہ سکتی ہے۔'' فریج سے سالن کا ڈونگا نکال کر مائیکرو ویو میں رکھتے ہوئے اس نے سوچا اور پھر مطمئن ہو گئی۔ اذان کچن میں آیا تو اس کے ذہن میں ایک ہی سوال تھا۔

''ماما...... میں کون سے کپڑے پہن کر جاؤں گا؟''

''کہاں......؟'' اس نے توا چولہے پر رکھا اور پیڑے بناتے ہوئے انجان بن گئی۔

''وہ عبدالہادی کی......''

"ہم کہیں نہیں جارہے؟" روٹی گرم توے پر ڈالتے ہوئے وہ ٹھٹک گئی۔

"کیوں......؟"

"اذان...... ہم نہیں جارہے اور بس......" اس نے روٹی پلیٹ میں رکھی اور اس کو بڑی سنجیدگی سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ماما پھر ہم عارض انکل کے گھر چلیں......" اذان کو تو بوریت کا علاج چاہئے تھا۔

"نہیں ہم وہاں بھی نہیں جائیں گے۔" اسے عارض کے ذکر پر مزید غصہ آ گیا۔

"آپ ان سے ناراض ہیں؟"

"ہاں...... کھانا کھاؤ۔" دوسری اور آخری روٹی پلیٹ میں رکھ کر وہ پلیٹ میں سالن ڈالتے ہوئے بولی۔ اذان بالکل خاموش ہوگیا...... پھر ایک دم بولا۔

"اور گفٹ؟"

"گاڑی آئی تو گفٹ بھجوادیں گے۔"

"ماما...... میں سونے جارہا ہوں۔" اذان نے شکوہ کرتی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا اور تیزی سے کچن عبور کرگیا۔ شرمین کا نوالہ پلیٹ میں رہ گیا۔ وہ سمجھ گئی کہ اذان دلی طور پر جانا چاہتا ہے۔ مگر دوررس نتائج کی پرواصرف اسے تھی۔ اذان نہیں جانتا تھا کہ کشف کیا سوچ رہی تھی۔ وہ بہت پریشان سی ہوکر بنا کھانا کھائے میز سے اٹھ گئی۔

❁......❁......❁

منھی کا فون جب آیا تو اس وقت صفدر ریسٹ روم میں کاؤچ پر پاؤں پھیلائے گہری سوچ میں غرق تھا۔ بادل نخواستہ آنکھیں کھول کر فون کی اسکرین پر نگاہ ڈالی۔ منھی کا نمبر دیکھ کر فون اٹینڈ کیا۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام! صفدر بھائی آج مہندی ہے، زیبا کو تو صبح سے آنا چاہئے تھا، مگر وہ نہیں آرہی۔"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں؟" وہ انجان بن گیا۔

"آج اس کو ہماری طرف ہونا چاہیے......" منھی نے جتلایا۔

"آپ ایسا کرو، آجاؤ اور اسے اپنے ساتھ لے جاؤ۔"

"مگر وہ راضی نہیں۔"

"اسے کہو کہ وہ جائے۔" اس نے بڑے دباؤ کے ساتھ جملہ ادا کیا۔

"آپ اور خالہ جان۔"

"میں بہت بزی ہوں...... خالہ جان کے پاس عبدالصمد کو چھوڑ جانا۔" اس نے کچھ چڑچڑاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"آپ شام کو آجائیں گے نا۔"

"پتا نہیں، میرا مطلب ہے میں بہت مصروف ہوں۔" صفدر نے یہ کہا اور فون بند کردیا۔ منھی نے تعجب سے کچھ دیر بند فون کو گھورا اور پھر خالہ حاجرہ کو بتانے آ گئی۔

"خالہ جان...... میں زیبا کو لینے جاؤں، صفدر بھائی تو بہت مصروف ہیں۔"

"کیا مطلب؟ تم باہر جاؤ گی مایوں کے جوڑے میں اور زیبا کو تو ایک دو دن پہلے آجانا چاہیے تھا۔" حاجرہ بیگم نے کچھ برہمی سے کہا۔

"چھوڑیں یہ پرانی باتیں ہیں کیا فرق پڑتا ہے۔"

"نہیں بیٹا۔ میں چلی جاتی ہوں، مجھے اچھا نہیں لگتا۔"

"زیبا کو لینے آپ جائیں گی......؟"

''ہاں..... تو کیا ہوا؟ میں جاتی ہوں، جلدی سے لے آؤں گی زیبا آ کر تمہاری مہندی کے انتظامات خود کرے گی۔ ویسے تو کیا انتظامات چار پانچ آدمیوں کی چائے پانی کا بڑا مسئلہ تو ہے نہیں۔ تم دروازہ بند کرلو میں بس جلدی سے جا کر آتی ہوں۔'' حاجرہ بیگم اسی وقت جانے کو تیار ہوگئیں، مگر نمی کے دل میں کھدبد شروع تھی۔ زیبا کی آواز سے پریشانی سی جھلک رہی تھی۔ کہیں کوئی مسئلہ نہ ہو..... وہ یہ سوچ رہی تھی..... حاجرہ بیگم چلی بھی گئیں اور وہ سوچتی رہ گئی۔

❁ ..... ❁ ..... ❁ ..... ❁

شرمین کو توقع تھی کہ کشف گاڑی بھیج کر فون ضرور کرے گی۔ کشف کا فون آیا..... تو اس نے فون اٹھا کر باہر لان عبور کر کے خاموش سایہ دار جگہ پر آ کر فون ریسیو کیا۔

''شرمین! اذان کو جلدی سے باہر بھیجو ہمیں دیر ہورہی ہے، کیک بھی لے کر جانا ہے۔'' کشف ایک سانس میں بولی۔

''کشف! اذان کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی سو گیا اور رکو میں عبدالہادی کا گفٹ لائی ہوں.....'' اس نے کہا اور اندر جانا چاہتی تھی کہ کشف کی تیز اور تلخ آواز آئی۔

''تم اندر ہی رکو، کیا مطلب ہے تمہارا میرا بیٹا تمہارے گفٹ کا بھوکا ہے اور تم میرے بھتیجے پر قبضہ جما کر بیٹھی ہو، میں آرام سے سمجھا رہی ہوں تمہیں، اذان کے لیے رکاوٹ مت بنو۔'' وہ بولتی ہوئی اس کے پورشن کی طرف آ گئی۔ شرمین نے دوڑ کر اس کو دور سے ہی کنٹرول کیا۔

''پلیز کشف! میری بات سنو، یہاں آؤ۔'' اس نے کچھ دور پڑی کرسیوں کی طرف رخ کیا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ کشف جھنجلا کر بیٹھ گئی۔

''بولو.....''

''کشف..... کیوں میری زندگی میں مشکلات پیدا کرنا چاہتی ہو۔''

''کیسی مشکلات؟ مشکلات تو تم اذان کے لیے کھڑی کررہی ہو، اسے ہم سے دور رکھ کے، سچ نہ بتا کے، کچھ بھی تو نہیں بتایا تم نے اس معصوم کو، وہ ڈیڈی، ڈیڈی کرتا ہے۔ انتظار کررہا ہے، مگر تم اپنے مطلب کے لیے یہ سچائی چھپائے ہوئے ہو، اس کی ماں تم نہیں ''نینسی جوزف'' تھی۔ بھائی کی دوسری بیوی اذان کو پیدا کر کے مرگئی، یہ بتایا تم نے اذان کو.....'' کشف کا تو جیسے کسی نے بٹن دبا دیا۔ وہ تڑتڑ بولتی چلی گئی اور شرمین کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ ایک لفظ نہ بول سکی۔

''ابھی تو میں جارہی ہوں، کیونکہ ٹائم نہیں ہے، مگر ہم پھر جلد اس موضوع پر بات کریں گے۔'' کشف یہ کہہ کر چلی گئی..... اور شرمین کی آنکھوں سے اشکوں کی ایسی برسات ہوئی کہ اسے کچھ اختیار نہ رہا۔ کشف کے دو جملے ہی سماعت پر ضرب لگا رہے تھے۔

''بھائی کی دوسری بیوی، نینسی جوزف..... صبیح احمد نے تو اسے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا، کچھ نہیں لکھا..... اپنی نشانیوں میں بھی اس کی کوئی نشانی نہیں بھیجی۔'' دکھ اور تذلیل آمیز اس رویے پر اسے صبیح احمد کو یاد کر کے رونا آ رہا تھا۔

''کتنے بے رحم اور اجنبی تھے تم، کیسے خود غرضی کا لبادہ اوڑھ کر اذان کو میری ذمہ داری بنا گئے۔ جہاں سب کچھ چھپایا وہاں اذان کی ہستی بھی اپنوں میں بانٹ جاتے۔ تم جھوٹے تھے..... تم نے دوسری شادی کی، مجھے بتایا تک نہیں، پہلی شادی تو تم نے ماں کی ضد اور بہنوں کی لالچ کی وجہ سے کی تھی، مگر دوسری شادی کس کے کہنے پر کی۔ تم تو دعویدار تھے کہ میرے بغیر ادھورے ہو اور یہ سچ تم نے چھپا کر رکھا..... آئی ہیٹ یو صبیح احمد۔'' وہ روتے روتے بڑبڑائی مگر کون تھا جو اس کی آواز سنتا۔

''شرمین..... اب تو آگے کی سوچو، کشف تو اذان کو سب کچھ بتا کے رہے گی۔ بتا دو، تم ہی بتا دو، صبیح احمد نے تمہارے خلوص کا سفاکانہ استعمال کیا ہے، دے دو اس کا بیٹا..... الگ ہوجاؤ، بھول جاؤ اذان کو.....'' ذہن میں کئی خیالات آئے۔

''ماما.....'' اسی لمحے اذان نے پشت سے اس کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھ کے پکارا تو وہ تڑپ اٹھی..... اسے سینے سے لگا لیا۔

''جی..... جی میری جان۔''

غزل

زنداں میں جب قید کی جاتی ہیں بیٹیاں
تب رسم جہل توڑنے آتی ہیں بیٹیاں
نادان اے انسان، انہیں بوجھ مت سمجھ
عزت کا تاج سر پہ سجاتی ہیں بیٹیاں
گر وقت کڑا آن پڑے زندگی میں تو
ماں باپ کے چہروں کو ہنساتی ہیں بیٹیاں
یوں تو کمال ضبط سے پی لیتی ہیں ہر درد
گر رو پڑیں بابل کو رلاتی ہیں بیٹیاں
بیٹے بھی ہیں نعمت مگر سو بات کی اک بات
خوش قسمتوں کے حصے میں آتی ہیں بیٹیاں
عرشی غرور شان سے اک تاج کی مانند
عزت کو اپنے سر پہ سجاتی ہیں بیٹیاں

عرشی ہاشمی.....آزاد کشمیر

"آپ رو رہی تھیں......"

"نہیں......میں تو سوچ رہی تھی کہ ہم کہیں باہر جائیں۔" اس نے مسکرا کر کہا تو اذان کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

❀......❀❀......❀

اک دوسرے کو جان نہ پائے تمام عمر
ہم ہی عجیب تھے کہ زمانہ عجیب تھا

یہ تاسف لیے وہ خود کو اذیت میں مبتلا کیے لانگ ڈرائیو پر تھی۔ اذان سہمی سہمی حیران نگاہوں سے مسلسل اسی کو دیکھ رہا تھا۔ کبھی کبھی اچنتی سی نگاہ پیچھے کو بھاگتے دوڑتے کھیت کھلیان اور درخت دیکھ لیتا......وہ تو بہت خوش تھا کہ ماما کے ساتھ لانگ ڈرائیو پر جا رہا ہے۔ بہت مزہ آئے گا۔ مگر وہ حد درجہ خاموش اور مردہ دلی سے گاڑی چلا رہی تھی۔

"ماما......" اس نے ہولے سے پکارا، مگر اس نے نہیں سنا۔

"ماما جی۔" وہ پھر بولا......اس نے اس کی طرف دیکھا اور پھر مغموم سی ہو کر بولی۔

"اذان بیٹا......میری خاموشی کی وجہ جاننا بہت مشکل ہے، آپ کی ننھی سی سوچ میں نہیں سما سکتی۔" وہ بھانپ گئی تھی کہ کیا لکھا ہے اذان کے چہرے پر اس کی بھوری بھوری آنکھوں میں۔

"انکل سے لڑائی ہوئی ہے......؟"

"کون سے انکل......؟" اس نے گاڑی کی رفتار کم کر کے فاصلے کا اندازہ لگایا اور پھر واپسی کے ارادے سے گاڑی موڑتے ہوئے پوچھا۔

"عارض انکل۔"

"نہیں، وہ آپ کے انکل نہیں ہیں، وہ کسی کے کچھ نہیں ہو سکتے۔" اس کا منہ کڑوا ہو گیا جیسے۔

"ڈیڈی سے......"

"شاید......"

"ڈیڈی گندے ہیں۔" اذان نے بھی دل کی بات کہہ دی۔

''ہاں...... انہیں اپنے برے ہونے کا کبھی احساس ہی نہیں ہوا۔'' وہ افسردہ سی ہوگئی۔

''ماما...... آپ میری بات کرادیں میں ڈیڈی کو کہتا ہوں......'' اذان نے اس طرح کہا کہ اس کے دل میں آیا کہ اسے خود وہ سچ بتادے جو صبیح احمد کے حوالے سے کشف نے اسے بتایا ہے اور شاید بہت جلد وہ بتانے والی ہے۔ مگر نجانے کیوں وہ اس کا معصوم چہرہ دیکھ کر ایسی جرأت نہ کرسکی اور نظریں چرا گئی۔

''ماما...... آئی ایم سوری۔'' اذان کو ایک دم لگا کہ وہ اس کی کسی بات سے ناراض ہے۔

''کیوں بیٹا؟'' وہ تڑپ اٹھی۔

''میں نے عارض انکل سے بات کی تھی......'' وہ بڑی معصومیت سے بولا۔

''کوئی بات نہیں بس اب نہ کرنا۔''

''ماما...... وہ تو بیمار ہیں۔''

''چھوڑو، چلو ہمارا گھر آ گیا۔'' اس نے گیٹ سے گاڑی اندر لاتے ہوئے کہا...... مگر اندر عارض کی گاڑی دیکھ کر وہ چونکی۔

''عارض انکل، ہررے......'' اذان سب بھول کر اپنے پورشن کی طرف بھاگا جبکہ اس کے قدم من من کے ہوگئے...... شبانہ نے اپنے برآمدے سے آ کر اسے اطلاع دی۔

''آپ کے مہمان کچھ دیر سے آئے ہیں، میں نے ڈرائنگ روم میں بیٹھنے کو کہا مگر وہ آپ کے لان میں بیٹھے ہیں۔''

''شکریہ......'' وہ یہ کہہ کر آگے بڑھ گئی۔

❀......❀......❀......❀
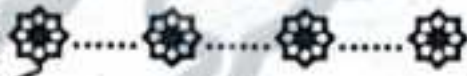
اذان نے دوڑ لگائی اور عارض سے لپٹ گیا۔ وہ ناپسندیدہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کوریڈور کی طرف بڑھنے لگی تو عارض کی آواز آئی۔

''مجھے ضروری بات کرنی ہے۔''

''ابھی تھپڑ کی تکلیف باقی ہے، اذان اندر چلو......'' اس نے بہت سختی سے کہا اور اذان سہم کر فوراً اندر چلا گیا، مگر عارض سامنے آ گیا۔

''سوری......''

''کس لیے؟ مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی، تھپڑ سے گری ہوئی حرکت آپ نے اور کررکھی ہیں۔''

''شرمین...... میں نے ایسا کچھ نہیں کیا، صفدر سے فون کرکے پوچھ لو، زیبا بھابی کا گناہ گار میں نہیں کوئی اور ہے۔''

''مجھے کیا ضرورت ہے کسی سے پوچھنے کی......'' وہ چڑی۔

''پھر میری بات کا اعتبار کرو۔''

''کون سی بات؟''

''میں جلد ان کا اصل مجرم سامنے لے آؤں گا، مگر پلیز تم مجھے برا نہ سمجھو۔'' عارض نے کہا۔

''دیکھو! میرے اپنے بہت سے مسائل ہیں، میرے پاس وقت ہی نہیں کہ آپ کو اچھا برا سوچو۔''

''اپنے مسائل مجھ سے شیئر کرو۔''

''نہیں مجھے اب کسی پر اعتبار نہیں۔''

''شرمین...... مگر مجھے تمہارے سہارے کی ضرورت ہے، میں تنہا ہوں۔''

''ہم سب اپنی اپنی جگہ تنہا ہیں۔'' وہ بولی۔

''لیکن ہم دونوں ایک دوسرے کی تنہائی بانٹ سکتے ہیں۔''

''پلیز...... آپ جاؤ، مجھے کوئی قصہ نئے سرے سے شروع نہیں کرنا۔''

''شرمین پلیز......''

''عارض...... مجھے تنگ نہ کرو، جاؤ۔''

''مجھ سے نفرت نہ کرو......'' وہ بے بسی سے بولا۔

''اپنے آپ سے یہ سوال کرو کہ تم قابل نفرت کیوں ہو؟''

''وہ زیبا بھابی کی غلط فہمی ہے۔''

''شرم کرو، کس منہ سے بھابی کہہ رہے ہو؟''

''میں قسم کھاتا ہوں کہ میں نے انہیں چھوا تک نہیں، ان کا مجرم کل یہاں ہوگا تم سب کے سامنے۔''

''تو کل کی کل دیکھیں گے۔''

''پلیز شرمین تم تو مجھے غلط نہ سمجھو۔''

''پلیز جائیے، اذان کو ہوم ورک کرانا ہے۔''

''ایک وعدہ کرو کہ......''

''فار گارڈ سیک...... جاؤ مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا، میرا دماغ الجھا ہوا ہے۔''

''مجھے بتاؤ کیا الجھن ہے؟''

''الجھن دینے والے یہ سوال نہیں کرتے۔''

''اوکے...... کل جب صفدر کی بیوی کے اصل مجرم کو سامنے لاؤں تو تم ضرور آنا۔''

''میری بات سنو، تم اس مجرم کے کیا لگتے ہو؟ آلہ کار، سرپرست؟'' ایک دم ہی اس کا ذہن کھول اٹھا۔

''نہیں...... مگر ایک تعلق ضرور ہے۔ مالک اور نوکر کا۔''

''مطلب جیسا مالک ویسا نوکر افسوس!''

''کل سب واضح ہو جائے گا۔''

''مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا، میں تمہیں جان چکی ہوں۔'' اس نے بڑی سرد مہری سے کہا اور اندر چلی گئی۔ مگر وہ بھی پیچھے تیزی سے آیا اور اس کا ہاتھ تھام کر ٹھوس لہجے میں بولا۔

''تم نے مجھے غلط جانا ہے، اب صحیح جاننا ہوگا، سمجھیں تم......''

''ہنہ......'' اس نے ہاتھ چھڑایا اور گھور کر دیکھا۔

''اذان! آؤ میرے ساتھ......'' صوفے پر بیٹھے اذان کو دیکھ کر عارض نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا...... اس نے بھی اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''اذان کہیں نہیں جائے گا......'' اس نے سختی سے کہا۔

''اذان میرے ساتھ جا رہا ہے، تم اسے نہیں روک سکتیں، یہ تمہارا ہی نہیں میرے اتفاقیہ دوست صبیح احمد کا بھی بیٹا ہے۔''

''نام مت لو......'' وہ صبیح احمد کے نام پر چلا اٹھی۔

''اوکے اللہ حافظ، میں خود بھجوا دوں گا......'' وہ یہ کہہ کر اذان کو لے گیا۔ وہ کچھ نہ کر سکی۔

❁......❁......❁......❁

خلاف توقع زیبا اور عبدالصمد گھر پر ہی تھے۔ جبکہ اسے یقین تھا کہ وہ منھی کے ساتھ جا چکی ہوگی۔ آخر کو منھی کی مہندی ہے۔ مگر وہ کچن میں کھڑی چاول صاف کر رہی تھی۔ اسے دیکھ کر فوراً چائے کا پوچھا مگر اس نے تو چپ سادھ رکھی تھی۔ کوئی جواب نہ دیا کمرے میں آ گیا وہ بھی پیچھے پیچھے چلی آئی۔

''کیا بات ہے؟'' وہ بولی مگر وہ خاموشی سے جوتے اتارتا رہا۔

''آپ بول نہیں رہے۔''

''کیا بولوں؟ بولنے کو تو بہت کم وقت بچا ہے۔'' وہ ٹھہر ٹھہر کر بولا۔
''میں آپ کی اجازت کے بغیر گھر نہیں گئی، اماں آ کر چلی گئیں۔'' اس نے خود سے اس کی اہمیت بیان کی۔
''تو چلی جاتیں، اچھا ہوتا۔''
''اور آپ......''
''کیا آپ؟''
''میں چائے لاتی ہوں۔''
''پلیز مجھے دو گھڑی آرام کرنے دو۔'' وہ زچ آ گیا۔
''کیا بات ہے؟''
''اور کون سی بات بچی ہے؟ کیا ہے مزید جاننے کو۔'' وہ یہ کہہ کر کمبل تان کر لیٹ گیا۔
زیبا کی سمجھ سے باہر تھا۔ اتنا تو اسے پتا تھا کہ وہ عارض سے مل کر آنے کے بعد سے بدلا بدلا سا ہے۔ خوش گوار موڈ میں تو خیر کبھی نہیں ہوتا تھا، مگر آج اسے سب کچھ غیر معمولی لگ رہا تھا۔ چپ چاپ سی کمرے سے باہر آ گئی...... باہر امی موجود تھیں...... ان کے چہرے پر سوال موجود تھے۔
''اسے بتانا تھا کہ کھمی کی مہندی ہے، جانا ہے۔'' امی کو خیال گزرا کہ صفدر کو نہیں معلوم۔
''امی پتا ہے انہیں......''
''تو پھر......''
''تو وہ تھکے ہوئے ہیں، بس نہیں جانا۔'' وہ ٹال مٹول سے کام لے رہی تھی۔ جہاں آرا کو حیرت ہوئی...... وہ خود صفدر کے پاس آ گئیں۔
''صفدر......''
''جی......'' اس نے کمبل سے منہ نکالا۔
''یہ کیا بے ہودگی ہے، زیبا کو لے جاؤ، گھر کی بچی نہ ہو گی تو لوگ کیا کہیں گے؟''
''امی...... میں نے کہہ تو دیا تھا کہ یہ جائے......''
''مگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہتی تھی، حاجرہ بہن واپس چلی گئیں۔''
''کون سا ساتھ؟''
''ہیں...... نیند میں ہو؟''
''امی...... خدا کے لیے مجھے سکون سے مرنے دیں۔'' وہ ایک دم ہی جذباتی ہو گیا، چیخنے لگا، ہاتھ جوڑ دیے۔
''ارے کیا ہو گیا تمہیں......''
''پلیز...... جائیں آپ۔'' وہ بولا...... جہاں آرا بیگم حیران پریشان سی کمرے سے نکل گئیں...... صفدر نے غصے سے چھت گھورنی شروع کر دی۔ جبکہ باہر کھڑکی سے لگی زیبا کا دل ہول سے بھر گیا۔

❀......❀......❀......❀
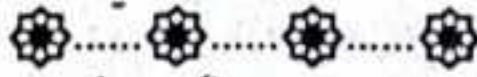
غصے اور جھنجلاہٹ میں اس نے بیڈ کے نیچے سے وہ بڑا سا ڈبہ گھسیٹ کر باہر نکالا جو صبیح احمد کی نشانیوں سے بھرا تھا اس نے ایک ایک چیز نکال کر الٹ پلٹ کے دیکھی، کہیں نینسی کے حوالے سے کوئی چیز، کوئی نشانی نہیں تھی۔ کہیں کوئی حوالہ نہیں تھا۔ اس نے دوبارہ سب چیزیں ڈبے میں ڈال دیں اور سوچ میں پڑ گئی۔
''کہیں یہ کشف نے جھوٹی کہانی تو نہیں بنائی یا پھر صبیح احمد نے ان کو غلط کہا ہو لیکن غلط اور جھوٹ کی کیا ضرورت تھی...... اذان صبیح کا جائز اکلوتا وارث ہے اس کے لئے وہ جھوٹ کیوں بولتے...... اور کشف کسی راہ چلتی کو تو اذان کی ماں نہیں کہہ سکتی۔ اس کا مطلب نینسی صبیح احمد کی زندگی میں بیوی بن کر آئی اور پھر چلی گئی۔ مگر صبیح مجھے بتاتے تو، اذان کو میری سپردگی میں

دیتے ہوئے کچھ تو بتاتے اس قابل ہی نہیں سمجھا' جھوٹ تھی ساری محبت ایک کے بعد ایک عورت زندگی میں لاتے رہے لیکن دعویٰ یہ کرتے رہے کہ میں ان کی محبت ہوں...... نہیں...... ہرگز نہیں...... بالکل بھی نہیں تھی تمہیں مجھ سے محبت۔ تم نے مجھے دوسرا دھوکہ دیا۔ مجھے لاعلم رکھ کے میرے احساسات کو ٹھیس پہنچائی۔ میں اب کیا کروں؟ کیا اذان کو کشف کے حوالے کردوں یا پھر اذان کو سارا سچ بتا کر فیصلہ اس پر چھوڑ دوں' بھول جاؤں سب کچھ' اسے باپ کے مرنے کی حقیقت بتادوں وہ ٹوٹے یا بکھر جائے...... مجھے اس سے کیا؟"

"نہیں شرمین...... یہ تو سب غلط ہے۔ سب کے جھگڑے میں اذان کا سوچو اس کا کیا ہوگا؟ اس عمر میں اس کا رشتوں سے اعتبار اٹھے گا تو پھر وہ کبھی سمٹ نہ پائے گا' جی بھر جی نہ سکے گا۔ اگر اسے بکھرنا ہی تھا تو اسے اپنایا ہی نہ ہوتا۔" ضمیر کی آواز نے اسے جھنجوڑا۔

"مگر میں کیا کروں؟ کشف حرص وحوس کی محبت میں اس معصوم کو سچائی بتانے پر تلی ہے' پھر بھی تو وہ بکھرے گا' مجھ سے نفرت کرے گا اور پھر اذان کے پاس کچھ نہیں بچے گا۔ نہ ذات اور نہ دولت۔" اس نے ضمیر کو دبانا چاہا۔

کبھی کبھی زندگی میں ایسے موڑ آتے ہیں کہ ہر موڑ خطرناک منزلوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ انسان وہ موڑ دیکھ کر ہی نڈھال ہوجاتا ہے۔ بے بس ہوجاتا ہے کہ کس طرف جائے؟ اس کا بھی یہی حال تھا کہ کچھ بھی سمجھ سے باہر تھا۔ زندگی کے نام پر ایک اذیت ناک زندگی جینے پر مجبور تھی۔ اسی لیے اسے محبت محبت پکارنے والوں سے چڑ تھی کہ محبت کے اصل مفہوم اور مقام کو جانے بغیر یہ محبت کے نعرے لگانے والے جھوٹے اور دو نمبر ہیں۔ انہوں نے مطلب اور غرض کو محبت کے معنی پہنانے کی کوشش کی ہے۔ اسے کم از کم یہی تجربہ ہوا تھا۔

❁......❁......❁......❁

اذان کو عارض نے باہر کھانا کھلایا۔ آئس کریم کھلائی اور ڈھیر ساری شاپنگ کراکے رات گئے واپس چھوڑا اور باہر سے ہی چلا گیا۔ اذان چہکتا ہوا اندر آیا۔ بہت خوش تھا آکر اس سے لپٹ گیا۔

"چھوڑو مجھے' آپ کو ماما کی کیا فکر؟"

"ماما...... میری ماما۔" اس نے لاڈ کیا۔

"میری اجازت کے بغیر کہیں بھی چلے جاتے ہیں۔"

"سوری ماما...... عارض انکل نے بہت انجوائے کرایا۔" اس نے دانستہ بات بولی۔

"تو وہیں رہ لیتے۔"

"انکل کہہ رہے تھے کہ وہ جب تک یہاں ہیں میں ان سے روز ملا کروں۔" وہ بولا۔

"پھر وہ کہاں چلے جائیں گے؟"

"پتا نہیں۔"

"اذان!"

"ہنہ......" وہ چاکلیٹ کھاتے ہوئے بولا۔

"آپ کو میرے بغیر انجوائے کرنا تو آگیا' اب رہنے بھی لگو گے۔"

"نہیں جی۔" وہ اٹھلایا۔

"اگر پھوپو لے جائیں تو رہ لینا ان کے پاس۔"

"نہیں جی' عارض انکل کے پاس ماما...... ہم کیوں ان سے ناراض ہیں؟"

"نہیں کس نے کہا؟"

"انکل کہہ رہے تھے۔"

"چھوڑو انکل کو۔" وہ بولی۔

''ماما......''

''ڈیڈی انکل کے فرینڈ ہیں نا۔''

''پتا نہیں۔''

''ڈیڈی آئیں گے نا......تو......'' وہ بولتا بولتا رکا۔

''وہ نہیں آئیں گے۔'' اس نے کچھ سوچ کر کہا۔

''کیوں؟''

''اس لیے کہ وہ کبھی نہیں آسکتے' اب سو جاؤ بہت رات ہوگئی۔'' اس نے کہا اور وہ جو پیکٹ لے کر آیا تھا وہ اٹھا کر میز پر رکھنے لگی۔ نیلا ایک بڑا سا شاپر تھا اس میں ایک پیکٹ تھا' اسے وہ کچھ مختلف سا لگا اذان واش روم میں دانت برش کرنے گیا تو اس نے وہ پیکٹ نکال کر دیکھا...... وہ واقعی اس کے لیے تھا۔ اس کے لیے قیمتی اس کا پسندیدہ پرفیوم تھا اور ڈبے کے اندر صرف ایک جملہ لکھا تھا۔

''زندگی کے لیے۔'' اس کا دل دھڑکا۔ ہاتھ اس کو تھام کر لرزاں سے تھے۔

''جھوٹ۔'' وہ بڑبڑائی اور پیکٹ اپنی ڈریسنگ ٹیبل کی نچلی دراز میں رکھ دیا۔ کیونکہ وہ اذان پر ظاہر کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اذان بہت خوش اور فریش تھا۔ اسے اچھا لگا۔ اس معصوم کا کیا قصور؟ اسے زندگی کی رونقیں چاہئیں۔ یہ سوچ کر وہ خود بھی واش روم میں گھس گئی۔

❀......❀......❀......❀

عارض کو حاکم الدین نے کسی کے آنے کی اطلاع دی تو اس نے اسے بٹھانے کو کہا۔ خود سب سے پہلا کام یہ کیا کہ صفدر کا فون نمبر ملایا۔

''کیا بات ہے؟''

''آجاؤ وہ شخص آچکا ہے۔''

''او کے۔''

''سنو ویسے اس کا کرنا کیا ہے؟'' عارض نے پوچھا۔

''بہت کچھ کرنا ہے' جو مجھے سکون دے سکے۔ بس انتظار کرو زیبا کو اس کے گھر سے لانا ہے۔ ابھی گئی ہے' اب لے کر آتا ہوں۔''

''دیکھو...... کنٹرول رکھنا۔''

''عارض...... مجھے جینا ہے' گھٹن سے نجات حاصل کرنی ہے۔''

''او کے۔''

''بس ویٹ۔''

''میں نے شرمین کو بھی بلانا ہے۔''

''نہیں' اس قصے میں شرمین کی ضرورت نہیں۔''

''وہ مجھے غلط سمجھ رہی ہے۔''

''سب ٹھیک ہوجائے گا۔ آج کے بعد سب ٹھیک ہوجائے گا۔'' اس نے یہ کہہ کر فون بند کر دیا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

صلیب انتظار

اقبال بانو

سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر

اس نے توڑا وہ تعلق جو میری ذات سے تھا
اس کو رنج نہ نجانے میری کس بات سے تھا
لاتعلق رہا لوگوں کی طرح وہ بھی
جو اچھی طرح واقف میرے حالات سے تھا

سیاہ گیٹ پر اس نے کار روکی تو زرین اترتے ہوئے بولی۔

"تم اویس بھائی کی طرف جاؤ گے؟"

"ہوں۔" آذر نے ہنکارا بھرا۔ "مگر ائیر پورٹ سے واپسی پر۔"

"تو ایسا کرنا کہ واپسی پر مجھے بھی پک کر لینا۔" وہ ساڑھی کا پلو کندھوں کے گرد لپیٹتے ہوئے بولی۔

"نہیں یار! تم عاشو آپا کو لے کر چلی جانا' میں شاید نہیں جا سکوں۔" وہ بےزاری سے بولا۔

"کرنا کیا ہے تمہیں دوست کو رخصت کر کے فارغ ہی ہو؟"

"بس نہیں۔"

"کئی روز سے تم بہانے کر رہے ہو اویس بھائی کیا سوچتے ہوں گے کہ ان کی پروموشن سے ہم خوش نہیں۔" زرین نے اپنے سیاہ تراشیدہ بالوں کو ہاتھ سے تھپکتے ہوئے کہا جو تقریباً آدھے تھے تو سفید مگر نہایت رازداری سے انہیں سیاہ کر کے وہ اپنی عمر سے دس برس کم ہو گئی تھی۔

"تو ہمیں بھلا کسی کی ترقی پر خوش ہونے کی کیا ضرورت؟" وہ ہنسا۔ "ہماری اپنی خوشیاں کم تو نہیں۔" آذر نے شرارت سے زرین کی طرف دیکھا جو کھڑکی پر دونوں بازو رکھے آنکھوں میں قندیلیں روشن کیے نہایت محبت سے اسے دیکھ رہی تھی بعض مرتبہ آذر سوچتا تھا' کتنی روشنی ہے اس کی آنکھوں میں اور وہ انہیں آنکھوں کے بلب روشن کیے کہہ رہی تھی۔

"مجھے بناؤ مت بس آج چلنا ہے اور واپسی پر مجھے بھی ساتھ لے لینا۔"

"کیا؟" آذر کے ہونٹ بھینچ گئے پیشانی پر لکیروں کا جال اتر آیا۔

"مجھے بھی ساتھ لے لینا آذر حمید! اپنی اس حقیر پُر تقصیر بیوی کو۔" زرین کے لہجے میں شوخیوں کے گھنگھرو بولنے لگے۔

آذر نے کوئی جواب دیئے بغیر ایک جھٹکے سے کار آگے بڑھائی اور چند لمحوں بعد ہی اس کی کار زرین کی نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی' وہ حیران تھی آذر نے ازدواجی زندگی کے ان بارہ برسوں میں کبھی بھی ایسی حرکت نہ کی تھی اسے اچھی طرح پتا تھا کہ زرین نے کار کی کھڑکی پر کہنیاں ٹکائی ہوئی ہیں اور پھر آنکھوں اور ہونٹوں سے پریم رس ٹپکائے بغیر ہی وہ چلا گیا تھا۔ اتنی بے تکی حرکت کی تھی اس نے اگر میں گر جاتی تو زرین

کو یہ سوچ کر ہی جھرجھری آ گئی۔ پھر اس نے سر جھٹک کر گیٹ پر لگی کال بیل کے چھوٹے سے بٹن پر اپنی انگلی رکھ دی۔

❀......❀......❀

آذر کا ذہن ماؤف ہوا جا رہا تھا اور بس ایک ہی جملہ اس کے دماغ پر ہتھوڑے کی ضرب کی طرح پڑ رہا تھا۔

"مجھے بھی ساتھ لے لینا...... مجھے بھی ساتھ لے لینا......" یہ وہ جملہ تھا جسے وہ عرصہ ہوا بھول چکا تھا' اسے تو یاد ہی نہ تھا کہ اس نے کسی سے وعدہ کیا تھا۔ وہ جو اس چھوٹے سے گاؤں میں کومل سی ملیح رنگت اور چمکتی آنکھوں والی لڑکی رہتی تھی اسی نے تو کہا تھا۔

"مجھے بھی ساتھ لے لینا...... دیکھو بھولنا مت' مجھے بھی ضرور ساتھ لے لینا۔" کتنی یاددہانی کرائی تھی اس نے۔ یادوں کے دبیز پردوں کے پیچھے سے جھانکتی ہوئی وہ کومل دوشیزہ نہایت مان سے پوچھ رہی تھی۔

"مجھے ساتھ لینا تو نہیں بھولو گے نا؟" آذر نے ان جملوں کی مسلسل شورش سے بچنے کے لیے زور سے سر جھٹکا تو دل کے بھنور میں آہ کا پتھر پڑ گیا اور ایسا پڑا کہ اس کی لہریں دل کی دیواروں سے سر ٹکرانے لگیں' جب دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ابھرنے والی آہ ہونٹوں پر آ جائے تو لگتا ہے جیسے دل پھٹ گیا ہو اور اس کا سارا لہو درد بن کر اتر آیا ہو۔ یہی حال آذر کا بھی تھا۔

اس کے دل کا لہو آنکھوں میں سرخی بن کر تیر رہا تھا' آج اچانک ہی برسوں پرانے زخم کے ٹانکے کھل گئے تھے اور ایک عجیب سا درد تھا جو اٹھا اور وہ درد کے اس سمندر میں ابھر ڈوب رہا تھا۔ اصل میں جن دکھوں کا گمان تک نہ ہو اور وہ اچانک مل جائیں تو وہ دل کی سرزمین پر مثل تیر کھب جاتے ہیں اور انسانی زندگی کا یہ بہت بڑا المیہ ہے۔ ہم کسی کا دل دکھا کر تو چین سے نہیں رہ سکتے۔

"مگر میں نے تو نہایت سکون سے بارہ تیرہ برس گزار دیئے۔" آذر حمید نے اپنے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے خود سے کہا۔

اداسیاں برف کے گالوں کی طرح آذر کے دل کے ہر خانے پر گر رہی تھیں اور کار سے زیادہ تیز اس کا ذہن دوڑ رہا تھا۔ یہی رُت تھی جاتی گرمیوں اور آتی سردیوں کی رُت، آذر حمید تم نے کبھی بھی اس رُت کے بارے میں نہیں سوچا اور نہ ہی وہ کومل لڑکی تمہیں یاد آئی جسے تم نے میلے میں لے جانے کا وعدہ کیا تھا۔ نہ تم نے کبھی اسے یاد کرنے کی کوشش کی' اپنی دنیا میں گم ہو گئے۔ کتنے وعدہ خلاف ہو تم' تمہیں تو کبھی بھی وعدے کے ایفا کرنے کی خواہش نے تنگ نہ کیا اس کے اندر طوفان مچا ہوا تھا۔

شاید میں نے خود کو اتنا مصروف کر لیا آگے بڑھنے اور اپنا آپ بنانے کی ایسی خواہش تھی جس نے پیچھے مڑ کر دیکھنے کا خیال بھی نہ آنے دیا۔ کبھی یہ خیال دل میں نہ آیا کہ راجن آباد میں میں کیا چھوڑ آیا ہوں' کیسا دل روندا ہے میں نے؟ آذر کی آنکھوں میں نمی کی تہہ جم گئی' آج زرین کے اس جملے نے بہت کچھ یاد دلا دیا تھا' راجن آباد یاد آیا تو ساتھ ہی اس گاؤں کی وہ حسینہ بھی یاد آ گئی جس نے کہا تھا۔

"مجھے بھی ساتھ لے لینا۔"

اور وہ بھی بھول گیا تھا' کتنا کمینہ پن اس نے کیا تھا' آذر حمید سخت شرمندہ تھا۔ وہ جو ایک مقامی بینک کا وائس پریذیڈنٹ تھا بہت بڑا عہدہ تھا اس کا' مگر وہ خود کو اس وقت بہت چھوٹا انسان سمجھ رہا تھا' جس انسان کو اپنے وعدے کا پاس نہ ہو وہ چھوٹا ہی تو ہوتا ہے نا؟

اس کی یادوں کی وادی میں دل کی تہوں میں چھپا وہ لمحہ گلاب بن کر مہکنے لگا جب اس کی پروموشن ہوئی اس کا اپنے بینک کی راجن آباد برانچ میں بحیثیت منیجر تقرر ہوا تھا۔ راجن آباد بہت پسماندہ گاؤں تھا اور عموماً وہاں کنوارہ اسٹاف ہی رکھا جاتا تھا کہ فیملی والے افراد کو وہاں بہت دقت ہوتی تھی۔ آذر حمید راجن آباد جانے سے بہت خوش تھا' اسے گاؤں دیکھنے اور وہاں رہنے کا بہت شوق تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ جلد ہی وہاں ایڈجسٹ ہو جائے گا' لہلہاتے کھیتوں اور ہری بھری فصلوں والا وہ خوب صورت گاؤں راجن آباد جس کے دو فرلانگ کے فاصلے پر بڑی سی نہر بہتی تھی جس کے دونوں کناروں پر شیشم کے جھومتے ہوئے درخت تھے۔ کھیتوں میں سے گزرتی چھوٹی چھوٹی ندیاں، یہاں آ کر آذر کو بہت سکون ملا۔ صبح سویرے تاحد نظر پھیلا ہوا سبزہ اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک بخشتا تو شام ڈھلتے ہی ڈھیروں جگنوں اس کے چھوٹے سے بنگلے کے لان میں جھل مل کرتے پھرتے تو اسے لگتا جیسے کہ تارے زمین پر اتر آئے ہوں۔ یہاں اس کی روح شانت ہو گئی تھی، صبح و شام کے یہ منظر اس کے دل میں نقش ہو گئے تھے۔ ایک روز وہ

اپنے آفس میں کام میں مصروف تھا کہ وہ آندھی اور طوفان کی طرح اندر داخل ہوئی اور چیخ کر بولی۔

"دیکھیں جی یہاں تو کوئی انصاف ہی نہیں۔" آذر نے فائل پر سے سر اٹھا کر آواز کی سمت دیکھا وہ نہایت بے تکلفی سے آذر کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

"کیا بات ہے؟" آذر کو وہ سولہ سترہ سال کی لڑکی بہت اچھی لگی۔

"بھئی دیکھیں میں نے کہا ہے کہ میرے یہ پانچ سو روپے بینک میں رکھ دیں اور وہ جو تمہارا لمبو بیٹھا ہے نا کہتا ہے کھاتہ پانچ سو روپے میں نہیں کھلتا' کیوں نہیں کھلتا بھلا۔" وہ باقاعدہ لڑنے کے سے انداز میں بولی۔

"ہاں ہاں کھلتا ہے کھاتہ تم بیٹھو تو۔" آذر نے جلدی سے کہا وہ دھم کر کے کرسی پر بیٹھ گئی تو آذر نے کہا۔

"لاؤ پانچ سو روپے۔" تب اس نے دوپٹے کے پلو میں بندھی گرہ کو موتیوں جیسے دانتوں سے کھولا اور مڑے تڑے سو روپے والے پانچ نوٹ گن گن کر آذر کے حوالے کر دیئے۔ آذر اس کے معصومانہ اور بھولے انداز پر مسکرا دیا' وہ پیسے دے کر بولی۔

"اب تو کھاتہ کھل جائے گا نا؟"

"ہاں ہاں کیوں نہیں' تم اگر چاہو تو زیادہ پیسے بھی لے آؤ پھر بھی کھل جائے گا۔"

"یہ ہی تو میں بھی کہہ رہی تھی کہ جب پانچ ہزار روپے سے بھی کھاتہ کھلتا ہے تو پانچ سو روپے سے کیوں نہیں کھل سکتا اور پھر افسر صاحب......

"افسر صاحب......" آذر نے حیرت سے یہ لفظ دہرایا۔

"ہاں جی وہ لمبو کہتا تھا ہمارے افسر صاحب سے مل لو تو تم ہی ہو نا افسر صاحب؟" وہ جلدی سے وضاحت کرنے لگی تب آذر نے شیشے کے پار دیکھا جسے وہ بار بار لمبو کہہ کر مخاطب کر رہی تھی وہ اکاؤنٹ آفیسر تنویر غوری تھا اور اسے اپنے لمبے قد پر بہت ناز تھا بقول اس کے آئیڈیل قد ہے میرا اور اب وہ اپنے بارے میں اس دیہاتی لڑکی کے ریمارکس سن لیتا تو یقیناً سر پیٹ لیتا۔

"اور جی وہ مجھے کہہ رہا تھا میں اپنی فوٹو بھی دوں۔" وہ آذر کی طرف جھکی نہایت رازداری سے کہہ رہی تھی۔

"اچھا۔" آذر نے ابلتے قہقہے کو بمشکل روکتے ہوئے کہا۔

"ہاں جی اب دیکھو بھلا یہ کوئی ضروری ہے؟"

"یہ نہیں بتایا کہ کیوں فوٹو مانگی تھی۔" آذر نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"کہہ رہا تھا تم پڑھی لکھی نہیں ہو تو اس لیے پہچان کے لیے کہ واقعی تم ارشاد بی بی ہو اب دیکھو افسر صاحب! مجھے پورا گاؤں جانتا ہے کہ میرا نام ارشاد ہے سب پیار سے شادو کہتے ہیں نا اور پھر میرا ابا نمبردار ہے اس گاؤں کا پھر کون سی گواہی رہ جاتی ہے دینے کو۔ مجھے پتا ہے اس نے فوٹو کیوں مانگی ہے؟"

"کیوں بھلا؟" آذر کے لہجے میں شرارت تھی۔

"میں کوئی ایسی ویسی لڑکی نہیں ہوں وہ سکینہ ہی تھی جس نے اس شہری آصف علی کو فوٹو دی تھی۔"

"یہ آصف علی کون ہے؟"

"ہے نہیں تھا' سنا تھا ہمارے گاؤں کے اُدھر جو نہر ہے نا وہاں سے ایک کوس پر مٹی کا تیل نکلے گا۔ سارا عملہ ہمارے گاؤں میں آ کر رہا تھا اور......" وہ ایک دم بولتے بولتے چپ ہوگئی۔

"پھر سکینہ کہاں گئی؟"

"وہ تو جی اس کے باپ نے لعل پور میں اس کی شادی کر دی' اس کے مامے کے پُتر سے بچپن کی منگ تھی؟"

"اور آصف؟"

"پتا نہیں جی شاید جہاں سے آیا تھا وہیں چلا گیا اور سکینہ کی فوٹو بھی ساتھ لے گیا اب بھلا میں اس لمبو کو فوٹو کیوں دوں؟"

"ہاں مت دینا' لیکن مجھے تو دو گی۔"

"او کیوں؟" وہ سلگ کر بولی۔

"بھئی تم کھاتہ کھلوا رہی ہو نا تمہیں دینا پڑے گی کیونکہ تمہیں تو اپنا نام لکھنا بھی نہیں آتا۔"

"مجھے اپنا نام لکھنا آتا ہے' جی میرے لالے نے مجھے لکھنا سکھایا ہے' لاؤ دو کاغذ میں لکھ دوں۔" شادو نے کہا تو آذر نے کاغذ قلم اس کی طرف بڑھایا اور پھر واقعی شادو نے نہایت خوب صورتی سے صفحے کے بیچوں بیچ ارشاد بی بی لکھ دیا۔

"ٹھیک ہے نا جی۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔" آذر اس کی بات سے محظوظ ہوتا ہوا بولا۔

"اب میرا کھاتہ کھل گیا نا۔"

"ہاں تم مطمئن ہو جاؤ۔" آذر نے کہا۔
"جاؤں؟" وہ آنکھیں جھپکتے ہوئے بولی۔
"نہیں ابھی بیٹھو کھاتے کے فارم پر بھی دستخط کرنے ہیں تمہیں۔"
"اچھا جی۔" وہ نہایت سعادت مندی سے بولی۔
"پھر آذر نے جلدی جلدی اس کا فارم پُر کیا اس دوران وہ نہایت معصومیت سے اپنی شربتی آنکھوں میں بے تحاشہ چمک لیے اسے بتاتی رہی۔
"دیکھیں افسر صاحب! میرے تو ہاتھوں میں چھید ہیں' پیسہ تو رکتا ہی نہیں' اب دیکھو کل میرے پاس پورے ست (سات) سو روپے تھے سو اماں نے لے لیے اور سو روپے کی چوڑیاں خرید لیں۔"
"تو کل ہی لے آتیں نا۔" آذر نے کہا۔
"شام کو میں آئی تھی بینک بند تھا۔"
"ہاں اس وقت تو واقعی بینک بند ہوتا ہے۔" وہ سر ہلا کر رہ گیا' پھر اس نے شادو سے فارم پر دستخط کروائے۔
"اب اگر پیسے ہوں گے تو میں تمہیں دے جاؤں گی۔" شادو نے کہا۔
"ٹھیک ہے۔"
"بینک بند ہو تو تمہارے گھر دے آؤں گی۔" وہ بولی۔
"نہیں' تم بینک ہی آنا۔" آذر نے جلدی سے کہا۔
"اچھا جی اب میں جاؤں؟" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔
"ہاں جاؤ۔" آذر نے کہا تو وہ ماتھے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔
"سلام افسر صاحب!" اور آذر حمید تو بس اسی لمحے میں کھو گیا' کتنی معصوم تھی وہ آذر کے دل میں کچھ ہونے لگا۔ وہ پلٹی اور پھر اس کے آفس سے نکل گئی آذر شیشے کی دیوار سے پار اس کی کمر پر جھولتی لمبی چوٹی کو دیکھ رہا تھا۔ چوٹی کے آخر میں چاندی کے ننھے ننھے گھنگھرو لگے ہوئے تھے جو اس کی پشت پر جھولتے نہایت اچھے لگ رہے تھے۔
"بھئی' عجیب ببول کا کانٹا تھا یہ لڑکی۔" تنویر غوری کاغذات کا پلندہ لیے اس کے پاس چلا آیا۔
"ہوں۔" آذر کے دل کے آنگن میں شادو کی معصوم چہکاریں گونج رہی تھیں۔
"مگر...... دماغ کھا گئی ہو گی آپ کا وہ؟" تنویر نے پھر کہا۔ "بہت ڈھیٹ تھی۔"
"بہت معصوم اور سادہ دل ہے اور معصوم باتیں کرنے والے سر نہیں کھاتے بلکہ بندے کو فریش کر دیتے ہیں۔ ہمارے دیہاتوں کی یہی سادگی تو خاصا ہے ان کا۔" آذر نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"اسی لیے میں نے اسے آپ کے پاس بھیج دیا تھا کہ آپ ہی ڈیل کر سکتے ہیں ایسے ہواؤں سے لڑنے والوں کو۔" تنویر کے لہجے میں تمسخر تھا آذر سمجھ گیا مگر بولا کچھ نہیں کیا فائدہ ہوتا۔
پھر اس روز سے تو سونے جیسی رنگت اور شربتی والی شادو ایک لمحہ کے لیے بھی اس کے دماغ سے محو نہ ہوئی' وہ بار بار سر جھٹکتا اور وہ پھر آ موجود ہوتی۔
"واقعی بہت ڈھیٹ ہو تم۔" آخر آذر نے اس کے تصور سے یہ اقرار کر ہی لیا۔ یہ اقرار کرنے کی دیر تھی کہ وہ نہایت بے باکی سے اس کے دل کے دالان میں کدکڑے لگانے لگی آذر نے بہت کوشش کی مگر وہ تو تہہ در تہہ اس کے دل میں اتر گئی۔ رات کو جب وہ سونے کے لیے لیٹا تو شادو ہی کے خیالوں کی کہکشاں نے اس کے دل اور دماغ کا احاطہ کیا ہوا تھا اس کا کومل سا' سادہ سراپا آذر کی آنکھوں میں اتر آیا اور اس نے یہ سراپا آنکھوں میں ثبت کر کے آنکھیں موند لیں۔
دوسری صبح آذر نماز سے فارغ ہونے کے بعد حسب معمول چہل قدمی کے لیے کھیتوں کی طرف نکل گیا۔ شبنم سے تر گھاس پر چلنا اسے نہایت اچھا لگتا تھا وہ ٹہلتا ہوا خاصی دور نکل گیا تھا اور جب نیلے فلک کے شہنشاہ نے اپنی تیز کرنیں دھرتی پر ڈالیں تو آذر کو احساس ہوا کہ بینک بھی جانا ہے اور ابھی تک اس نے ناشتا نہ کیا تھا۔ وہ تیزی سے واپس آ رہا تھا کہ ندی پھلانگتے ہوئے چونک گیا' وہ سامنے ہی ندی کے پانی میں پاؤں ڈالے بیٹھی گنا چوس رہی تھی۔ آذر کے دل پر ٹھنڈی بوندیں پڑنے لگیں اسے صاف محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے دل کی دھڑکنیں اسے دیکھتے ہی شادو والا اپنے لگی ہیں۔ دل کی نیا پر ڈولنے والا نام اس کے لبوں پر بھی آ گیا۔
"شادو۔" آذر کے لہجے میں شہد گھلا ہوا تھا۔ اس نے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا تو آذر نے دیکھا اس کے گالوں پر سرخی پھیل گئی تھی وہ ایک دم اٹھ کھڑی ہوئی اور بولی۔
"اوہ سلام افسر صاحب!"
"وعلیکم السلام' کیسی ہو؟"

"خدا کے فضل سے بالکل ٹھیک ہوں۔"

"مگر مجھے یقین ہے کہ اب تم ٹھیک نہیں رہوگی۔" آذر نے کہا۔

"کیوں؟" وہ اپنی کمان سی ابرو چڑھا کر بولی۔

"اتنی ٹھنڈ میں تم ندی میں پاؤں ڈالے بیٹھی ہو بیمار ہوجاؤ گی۔"

"لو آج تک تو ہوئی نہیں اب کیا ہوں گی، تم شہری لوگ بھی عجیب ہوتے ہو۔"

"موم کے بنے ہوئے ہوتے ہیں تبھی تو تم جیسی آگ کو دیکھ کر پگھلنا شروع ہوجاتے ہیں۔" آذر نے نہایت فراخدلی سے اعتراف کیا۔

"میں آگ ہوں؟" وہ انگوٹھا اپنی جانب کرکے حیرانگی آنکھوں میں لیے پوچھ رہی تھی۔

"ایسی آگ جو نظر نہیں آتی مگر جس کے دامن میں گرے اس کے وجود کو جلا ڈالتی ہے۔" آذر گمبھیر لہجے میں بولا۔

"تمہاری باتیں یوں گزر گئی ہیں سر سے۔" شادو نے سر پر ہاتھ پھیرتے کہا۔

"تم نہیں سمجھو گی ان باتوں کو۔" آذر نے قدم آگے بڑھایا۔

"چلو میں بابا سے پوچھ لوں گی۔" وہ بے پروائی سے بولی۔

"اونہو ایسی باتیں کسی سے نہیں کہی جاتیں اور خصوصاً باپ سے تو کبھی نہیں۔" آذر نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھا افسر صاحب! تم کو کبھی کسی نے جلایا ہے؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"جلا کر پوچھتی ہو۔" آذر نے برجستہ کہا تو وہ بس حیرت سے اسے دیکھ کر رہ گئی اور آذر وہاں رکا نہیں، لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا اپنی رہائش گاہ پر آ گیا۔

"اگر اس نے اپنے باپ کو بتادیا تو......" یہ خیال اس کے ذہن میں بچھو کی طرح ڈنک مارنے لگا تب اس نے خود سے کہا۔

"وہ بے وقوف ضرور ہے مگر اتنی بھی بھولی نہیں، لڑکیاں جذبے جملے اور نظروں کے زاویے جلد سمجھ جاتی ہیں۔"

محبت کا نیا نیا احساس خوش گوار ہوتا ہے اور آذر نے بھی

نظم

کیا بیان کروں میں اس شخص کے بارے میں

بس عجیب سا تھا وہ

خود تو محبت کا پجاری تھا

اور بدلے میں صرف نفرت دینا جانتا تھا

وہ......

حبہ خان...... چکوال

پہلی پہلی محبت کی تھی اور یہ محبت ہی تو تھی جو کہ وہ دیہاتن شادو اسے ایک دم اچھی لگی اور اب دل کے ہر خانے میں فٹ ہوگئی تھی پھر شادو آذر کو تین روز تک نظر نہ آئی۔ وہ کھیتوں کی طرف چہل قدمی کو جاتا تو ندی کے کنارے اس کی نظریں شادو کو تلاشتی رہتیں مگر پتا نہیں وہ کہاں غائب ہوگئی تھی۔ اس تین روز کی جدائی میں تو محبت کی چنگاری بھڑک کر آگ میں تبدیل ہوگئی تھی۔ اس روز بھی آذر کاغذات کی دنیا میں کھویا ہوا تھا کہ وہ آ گئی۔

"سلام افسر صاحب!"

"کیسی ہو، کہاں تھیں اتنے دن سے؟" آذر چاہتے ہوئے بھی اپنے دل کی بے قراری نہ چھپا سکا۔

"میرے پاؤں میں موچ آ گئی تھی۔"

"کیسے؟" آذر کے دل کو کچھ ہونے لگا۔

"آ ہی جاتی ہے وہ اس دن جب تم ملے تھے نا تھوڑی دیر بعد کریمو آ گیا وہ کم بخت مجھے غور سے دیکھتا ہے تو میرا پاؤں مڑ جاتا ہے۔" شادو نے منہ بنا کر کہا تو آذر کو زور سے ہنسی آ گئی۔

"یہ کریمو کون ہے؟"

"ہے میری ماسی کا پتر، پھر میرا ہونے والا بہنوئی بھی ہے۔"

"اچھا اچھا۔" آذر کے دل کی کلی کھل گئی۔

"پہلے میری ماسی نے میرا ہی رشتہ مانگا تھا مگر مجھے کریمو اچھا نہیں لگتا، میں نے انکار کردیا مگر میری ماں نے ماسی نے کہا کہ وہ زرینہ کا رشتہ لے لے بس۔" شادو سر جھٹکتے ہوئے نہایت مزے سے بتا رہی تھی۔ "میں زرینہ سے خوب صورت ہوں سب یہی کہتے ہیں۔" وہ کہہ رہی تھی اور آذر مسکرائے جا رہا تھا۔

"میرے پیسے محفوظ ہیں نا؟"

''کیا لینے ہیں؟'' آذر نے شوخی سے کہا۔

''نہیں' میں سوچ رہی تھی کہ تم بے ایمانی نہ کر جاؤ۔''

''ہاں تمہارے پانچ سو روپے کی خاطر ہی بے ایمانی کروں گا۔'' آذر نے ہنس کر کہا تو وہ بھی ہنس دی اور پھر دوپٹے کے پلو میں بندھے پیسے کھول کر آذر کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔

''یہ لو اور بھی جمع کردو' میرے کھاتے میں آٹھ سو روپے ہیں۔'' شادو نے مڑے تڑے نوٹ آذر کو دے دیے۔

''تم پیسے کیوں جمع کر رہی ہو؟''

''ویسے ہی۔'' وہ بے پروائی سے بولی۔

''جہیز کے لیے۔'' آذر نے ہولے سے کہا۔

''نہیں افسر صاحب!'' وہ ہنس دی آذر کو لگا جیسے کلیاں چٹک گئی ہوں۔ ''جہیز تو میری ماں نے بنا بھی لیا ہے یہ تو میں نے میلے میں جانا ہے اس کے لیے جمع کر رہی ہوں۔''

''میلہ......؟'' آذر نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔

''چار مہینے بعد لگے گا پیر بخاری شاہؒ کا میلہ۔''

''یہ مزار کہاں ہے؟''

''ہوگا یہی تین چار کوس پر' سچ بڑا مزا آتا ہے' ہنڈولے ہوتے ہیں' موت کا کنواں جس میں ایک بندہ سائیکل چلاتا ہے اور بکری صرف باریک تار پر چلتی ہے۔ تم بھی چلنا افسر صاحب! دیکھنا کتنا مزا آئے گا' چلو گے نا؟'' وہ آنکھوں میں شوق لیے پوچھ رہی تھی۔

''تم لے چلو گی تو ضرور چلوں گا۔'' آذر نے کہا۔

''لو پورا گاؤں جاتا ہے اردگرد کے بڑے بڑے زمیندار ہیں نا وہ پیر بخاری شاہؒ کے مرید ہیں وہ خصوصی بسیں چلواتے ہیں تاکہ لوگوں کو پریشانی نہ ہو۔ پورا ہفتہ رہتا ہے میلہ' تم بھی کسی بس پر چڑھ جانا' میں تو اپنی سہیلیوں کے ساتھ جاؤں گی۔''

''اچھا۔'' آذر نہایت دلچسپی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔

''تمہیں میلہ دیکھنے کا بہت شوق ہے؟''

''لو بھلا میلے کا شوق کسے نہیں ہوتا؟''

''مجھے تو شوق نہیں۔''

''تم شہری لوگ ایسی چھوٹی چھوٹی خوشیوں سے خوش کب ہوتے ہو؟''

''یہ تم ہر بات میں شہری ہونے کا طعنہ کیوں دیتی ہو؟'' آذر چڑ کر بولا۔

''تم مجھے دیہاتی کہو میں تو طعنہ نہیں سمجھتی افسر صاحب!'' آذر کے پاس اس کی بات کا جواب نہ تھا تبھی بولا۔

''تم مجھے افسر صاحب مت کہا کرو۔''

''کیوں؟ وہ لمبو تو تمہیں افسر صاحب ہی کہتا ہے۔'' شادو نے شیشے کے پار بیٹھے تنویر غوری کی طرف اشارہ کیا۔

''ضروری ہے جو وہ کہے تم بھی کہو۔''

''پھر کیا بولوں؟'' وہ پلکیں جھپکاتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

''سیدھا سا میرا نام ہے آذر...... آذر حمید۔''

''تم شہریوں کے ناں' بہت اوکھے ہوتے ہیں۔'' وہ اپنے ہونٹ کا گوشہ دانتوں تلے دبا کر اپنے مخصوص انداز میں بولی۔

''آذر نام تو مشکل نہیں ہے۔''

''خیر کوشش کروں گی تمہیں تمہارے نام سے پکاروں اب میں چلوں۔'' شادو اٹھ کھڑی ہوئی۔ ''سنو میرے پیسے سنبھال کر اور سب سے چھپا کر رکھنا۔'' وہ اتنے بھولپن سے بولی کہ آذر کا دل چاہا اسے روک کر کہے۔

''میں تو تمہیں بھی سب سے چھپا کر رکھنا چاہتا ہوں۔'' اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا وہ مست پروا کی طرح باہر جا چکی تھی۔

❁......❁......❁

پھر نہ ہی آذر کو پتا چلا اور نہ ہی شادو کو کہ وہ دونوں کس طرح ایک دوسرے کے لیے دھڑکتے دل کی دھڑکن بن گئے۔ صبح آذر جب چہل قدمی کے لیے نکلتا تو وہ بھی کسی نہ کسی کھیت کی پگڈنڈی پر موجود ہوتی آذر کو دیکھ کر اس کے گالوں پر گلاب کھل اٹھتے اور آذر کی آنکھوں میں محبت کی قندیلیں جل اٹھتیں۔

اب وہ بینک نہ آتی بلکہ شام کو ندی کے کنارے وہ آذر کا انتظار کرتی اور جب وہ وہاں پہنچتا تو اس کی آنکھوں میں بجھی بجھی جوت جل اٹھتی۔ شادو اور آذر ٹہلتے ٹہلتے دور تک نکل جاتے یا پھر ندی کے پانی میں پاؤں ڈال کر گھنٹوں بیٹھے رہتے ایک دوسرے کو دیوانوں کی طرح تکتے رہتے اور جب بچھڑتے تب بھی آنکھوں میں تشنگی ہوتی جو چیخ چیخ کر کہتی ''اور رکو ٹھہرو ابھی تو...... ہم نے تمہیں جی بھر کے دیکھا بھی نہیں۔'' مگر وہ دونوں دوسرے دن پھر ملنے کے لیے بچھڑ جاتے آنے والے دن کا تصور ہی دل کے آنگن میں دھنک بن کر اتر آتا تھا۔

پھر وہ دن بھی آیا جس کے لیے شادو نے پیسے جوڑ رکھے تھے، پورے سات ہزار روپے اس کے جمع ہو چکے تھے۔ میلے پر جانے سے ایک روز پہلے وہ بینک آئی تو آذر کو لگا جیسے کہ اس کے کمرے میں بہار اتر آئی ہو۔

"پیسے چاہئیں۔" وہ ہولے سے بولی اب وہ نظریں جھکا کر آہستہ سے بات کرتی تھی اس کا یہ انداز بھی آذر کو بھاتا تھا۔

"کیوں؟" آذر نے عام سے لہجے میں پوچھا۔

"کل میلے میں جانا ہے۔"

"اوہ......" آذر کے ہونٹ سیٹی بجانے کے سے انداز میں سکڑے۔

"تم بھی چلو گے نا؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟" شادو نے جھٹکے سے سر اٹھایا تو اس کے کانوں میں پڑے بڑے آویزے جھولنے لگے۔

"دو روز بعد ہماری چیکنگ ہے نا؟" آذر اسے سیدھے سادے لفظوں میں سمجھانے لگا کہ انسپکشن ہونی تھی اور اس لیے وہ بہت مصروف تھا۔

"تو اس کا مطلب ہے تم نہیں جاسکتے۔" آذر کی بات سن کر وہ بولی۔

"بالکل نہیں ورنہ تمہاری طرح اس میلے کا میں نے بھی انتظار کیا ہے۔"

"تو پھر میں بھی نہیں جاؤں گی۔"

"کیوں؟"

"بس جب تم نہیں ہو گے تو کیا ضرورت ہے جانے کی۔"

"پہلے بھی تو جاتی تھیں تم؟"

"پہلے کی اور بات تھی۔" شادو چہرے پر جھولتی لٹ کو کان کے پیچھے کرتے ہوئے بولی۔

"پہلے کی اور بات تھی؟" آذر انجان بنتے ہوئے بولا حالانکہ اسے پتا تھا کہ وہ یہ کیوں کہہ رہی ہے؟

"آذر! عجیب ہو گئی ہوں میں، ہر لمحہ، ہر گھڑی، ہر جگہ دل تمہارا ساتھ چاہتا ہے، کیوں آئے تھے تم یہاں؟" شادو کی آواز بھرا گئی۔

"شادو......" آذر کے لب کانپے، شادو نے اپنا جھکا سر اٹھایا تو اس کی آنکھوں کے کٹورے لبالب بھرے ہوئے تھے پھر وہ رکی نہیں اور جلدی سے چلی گئی۔ آذر کے دل کے سمندر

شاید

وہ اک بے نام سی الفت، وہ اک معصوم سی چاہت
وہ میری ذات کا حصہ، وہ میری زیست کا قصہ
مجھے محسوس ہوتا ہے وہ میرے پاس ہے اب بھی
وہ جب جب یاد آتا ہے نگاہوں میں سماتا ہے
زباں خاموش ہوتی ہے مگر یہ آنکھ روتی ہے
میں خود سے پوچھ لیتی ہوں جسے میں پیار کرتی ہوں
اسے کیا پیار تھا مجھ سے جواب "ہاں" سوچ لیتی ہوں
اسے بھی پیار تھا شاید اسی شاید سے وابستہ ہے
اب تو ہر خوشی میری یہی اک لفظ شاید
بن گیا ہے زندگی میری

عاصمہ عنبرین عنبر......ڈھرنال تلہ گنگ

میں اُدھم مچ گیا، کتنی دکھی ہو گئی تھی وہ ایک دم ہی۔

کتنا انتظار کیا تھا اس نے اس میلے کا، پورے چار ماہ تک اس نے پیسے جمع کیے تھے کہتی تھی آذر وہاں سے میں اپنے لیے شنیل کا سوٹ لاؤں گی۔ رنگین چٹلے خریدوں گی۔ ہنڈولے جھولوں گی۔ غرض کہ وہ اپنی جمع شدہ رقم کا مصرف آذر کو بتاتی رہتی۔ آذر سے اس نے بار بار وعدہ لیا تھا کہ وہ بھی میلے پر ضرور چلے گا مگر اچانک ہی انسپکشن کا چکر چل گیا تھا وہ بھلا کیا کر سکتا تھا؟ حالانکہ شادو کے دکھ پر وہ خود بھی دکھی ہو گیا تھا۔ تبھی تو شام کو ڈوبتے سورج کی آخری کرنوں میں کیکر کے تنے سے ٹیک لگائے کھڑی شادو سے کہہ رہا تھا۔

"میری خاطر تم اپنا پروگرام کیوں خراب کرتی ہو؟"

"بس میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میلے پر نہیں جاؤں گی۔" وہ ضدی لہجے میں بولی۔

"میں روز شام کو آجایا کروں گا۔"

"اتنے لوگوں میں، میں تمہیں ڈھونڈتی پھروں گی پھر تمہیں وہاں کی جگہوں کا کیا پتا بس نہیں جانا مجھے۔"

"گھر والوں سے کیا کہو گی؟"

"تم فکر نہ کرو یہ میرا معاملہ ہے۔"

"شادو! چلی جاؤ پھر سال بعد یہ موقع آئے گا۔"

"کہہ دیا نہیں جاؤں گی، نہیں جاؤں گی۔" وہ چیخ کر بولی تو آذر اس کے بچپنے پر ہنس دیا اور نثار ہوتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

''بہت چاہتی ہو مجھے؟''

''تم نہیں چاہتے؟'' شادو نے الٹا سوال جڑ دیا' آذر اس کی آنکھوں میں جھانک کر رہ گیا' تب وہ طویل سانس لیتے ہوئے بولی۔

''محبت کے سودے میں عورت ہمیشہ گھاٹے میں رہتی ہے' مٹ جاتی ہے' فنا ہو جاتی ہے اس راستے پر بہت آگے تک نکل جاتی ہے' پلٹنا محال ہوتا ہے۔ فائدہ تو مرد کو ہوتا ہے جہاں سے چلتا ہے وہیں واپس آ جاتا ہے' بتاؤ آذر ایسا کیوں ہے؟''

''بے وقوف ہو تم' جو ایسی باتیں کرتی ہو' محبت دھڑکنوں کے تبادلے کا نام ہے۔ دو چاہنے والے ایک دوسرے کے بدن میں دل بن کر دھڑکتے ہیں' روح میں اتر جاتے ہیں' رگ رگ میں سما جاتے ہیں اور اب شادو اور اب میں یہ اعتراض کرنے میں ذرا جھجک محسوس نہیں کرتا کہ تم نے میرے دل کے بند دریچے کھولے میری روح میں اتری ہو اور میری رگ رگ میں تمہاری محبت اپنی تمام تر سادگی کے ساتھ خون بن کر دوڑ رہی ہے۔''

''اچھا.....!'' شادو کی آنکھوں میں ڈھیروں قندیلیں جل اٹھیں۔

''آج پتا چلا ہے۔''

''کیا پتا چلا ہے؟'' آذر نے اشتیاق سے پوچھا۔

''آگ اور موم والی بات' تمہیں یاد ہے پہلی بار تم نے کہا تھا کہ عورت آگ ہوتی ہے اور مرد موم۔''

''یاد ہے تم سے ملنے کا ایک ایک لمحہ اپنی تمام تر سادگی اور رعنائی کے ساتھ ذہن میں محفوظ ہے۔'' آذر میٹھے لہجے میں بول رہا تھا پھر وہ دونوں کتنی ہی دیر تک کھیتوں میں گھومتے رہے حتیٰ کہ سورج مغرب کی پناہ گاہوں میں ڈوب گیا۔

دوسرے روز آذر نے دیکھا کہ راجن آباد میں عید کا سا سماں تھا۔ گاؤں کے باہر پرائمری اسکول کے میدان میں دو بسیں موجود تھیں اور غریب ہاری اپنے بیوی بچوں کے ساتھ میلے میں جا رہے تھے نئے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

آنکھوں میں بھر بھر سلائیاں سرمہ بھرا تھا جس کے پاس جتنا زیور تھا وہ بھی پہنا تھا پھر سفید چادروں میں اپنا آپ اس طرح چھپایا تھا کہ صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں والا معاملہ تھا۔ آذر کا بینک پرائمری اسکول کے نزدیک تھا وہ اپنے آفس میں بیٹھا لوگوں کی اس رونق کو دیکھ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا راجن آباد میں بہار اتر آئی ہو پھر اس نے نمبردار محمد بخش کو اپنی بیوی' بیٹی زرینہ اور چھوٹے بیٹے ریاض محمد کے ساتھ بس میں سوار ہوتے دیکھا ان کے ساتھ آذر کی محبت نہ تھی۔

''تو واقعی شادو نہیں گئی۔'' اس کے دل کے قریب ہی سرگوشی ہوئی۔ ''کتنی پابند ہے وہ وعدے کی' کاش میں بھی اپنے وعدے کی پابندی کر سکتا۔'' آذر طویل سانس لے کر رہ گیا۔

اب اسے کیا پتا کہ شادو نے پاؤں میں موچ آنے کا بہانہ کر کے میلے پر جانے سے صاف انکار کر دیا تھا اور محمد بخش نے اسے اپنی والدہ یعنی شادو کی دادی جنت بی بی کے پاس چھوڑ دیا تھا اور جنت بی بی صرف شادو کی وجہ سے میلے پر نہ گئی تھیں حالانکہ وہ بھی میلے کی بہت شوقین تھیں ہر سال اہتمام سے جاتی تھیں انہیں یاد نہیں کہ کبھی انہوں نے میلے میں نہ شرکت کی ہو؟ حتیٰ کہ ان کا چھوٹا بیٹا احمد بخش صرف گیارہ دن کا تھا وہ تب بھی شوہر کے ساتھ میلہ دیکھنے گئی تھیں۔ راجن آباد کے دیہاتی لوگوں کی یہی تو اکلوتی تفریح تھی جو سال بعد آتی تھی بھلا وہ اس کو کس طرح مس کر دیتے؟

شادو اپنی دادی کو چکمہ دے کر حسب معمول آذر سے ملنے ندی کے کنارے ضرور آتی۔ اس کی معصوم باتوں سے وہ سارے دن کی مخصوص روٹین کی کوفت بھول جاتا اور جب وہ اس سے مل کر واپس اپنی رہائش گاہ پر آتا تو خود کو نہایت ہلکا پھلکا محسوس کرتا۔ شادو کی لایعنی باتیں رات گئے اس کے ذہن کے دالان میں گونجتی رہتیں اور وہ محظوظ ہوتا رہتا۔

آذر کو راجن آباد آئے پورے سات ماہ گزر گئے تھے اس عرصے میں وہ اپنا پور پور شادو کی محبت میں ڈبو بیٹھا تھا۔ انہی دنوں اسے خط ملا کہ اس کی چھوٹی بہن عاصمہ کی شادی کی تاریخ طے ہو گئی ہے اور وہ پہلی فرصت میں آئے پھر بھی اسے چھوٹی کی منظوری اور چارج دیتے ہوئے ایک ہفتہ تو لگ ہی گیا۔ شادو کو اس نے بتا دیا تھا کہ وہ کس لیے لاہور جا رہا ہے۔

''آذر! بھول تو نہ جاؤ گے۔'' وہ سسکتے ہوئے بولی۔

''پاگل ہو تم تو صرف پندرہ روز کے لیے تو جا رہا ہوں۔''

''وہ آصف علی بھی سکینہ سے یہی کہہ کر گیا تھا پھر.......''

''وہ آصف علی تھا اور میں آذر ہوں۔'' آذر نے مضبوط لہجے میں کہا۔

''پھر بھی آذر! دیکھو جو دکھ دینا ہو ابھی بچھڑتے ہوئے دے دینا تاکہ میں تمہاری آس ہی چھوڑ دوں' مجھ سے جھوٹا

وعدہ نہ کرنا۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو؟"

"میں بہت کھری لڑکی ہوں آذر! نہ دوغلی باتیں کرتی ہوں نہ پسند کرتی ہوں۔ جو دکھ کا زہر میری رگوں میں بھرنا ہے ایک ہی بار بھر دو۔" وہ کپکپاتے لبوں سے بول رہی تھی۔

"کہتے ہیں کہ پنچھی اور پردیسی کبھی کسی کے نہیں ہوتے۔"

"کون کہتا ہے؟"

"عاشو نے کہا تھا۔" شادو نے بتایا۔

"وہ تو بے وقوف ہے تمہاری طرح۔" آذر نے ہنستے ہوئے کہا۔ آذر عاشو کو جانتا تھا کئی بار مل چکا تھا اس سے اور پورے گاؤں میں وہ ہی شادو کی سہیلی تھی۔ شام کو شادو اسی کے ساتھ آذر سے ملنے آتی تھی۔ عاشو ادھر اُدھر ہو جاتی اور وہ باتیں کرتے رہتے' دوسرے لفظوں میں وہ پہرا دیتی تھی کہ کوئی اس ملن کے لمحے کو دیکھ نہ لے۔

"سچ کہتی ہے عاشو" شادو نے اپنی بات میں وزن پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"ایک تو مصیبت یہ ہے کہ جو بات تمہارے ذہن میں بیٹھ جائے وہ پھر نہیں نکلتی میں۔ بہن کی شادی میں جا رہا ہوں اور ٹھیک پندرہویں دن میں یہاں موجود ہوں گا۔"

"وعدہ......" اس نے ہتھیلی اس کے سامنے کر دی۔

"یہ ایک مرد کا وعدہ ہے اپنی محبت کے ساتھ۔" آذر کی آنکھوں کی مشعلیں تیز ہو گئیں اور شادو بھی مسکرا دی۔

پھر آذر گھر آ گیا' عاصمہ کی شادی کے ہنگامے عروج پر تھے' سارا دن لڑکیاں بالیاں بازار کے چکر لگاتیں اور رات گئے تک گیت گائے جاتے۔ ایسے میں کتنی ہی بار آذر کا دل چاہا وہ امی جان سے کہے۔

"اب ایسا ہی ہنگامہ میری شادی کا بھی کر دیں گھر میں اور جب امی جان لڑکی کا نام پوچھیں تو کھٹ سے شادو کا نام لے دے۔" اسے یقین تھا کہ امی جان مان جائیں گی حالانکہ کبھی اس نے شادو کو شادی کی آس نہ دلائی تھی مگر اسے پتا تھا کہ وہ اس کی محبت میں کتنی آگے آ گئی ہے بلکہ وہ دونوں ہی ایک دوسرے کے بغیر خود کو ادھورا سمجھنے لگے تھے۔

آذر خود کو مکمل کرنا چاہتا تھا شادو کے کومل وجود سے اپنا گھر بسانا چاہتا تھا مگر اسے بات کرنے کا موقع ہی نہ ملا اور عاصمہ

نظم

خفا ہونا منا لینا

یہ صدیوں سے روایت ہے
محبت کی علامت ہے
گلے شکوے کرو مجھ سے
تمہیں اس کی اجازت ہے
مگر اک بات یاد رکھنا
کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ
ہوائیں بدلتی ہیں
خزائیں لوٹ آتی ہیں
خطائیں ہو ہی جاتی ہیں
خفا ہونا بھی ممکن ہے
خطا ہونا بھی ممکن ہے
مگر یوں ہاتھ سے کبھی دامن چھوٹا نہیں کرتے
ہمیشہ یاد رکھنا
کہ تعلق روٹھ جانے سے کبھی ٹوٹا نہیں کرتے

سمیرا تعبیر......سرگودھا

کی شادی کا ہنگامہ ختم ہوتے ہی آذر کی منگنی کی رسم ادا کر دی گئی۔ زرین عاصمہ کی بڑی نند جو ایک مقامی کالج میں لیکچرار تھی۔ امی جان کو وہ اس درجہ پسند آ گئی کہ انہیں اچانک ہی آذر کی تنہائی کے خیال نے گھیر لیا اور یوں اسے پتا بھی نہ چلا اور اس کی دنیا میں زرین کو شامل کر دیا گیا' آذر احتجاج بھی تو نہ کر سکا جی چاہا کہ دائیں ہاتھ کی انگلی میں پہنی سونے کی موٹی سی انگوٹھی کو اتار کر پھینک دے مگر یہ ایک گھیرا تھا جسے وہ چاہتے ہوئے بھی نہ توڑ سکتا تھا کیونکہ اس طرح اس کی بہن کا ہنستا بستا گھر جو ابھی پوری طرح بسا بھی نہ تھا اجڑ جاتا۔ اس کے خوابوں کے تاج محل چکنا چور ہو جاتے۔

اپنی بہن کے خوابوں کو بچانے کے لیے آذر نے اپنے خواب چکنا چور کر دیئے' اپنی شادو کی امانت میں خیانت کر گیا۔ جب...... جب میں اسے بتاؤں گا تو وہ حساس لڑکی تو اپنی جان سے گزر جائے گی۔

"نہیں مرتا کوئی تم اسے دھوکے میں مت رکھنا' سچ سچ بتا دینا۔" آذر کے دل نے اسے راہ دکھائی اور وہ خاصا مطمئن تھا یہ فیصلہ کر کے' ضروری تو نہیں کہ جو چاہے انسان

وہ پا بھی لے۔
مگر آذر کے دل کو یہ فیصلہ ذرا بھی نہ بھایا تبھی تو ٹھیک دو ہفتے بعد جب وہ راجن آباد پہنچا تو شادو کو اپنا منتظر پایا۔ وہ شیشم کے درخت کے بڑے سے تنے سے ٹیک لگائے کھڑی تھی' شام کا ملگجا سا اندھیر چہار سو پھیل چکا تھا آذر پر نظر پڑی تو وہ تیزی سے اس کے قریب آئی۔
''تم آگئے آذر!'' وہ خوشی سے لبریز آواز میں پوچھ رہی تھی۔
''یقین نہ کرنے کی وجہ؟'' آذر کی آنکھوں میں مشعل جذبات کی لو بڑھ گئی۔
''سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے یقین نہ تھا کہ تم واپس آؤ گے۔'' شادو نے اپنے دل کے خدشے کو زبان دی۔
''جب میں نے وعدہ کیا تھا تو کیوں نہ آتا؟''
''آذر! ہر وعدہ نبھاؤ گے۔'' وہ بولی' نجانے وہ کیا کہنا چاہتی تھی۔
''ان شاء اللہ۔''
''اچھا اب تم گھر جاؤ آرام کرو بہت تھک گئے ہوگے۔'' وہ محبت سے بولی۔
''تھکن تو اتر گئی۔'' آذر کے لہجے میں شوخی تھی۔
''کیسے؟'' وہ آنکھیں پٹ پٹاتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔
''تمہیں دیکھتے ہی۔'' آذر نے شوخی سے کہا تو وہ زور سے ہنس دی تب آذر نے غور کیا کہ شادو کے چہرے کی شگفتگی غائب ہو چکی تھی آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے پڑ گئے تھے اور وہ نہایت زرد اور کمزور لگ رہی تھی۔
''کیا بات ہے تم بیمار رہی ہو کیا؟'' آذر نے پوچھا۔
''انتظار کرنے والوں کی حالت ایسی ہی ہوتی ہے آس و نراش کے ہنڈولے میں جھولتے رہتے ہیں۔'' شادو دوپٹے کے پلو کو انگلی پر لپیٹتے ہوئے بولی۔
''اور اب تمہیں ہمیشہ ہی اس آس و نراش کے ہنڈولے میں جھولتے رہنا ہوگا میری محبت۔'' آذر نے دل ہی دل میں اسے مخاطب کیا۔ کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کا لبوں پر نہ آنا ہی بہتر ہوتا ہے اگر وہ دل کی دہلیز پار کر کے لبوں کی پنکھڑیوں پر آجائیں تو کتنے ہی وجود خاکستر ہو جائیں۔
آذر نے بھی لمحے کے ہزارویں حصے میں فیصلہ کر لیا کہ وہ شادو کو اپنی منگنی کے بارے میں کچھ نہ بتائے گا پھر وقت کا چکر چلتا رہا اور ان کی محبت بھی ترقی کرتی رہی۔ نمبردار محمد بخش کو بھی شادو اور آذر کی ملاقاتوں کا پتا چل گیا تو انہوں نے بجائے شادو سے کچھ پوچھنے کے آذر سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا۔
چھٹی کا دن تھا آذر دیر سے سو کر اٹھا تو ملازم نے محمد بخش کے آنے کی اطلاع دی' وہ بالوں میں انگلیاں پھیرتا ہوا بیٹھک میں آ گیا۔
''السلام علیکم!''
''وعلیکم السلام۔'' نمبردار محمد بخش نے آگے بڑھ کر مصافحہ کیا۔
''کیسے عزت بخشی آج آپ نے میرے غریب خانے کو؟'' آذر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
''دیکھو پتر! تم پڑھے لکھے شہری آدمی ہو' میں دیہاتی ہوں سچائی اور کھرا پن جس کی نس نس میں بسا ہوا ہوتا ہے۔'' انہوں نے آذر کی طرف دیکھا جو حیرت سے انہیں دیکھ رہا تھا مگر اس کے دل میں پکڑ دھکڑ شروع ہو گئی تھی اس کی چھٹی حس خطرے کا الارم بجا رہی تھی۔
''یقیناً انہیں میرے اور شادو کے بارے میں پتا چل گیا ہے۔'' محمد بخش کہہ رہے تھے۔
''پتر میں سیدھی سی بات کہتا ہوں شادو کو اپنا لو یا پھر یہ گاؤں چھوڑ کر چلے جاؤ۔'' محمد بخش ہولے ہولے بول رہے تھے۔
''جی......!'' آذر کو لگا جیسے کسی نے اس کے جسم میں سے دل نکال لیا ہو۔
''ہاں چلے جاؤ اتنی دور کہ میری شادو پھر تمہاری پرچھائیں بھی نہ دیکھ پائے یا پھر اسے چاہتے ہو تو اپنا لو یوں ملنا ملانا بُری بات ہے۔ ہم عزت دار لوگ ہیں' صدیوں سے راجن آباد کے باسی ہیں ہمارے آباؤ اجداد کی عزت ہے مقام ہے ان کا اور...... میں نہیں چاہتا کہ میری بیٹی کی وجہ سے ہماری صدیوں پرانی عزت مٹی میں مل جائے۔''
''نمبردار صاحب! آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے' کسی نے آپ کو غلط بتایا ہے۔'' آذر نے ہمت کر کے کہا۔
''مجھ سے کوئی غلط بیانی کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا منیجر صاحب۔'' محمد بخش بھی اسی کے لہجے میں بولے۔ ''گاؤں والوں کو علم ہے کہ راجن آباد کے مالک چوہدری سکندر علی خان نے مجھے یہاں کا کرتا دھرتا بنایا ہوا ہے میری ذرا سی گواہی ان کا

رزق بند کرسکتی ہے۔"

"یقیناً ایسا ہوگا مگر میں شادو کو اپنی مخلص دوست سمجھتا ہوں اور بس۔" تب محمد بخش اس کی بات کاٹ کر بولے۔

"یہ دوستیوں کا چکر صرف شہروں میں ہوتا ہے ہمارے دیہات اتنے ترقی یافتہ نہیں ہوئے کہ لڑکے لڑکیاں دوستی کرتے پھریں۔ تم جلد از جلد ٹرانسفر کروالو یہاں سے مگر یہ یاد رہے کہ شادو کو اس بارے میں پتا نہیں چلنا چاہیے۔ یوں جاؤ کہ قدموں کے نشان بھی مٹا ڈالو ورنہ......" نمبردار محمد بخش پتھریلے لہجے میں یہ کہہ کر چلے گئے اور آذر حیران و پریشان کھڑا رہ گیا۔ اس اچانک صورت حال کی اسے خود سمجھ نہ آ رہی تھی۔ چھن...... چھن اسے لگا اس کے اندر کانچ ٹوٹ گیا ہو۔

"تم نے کیوں کہا کہ تمہاری اس سے دوستی ہے' شادی کی ہامی بھر لیتے۔" اس کے دل نے سسکتے سسکتے کہا۔ "تم نے مجھے توڑ ڈالا آذر حمید۔"

"صرف تمہیں توڑا ہے نا؟ شادو کو اپنانے سے کتنے دل ٹوٹتے کچھ اندازہ ہے تمہیں؟ ایک محبت کو خوش کرنے کے لیے بہت سی محبتوں کو دکھی کرنا کہاں کی شرافت ہے؟" آذر نے اپنے روتے سسکتے دل کو ڈانٹا اور پھر آذر نے اسی روز اپنے ٹرانسفر کے لیے درخواست لکھی اور دوسرے روز صبح کی ڈاک سے اپنے ہیڈ آفس وہ درخواست پوسٹ کردی۔ آذر نے سوچ لیا تھا کہ اگر راجن آباد سے اس کا ٹرانسفر نہ کیا گیا تو وہ استعفیٰ دے دے گا۔

اب وہ شادو کو اور خود کو مزید فریب نہیں دینا چاہتا تھا' اسی لیے اس نے شادو سے ملنا بھی کم کردیا تھا مصروفیت کا بہانہ کر کے حالانکہ روٹین وہی پرانی تھی۔ دل تڑپتا رہ جاتا اور وہ شادو سے ملنے نہ جاتا کئی بار اس نے اپنے کمرے کی کھڑکی سے شادو کو دن ڈھلے مایوس ہو کر واپس آتے دیکھا تھا۔ آذر کا دل کٹ کر رہ جاتا اس کی مایوسی پر لیکن وہ کیا کرتا خود پر بڑے کڑے پہرے بٹھا لیے تھے اس نے۔

پھر جلد ہی اس کے ٹرانسفر آرڈر آ گئے' اتفاق تھا کہ اس کی پوسٹنگ لاہور کردی گئی تھی یوں بھی اسے راجن آباد آئے سال سے زیادہ عرصہ ہوگیا تھا اور سال بعد ہر حال میں یہاں سے نیچر کو شہر بھیج دیا جاتا تھا۔ جانے سے ایک روز پہلے وہ آخری بار شادو سے نہر کے کنارے ملا اور اسے اپنے ٹرانسفر کی بات بھی

میری پسند

بڑے انجان موسم میں
بہت بے رنگ لمحوں میں
بنا آہٹ بنا دستک
بہت معصوم سا سپنا' اتر آیا ہے آنکھوں میں
بنا سوچے بنا سمجھے' کہا ہے دل نے چپکے سے
اس ننھے سے سپنے کو' آنکھوں میں جگہ دے دو
بنا روکے بنا ٹوکے' ہمیشہ کی طرح اب بھی
بنا الجھے بنا بولے جھکا دیا ہے سر ہم نے
مگر تعبیر کیا ہوگی؟
یہ ہم جانے نہ وہ جانے' بس معلوم ہے اتنا
کہ دل کے فیصلے اکثر' ہمیں کم راس آتے ہیں
ہمیں کم راس آتے ہیں
عروشہ تصور...... چلنجی' تلہ گنگ

بتادی۔ جدائی کا سن کر شادو کے چہرے کی گلابیاں ایک دم ہی زردیوں میں ڈھل گئیں۔

"پھر تم کبھی نہیں آؤ گے؟"

"آؤں گا تم سے ملنے۔" نہ چاہتے ہوئے بھی آذر نے جھوٹ کا سہارا لیا۔

"سچ......" اس کے گالوں پر سرخی آ گئی۔

"ہاں پھر آئندہ ماہ میلے پر بھی تو جانا ہے۔" آذر نے اسے یاد دلایا۔

"مجھے یاد ہے' میں گاؤں والوں کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔ تم آؤ گے تو تمہارے ساتھ جاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے' دونوں چلیں گے۔"

"دیکھو بھولنا مت' مجھے بھی ساتھ ضرور لے لینا۔"

"نہیں بھولوں گا۔" آذر نے کہا۔

پھر وہ کتنی ہی دیر تک ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے نہر کے کنارے گھومتے رہے' آذر وعدے کرتا رہا حالانکہ اسے علم تھا کہ یہ وعدے اور تسلیاں سب جھوٹ ہے مگر وہ بچھڑتے وقت شادو کو اداس نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کچھ بھی تھا اس نے شادو کو چاہا تھا اور شدت سے چاہا تھا۔ یہ تو مقدر تھا جو کہ اپنی چال چل گیا اور زرّین والے مہرے نے انہیں پیٹ ڈالا' کہتے ہیں عورتیں مجبور و بے بس ہوتی ہیں مگر کبھی کبھی مرد بھی

مجبور ہو جاتا ہے چاہنے کے باوجود بھی دیواریں نہیں ڈھا سکتا اور ایک ایسی ہی مجبوری آذر کے لیے عاصمہ بھی تھی، پھر بچھڑتے وقت شادو نے کہا۔

"آذر مجھے ساتھ لینا تو نہیں بھولو گے نا؟"

"تم بھی کوئی بھولنے کی شے ہو؟" آذر نے گمبھیر لہجے میں کہا تو شادو کے گالوں پر دھنک رنگ اتر آئے اور پھر وہ دونوں بچھڑ گئے۔ شادو کو پھر ملنے کی آس تھی کیونکہ آذر نے اسے وعدوں کے کھلونے جو تھما دیئے تھے کہ جب تک وہ نہ آئے ان کھلونوں سے بہلتی رہے۔

کتنا کمینہ پن کر جاتا ہے یہ مرد جس راہ پر چلنے کے بعد واپسی کے تمام تر نشانات مٹا ڈالتا ہے عورت کو کہتا ہے کہ وہ انہی مٹے ہوئے نقش پا کو تلاش کر کے اسے تلاشے اور اس تک پہنچے۔

❁......❁......❁

آذر، راجن آباد سے کیا گیا کہ وہ وہاں کا راستہ ہی بھول گیا اس نے سوچ لیا تھا کہ جس راہ نہ جانا اس کا نام کیا لینا؟ وہ بھی شادو کو بھول جانا چاہتا تھا۔ مگر کب ممکن تھا یہ...... بھلا پہلی محبت کی خوش بو بھی کبھی پیچھا چھوڑتی ہے؟ یہ تو ہر ساعت، ہر لحمہ دل کے دالان میں مہکتی رہتی ہے پھر جلد ہی زرّین نے اس کی اور اس کے کمرے کی تنہائیاں بانٹ لیں۔ کبھی کبھی زرین کی قربت میں اسے وہ معصوم وشوخ سی شادو یاد آتی تو عجیب سا درد دل کی تہوں میں اٹھ جاتا۔ کئی بار اس کا جی چاہا وہ راجن آباد جائے اپنی محبت کو دیکھے کہ اب اس کا کون سا روپ ہے؟ مگر وہ چاہنے کے باوجود بھی نہ جاسکا۔

چیت کا مہینہ آتا تو آپ ہی آپ اسے پیر بخاری شاہؒ کے مزار پر لگنے والا میلہ یاد آجاتا اور ساتھ ہی پائل بجاتی شادو بھی خیالوں کی وادی میں اترتی۔ پھر ایک روز آذر نے خود سے عہد کیا کہ وہ شادو کو کبھی یاد نہیں کرے گا۔ اس کی محبت اس نے دل کی تہوں میں اس روز دفن کردی جب زرّین نے اپنی پہلی تخلیق سارا اس کی گود میں ڈالی۔

"اب میں بیٹی کا باپ ہوں اور مجھے کوئی حق نہیں کہ پرانی محبت کے مزار پر پھول چڑھاتا رہوں۔" یہ فیصلہ کر کے وہ مطمئن ہو گیا مگر دل کا کیا کرتا کہ وہ تو اسے یاد کرتا تھا پھر وہ بھولی بسری یاد کی طرح یاد آنے لگی، آذر نے اپنے پروفیشن اور بچوں سے عشق کرنا شروع کردیا تھا۔

زرین کو وہ اس قدر چاہتا تھا کہ سب رشک کرتے تھے ان کی ازدواجی زندگی کی مثالیں دی جاتی تھیں۔ زرین کو کبھی آذر نے شکایت کا موقع نہ دیا تھا پھر اس کا ٹرانسفر کراچی ہو گیا۔ بہتر کارکردگی کی وجہ سے جلد از جلد اس کی پرموشن ہوتی گئی۔ گزرے تیرہ برسوں میں اس نے اتنی محنت کی تھی کہ قدرت اور اس کے محکمے نے اسے صلہ بھی دے دیا تھا۔ اعلیٰ عہدہ تھا اس کے پاس، اس کا نام تھا مقام تھا زرین جیسی محبت کرنے والی بیوی تھی۔ سارہ، عمیر اور زبیر پیارے پیارے بچے تھے۔ زندگی نہایت سکون سے گزر رہی تھی کہ آج اچانک ہی اس جملے کے پتھر نے اس کے دل کی دنیا میں ارتعاش پیدا کردیا۔

"مجھے بھی ساتھ لے لینا۔" دل کی تہوں میں چھپی محبت ایک دم ابھر آئی۔

"مجھے بھی ساتھ لے لینا۔" دبیز پردوں کے پیچھے چھپی وہ کومل لڑکی کہہ رہی تھی۔

"دیکھو مجھے بھولنا مت۔"

"اوہو......" آذر نے زور سے بریک لگا کر کار روکی اگر وہ ایسا نہ کرتا تو وہ بُری طرح اس کی کار سامنے سے آنے والے بجری کے ٹرک سے ٹکرا جاتی۔

پھر آذر نے روڈ کے دونوں جانب لگے پودوں کو دیکھا جن میں پھول کھلے ہوئے تھے سفید، بنفشی، پیلے پیلے پھول، ان پھولوں کو دیکھ کر آذر کو شادو یاد آگئی۔ بچھڑتے وقت اس کے گالوں پر بھی تو ایسی ہی پیلاہٹ پھیلی تھی اس کے باوجود بھی کہ دل رو رہا تھا اور وہ ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"آذر لوٹ آنا، میں تمہارا انتظار دیکھوں گی میرے انتظار کو طول نہ دینا کہ میری آنکھیں پتھرا جائیں۔" کتنی اچھی تھی اس نے یہ نہیں کہا تھا کہ تم لوٹو تو اپنی ماں کو لے کر آنا اور مجھے ہمیشہ کے لیے ساتھ لے جانا۔

"تم نہیں آئے نا آذر تو میں آج بھی تمہاری منتظر ہوں۔" اس کے اندر سسکتی ہوئی شادو بولی۔

"چیت کا مہینہ ہے اور...... اور اسی مہینہ تو حضرت بخاری شاہؒ کا میلہ لگتا ہے میں...... میں اپنا وعدہ ایفا کروں گا شادو...... میں آؤں گا۔" آذر نے لمحے کے ہزارویں حصے میں فیصلہ کیا کہ وہ راجن آباد جائے گا۔ اب وہ اپنی محبت کا روپ دیکھنا چاہتا تھا تبھی تو اس نے زرین سے آفیشل کام کا بہانہ کیا اور پھر لاہور کے بجائے وہ راجن آباد آ گیا۔

بس نے اسے مین سڑک پر ہی اتار دیا تھا اور وہاں سے صرف تین فرلانگ کے فاصلے پر راجن آباد تھا۔ یہ راستے اس کے دیکھے بھالے تھے، بہت چلا تھا وہ ان کھیتوں کی پگڈنڈیوں پر شادو کے ساتھ اور آج تنہا چلتے ہوئے اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ نمبردار محمد بخش کے دروازے پر دستک دیتے ہوئے اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔

"کیسی ہوگی وہ...... اب تک میرے انتظار میں کسی کی بھی نہ ہوسکی ہوگی...... میری محبتوں کا لوبان سلگائے بیٹھی ہوگی......" خیالات کی روش نے اس کے دماغ کو جکڑ لیا۔

دروازہ ایک دس سالہ لڑکے نے کھولا۔

"جی فرمائیں۔"

"نمبردار صاحب ہوں گے؟"

"وہ جی...... وہ تو فوت ہوگئے۔"

"کب؟" آذر کو شاک لگا۔

"میں پیدا بھی نہیں ہوا تھا جی، میرے دادا تھے وہ۔"

"اوہ......" آذر نے ہونٹ سکوڑ لیے۔ "تمہاری پھوپی تھیں نا شادو۔"

"ہاں جی ہیں اب بھی۔"

"کہاں؟"

"اندر ہیں، میں بلاتا ہوں آپ اندر ہی آجائیں۔"

"کوئی اور نہیں ہے؟"

"سب میلے پر گئے ہیں، میں اور پھوپو گھر میں ہیں انہیں بخار تھا تو وہ نہیں گئیں۔"

"اچھا۔" ایک انجانے خیال سے آذر کے لب مسکرا دیئے، وہ میرا انتظار کرتی رہی ہوگی کہ پتا نہیں کب میں آجاؤں اور میرے ساتھ......

"بیٹھیں جی۔" لڑکے کی آواز نے اس کے خیالات کی ڈور توڑ ڈالی۔ آذر کو پتا بھی نہ چلا تھا اور وہ اس کے ہمراہ کمرے میں آگیا۔ انسان بھی کتنا خوش فہم ہے، تخیل کی دنیا بسا کر سادھو بن کر بیٹھ جاتا ہے۔ اپنی مرضی سے تخیل میں رنگ بھرتا ہے، خوب صورت سے خوب صورت رنگ......

بچہ باہر جاچکا تھا چند لمحے بعد دروزے پر آہٹ ابھری تو آذر نے اس کی طرف دیکھا بلاشبہ وہ شادو ہی تھی۔ کاٹن کے نیلے سوٹ میں ملبوس چاندی کا زیور پہنے ہوئے سر پر دوپٹہ ڈالے آج بھی وہ آذر کو اپنے اس روپ میں بھی بہت اچھی

نظم

کسی کمزور لمحے میں
اگر میں تم سے یہ کہہ دوں
مجھے تم سے محبت ہے
مجھے تم سے محبت ہے
تو تم یہ مت سمجھ لینا
کہ میں نے سچ کہا ہوگا
ایسی دلنشیں باتیں
مجھے بچپن سے آتی ہیں
میری آنکھیں
میرا چہرہ
سب کچھ جھوٹ کہتا ہے
مگر!
اس جھوٹ میں
اک سچ بھی شامل تھا
مجھے تم سے محبت ہے
مجھے تم سے محبت ہے

میمونہ سلیمی...... وہاڑی

لگ رہی تھی۔ آذر صوفے سے اٹھ کر کھڑا ہوا، وہ دھیمے دھیمے پائل بجاتی اندر آگئی۔

"حیرت نہیں ہوئی مجھے دیکھ کر؟" آذر نے کمرے کے سکوت کو توڑا۔

"حیرت کیسی آذر؟" وہ نہایت وقار سے بولی۔ "مجھے یقین تھا کہ جب بھی تمہیں اپنا وعدہ یاد آیا تم ضرور آؤ گے۔"

"شادو......" آذر نے حیرت سے اس کا نام لیا اسے بہت افسوس ہوا تھا شادو کے اس روکھے رویے پر وہ تو سمجھ رہا تھا وہ اسے دیکھتے ہی بھاگ کر اس کے پاس آجائے گی اور روتے ہوئے ڈھیروں شکوے کر ڈالے گی مگر ایسا تو نہ ہوا تھا، لگتا تھا اس نے تو یہ تیرہ برس نہایت اطمینان سے گزار دیئے ہیں۔

"تم میلے پر نہیں گئیں؟" آذر نے پوچھا۔

"نہیں۔" وہ سر کو نفی میں جنبش دیتے ہوئے بولی۔

"کیوں؟"

"بس کیا ضرورت ہے ہر بار ایک ہی چیز دیکھی جائے اور یوں بھی آذر نہ وہ امنگیں رہیں نہ ولولے بس اب میرے بچے

اپنے باپ اور نانی، دادی کے ساتھ چلے جاتے ہیں۔"
"تمہارے بچے...... کیا...... کیا تم نے شادی کرلی؟" آذر نے حیرانگی سے پوچھا۔
"ہاں، میرے بابا نے تمہارے جانے کے صرف دو ماہ بعد ہی میری شادی کردی تھی۔" اس نے انکشاف کیا۔
"تو تمہارا وہ دعویٰ کہ تم میرا انتظار کروگی وہ کیا ہوا شادو؟" آذر نے چبھتے لہجے میں پوچھا۔
"انتظار تو میں نے تمہارا کیا ہے آذر! تم کون سے انتظار کی بات کررہے ہو وہ انتظار جو ایک لڑکی کو ہوتا ہے کہ جسے وہ چاہتی ہے وہ اس کے دروازے پر گھوڑی پر سوار ہوکر آئے گا وہ انتظار تو میں نے کبھی نہیں کیا۔" شادو اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔
"کیوں؟" نہ چاہتے ہوئے بھی یہ لفظ گولی کی طرح اس کے لبوں سے نکلا۔
"آذر! نہ چاہتے ہوئے بھی میں تمہیں چاہنے لگی تھی مگر تم گواہ ہو وہ لمحے گواہ ہیں کہ میں نے کبھی تم سے یہ نہیں پوچھا کہ تم مجھ سے شادی کروگے اور نہ ہی کبھی تم نے یہ کہا کہ تم تمام عمر میرے ساتھ چلنا چاہتے ہو۔ مجھے پتا تھا میں جاہل لڑکی ہوں اور تم پڑھے لکھے آدمی، پہلے تو کچھ آس تھی کہ تم کسی دن کہو گے شادو میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں میں اپنی اماں کو لاؤں گا مگر جب تم بہن کی شادی پر گئے تو واپسی پر تمہارے ہاتھ کی انگلی میں موٹی سی انگوٹھی دیکھ کر میں نے اندازہ لگالیا کہ تم کسی اور کے ہوگئے ہو۔ مجھے یہ اعتراف کرنے میں کوئی عار نہیں کہ اس روز میرے دل میں حشر برپا ہوگیا میں بے تحاشہ روئی اتنا روئی کہ اپنے آنسوؤں کے سیلاب میں، میں نے اپنے سپنوں کی دنیا بھی بہادی۔"
"پھر...... پھر تم مجھ سے کیوں ملتی تھیں؟" آذر تھوک نگل کر بولا۔
"صرف ایک دوست کی حیثیت سے تم نے میرے بابا سے یہی کہا تھا نا؟" شادو نے مسکرا کر کہا۔ "مجھے بابا نے سب کچھ بتادیا تھا میں ان کی بہت لاڈلی تھی آذر! انہوں نے کہا تھا کہ اگر تم مان گئے تو اس کے باوجود کہ تم کسی اور کے ہوگئے ہو، مجھے وہ تمہارا بنادیں گے چاہے میں ساری زندگی ان کے در پر بیٹھی رہوں۔" اس نے رک کر آذر کو دیکھا۔
"آخر شریعت میں چار شادی کی اجازت ہے مگر تم نے تو دوست کہہ کر ہی بات ختم کردی تھی پھر بتاؤ بھلا میں انتظار کیوں کرتی؟ مجھے پتا تھا تم جو وعدہ کررہے ہو جھوٹا ہے، تمہاری آنکھیں چیخ چیخ کر کہہ رہی تھیں۔ شادو اعتبار مت کرنا، تمہاری زبان کے وعدے کا ساتھ آنکھیں نہیں دے رہی تھیں آذر! بھی تو میں نے اسلم سے شادی کی ہامی بھرلی کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ تنہا تو زندگی نہیں گزاری جاسکتی مگر مجھے یقین تھا کہ تم ضرور آؤ گے چاہے جب بھی آؤ۔"
"یہ یقین کرنے کی وجہ؟" آذر دانت پیس کر بولا۔
"آذر! میں سچی ہوں اور میرا دل ہمیشہ سچ بولتا ہے اب دیکھو میرا دل کہہ رہا ہے تم صرف اس وجہ سے آئے ہو کہ میرا یہ روپ دیکھ سکو، تم سے بچھڑ کر میں نے کیسا جوگ لیا؟ کون سی بیماری دل کو لگائی، کتنا لہو دل کا بہایا یہی دیکھنے آئے تھے نا؟ مگر میں تو ٹھیک ہوں خوش ہوں اسلم کے ساتھ۔"
وہ نہایت مان سے کہہ رہی تھی، آذر کا سر جھک گیا، واقعی وہ یہی کچھ تو دیکھنے آیا تھا کہ اس کی محبت میں اس حساس لڑکی نے کیا حال کرلیا ہوگا مگر جب وہ خسارے میں نہ رہا تو وہ کیسے رہتی۔
"کیا سارے خسارے عورت کے حصے میں آتے ہیں؟" شادو نے یہ رسم توڑ ڈالی تھی، وہ سچائیوں کا لوبان دل کے معبد خانے میں سجائے ہوئے تھی۔ حقیقت سے نظریں ملانے والے کبھی بھی خسارے میں نہیں رہتے۔ سچے لوگ ہر دور میں دار پر نہیں چڑھتے بلکہ ان کی سچائیوں کا صلہ انہیں قدرت کبھی اچھے ساتھی کی صورت میں دیتی ہے اور کبھی انہیں دھوکے باز لوگوں سے بچا کر۔
آذر بھی تو دھوکے باز ہی تھا، آذر کا جی چاہا اس شکست پر پھوٹ پھوٹ کر رو دے۔ شادو ہولے سے بولی۔
"میں نے تمہیں اپنے دل کا خون معاف کیا آذر!" اور آذر سر جھکائے کمرے سے ایسے نکلا جیسے روح جسم سے نکلتی ہے اور شادو کی آنکھوں میں رکے آنسو اس کے گالوں پر بہہ نکلے، اب وہ اپنے انتظار کے ختم ہونے پر روتی بھی نا؟

ترے عشق نچایا
نگہت عبداللہ

میرا یہ وجود ہو گم سے کم
کہیں ریت پر کسی نقش سا
تو بنائے تو میں بنا کروں
تو مٹائے تو میں مٹا کروں

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

خان جنید کی بگڑتی حالت کے پیش نظر انہیں آئی سی یو میں رکھا گیا تھا چند دن کے علاج کے بعد ان کی حالت سنبھل جاتی ہے لیکن ڈاکٹر بائی پاس کرانے کا مشورہ دیتا ہے ایسے میں صبا بھی خان جنید سے اصرار کرتی ہے کہ وہ اپنا مکمل علاج کروائیں صبا کے اس پرخلوص رویے اور توجہ پر خان جنید شرمندگی سے دوچار ہو جاتے ہیں انہوں نے تو یہ شادی بھی محض بیٹی کی خاطر کی تھی اور صبا کو اولاد کا سکھ بھی دینے سے محروم رکھا تھا لیکن صبا نے اپنی تمام خدمات ان کے نام وقف کردی تھیں صبا کے اس محبت آمیز سلوک نے ان کے دل میں اپنے لیے مخصوص جگہ بنالی تھی جب ہی وہ بائی پاس کے لیے لندن جانے پر آمادہ ہو جاتے ہیں دوسری طرف صبا انجانے خدشوں میں گھری تھی آصف جاہ کی دلچسپی صبا کی ذات میں بڑھتی جارہی ہوتی ہے لیکن صبا اسے مسلسل نظر انداز کرتی رہتی ہے اور اسے اس گھر سے جانے کا کہتی ہے آصف جاہ بھی بغیر کسی ردعمل کے خاموش ہو جاتا ہے۔ صبا اپنے والد بلال احمد سے ملتی ہے لیکن ان کے رویے میں عجیب سرد مہری ہوتی ہے۔ بلال احمد کی جانب سے یہ دوری اسے مزید اضطراب میں مبتلا کردیتی ہے جب ہی وہ چپ چاپ لوٹ جاتی ہے۔ محسن، احسن اور نشا کی محبت کے متعلق جان کر عجیب خودترسی اور محرومی کی کیفیت سے دوچار ہو جاتا ہے نشا کی محبت میں اسے اپنے لیے صرف ترس نظر آتا ہے جبکہ احسن کا اپنی محبت قربان کردینے کا فیصلہ بھی اس کے لیے شدید اذیت کا باعث بنتا ہے۔ دوسری طرف احسن ثانیہ سے شادی کے لیے رضامند ہو جاتا ہے اور یوں ثانیہ دلہن بن کر احسن کی زندگی میں شامل ہو جاتی ہے۔ محسن نشا کے سامنے ان دونوں کی محبت کا تذکرہ کرتے ثانیہ کے لیے افسوس کرتا ہے جبکہ نشا یہ سب جان کر دنگ رہ جاتی ہے اور اس کے سامنے تمام حقیقت کا اعتراف کرلیتی ہے ایسے میں محسن کی طبیعت بگڑ جاتی ہے۔ احسن تمام حالات کو نظر انداز کر کے محسن کو اسپتال لے جاتا ہے اور نشا کے بار بار کہنے پر بھی گھر واپس نہیں جاتا دوسری طرف ثانیہ کو پہلی رات ہی اپنی ذات کی بے توجہی پسند نہیں آتی لیکن احسن کی محبت کے آگے وہ خاموشی اختیار کرلیتی ہے۔ خان جنید کو لندن ایئرپورٹ پر ہی شدید ہارٹ اٹیک ہو جاتا ہے اور اسپتال پہنچنے سے پہلے ہی وہ فوت ہو جاتے ہیں یہ اچانک صورت حال صبا کے لیے بہت پریشان کن ہوتی ہے دوسری طرف فریحہ اور جمشید بھی اپنے باپ کی موت کا ذمہ دار اسے ٹھہراتے ہیں ایسے میں آصف جاہ نہ صرف وہاں پہنچ کر اسے سہارا دیتا ہے بلکہ خان جنید کی میت کو بھی واپس لانے کا انتظام کرتا ہے خان جنید نے اپنی اولاد کے ناروا سلوک کی بدولت اپنا گھر صبا کے نام کردیا تھا ثریا بیگم کے صدمے سے نڈھال ہو جاتی ہے راحیلہ خاتون بھی صبا سے ہمدردی کرتی ہیں اور اس کی دولت و امارت سے کافی حد تک مرعوب بھی نظر آتی ہیں۔ محسن طبیعت بہتر ہونے پر گھر آجاتا ہے اور اپنی ماں سے نشا کے ساتھ ہونے والی ناانصافی کے متعلق استفسار کرتا ہے جبکہ ساجدہ بیگم اولاد کی بھلائی میں اس بات کا الزام نشا پر عائد کرتی ہیں کہ ضرور اس نے یہ سب محسن کو بتایا ہے اپنوں کی اس خودغرضی پر محسن نہایت شرمندگی محسوس کرتے باہر نکل جاتا ہے یہاں کندن نامی لڑکی سے اس کی ملاقات ہوتی ہے جو اسے اپنے گھر لے آتی ہے دوسری طرف نشا اس کی غیر موجودگی پر نہایت پریشانی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

(اب آگے پڑھیں)

کبھی یوں بھی ہوتا ہے کوئی اجنبی پل میں اجنبیت کی ساری دیواریں گرا کر یوں قریب آ جاتا ہے کہ دل نہ صرف اسے اپنا مان لیتا ہے بلکہ اس کا اعتبار بھی کر لیتا ہے اس کے سامنے بیٹھی کندن جسے جاننا تو دور کی بات پہلے کبھی اسے دیکھا بھی نہیں تھا جانے وہ اپنا بنانے کا ہنر جانتی تھی یا وہ خود رشتوں کی بے اعتباریوں کا بوجھ اٹھائے تھک گیا تھا کہ اپنی کتاب زندگی کا ایک ایک ورق اس کے سامنے کھول کر رکھ دیا آخر میں کہنے لگا۔

''کیا تھا میرے پاس کچھ بھی نہیں نہ مجھے کسی چیز کی آرزو تھی چاہنے اور چاہے جانے کا تو سوال ہی نہیں تھا اتنے روگ میری جان کو چمٹے ہوئے تھے ویران کھنڈر دل میں بھلا کوئی امنگ کیسے جاگ سکتی تھی میں نے تو کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ میں کسی کی چاہت ہو سکتا ہوں پھر پتا نہیں کیوں میری ماں نے میرے ساتھ یہ مذاق کر ڈالا مجھے نشا کی چاہت بنا کر میرے دل کی کھنڈر زمین پر ایسے بیج بو دیے جن کی آبیاری میں پور پور نشا کی محبت میں ڈوب گیا۔ ایک ٹوٹے ہارے انسان کو محبت نے زندگی سے پیار کرنا سکھا دیا تب بھی مجھے خیال بھی نہیں آیا تھا کہ نشا مجھ سے پیار کیسے کر سکتی ہے۔ اپنی ماں کی بات پر ایمان لا کر میں نے کبھی نشا کے دل میں جھانکنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ اس کے ارمانوں کا خون کب کیسے ہوا یہ مجھے تب پتا چلا جب وہ احسن بھائی کو اپنی محبت کا واسطہ دے کر تانیہ سے شادی پر مجبور کر رہی تھی اس وقت سچ مچ اس روئے زمین پر مجھ سا بد قسمت کوئی نہیں تھا۔ پھر بھی مجھے اپنی بدقسمتی نے نہیں رلایا میں نشا کے لیے رویا تھا وہ اتنی سادہ معصوم اور محبت کرنے والی لڑکی ہے کہ گرم ہوائیں بھی اسے چھونے سے ڈرتی ہوں گی پھر میرے گھر والوں نے اسے تپتے صحرا میں کیسے چھوڑ دیا مجھے اس سے بہت شرم آتی ہے میں چاہتا ہوں اس سے بہت دور چلا جاؤں لیکن اپنے دل کا کیا کروں جو دھڑکتا بھی اسی کے لیے ہے پھر بھی میں نے سوچ لیا ہے میں نشا کے لیے مزید آزمائش نہیں بنوں گا۔'' وہ خاموش ہوا تب بھی کندن فوراً کچھ نہیں بولی۔ وہ سائیکاٹرسٹ تھی اور ابھی دو مہینے پہلے اس نے پریکٹس شروع کی تھی اسے شروع ہی سے لوگوں کے چہرے پڑھنے اور انہیں جاننے کا شوق تھا جب ہی اس نے اپنے لیے اس شعبے کو منتخب کیا تھا مشاہدہ اس کا جنون تھا اسی طرح ہر ایک۔۔ کی داستان سننے یوں بیٹھ جاتی جیسے اور کوئی کام ہی نہ ہو، گھر میں کام کرنے والی ماسی، خانساماں، مالی حتیٰ کہ چوکیدار تک کے تمام حالات زندگی سے واقف تھی اور یہ نہیں تھا کہ اسے صرف سننے کا شوق تھا اس کے اندر سیکھنے کی جستجو تھی دوسروں کے تجربات، واقعات اور غلطیوں سے وہ بہت کچھ سیکھ رہی تھی اس کی مما اس کے جنون سے عاجز تھیں جبکہ ڈیڈی نوٹس نہیں کرتے تھے۔ بہرحال محسن کو وہ یونہی نہیں اپنی گاڑی میں بٹھا کر گھر لے آئی تھی اسے دیکھتے ہی اس نے سمجھ لیا تھا کہ وہ شکست خوردہ ہے اور وہ اسے اس احساس سے نکالنے کی سعی کر سکتی ہے محسن کی داستان کوئی اتنی عجیب نہیں تھی پھر بھی اسے الجھا گئی تھی جب ہی اس کے خاموش ہونے پر بھی وہ فوراً کچھ نہیں بولی اپنے آپ سوچنے لگی جبکہ نظریں اس کے چہرے پر جمی تھیں جنہیں محسوس کر کے ہی محسن نے اسے دیکھا اور پریشان ہو گیا۔

''سوری...... میں نے تمہیں بھی پریشان کر دیا تم ہو کون؟''

''میں کون ہوں۔'' وہ چونکی پھر گہری سانس کھینچ کر ہلکے پھلکے انداز میں بولی۔

''تمہیں نہیں پتا کمال ہے ویسے مجھے بھی ابھی پتا چلا ہے کہ میں تمہاری دوست ہوں۔''

''میری دوست۔'' محسن کے ہونٹوں پر زخمی مسکراہٹ مچلی۔

''ہاں تم اس سے انکار نہیں کر سکتے کیونکہ دوستوں ہی کے ساتھ دکھ سکھ شیئر کیے جاتے ہیں...... ہے نا؟'' آخر میں اس نے تصدیق بھی چاہی تو وہ خاموش ہی رہا۔

''دیکھو محسن میں مانتی ہوں کہ تمہارے ساتھ اور نشا کے ساتھ بھی زیادتی ہوئی تھی۔'' قدرے رک کر وہ سمجھانے کے انداز میں گویا ہوئی۔

''تھی میں اس لیے کہہ رہی ہوں کہ اب جب زندگی ایک ڈگر پر چل نکلی ہے تو تمہیں ایڈجسٹ کرنا چاہیے تم یہ خیال دل سے نکال دو کہ نشا اب بھی تمہارے بھائی کو سوچتی ہوگی میں ٹھیک کہہ رہی ہوں، لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ جسے تن سونپتی ہیں من میں بھی اسے ہی بسا لیتی ہیں وہ تمہاری بیوی ہے تم سے محبت کرتی ہے تمہیں اس کا خیال کرنا چاہیے۔'' وہ کچھ نہیں بولا چپ چاپ اسے دیکھتا رہا۔

''چلو نشا کو فون کرو، وہ تمہارے لیے پریشان ہو رہی ہوگی۔'' اس نے کہا تو محسن اپنی جیبوں پر ہاتھ مار کر بولا۔

''سیل فون تو شاید گھر پر ہی رہ گیا۔''

"چلو پھر میں تمہیں گھر چھوڑ آؤں۔"

"نہیں میں چلا جاؤں گا۔" وہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں تمہیں گیٹ تک سی آف تو کرسکتی ہوں۔" وہ اس کے ساتھ باہر تک آئی تو پوچھنے لگی۔

"سنو اپنا کانٹیکٹ نمبر دو گے؟" محسن اسے اپنا سیل نمبر بتا کر فوراً آگے بڑھ گیا۔ کندن اسے دور تک جاتے ہوئے دیکھتی رہی پھر اندر آتے ہوئے اس کا سیل نمبر محفوظ کررہی تھی۔

❁......❁......❁

محسن کا انتظار کرتے رات کے جانے کس پہر اس کی آنکھ لگ گئی تھی صوفے کے بازو پر سر رکھے وہ نیند میں بھی اسے ہی سوچ رہی تھی پھر ابھی سورج نے اپنی کرنوں کا جال نہیں پھیلایا تھا کہ وہ اچانک ہڑبڑا کر اٹھی۔

"موتی......!" ہونٹوں کی بے آواز جنبش کے ساتھ اس نے پہلے بیڈ پھر چاروں اور نظریں دوڑائیں تو ہر شے جیسے اسی کی طرح محوانتظار تھی اس کا دل ڈوبنے لگا بمشکل خود کو سنبھالتی وہ کمرے سے نکل آئی تو لاؤنج میں ساجدہ بیگم غالباً کچن کی طرف جارہی تھی۔

"تائی امی!" وہ انہیں دیکھتے ہی یکلخت بکھری۔ "تائی امی محسن کہاں ہیں؟ وہ رات سے گھر نہیں آئے۔"

"کیا......؟" ممتا کے سینے میں ایسی ہوک اٹھی کہ ساجدہ بیگم دل تھام کر وہیں ڈھے گئیں۔

"تائی امی۔" اس اچانک افتاد پر نشا کی آنکھیں پتھرا گئیں۔ چند لمحے پتھرائی آنکھوں سے انہیں دیکھتی رہی پھر اس کے حلق سے دلدوز چیخ بلند ہوئی تھی۔

"تائی امی......" اگلے پل جلال احمد ننگے پاؤں کمرے سے بھاگے آئے اور ادھر سے احسن سیڑھیاں پھلانگتے آرہے تھے۔

"کیا ہوا؟" ایک ساتھ دو آوازیں تھیں۔

"تائی امی۔" اس بار اس کے حلق سے گھٹی گھٹی آواز نکلی تھی اور اس سے پہلے کہ وہ زمین بوس ہوتی اس نے ساجدہ بیگم کے قریب گھٹنے ٹیک دیے۔

"امی۔" احسن فوراً ساجدہ بیگم کو چیک کرنے لگے اور پھر اپنی ساری تدبیروں میں ناکام ہو کر انہوں نے نشا کو دیکھا اس کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑ گیا تھا۔

"بیٹا اسپتال لے چلتے ہیں ایمبولینس کال کروں۔" جلال احمد نے کہا تو بہت ضبط کے باعث ان کی آواز بھرا گئی۔

"نہیں ابو، امی چلی گئیں ہمیں چھوڑ کر۔"

"نہیں......" نشا کے ساکت وجود میں یکلخت بجلی سی دوڑی تھی۔ "نہیں تائی امی نہیں آپ مجھے چھوڑ کر نہیں جاسکتیں۔"

"نشا......" جلال احمد نے اسے بازو سے پکڑ کر کھینچا تو وہ ان کے بازوؤں میں جھول گئی۔

جب اسے ہوش آیا اس کا ذہن بالکل ماؤف تھا در و دیوار سے ٹپکتی وحشت محسوس ہوئی نہ نوحے سنائی دے رہے تھے کوئی اپنا اس کے پاس نہیں تھا جسے دیکھ کر شاید اس کا ذہن بیدار ہوتا۔ اسے تو یہ بھی یاد نہیں تھا کہ رات محسن کا انتظار کرتے ہوئے وہ کس کرب سے گزری تھی کتنی دیر بعد تانیہ گلوکوز کا گلاس لیے اس کے پاس آئی اور اسے بے حس و حرکت دیکھ کر ایک لحظہ کو اس کا دل کسی اتھاہ میں ڈوبا تھا۔

"نشا۔" گلاس سائیڈ کارنر پر رکھ کر وہ اس کے پاس بیٹھ گئی اور اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

"اٹھو نشا گلوکوز پی لو، اٹھو شاباش۔" نشا نے جیسے سنا ہی نہیں۔

"نشا پلیز ہمت رکھو، میں اکیلی کچھ نہیں کرپارہی، پھر سب تمہارا پوچھ رہے ہیں۔ اٹھوناں۔" تانیہ نے عاجز ہو کر اسے جھنجوڑا تو وہ ہچکی لے کر چونکی پھر خالی خالی نظروں سے تانیہ کو دیکھنے لگی۔

"امی چلی گئیں تم نے ان کا آخری دیدار بھی نہیں کیا۔" اسے شدید دھچکا لگا۔ ساجدہ بیگم نے صرف اسے جنم نہیں دیا تھا۔ باقی اس کی پرورش میں کوتاہی نہیں کی تھی وہ ماں نہیں ماں جیسی تھیں۔

"تائی امی چلی گئیں۔" وہ تانیہ کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

❁......❁......❁

صبا جلے پیر کی بلی کی طرح سارے گھر میں چکراتی پھر رہی تھی صبح ہی احسن نے فون پر اسے ساجدہ بیگم کے انتقال کی خبر دی تھی ابھی اس کا اپنا دکھ تازہ تھا کہ یہ نیا دکھ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کیا کرے عدت میں ہونے کے باعث وہ نشا کے پاس جا بھی نہیں سکتی تھی۔ بار بار اسے فون کررہی تھی نشا کے سیل پر بیل جاتی تھی لیکن کال ریسیو نہیں کررہی تھی اسے اتنا اندازہ تو تھا کہ جس گھر میں کہرام برپا ہو وہاں سیل فون کی ٹون شاید ہی سنی جائے لیکن یہ نہیں جانتی تھی کہ نشا کو اپنا ہوش نہیں تھا پھر بہت تھک کر وہ ثریا کے پاس آ کر بیٹھی تو مزید پریشان ہوگئی۔ ثریا

گھٹ گھٹ کر رو رہی تھی۔

"امی میں بھی رونا چاہتی ہوں۔" وہ کہتے ہوئے ثریا کی گود میں سر رکھ کر رو پڑی ثریا نے اسے چپ نہیں کرایا دھیرے دھیرے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے کے ساتھ اپنے آنسو بھی پونچھتی جا رہی تھی تب ہی راحیلہ خاتون نگار کے ساتھ آ گئیں اور ماں بیٹی کو روتے دیکھ کر یہی سمجھی کہ خان جنید کا غم منایا جا رہا ہے جب ہی اسی حساب سے ثریا کو سرزنش کرتے ہوئے بولنا شروع ہو گئیں۔

"ہائے ثریا پاگل تو نہیں ہو گئی تم بجائے بچی کو حوصلہ دینے کے خود بھی اس کے ساتھ مل گئیں۔" پھر صبا کو پچکارنے لگیں۔

"بس کرو بیٹا کب تک روؤں گی رونے سے جانے والا واپس تو نہیں آ جائے گا۔ بلکہ اس کی روح کو تکلیف ہی ہو گی۔"

"بھابی وہ ساجدہ بھابی......" ثریا نے آنسو پونچھتے ہوئے اس قدر کہا تھا کہ راحیلہ خاتون فوراً پوچھنے لگیں۔

"کون ساجدہ بھابی؟"

"وہ صبا کی تائی امی ان کا انتقال ہو گیا ہے۔" ثریا نے بتایا تو راحیلہ خاتون اوہ کر کے رہ گئیں پھر گہری سانس کھینچ کر نگار سے مخاطب ہوئیں۔

"نگار جاؤ بہن اور پھپو کے لیے پانی لے آؤ۔"

"جی چلو صبا پہلے منہ ہاتھ دھو لو اور پھپو پلیز آپ تو ایسے نہ کریں۔" نگار نے ایک ساتھ دونوں کو مخاطب کر کے صبا کو اٹھایا تو وہ اپنے کمرے میں آ گئی۔ منہ ہاتھ دھو کر پھر پہلے اس نے نشا کا نمبر دو تین بار ٹرائی کیا آخر مایوس ہو کر کمرے سے نکل آئی راحیلہ خاتون غالباً ثریا کو لاؤنج سے لے آئی تھیں۔ ٹیبل پر اورنج جوس کا جگ اور گلاس رکھا تھا دل نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے گلاس اٹھایا اور گھونٹ گھونٹ حلق سے اتارتے ہوئے اس کی نظریں گلاس وال سے باہر لان میں بھٹکتی ہوئی ایک منظر پر ٹھہر گئیں۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ چونکتی ضرور لیکن اس وقت اس کا ذہن کہیں اور تھا جب ہی دیکھتے ہوئے بھی جیسے نہیں دیکھ رہی تھی کہ نگار کس طرح آصف جاہ کے ساتھ اٹھلا اٹھلا کر باتیں کر رہی تھی پھر آصف جاہ کے جانے کے بعد ہی نگار اس کے پاس آئی اور دھم سے اس کے برابر بیٹھی تب وہ چونک کر دیکھنے لگی۔

"ہاؤ، ہینڈسم۔" نگار آصف جاہ کے سحر میں تھی وہ ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھے گئی۔

"کون تھا وہ ہینڈسم؟" اب نگار نے اسے دیکھ کر پوچھا۔

"ہینڈسم۔" وہ اب بھی نہیں سمجھی۔

"ہاں کون ہے؟"

"کس کی بات کر رہی ہو؟" وہ قدرے الجھی۔

"ارے وہی جو ابھی لان میں کھڑا تھا آصف جاہ۔" نگار نے نام لیا تب اسے ہلکا سا جھٹکا لگا۔

"آصف جاہ آیا تھا کیوں میرا مطلب ہے کیا کہہ رہا تھا؟" وہ فوراً سنبھلی۔

"تمہاری خیریت پوچھ رہا تھا اور یہ کہ اس نے کچھ پیپرز بنٹی کو دیے ہیں وہ تم سائن کر دینا۔" اس نے نگار کی پوری بات سن کر یونہی سر ہلا دیا۔

"ہے کون، جنید بھائی کا کوئی رشتہ دار ہے۔" نگار کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

"ہوں۔" اس نے قصداً اختصار سے کام لیا۔

"کہاں رہتا ہے؟" نگار بے چین تھی آصف جاہ کے بارے میں سب جان لینا چاہتی تھی۔

"پتا نہیں خان جنید تھے تو یہیں رہتا تھا ہمارے ساتھ اب پتا نہیں۔" اس نے آخر میں کندھے اچکائے۔

"تم نے پوچھا نہیں۔"

"نہیں۔" وہ اکتا کر اٹھنے لگی تھی کہ نگار نے سمجھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور بادل ناخواستہ اس موضوع سے ہٹ کر کہنے لگی۔

"وہ صبا تم سے ایک بات کہنی تھی۔" وہ کچھ نہیں بولی البتہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"وہ جاذب تم سے ملنا چاہتا ہے۔" نگار نے کوشش سے نارمل انداز اختیار کیا پھر بھی وہ الرٹ ہو گئی۔

"کس سلسلے میں؟" اس کے اندر جیسے خان جنید کی روح سما گئی تھی خالص بزنس مین والا لہجہ تھا۔

"ظاہر ہے تم اتنے بڑے سانحے سے دوچار ہوئی ہو اور جاذی تم سے ڈھنگ سے تعزیت بھی نہیں کر سکا سچ میں وہ بہت ڈسٹرب ہے شادی سے زیادہ تمہاری بیوگی اسے بہت رلاتی ہے ہر وقت تمہاری فکر......"

"اسے میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔" وہ نگار کی بات پوری ہونے سے پہلے بے اختیار بولی۔

"کیسے ضرورت نہیں......تم اور کچھ نہ سہی اس کی کزن تو ہو اور یہ رشتہ تو ٹوٹنے والا نہیں۔" نگار نے زور دے کر کہا تو

اس نے ہونٹ بھینچ لیے کیونکہ اس کے اندر ابال اٹھنے لگا تھا اور یہ موقع نہیں تھا کہ وہ کچھ الٹا سیدھا بولے جب ہی وہاں سے اٹھ گئی تھی۔

❀......❀......❀

موبائل کی ٹون سے اس کی آنکھ کھلی تھی۔ فوری طور پر سمجھ نہیں پائی کہ یہ کیسی آواز ہے پھر آواز کی سمت گردن موڑی تو سیل فون کی جلتی بجھتی اسکرین کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں بھی جھماکے ہونے لگے تھے۔

"مونی۔"

"تائی امی۔" بند ہونٹوں کی بے آواز جنبش اور اگلے پل جھٹکے سے اٹھ کر اس نے سیل فون اٹھالیا۔

"ہیلو۔" اس کے حلق سے بمشکل آواز نکلی تھی۔

"محسن سے بات کرادیں پلیز۔ میں صبح سے اسے کال کررہی ہوں لیکن وہ ریسیو ہی نہیں کررہا اتنا بے مروت لگ تو نہیں رہا تھا۔" ادھر سے کندن اپنی جون میں بولے چلی گئی۔ نشا نے پہلے سیل فون چیک کیا محسن کے سیل پر کال تھی پھر اچنبھے میں گھری پوچھنے لگی۔

"آ...... آپ...... کون......؟"

"میں کندن بات کررہی ہوں اور تم یقیناً نشا ہوگی ہے نا۔" وہ باتونی لڑکی ادھر کی صورت حال سے بے خبر مزے سے پوچھ رہی تھی۔

"جی میں نشا۔" وہ الجھن آمیز حیرت سے دوچار ہوئی۔

"دیکھو میرا گیس بھی غلط نہیں ہوتا۔ آپ پلیز محسن سے بات کرادو۔ میں ذرا اس کی خبر لے لو۔" کندن نے کہا تو اس نے کمرے میں چاروں اور دیکھا پھر اسے ایک منٹ کہہ کر بھاگتے ہوئے احسن کے کمرے میں آئی۔

"احسن بھائی یہ...... محسن۔" پھولی سانسوں کے ساتھ وہ اسی قدر کہہ پائی تھی احسن نے اس کے ہاتھ سے موبائل جھپٹ لیا۔

"ہاں مونی، کہاں ہو یار۔" احسن کی آواز میں بے تابی کے ساتھ جھنجلاہٹ بھی نمایاں تھی۔

"سوری میں مونی نہیں کندن ہوں آپ کون ہیں ایک منٹ میں گیس کرتی ہوں۔" پتا نہیں وہ کب سنجیدہ ہوتی تھی۔

"شٹ اپ۔" احسن چلائے۔ "تم جو بھی ہو مونی کو کیسے جانتی ہو۔"

"یہ بات آپ آرام سے بھی پوچھ سکتے ہیں۔" کندن غالباً ان کے چلانے سے خائف ہوئی۔

"سوری۔" وہ یک دم ڈھے گئے۔

"اٹس اوکے۔" کندن بڑی جلدی مان گئی۔

"ہاں اب پوچھیں کیا پوچھ رہے تھے۔"

"تم محسن کو کیسے جانتی ہو؟" احسن نے اپنا سوال دہرایا تو وہ گہری سانس کھینچ کر بولی۔

"یا اللہ آپ تو ایسے انکوائری کررہے ہیں جیسے محسن لڑکی اور میں لڑکا ہوں۔" احسن نے ہونٹ بھینچ کر پہلے نشا پھر تانیہ کو دیکھا تو اس نے ان کے ہاتھ سے موبائل لے لیا اور انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کرکے کندن سے مخاطب ہوئی۔

"دیکھو میں محسن کی بھابی تانیہ بات کررہی ہوں میں یہ نہیں پوچھوں گی کہ تم محسن کو کیسے جانتی ہو بلکہ یہ بتاؤں گی کہ محسن کے جانے سے اس گھر پر کیسی قیامت ٹوٹی ہے۔"

"کیا مطلب؟" کندن ٹھٹکی۔

"مطلب محسن کل رات گھر سے نکلا تھا اور ابھی تک واپس نہیں آیا صبح جب اس کی امی کو پتا چلا کہ وہ رات گھر میں نہیں تھا تو ان کا ہارٹ فیل ہوگیا۔ اس کے بعد باقی گھر والوں کی کنڈیشن تم سمجھ سکتی ہو۔" تانیہ بہت ٹھہرے لہجے میں بول رہی تھی۔

"مائی گاڈ، ایم ویری سوری۔" کندن کو واقعی دھچکا لگا۔

"اب اگر تم محسن کے بارے میں جانتی ہو تو پلیز بتاؤ وہ کہاں ہے۔" تانیہ کے لہجے میں آپ ہی آپ منت سمٹ آئی تھی احسن نے آہستگی سے ہاتھ بڑھا کر سیل فون کا مائیک آن کردیا پھر نشا کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ بٹھالیا وہ بری طرح کانپ رہی تھی۔

"مجھے نہیں پتا میرا مطلب ہے۔" کندن ایک دم سنجیدہ ہوئی اور غالباً ادھر کی صورت حال کا اندازہ کرکے سنبھل کر بولنے لگی۔

"کل رات سے پہلے محسن کو جاننا تو دور کی بات میں نے اسے دیکھا بھی نہیں تھا کل رات وہ سڑک کے بیچوں بیچ کھڑا تھا خود سے بے گانہ، بہت ڈسٹرب لگ رہا تھا مجھے لگا جیسے وہ خودکشی کرنا چاہتا ہے۔ میں نے اسے وہاں سے ہٹنے کو کہا لیکن اس نے سنا ہی نہیں تب ہی اسے اپنی گاڑی میں گھر لے گئی۔ چائے پلائی زندگی کی اہمیت کا احساس دلایا اس کے بعد اسے گھر رخصت کیا تھا مجھے نہیں معلوم وہ گھر کیوں نہیں پہنچا آپ اس کے دوستوں سے پتا کریں شاید وہاں......" کندن خاموش

ہوئی' تانیہ نے احسن اور نشا کو دیکھا۔ نشا سختی سے اپنے ہونٹوں پر ہاتھ جمائے ہچکیوں کا گلا گھونٹ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے اگر محسن تمہیں ملے یا تم سے رابطہ کرے تو پلیز......!" تانیہ نے کہا تو کندن فوراً بولی۔

"آپ بھی پلیز مجھے ضرور بتایئے گا۔"

"اوکے۔" تانیہ نے کال بند کی تو نشا جو ہچکیوں کا گلا گھونٹ رہی تھی ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر آواز سے رونے لگی۔

"نشا یہ کیا حماقت ہے۔" احسن کی ڈانٹ کا الٹا اثر ہوا اور وہ شدت سے رونے لگی۔

❀......❀......❀

محسن کو گئے ایک ہفتہ ہوگیا تھا احسن نے اس کی تلاش میں سارا شہر چھان مارا تھا حتیٰ کہ اسپتالوں کے مردہ خانے تک دیکھ ڈالے تھے بس ایک اشتہار دینا باقی رہ گیا تھا۔ وہ جب گھر میں داخل ہوتے نشا بھاگ کر ان کے پاس آتی...... جلال احمد الگ آس بھری نظروں سے دیکھتے اور وہ مایوسی سے سر جھکائے اپنے کمرے میں چلے جاتے' گھر عجیب قبرستان لگنے لگا تھا۔ کسی کونے میں جائے پناہ نہیں تھی۔ ساجدہ بیگم کا جانا رضائے الٰہی سے مشروط تھا۔ جب ہی صبر آنا فطری بات تھی لیکن اس پر کیسے صبر کیا جاتا۔ نشا کسی بھٹکی روح کی مکمل تصویر بن گئی تھی۔ سارا دن چکراتی پھرتی کھڑکیوں دروازوں سے جھانکتی کہیں سے وہ آتا ہوا دکھائی دے یا کسی پل چپکے سے آ کر اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دے۔

"میں آ گیا نشا تمہاری محبت کھینچ لائی۔"

"ہاں...... "وہ اپنے آپ چونکتی پھر اپنے آپ بولنے لگی۔

"تم کہتے تھے مونی محبت میں بڑی طاقت ہے مردوں کو زندہ کر دیتی ہے پھر میری محبت تمہیں کھینچ کیوں نہیں لاتی آ جاؤ نا، بس اب آ جاؤ، کتنا آزماؤ گے۔" اس وقت وہ برآمدے کی سیڑھیوں پر بیٹھی سرگوشیوں میں باتیں کر رہی تھی کہ احسن آ کر اس سے قدرے فاصلے پر بیٹھتے ہوئے بولے۔

"بس کرو نشا۔"

"ہاں......" وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگی۔

"مت اس کا غم مناؤ، جس نے ہمارا خیال نہیں کیا ہم کیوں اس کے لیے مرے جا رہے ہیں۔ سمجھ لو امی کی طرح وہ بھی دنیا سے رخصت ہوگیا۔" یہ بات کہتے ہوئے احسن کا اپنا دل رو دیا تھا اور نشا وہ نہ صرف پوری قوت سے چیخی یک دم اٹھ کر باقاعدہ ان پر جھپٹ پڑی تھی۔

"نہیں...... مونی نہیں مر سکتا۔ اس کے لیے ایسا سوچتے ہوئے آپ خود کیوں نہ مر گئے مونی نہیں مرے گا۔" وہ ان کا گریبان پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے آپے میں نہیں رہی تھی۔

"نشا...... نشا......!" احسن اسے قابو کر رہے تھے تب ہی چیخ و پکار سن کر تانیہ بھاگی چلی آئی اور اس سے پہلے کہ کچھ پوچھتی احسن نے زوردار طمانچہ نشا کے منہ پر دے مارا جس سے اس کا سارا زوم وہیں تھم گیا اور وہ ان کے سینے میں منہ چھپا کر بلکنے لگی تانیہ اپنی جگہ سن کھڑی رہ گئی۔

"ہاں نشا، مونی سے پہلے میں مر جاؤں گا۔" احسن کی آواز کا بوجھل پن دل چیرنے والا تھا۔

"اللہ نہ کرے۔" تانیہ نے دل میں کہا پھر آگے بڑھ کر نشا کی کلائی تھام کر بولی۔

"نشا آؤ اندر چلو۔"

"ہاں اسے کمرے میں لے جاؤ۔" احسن نے نشا کو خود سے الگ کیا تو وہ تانیہ سے کلائی چھڑا کر بھاگتے ہوئے اپنے کمرے میں آ گئی اور دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ وہ بری طرح رو رہی تھی۔ یہ نہیں تھا کہ جو بات احسن نے کہی تھی وہ خود اس نے نہیں سوچی تھی ہاں باقاعدہ نہیں سوچی تھی خیال آتا تھا تو وہ بری طرح سر جھٹکتی تھی یہ اسے اب اندازہ ہو رہا تھا کہ محسن اس کے لیے کتنا اہم ہے اور اس کی محبت نے یوں دل میں آگ لگائی تھی کہ وہ رانجھا رانجھا کردی میں آپے ہی رانجھا ہوگئی کہ تفسیر بن گئی تھی۔ وہ نیند میں بھی مونی مونی پکارتی تھی۔ اس وقت روتے روتے اس کی آنکھیں بند ہوئے جا رہی تھیں کہ موبائل کی بزر سے اس کے دماغ پر جیسے کاری ضرب پڑی تھی جھٹکے سے اٹھ کر موبائل کان سے لگایا۔

"مونی۔"

"صبا بات کر رہی ہوں کیسی ہو۔" صبا نے بتا کر پوچھا تو وہ ٹوٹ گئی۔

"ارے تم رو رہی ہو۔" صبا پریشان ہوئی اور اپنے حساب سے اسے تسلی دینے لگی۔

"صبر کرو نشا۔ رونے سے مرنے والوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ تائی امی نے یقیناً تمہیں ماں کی کمی محسوس نہیں ہونے دی، تم ان کے لیے دعا کرو۔"

"ہاں۔" وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگی کیونکہ اس

نے صبا کو محسن کا نہیں بتایا تھا کہ وہ کہیں چلا گیا ہے۔

"میں اور امی تمہارے لیے بہت فکر مند رہتی ہیں میری عدت ختم ہونے والی ہے پھر میں تمہارے پاس آؤں گی لیکن تم تو آسکتی ہو، ایسا کرو کچھ دنوں کے لیے میرے پاس آجاؤ۔" صبا نے کہا تو وہ پریشان ہوئی۔

"میں...... میں کیسے آسکتی ہوں مونی، میرا مطلب ہے تائی امی بھی نہیں ہیں۔"

"تو پلیز خود کو سنبھالو، اس طرح روتی رہو گی تو کیسے ہوگا۔"

"مم...... میں ٹھیک ہوں صبا امی کیسی ہیں۔" اس نے اپنی طرف سے دھیان ہٹانا چاہا لیکن پھر وہی بات۔

"امی تمہاری طرف سے پریشان رہتی ہیں۔"

"نہیں ان سے کہو پریشان نہ ہوں میں ٹھیک ہوں۔"

"یہ تسلی امی کو دے سکتی ہو لیکن میں خود کیا کروں۔" صبا نے کہا تو وہ جز بز ہو کر بولی۔

"تم بھی پریشان مت ہو میں آؤں گی تمہارے پاس۔"

"اچھی بات ہے اپنا خیال رکھنا۔"

"اللہ حافظ۔" وہ سیل فون رکھ کر پلٹی تو پھر محسن کا خیال آگیا تھا۔

❀ .... ❀ .... ❀

مریم ریان کی محبت میں اتنی دور نکل گئی تھی کہ اب واپسی کا تصور بھی محال تھا اور ریان بھی کوئی فلرٹ لڑکا نہیں تھا اس نے پوری ایمان داری سے مریم کی طرف پیش رفت کی تھی اور اس کا ہاتھ تھاما تھا اور اب وہ اسے اپنانا چاہتا تھا۔ لیکن ادھر مریم اپنی خاندانی پریشانیوں میں الجھی ہوئی تھی ساجدہ بیگم کا انتقال پھر محسن کا لاپتا ہونا جس کی وجہ سے سب لوگ لپیٹ میں آئے ہوئے تھے ایسے میں وہ کیسے گھر میں ریان کا ذکر کر سکتی تھی اور یہی وہ اسے سمجھا رہی تھی۔

"ریان تھوڑا وقت گزرنے دو سب نارمل ہو جائیں پھر میں بات کر سکوں گی۔"

"وہ تو ٹھیک ہے یار لیکن میں اب تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میرا دل چاہتا ہے میں گھر آؤں تو کوئی میرا منتظر ہو اکیلے رہتے رہتے میں تھک گیا ہوں۔" وہ اپنی جگہ مجبور تھا۔

"پھر میں کیا کروں، مونی بھائی بھی پتا نہیں کہاں چلے گئے ان کا معاملہ نہ ہوتا تو میں نشا کے ذریعے پاپا تک بات پہنچا دیتی۔" مریم جیسے اپنے آپ سے بول رہی تھی۔

"مونی۔" ریان اسے دیکھنے لگا۔ "یہ مونی کون ہے اور کہاں چلا گیا ہے۔"

"مونی بھائی میرے کزن ہیں اور بغیر بتائے پتا نہیں کہاں چلے گئے ہیں سب لوگ ان کی وجہ سے پریشان ہیں ان کی امی تو بے چاری ان کے جانے کا سن کر انتقال کر گئیں۔" اس نے بتایا تو ریان افسوس سے بولا۔

"اوہ ویری سیڈ۔" پھر پوچھنے لگا۔ "لڑ جھگڑ کر گئے ہیں کیا۔"

"نہیں وہ بے چارے کہاں کسی سے لڑ سکتے ہیں۔" اس کے لہجے میں محسن کے لیے عجیب سا دکھ تھا پھر ایک دم خیال آنے پر کہنے لگی۔ "ہاں میں صبا آپی سے بات کر سکتی ہوں۔"

"یہ صبا آپی؟"

"میری بڑی بہن ہیں ان کے ساتھ بھی ٹریجڈی ہو گئی ہے۔" اس نے بتایا تو ریان نے دونوں ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لیے۔

"کیا ہوا؟" وہ سمجھی نہیں۔

"بس کر دو، کہیں میرے ساتھ نہ ٹریجڈی ہو جائے۔"

"تم بہت برے ہو۔" اس نے منہ پھلا لیا۔

"اب جیسا بھی ہوں یہ بتاؤ صبا آپی سے کب بات کرو گی بلکہ ایسا کرو مجھے ان سے ملوا دو۔" ریان نے کہا تو وہ پرسوچ انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

"کچھ غلط نہیں کہا میں نے۔" ریان کے پوچھنے پر وہ چونک کر بولی۔

"نہیں، میں پہلے صبا آپی سے بات کر لوں پھر اگر وہ کہیں گی تو تمہیں ملوا دوں گی ٹھیک......!"

"ٹھیک، اب یہ بھی بتا دو کب بات کرو گی ان سے۔" وہ جلد باز نہیں تھا لیکن اب اس معاملے کو طول بھی نہیں دینا چاہتا تھا۔

"ابھی پہلے میں ان ہی کے پاس جاؤں گی۔" وہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"پھر مجھ سے کب ملو گی۔"

"ریان میرا خیال ہے ہم روز ملتے ہیں۔" وہ اب خاصی پر اعتماد ہو گئی تھی اور اس میں یقیناً ریان کا کمال تھا۔

"اچھا۔" وہ انجان بنا۔

"اوکے بائے۔" وہ اسے ہاتھ ہلاتے ہوئے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔

گو کہ صبا کے ساتھ اس کی زیادہ بات چیت نہیں تھی خان

جنید کے انتقال پر ہی وہ اس کے ہاں گئی تھی اور اس کے بعد ایک بار ٹیلی فون کے ساتھ تو بس رسمی باتیں ہی ہوئی تھیں۔ اس لیے تمام راستہ وہ خود کو صبا سے بات کرنے کے لیے تیار کرتی رہی تھی۔ بہر حال اس کی توقع سے بڑھ کر صبا نے اس کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا تھا۔ اسے گلے لگا کر پیار کیا پھر ثریا سے اس کا تعارف کرایا۔

''امی یہ ہماری چھوٹی بہن ہے مریم۔''

''ماشاء اللہ۔'' ثریا نے اسے گلے لگایا پھر اپنے پاس بٹھالیا۔

''میں بہت دنوں سے آپ کے پاس آنا چاہ رہی تھی۔'' اس نے صبا کو دیکھ کر کہا۔

''تو آجایا کرو نا کسی نے منع کیا ہے کیا؟''

''نہیں منع تو نہیں کیا بس میں سوچتی تھی پتا نہیں آپ کو میرا آنا اچھا لگے گا کہ نہیں۔''

''تم روز آؤ مجھے اچھا لگے گا۔'' صبا کے اپنائیت بھرے انداز نے اس کا حوصلہ بڑھایا۔

''ابھی تو مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔'' مریم نے کہتے ہوئے انکھیوں سے ثریا کو دیکھا تو صبا سمجھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

''آؤ ادھر ڈائننگ روم میں چلتے ہیں' ساتھ ساتھ میں تمہاری خاطر تواضع بھی کرلوں گی۔''

''جی۔'' مریم نے تکلفاً بھی منع نہیں کیا اور اٹھ کر صبا کے ساتھ ڈائننگ روم میں آئی تو صبا نے کیک اور فریش جوس اس کے سامنے رکھا پھر چیئر کھینچ کر بیٹھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

''ابو کیسے ہیں؟''

''جی' ٹھیک ہیں۔''

''تائی امی کا بہت افسوس ہوا' اچانک چلی گئیں یا بیمار وغیرہ تھیں؟'' صبا فارمیلٹی نہیں نبھا رہی تھی اسے واقعی ساجدہ بیگم کا دکھ تھا۔

''نہیں بیمار تو نہیں تھیں' مجھے لگتا ہے مونی بھائی کی وجہ سے اچانک......'' مریم نے بتایا تو صبا ایک دم اسے دیکھنے لگی۔

''مونی......مونی کی وجہ سے......مطلب؟''

''آپ کو نہیں پتا؟'' مریم کی ازلی سادگی عود کرآئی تھی۔

''نہیں کیا ہوا؟'' صبا ٹھٹکنے کے ساتھ ساتھ اندر سے خائف بھی ہوگئی تھی اسے نشا کا بے تحاشا رونا یاد آنے لگا۔

''بتاؤ مریم کیا ہوا؟'' اس نے مریم کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا جوشش و پنج میں تھی۔

''نشاء نے آپ کو نہیں بتایا صبا آپی!''

''نہیں تم بتاؤ۔'' اس نے مریم کے ہاتھ پر دباؤ ڈالا تب وہ رک کر بولی۔

''وہ مونی بھائی کہیں چلے گئے ہیں' کسی کو بھی نہیں بتایا۔ پتا نہیں کہاں چلے گئے' سب ان کے لیے بہت پریشان ہیں اور نشاء......''

''ہاں نشاء......''

''نشاء کا رو رو کر برا حال ہے' تایا ابو الگ بستر سے لگ گئے ہیں۔''

''یا اللہ......'' اس کی سمجھ میں نہیں آیا یہ سب کیا ہو رہا ہے اور نشاء نے اتنی بڑی بات اسے کیوں نہیں بتائی۔

''میں نے آپ کو پریشان کردیا صبا آپی!'' مریم گلٹی فیل کرنے لگی۔ اس نے چونک کر مریم کو دیکھا اور مسکرانے کی کوشش میں ناکام ہو کر بولی۔

''پریشانی کی بات تو ہے لیکن یہ مت سوچو کہ تم نے مجھے پریشان کیا۔ تم نہ بتاتیں کوئی اور بتا دیتا۔'' مریم نے سر جھکا لیا تب اچانک خیال آنے پر صبا پوچھنے لگی۔

''تمہیں یہی ضروری بات کرنی تھی یا کوئی اور بات؟''

''جی یہی بات تھی۔'' مریم کو لگا اس وقت ریان کا ذکر کرنا مناسب نہیں ہوگا۔

❁ ❁ ❁

صبا نشاء کی پریشانی اور دکھ دل پر محسوس کر رہی تھی۔ ساتھ ہی اسے نشاء پر غصہ بھی آرہا تھا کہ اس نے محسن کے جانے کا اسے کیوں نہیں بتایا اگر امی کا خیال تھا تو منع کرسکتی تھی کہ امی تک بات نہ پہنچے اسے بتانے میں قباحت تھی۔ ابھی بھی اس نے ثریا کو نہیں بتایا تھا اپنے آپ پریشان ہو رہی تھی اور اپنے آپ قیاس کرتی رہتی کہ محسن کے جانے کی کیا وجہ ہوگی اور وہ کہاں گیا ہوگا۔ دن میں کتنی بار سیل فون اٹھاتی کہ نشاء کو کال کرکے پوچھے لیکن پھر سیل فون پٹخ دیتی کہ جب اس نے نہیں بتایا تو وہ کیوں پوچھے بہر حال ذہنی طور پر وہ بہ اپ سیٹ ہوگئی تھی۔ بس نہیں چل رہا تھا عدت کے بقیہ جو دو چار دن رہ گئے تھے انہیں سمیٹ لے۔

ادھر ثریا بھی دن گن رہی تھی کہ صبا کی عدت ختم ہو تو وہ اپنے گھر جائے گو کہ یہاں ایسا کوئی معاملہ نہیں تھا کہ صبا کے سسرال والے اس کے یہاں رہنے پر باتیں بناتے ہوا تے گے ایک

صرف بنتی تھا وہ بھی ثریا سے اتنا مانوس ہو گیا تھا اور چاہتا تھا کہ وہ یہیں رہے لیکن ثریا کا دل نہیں مانتا تھا اور اس کی کئی وجوہ تھیں۔ ایک تو وہ بیٹی کے گھر میں نہیں رہنا چاہتی تھی دوسرے اسے راحیلہ خاتون کا ہر دوسرے تیسرے روز یہاں آنا کھلتا تھا کیونکہ وہ کوئی ایسی بات ضرور کر جاتی تھیں جس سے ثریا ہرٹ اور صبا کا دکھ تازہ ہو جاتا تھا اور سب سے بڑی وجہ نشاء تھی جو یہاں اس طرح نہیں آ سکتی تھی جیسے لڑکیاں ماں کے گھر جاتی ہیں۔ یہاں وہ چند گھنٹوں کے لیے ہی آتی جس سے ثریا کا دل نہیں بھرتا تھا اور ادھر ساجدہ بیگم کے انتقال کے بعد تو وہ آئی ہی نہیں تھی اور گو کہ ثریا نہیں جانتی تھی کہ ساجدہ بیگم کے انتقال کے علاوہ اور کیا کچھ نشاء پر بیت رہی تھی لیکن ماں تھیں بیٹھے بیٹھے گھبرا جاتیں' دل میں ہوک سی اٹھتی تو ایک دم نشاء کی طرف دھیان جاتا۔ اسے فون کرتیں تو ادھر وہ مختصر بات کر کے کوئی بہانا کر دیتی۔ تایا ابو بلا رہے ہیں یا کوئی اور کام...... اور یہاں بھی ثریا تشنہ رہ جاتی۔ اس وقت بھی ایسا ہی ہوا تھا نشاء نے ان کی خیریت پوچھ کر کہہ دیا کہ وہ پھر کال کرے گی۔ ثریا سیل فون کو دیکھے جا رہی تھیں جس کی اسکرین آف ہو چکی تھی۔

"کیا ہوا امی؟" صبا کھانے کا کہنے آئی تھی اسے گم صم دیکھ کر ٹھٹکی۔ "کس کا فون تھا؟"

"ہیں......؟" ثریا چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"کس کا فون تھا؟" صبا نے پھر پوچھا۔

"کسی کا نہیں۔ میں نے نشاء کو کیا تھا۔" ثریا نے بتایا تو صبا ان کے ہاتھ سے سیل فون لیتے ہوئے بولی۔

"اچھا..... ٹھیک ہے نشاء؟"

"نہیں؟" ثریا کے منہ سے بے اختیار نکلا اور ایسے ہی صبا چونکی۔

"کیا ہوا ہے اسے؟"

"پتا نہیں بیٹا! یہی تو سمجھ نہیں آ رہی' کچھ ہوا ضرور ہے۔ نشاء چھپاتی ہے بات ہی نہیں کرتی اور دیکھو کتنے دن ہو گئے ادھر آئی بھی نہیں' پتا نہیں کیا بات ہے۔" ثریا کا حد درجہ متوحش چہرہ دیکھ کر صبا اسے تسلی دینے لگی۔

"کوئی بات نہیں ہے امی! اصل میں تائی امی کے بعد تایا ابو کو اب اسے ہی دیکھنا ہوتا ہے۔"

"تم سے بات کرتی ہے؟"

"جی' بہت مختصر' کہہ رہی تھی۔ تایا ابو کی طبیعت ٹھیک

حبا اعوان

اسلام علیکم! 3 جنوری 2002 کو اس دنیا میں اپنے گھر کو رونق بخشی۔ میرا اور آنچل کا ساتھ دو سال کا ہے جی ہاں چھٹی جماعت سے آنچل پڑھنا شروع کیا اور آنچل نے میری زندگی تبدیل کر دی میں نے آنچل سے بہت کچھ سیکھا ہے ہم پانچ بہن بھائی ہیں میرا ایک ہی کیوٹ سا برادر ہے جو ہم سب بہنوں سے بڑا ہے مجھ سے چھوٹی ایک اور بہن ہے جو ہر وقت ہم سب گھر والوں کے چہرے پر مسکان بکھیرے رکھتی ہے۔ میرا اسٹار جدی ہے میری بیسٹ فرینڈ کا نام عظمٰی ہے۔ خامی یہ ہے کہ میں کسی کی نہیں سنتی جو سوچتی ہوں وہی کرتی ہوں اور اکثر اوقات ایموشنل ہو کے کچھ بھی فیصلے کر دیتی ہوں اور خوبیاں وہ تو آپ بتائیں جناب! مجھے رنگوں میں بلیک اور گرے کلر پسند ہے ببل اور چاکلیٹ بہت کھاتی ہوں کچے چاول بھی پسند ہیں پسندیدہ شخصیت حضرت محمد ﷺ اس کے بعد عاشق اعوان صاحب اور عبدالستار ایدھی ہیں رائٹرز میں نازیہ کنول نازی' سمیرا شریف طور اور نمرہ احمد کے ناولز بہت پسند ہیں۔ مجھے شاعری پسند ہے وصی شاہ اور علامہ اقبال پسندیدہ شاعر ہیں آپ سب کو میرا تعارف کیسا لگا ضرور بتائیے گا۔

ہو جائے پھر آئے گی اور وہ آئے نہ آئے۔ دو چار دن میں میری عدت ختم ہو جائے گی پھر میں خود جاؤں گی اس کے پاس۔" صبا کوشش سے نارمل انداز میں بول رہی تھی۔

"صرف جانا نہیں اسے لے بھی آنا۔" ثریا نے فوراً کہا۔

"جی بالکل لے آؤں گی۔ کان سے پکڑ کر لاؤں گی' اب چلیں کھانا کھالیں۔" صبا نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اٹھانا چاہا تو ثریا اس کے ہاتھ پر گرفت مضبوط کر کے کہنے لگی۔

"سنو! مجھے لگتا ہے نشاء کے سسرال والے اس کا یہاں آنا پسند نہیں کرتے۔ میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گی' کچھ دن میرے پاس رہے گی۔"

"تو آپ نے جانے کا فیصلہ کر لیا؟"

"ہاں بس بہت رہ لیا تمہارے ساتھ اب میں اپنی نشاء کے ساتھ رہوں گی۔" ثریا کا دل اس وقت نشاء میں اٹکا تھا۔

"جواب نہیں آپ کا' چلیں کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔" صبا نے ہنستے ہوئے انہیں اٹھایا۔

❀......❀......❀

اس گھر کی اب کوئی روٹین نہیں تھی‘ احسن ہسپتال جانے سے پہلے جتنا کر سکتے تھے کرتے یعنی جلال احمد کو ناشتا کراتے دوا دیتے اس کے بعد جب خود تانیہ کے ساتھ ناشتا کرنے لگتے تو زبردستی نشاء کو بھی کھینچ لے آتے‘ نشاء ہر نوالے پر نہ نہ کرتی لیکن وہ اسے کھانے پر مجبور کرتے۔ ساتھ ساتھ اسے بہلاتے بھی جاتے کہ محسن جہاں ہوگا ٹھیک ہوگا اور دیکھنا کچھ دنوں میں خود ہی آ جائے گا۔

ایسے میں تانیہ کہیں پس منظر میں چلی جاتی تھی اور گو کہ تانیہ تنگ نظر نہیں تھی۔ حالات سمجھ رہی تھی پھر نشاء کی پوزیشن بھی اس پر واضح تھی لیکن مستقل قدم قدم پر اپنا نظر انداز ہونا اسے کھلنے لگا تھا۔ ہر وہ لمحہ جو اس کی زندگی کا یادگار لمحہ ہو سکتا تھا اس پر نشاء قابض تھی۔ اولین شب سے لے کر اب تک...... ہسپتال سے واپسی پر گو کہ تانیہ احسن کے ساتھ ہوتی تھی پھر بھی اسے ناگوار گزرتا کہ احسن اسے کمرے میں جانے کا کہہ کر خود پہلے نشاء کی خبر لیتے۔

وہ جانتے تھے نشاء نے کچھ کھایا پیا نہیں ہوگا اور ایسا ہی ہوتا۔ خانساماں جلال احمد کو تو کھلا دیتا تھا لیکن نشاء کے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتا تھا اور وہ احسن کرتے۔ تانیہ نے پہلے طریقے سے احسن کو باز رکھنے کی کوشش کی کہ اس طرح تو نشاء کبھی نہیں سنبھلے گی۔ بہتر ہے اسے کچھ دنوں کے لیے اس کے حال پر چھوڑ دیں۔ آخر کب تک نہیں کھائے گی‘ بھوک ستائے گی تو خود ہی کھائے پیے گی۔

اس کی بات ٹھیک تھی لیکن احسن چاہ کر بھی ایسا نہیں کر سکے تب تانیہ کا ضبط جواب دے گیا۔ اس نے پھر احسن سے تو کچھ نہیں کہا‘ اس روز سر درد کا بہانہ کر کے ہسپتال جانا گول کر دیا اور جب احسن چلے گئے تب نشاء کے پاس آ بیٹھی اور کچھ دیر اس کی مصروفیت دیکھتی رہی۔ نشاء کبھی دراز کھولتی کبھی الماری کبھی سیل فون چیک کرنے لگتی۔ بحیثیت ڈاکٹر تانیہ محسوس کر رہی تھی کہ اس کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے پھر بھی اس وقت وہ کٹھور بن گئی تھی۔

”نشاء یہاں بیٹھو‘ مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔“ نشاء نے خالی خالی نظروں سے اسے دیکھا پھر کسی روبوٹ کی طرح چلتی اس کے سامنے آ بیٹھی۔

”تمہیں یاد ہے نشاء! میں نے تم سے راز داری کی شرط پر ایک بات کہی تھی۔“ تانیہ نے کہا تو نشاء کی آنکھوں میں سوچ اتر آئی تھی۔

”میں یاد دلاتی ہوں۔“ تانیہ غالباً کسوٹی کھیلنے کے موڈ میں نہیں تھی جب ہی کہنے لگی۔ ”بہت پرانی بات ہے میں نے کہا تھا میں احسن کو پسند کرتی ہوں اور اس سے شادی کرنا چاہتی ہوں اور اس بات پر تم اسے راضی کرو‘ یاد آیا۔“

”ہم...... جی!“ نشاء نے اثبات میں سر ہلایا۔

”گڈ۔“

”لیکن تانیہ بھابی! احسن بھائی تو خود آپ سے......“ نشاء پھر صفائی دینے لگی تھی کہ تانیہ بول پڑی۔

”ہاں وہ الگ بات ہے کہ میں سمجھ نہ سکی‘ خیر ابھی مجھے ایک اور بات کہنی ہے۔“

”جی۔“ نشاء نے کوشش سے اپنا پورا دھیان اس کی طرف منتقل کیا۔

”اس میں بھی راز داری شرط ہے۔“ تانیہ نے کہا تو وہ چونک کر بولی۔

”آپ بے فکر رہیں۔“ تانیہ کچھ دیر اسے جانچتی نظروں سے دیکھتی رہی پھر کہنے لگی۔

”ایسا ہے نشاء کہ تمہاری وجہ سے میری لائف ڈسٹرب ہو رہی ہے گو کہ تم جان بوجھ کر کچھ نہیں کر رہیں لیکن انجانے میں جو بھی ہو رہا ہے وہ میں مزید برداشت نہیں کر سکتی۔“ تانیہ کے پہلے جملے سے ہی نشاء سناٹے میں آ گئی تھی اس کے بعد سن تو رہی تھی لیکن بولنے سے قاصر تھی۔

”اس لیے میں تم سے یہی کہوں گی نشاء کہ تم یہاں سے چلی جاؤ‘ یوں بھی محسن کے بعد تمہارا یہاں رہنے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ میری بات سمجھ رہی ہو ناں۔“ تانیہ نے اس کی ویران آنکھوں میں دیکھ کر تصدیق چاہی اور اس کے حواس ساتھ دیتے تو وہ تصدیق یا تردید کرتی‘ آنکھیں تک پتھرا گئی تھیں تب تانیہ جیسے اپنی صفائی پیش کرنے لگی۔

”میں خوابوں میں رہنے والی لڑکی نہیں ہوں نشاء! پھر بھی کچھ خواب ہر انسان کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں۔ اب دیکھو ناں اپنی شادی کی اولین شب جس لمحے کا میں نے برسوں انتظار کیا کہ احسن میری انگلی میں انگوٹھی ڈالتے اپنی محبت کا اظہار کریں گے عین اسی لمحے تم نے دروازے پر زوردار دستک کے ساتھ چیخ کر احسن کو پکار لیا تھا۔ اس کے بعد تم خود سوچو جب بھی کوئی ایسا موقع آیا احسن مجھے چھوڑ کر تمہاری طرف بھاگے چلے گئے۔“ قدرے رک کر پھر گویا ہوئی۔

"میں تمہیں قصوروار نہیں ٹھہرا رہی نشاء بلکہ قصوروار تو کوئی بھی نہیں ہے شاید میری قسمت میں کوئی خوب صورت لمحہ رقم ہی نہیں کیا گیا لیکن میں قسمت پر شاکی ہونے والوں میں سے نہیں ہوں۔ اس لیے میں نے سوچا ہے کہ اگر تم درمیان سے ہٹ جاؤ تو......" تانیہ خاموش ہوگئی پھر گم صم بیٹھی نشاء کے ہاتھ تھپک کر کمرے سے نکل گئی۔

❀......❀......❀

تانیہ کے جانے کے بعد بھی نشاء کتنی دیر تک یونہی گم صم اور بے حس و حرکت بیٹھی رہی تھی۔ اس کے بعد بھی اس کے وجود میں کوئی حرکت نہیں ہوئی البتہ ذہن میں تانیہ کی باتیں نئے سرے سے گونجنے لگی تھیں۔

"تمہاری وجہ سے میری زندگی ڈسٹرب ہورہی ہے...... تم یہاں سے چلی جاؤ...... محسن کے بعد تمہارا یہاں رہنے کا کوئی جواز نہیں بنتا...... محسن کے بعد...... محسن کے بعد......" اس کے ذہن میں تکرار شروع ہوئی تو وہ جیسے خواب میں چلتی ہوئی جلال احمد کے کمرے میں آئی اور ذہن میں جو آخری بات چل رہی تھی زبان پر آگئی۔

"محسن کے بعد میرا یہاں رہنے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔"

"نشاء!" جلال احمد لیٹے سے اٹھ بیٹھے۔ "یہ کیا کہہ رہی ہو بیٹا!"

"تایا ابو!" وہ ایک دم بھاگ کر ان کے سینے میں چھپنے لگی۔ سارے بند یکلخت ٹوٹ گئے تھے' یہاں وہاں ہر طرف سیلاب ہی سیلاب تھا۔

"میرے بچے! محسن آجائے گا۔" جلال احمد کی اپنی آواز بھرائی ہوئی تھی۔ "اور یہ تم نے کیسے سوچ لیا کہ محسن کے یا میرے بعد تمہارا یہاں رہنے کا جواز نہیں بنتا۔ تم محسن کے ساتھ یہاں نہیں آئی تھیں بیٹا! تم تو شروع سے یہیں ہو اور کوئی رہے نہ رہے تمہیں یہیں رہنا ہے۔"

"نہیں تایا ابو!" وہ اس طرح ٹوٹ کر کبھی نہیں روئی تھی۔

"کیسے نہیں، تم بہو بعد میں پہلے اس گھر کی بیٹی ہو۔"

"تو بیٹیاں! کب سدا ماں باپ کے گھر رہتی ہیں' مجھے بھی رخصت کریں تایا ابو میں امی کے پاس جاؤں گی۔" اس نے کہا تو جلال احمد اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے کر پوچھنے لگے۔

"کیا تم محسن کی طرف سے مایوس ہوگئی ہو؟"

"نہیں۔" وہ تڑپ اٹھی۔ "نہیں تایا ابو! میں جس دن مایوس ہوئی وہ میری زندگی کا آخری دن ہوگا۔"

جلال احمد کو اپنے آنسوؤں پر اختیار نہیں رہا تو اس کا سر اپنے سینے پر رکھ لیا۔ بے آواز آنسو موتیوں کی صورت اس کے بالوں پر گر رہے تھے۔

"مجھے جانے دیں تایا ابو! محسن آجائیں پھر میں بھی آجاؤں گی۔" وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ جلال احمد آہستہ آہستہ اس کا سر تھپکنے لگے تب ہی ملازمہ آ کر بولی۔

"بڑے صاحب! نشاء بی بی کی بہن آئی ہیں۔ میں نے انہیں نشاء بی بی کے کمرے میں بٹھادیا ہے۔"

"صبا......" نشاء کے ہونٹوں نے بے آواز جنبش کی پھر وہ جھٹکے سے اٹھی۔

"صبا ہوگی تایا ابو!" جلال احمد اثبات میں سر ہلایا گویا اسے جانے کا اشارہ بھی تھا۔ وہ ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑتے ہوئے تیز قدموں سے اپنے کمرے میں آئی اور صبا سے لپٹ کر وہ پھر رونے لگی۔

"ارے اگر اتنی ہی میرے لیے اداس تھیں تو آ نہیں سکتی تھیں۔" صبا نے کوشش سے ہلکا پھلکا انداز اختیار کیا کیونکہ وہ اس کی کیفیت اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔

"صبا! میں مر جاؤں گی۔" وہ روتے ہوئے بے اختیار ہوئی۔

"مریں تمہارے دشمن۔" صبا نے کہہ کر اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے لیا پھر نرمی سے پوچھنے لگی۔ "کیا ہوا ہے' باقی سب لوگ کہاں ہیں؟"

"تایا ابو! اپنے کمرے میں ہیں اور......" وہ خاموش ہوگئی تو صبا نے قصداً ٹوکا نہیں۔

"چلو پہلے مجھے تایا ابو کے پاس لے چلو۔ تائی امی کے افسوس کے ساتھ میں ان کی عیادت بھی کرلوں۔"

"ہاں چلو۔" وہ خود اپنی حالت بہتر کرنا چاہتی تھی جب ہی فوراً صبا کو جلال احمد کے کمرے میں لے آئی۔

"تایا ابو! صبا آئی ہے۔"

"السلام علیکم! تایا ابو!" سلام کے ساتھ بڑھ کر ان کے سینے سے لگ گئی تو وہ الٹے پیروں واپس اپنے کمرے میں آگئی اور پہلے شاور لیا پھر کچن میں آ کر چائے کے ساتھ دیگر لوازمات رکھنے میں اس نے قصداً دیر لگائی یہ سوچ کر کہ صبا پہلی بار اپنے خونی رشتے سے باقاعدہ مل رہی ہے تو جی بھر کر باتیں کرلے پھر وہ اس خیال سے بھی خائف تھی کہ جلال احمد صبا کو محسن کے

بارے میں بھی بتائیں گے تو فوراً وہ صبا سے نظریں نہیں ملا پائے گی۔ اس لیے خاصی تاخیر سے وہ چائے کے ساتھ جلال احمد کے کمرے میں آئی تو تکلیف دہ باتوں کے بعد اب ماحول کافی سازگار تھا۔ صبا جلال احمد کو واک کے ساتھ ہلکی پھلکی ایکسر سائز کا مشورہ دے رہی تھی۔

"اور تایا ابو آپ کو اپنی ڈائٹ کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔" صبا کی آخری بات پر وہ ہنس کر کہنے لگے۔

"بیٹا! میرے گھر میں ایک نہیں دو ڈاکٹر موجود ہیں اور ان سے بہتر میری ڈائٹ کا خیال اور کون کرسکتا ہے۔"

"یہ تو ہے۔" صبا نے تائید کی تو وہ ٹرالی اس کے سامنے دھکیل کر بولی۔

"ابھی تو تم تایا ابو کو یہ سب کھلاؤ اور خود بھی کھاؤ۔"

"تم کہاں جارہی ہو؟" صبا نے اس کا ارادہ بھانپ کر فوراً پوچھا تو وہ جلال احمد کو دیکھ کر بولی۔

"تایا ابو! بس امی کے ہاں چلی جاؤں ناں۔"

"ہاں تایا ابو! امی بہت یاد کررہی ہیں اسے۔" صبا بھی بول پڑی تو جلال احمد نے اس خیال سے اجازت دے دی کہ اس کا دھیان بٹ جائے گا۔

پھر اس نے یہ سوچ کر کہ جانے اسے کتنے دن امی کے ہاں رہنا پڑے اپنی ضرورت کی کافی چیزیں دو بیگوں میں بھرلی تھیں۔ اس کے بعد ثانیہ کے کمرے میں جھانک کر دیکھا وہ بیڈ پر نیم دراز ٹی وی دیکھ رہی تھی' دروازہ کھلنے کی آواز پر نظروں کا زاویہ بدل کر اسے دیکھنے لگی۔

"میں جارہی ہوں ثانیہ بھابی! مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے......"

"بس جو ہوگیا سو ہوگیا۔" ثانیہ اس کی بات پوری ہونے سے پہلے بول پڑی۔ "ہاں اگر تمہیں میری کوئی بات بُری لگی ہو تو......"

"نہیں بھابی! مجھے آپ کی کوئی بات بری نہیں لگی' اللہ حافظ۔" وہ جلدی سے دروازہ کھینچ کر باہر نکل آئی۔ اب اسے صبا کا سامنا تھا جس نے اس کے بیٹھتے ہی گاڑی آگے بڑھادی تھی۔

"امی تمہارے گھر ہیں؟" اس نے بات کرنے کی غرض سے پوچھا۔

"نہیں' اپنے گھر۔" صبا کا چہرہ اور لہجہ بھی بے تاثر تھا۔

"پھر تو ہم وہیں جائیں گے۔"

"ہاں ظاہر ہے میں اس قابل کہاں کہ تم مجھے میزبانی کا شرف بخش سکو۔" صبا کا طنز محسوس کرکے وہ جز بز ہوئی پھر خود ہی کہنے لگی۔

"اصل میں صبا تم خود ایک بڑے سانحہ سے گزری ہو اس لیے میں محسن کا بتا کر تمہیں مزید پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی پھر امی کو تو بالکل پتا نہیں چلنا چاہیے۔" آخر میں اس کے لہجے میں عاجزی سمٹ آئی تھی' صبا نے گردن موڑ کر اسے دیکھا اور مزید ناراضگی کا ارادہ ترک کردیا۔

"کیا کہو گی امی سے؟"

"تم بتاؤ۔" اس کی بے بسی پر صبا کو بے پناہ ترس آیا' گود میں رکھے اس کے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر بولی۔

"کہہ دینا محسن باہر گیا ہے۔"

"دعا کرو صبا! مونی جہاں بھی ہو خیریت سے ہو اور جلدی واپس آجائے۔" وہ آزردگی میں گھر گئی۔

"ان شاء اللہ آجائے گا اور تم دیکھو امی کے سامنے رونا دھونا نہیں وہ پریشان ہوجائیں گی۔" صبا نے گاڑی پارک کرکے اسے دیکھا پھر کہنے لگی۔ "مجھے تم سے بہت ساری باتیں کرنی ہیں لیکن یہاں امی کے سامنے نہیں ہوسکیں گی میں پھر آؤں گی تو ہم کہیں باہر چلیں گے' ٹھیک۔"

"ابھی تم امی سے نہیں ملو گی؟"

"ملوں گی لیکن زیادہ دیر نہیں رکوں گی' چلو۔" صبا نے کہہ کر اپنی طرف کا دروازہ کھولا تو وہ بھی اتر گئی۔ پھر دونوں ایک ایک بیگ اٹھا کر چل پڑیں۔ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے وہ خود پر کافی قابو پاچکی تھی پھر بھی امی کے گلے لگتے ہی اس کی پلکیں بھیگ گئی تھیں۔

"بس اب ماں بیٹی اموشنل ہونے کی کوشش نہ کریں۔" صبا نے بروقت ماحول کو ڈرامائی شکل دے دی تھی۔ باقاعدہ فلمی ڈائیلاگ بولنا شروع کردیئے تو اسے گھورتے گھورتے ثریا ہنس پڑی تھی۔

(جاری ہے)

فیس بک سے
فاخرہ گل

سات سروں کا بہتا دریا تیرے نام
ہر سُر میں رنگ دھنک کا تیرے نام
جنگل جنگل میں رونے والے سب موسم
اور ہَوا کا سبز دوپٹا تیرے نام

"ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ملکہ اپنے کمرے میں بغیر کسی کے جگائے جاگتی پائی گئی" نور جہاں نے باورچی خانے میں آٹا گوندھ کر چولہے پر چائے چڑھاتی اماں کو آ کر بریکنگ نیوز دی تو وہ بھی چونک گئیں۔

"سچ بتا......" اماں غیر یقینی کیفیت میں تھیں۔ جبھی نور جہاں نے ان کے ہاتھ سے دیگچی کا ڈھکن لے کر ایک طرف رکھا اور انہیں کھڑا کیا۔

"ارے اماں یقین نہیں آتا تو تم خود دیکھ لو ناں آ کے۔" نور جہاں کی کھلی آفر پر اماں بھی اس کے ساتھ دبے پاؤں چلتی کمرے تک جا پہنچی اور صرف سر آگے کر کے دیکھا تو نور جہاں کی بات پر سو فیصد یقین تو آیا ہی مگر ساتھ ہی اپنی چھوٹی بیٹی ملکہ پر بھی بے حد پیار آیا کہ شاید رات کی ڈانٹ کو اس نے دل پر لے لیا تھا اور یہی وجہ تھی کہ آج ان کے جگانے سے پہلے ہی جاگ بھی چکی تھی سو پیار کا اظہار کرنے کے لیے اسی طرح دبے پاؤں اس کی طرف بڑھنے لگیں۔ ملکہ کا رخ دیوار کی طرف تھا' کہنی پر بوجھ ڈالے کروٹ لے کر لیٹی ملکہ نے ہتھیلی پر سر ٹکایا ہوا تھا۔

"ہائے اللہ میں نے خوامخواہ کل اسے ڈانٹ دیا تھا دیر تک جاگنے پر...... شاید اب بھی ذہن میں اس کے وہی پریشانی ہے جبھی تو جاگنے کے بعد بھی لیٹی ہوئی ہے اور اٹھنے کا شاید دل نہیں مان رہا۔" اماں نے خود کو موردالزام ٹھہرایا اور چاہا کہ عقب سے اس کے سر پر بوسہ دیں سو آہستگی سے اس کے قریب پہنچی ہی تھیں کہ ایک دم اس کی کمر پر دھموکا جڑ دیا۔

"ہائے میں مر گئی' ربا میریا میں گئی...... آئے ہائے آئے بچالے نور جہاں کی بچی مجھے' بچالے یار یا تو اٹھالے...... ہائے ہائے چاچی کا تو پاؤں بھاری ہوا' ہماری اماں سے اور کچھ نہ ہوا تو ہاتھ بھاری کر لیا۔" اماں کے موسلادھار دھموکوں سے بچتی ملکہ کے منہ سے مختلف قسم کے اعتراضی بیانات کے ساتھ ساتھ نور جہاں سے مدد کی اپیل بھی جاری تھی' اور نور جہاں خود حیران تھی کہ ایک دم اماں کے ساتھ ایسا ہوا کیا کہ ملکہ پر آتا پیار مار میں بدلا اور یہ حیرت اپنی انتہا پر پہنچ کر اس وقت دم توڑ گئی جب نور جہاں پر یہ انکشاف ہوا کہ اماں نے ملکہ کو صبح ہی صبح قابل اعتراض حالت میں دیکھ لیا تھا۔ اور ثبوت بھی عین سامنے تھا۔

"قدرت خدا کی دیکھو کہ لوگ صبح سویرے اٹھ کر اپنے گھروں میں اللہ اور اس کے رسول کا نام لیتے ہیں اور یہ ملکہ......" اماں نے کھا جانے والی نظروں سے گھٹنوں پر سر ٹکائے بیٹھی ملکہ کو دیکھا۔

"یہ خیر سے اس موبائل پر مصروف تھی۔" اماں نے ہاتھ میں پکڑا اس کا سیاہ رنگ کا نوکیا کا فون کیل ٹھوکنے کے انداز میں لہرایا اور یہی کام اماں کی نظروں میں قابل اعتراض تھا۔

"ہائیں ملکہ...... کھا قسم کہ تو اس وقت فیس بک پر تھی؟" نور جہاں بھی اس انکشاف پر حیران تھی۔

"ہاں تھی فیس بک پر...... تجھے مسئلہ ہے؟" غصے میں ناک پھلاتی ملکہ کو اس وقت نور جہاں بالکل زہر لگ رہی تھی۔

"ہاں تو اماں ٹھیک کہہ رہی ہیں ناں' آنکھیں تیری گندی ہو رہی ہیں' اب تک برش نہیں کیا منہ سے سمیل تیرے آ رہی ہے' بالوں نے بھوتنی بنا رکھا ہے اور چڑھ گئی فیس بک پر۔" نور جہاں کو یوں بھی اس معاملے میں اماں کی شہہ حاصل تھی اس لیے بڑھ چڑھ کر بول رہی تھی۔

"پیدا کرنے والا بھول گیا ہے تم لوگوں کو...... اور یہ فیس بک والا سوتے جاگتے دماغ پر سوار رہتا ہے۔" اماں نے دانت پیس کر پھر سے ملکہ کو کوسا۔

"او ہو اماں تم دیکھ تو لیتیں ناں' میں فیس بک پر قرآن پاک والا پیج ہی تو ڈھونڈ رہی تھی۔ اس میں ایڈمنز لوگ روزانہ قرآن پاک کی ایک آیت پڑھا اور سمجھا دیتے ہیں۔" ملکہ نے صفائی

پیش کی۔

"ہاں تو پھر یہ جو رنگین غلافوں میں الماری کے اوپری حصے پر قرآن شریف رکھے ہیں ناں وہ سب جا کر کسی مسجد یا مدرسے میں دے آؤ اور انہیں بتاؤ کہ بھیا ہم تو گندے مندے کلی بھی کیے بغیر فیس بک پر ہی سب کچھ پڑھ پڑھا لیتے ہیں' اس لیے یہ تم رکھ لو...... کھا بھی وہیں لیا کرو اور......" اماں کا غصہ کسی بھی طور کم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔

"اور پتہ ہے ناں اماں کتنا سخت گناہ ملتا ہے اگر قرآن پاک یونہی بند رکھے رہیں تو......" نور جہاں موقع سے مکمل فائدہ اٹھاتے ہوئے ملکہ کو جی بھر کر چڑا رہی تھی۔

"گناہ ملنے کی کسے پروا ہے' بس فیس بک پر لائک ملنے چاہیے...... ارے میں تو کہتی ہوں ماں بھی کوئی اسی فیس بک پر بنا لو اور جان چھوڑ دو دونوں میری۔" اماں نے واقعی ہاتھ باندھے تھے ملکہ اور نور جہاں دونوں لپک کر ان کے پاس آئیں اور گلے لگ گئیں۔

"اماں تم ملکہ کی وجہ سے اب مجھے بھی ڈانٹ رہی ہو میں نے بھلا کیا کیا ہے؟" نور جہاں نے معصوم سا منہ بنا کر اماں کا منہ چوما۔ وہ تینوں اب پلنگ پر بیٹھی تھیں۔

"اماں چلو پلیز غصہ چھوڑ دو ناں۔" ملکہ نے بڑی آہستگی سے اماں کے ہاتھ سے موبائل لے کر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیتے ہوئے موبائل تکیے کے کور میں منتقل کیا۔

"اور ایک بات بتاؤں اماں' جھوٹے ہی سہی لیکن فیس بک پر لوگ ہر قسم کے رشتوں میں ڈھل جاتے ہیں۔ کوئی بہن بن جاتی ہے تو کوئی بھائی' آپا' آنٹی' انکل' خالہ سب بن جاتے ہیں لیکن پتہ ہے کسی کی ماں کوئی نہیں بنتا...... فیس بک پر سب مل جاتا ہے مگر ماں نہیں ملتی۔" اماں نے ہنوز خفگی سے گردن پیچھے کر کے اسے غور سے دیکھا جیسے اس کی بات کا مطلب پوچھ رہی ہوں۔

"فیس بک پر سب کچھ مل جاتا ہے لیکن ماں نہیں ملتی...... کیونکہ تم تو تم ہو ناں اماں۔" لاڈ کرتے ہوئے اس نے اماں کا منہ چوم ڈالا اور جواباً اماں نے اس کی کمر پر دھموکا جڑ کر دونوں بہنوں کو زور سے اپنے بازوؤں میں بھینچ لیا۔ یہ والا دھموکا اب ان کے پیار کا اظہار تھا۔

"ویسے اماں ایک بات کہوں......" اماں کی آغوش ان کا لمس انجوائے کرتی ملکہ نے بند آنکھوں سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں بول' اب کیا فلسفہ آیا ہے تیرے دماغ میں؟" وہ دونوں ہاتھوں سے ان دونوں کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھیں۔

"چاچی ہے تو اچھی لیکن خوش بھی ہوتی ہے جب تو مجھے ڈانٹ رہی ہوتی ہے۔"

"کمال ہے یہ اس وقت چاچی کا کیا ذکر؟" نور جہاں نے ایک آنکھ کھول کر ملکہ کو دیکھا۔

"ذکر کیوں نہیں...... اب خود دیکھو اماں' دروازہ کھلا ہے ناں ہمارا' اور اس نے ضرور ہم تینوں کو یوں پیار سے ایک ساتھ بیٹھے دیکھا ہوگا' تبھی تو اس کا دل جلنے کی بو مجھے یہاں تک آ رہی ہے۔" نور جہاں کی اس تحقیقاتی رپورٹ پر اماں سمیت نور جہاں نے بھی گہرا سانس لے کر کچھ سونگھنے کی کوشش کی تو اماں کو گویا کہ جھٹکا لگا۔

"بو......؟ ارے تیرا بیڑا اتر جائے یہ تو چائے جل رہی ہے جو میں چولہے پر رکھ کے آئی تھی۔" اماں کے کہنے کی دیر تھی کہ بجلی کی سی تیزی سے نور جہاں باورچی خانے کی طرف لپکی مگر ملکہ جو اماں کے سینے پر سر رکھے ہوئے تھی وہ بھی بجلی کی تیزی دکھانے ہی لگی تھی کہ اسے لگا بجلی چلی گئی ہو۔ بوکھلاہٹ میں جو سر اوپر کیا تو وہ اماں کی تھوڑی پر جا لگا' نتیجتاً اماں کے دانت آپس میں غیر ارادی طور پر ٹکرانے ہی والے تھے کہ بیچ میں زبان آ گئی اور لاشعوری طور پر اماں نے ملکہ کے سر پر چپت رسید کر دی۔

"میں نے کیا کیا ہے' کیوں مارا ہے مجھے؟ ناشتے میں مار کھلانی ہے کیا آج؟"

"اتنا بولتی ہے...... زبان تیری کٹنی چاہیے تھی کٹ میری گئی۔" اماں نے زبان پر انگلی لگا کر خون بہنے یا نہ بہنے کی تصدیق کی۔

"بس اماں' جو ہوتا ہے اچھے کے لیے ہی ہوتا ہے۔" منہ پر مسکینی طاری کر کے ملکہ نے اماں کی زبان کٹنے کو اچھا کہا تو انہوں نے ہاتھ میں جوتا اٹھایا اور جوتا صرف وہ اٹھایا ہی کرتی تھیں مارتی نہیں تھیں اور ویسے بھی ملکہ نے جس انداز میں کہا تھا وہ چاہنے کے باوجود بھی اپنا غصہ برقرار نہیں رکھ سکی تھیں اور یہی ایسا موقع تھا جو ملکہ چاہتی تھی کہ بار بار آیا کرے۔

سخت غصے کے باوجود جب اماں ہلکا ہلکا مسکرانے لگتیں تو اماں کے وہ تاثرات اس کا دل چاہتا کہ وہ یادداشت میں محفوظ کر لیا کرے اور تبھی اسے اماں دنیا کی سب سے اچھی اماں لگتی تھیں۔

اماں نے دونوں بیٹیوں کا نام اگر ملکہ نور جہاں رکھا تھا تو صرف اس لیے کہ وہ دونوں جڑواں تھیں سو ان کا خیال تھا کہ جب بنانے والے نے انہیں ایک ساتھ بنایا تو نام بھی کچھ ایسا ہی ہونا چاہیے جو دونوں کو ایک ساتھ رکھے اور خود انہیں ان دونوں کے الگ ہونے کا احساس تک نہ ہو۔ لہٰذا بڑی سوچ بچار کے بعد یونہی ایک دن ریڈیو سنتے ہوئے اماں کے ذہن میں یہ نام اترا۔ خیر کمپیئر نے نام تو ملکہ ترنم نور جہاں کا لیا تھا لیکن ظاہر ہے کہ اماں کی بھی مجبوری تھی اور وہ یہ کہ ان کی تو صرف دو بیٹیاں تھیں اس لیے انہیں فی الوقت دو ہی نام درکار تھے۔ رہی سہی کسر ان کے دیور نے ترنم سے شادی کر کے پوری کر دی تھی اور یوں یہ گھرانا ملکہ ترنم نور جہاں کا گھر کہلایا کرتا۔

ملکہ اور نور جہاں جڑواں ضرور تھیں لیکن شکل وصورت ہرگز ملتی جلتی نہیں تھی کہ دیکھنے والوں کو ان کے جڑواں ہونے کا پتہ چلتا' البتہ ناموں کا شخصیت پر بہت اثر پڑا تھا' ملکہ کا مزاج ایسا ہی تھا جیسا کسی ملکہ کا ہوتا ہے اور نور جہاں اپنی خدمت گزاری اور سلیقہ مندی سے واقعی اماں کو نور جہاں ہی معلوم ہوتی۔

ابا کی پرچون کی دکان تھی' صبح سے شام تک دکان پر ہی رہا کرتے' بعض اوقات تو دوپہر کا کھانا بھی دکان پر ہی منگوا لیا کرتے۔ یوں بھی دکان کوئی دور نہیں بلکہ اسی گلی کی نکڑ پر تو تھی' گھر کی چھت پر کھڑے ہو کر بھی ابا کا دیدار کیا جا سکتا تھا۔

ترنم چاچی اور ان کا گھر بالکل آمنے سامنے تھا' یہاں تک کہ اگر بیرونی دروازہ کھلا ہوتا تو صحن اور صحن سے برآمدہ اور اس چھوٹے سے برآمدے کے عین سامنے درمیانہ سا کمرہ بخوبی نظر آ جاتا' ملکہ کا مزاج پڑھائی لکھائی میں ذرا کم ہی لگتا تھا' اسی لیے محض دھکا اسٹارٹ کے طور پر ہی بارہ جماعتیں پاس کر تو لی تھیں اور اب نور جہاں کی وجہ سے اسے بھی مجبوراً تیرھویں جماعت کا پرائیویٹ داخلہ بھجوانا پڑا تھا مگر ذہنی طور پر تو شاید وہ اب تک خود کو میٹرک کی معصوم سی بچی سمجھا کرتی تھی۔ وہ بھی سن انیس سو ستر کی...... کیونکہ آج کل کی میٹرک کی لڑکیاں تو تجربے اور مشاہدے میں انیس سو ستر کی اماں کے برابر ہیں' ہر وہ بات جو والدین ان سے چھپانا چاہتے ہیں وہ خود والدین سے چھپانے کی تگ ودو میں رہتی ہیں۔ بعض اوقات تو چھپن چھپائی کا یہ عمل منہ چھپانے پر بھی مجبور کر دیتا ہے' بھی والدین کو تو کبھی لڑکیوں کو۔

"فیلنگ ہارٹ بروکن!" ملکہ نے کچن میں دھونے والے برتنوں کے ڈھیر میں رکھی چائے کی جلی ہوئی دیگچی دیکھ کر کچھ بھی کہنے سے پہلے فیس بک پر اسٹیٹس اپ لوڈ کیا اور پھر منہ بسور کر اماں کی جانب مڑی۔

"اماں یہ جل جل کر سڑی اور جلی ہوئی دیگچی اب کون دھوئے گا؟"

"اس ہفتے صبح برتن دھونے کی ڈیوٹی تیری ہے ناں تو پھر تو ہی دھوئے گی اور کون دھوئے گا۔" اماں نے رات کے بچے سالن کو ناشتے میں پراٹھوں کے ساتھ استعمال کرنے کے بعد پھر سے فریج میں رکھا۔

"لیکن یہ مجھ سے صاف نہیں ہوگی' قسم سے آج کے بعد اگر جلی تو میں کوشش کرلوں گی پر آج......"

"ہاں تو آج ان انچاس دوستوں کو بلا لے ناں دیگچی دھونے کے لیے جن کے ساتھ فیلنگ ہارٹ بروکن کر رہی ہے۔" نور جہاں کی اس ہفتے گھر کی صفائی کی باری تھی سو اندر سے رات کے رکھے گلاس اٹھا کر کچن میں سلیپ پر رکھتے ہوئے ملکہ کو چڑانے لگی۔

"ہاں تو تیرے ساتھ پرابلم کیا ہے نور جہاں' میرے اتنے سارے دوست ہیں تو انہیں ٹیگ کرتی ہوں ناں' تیری طرح بارہ دوستوں کو درجن کیلے کی طرح سینے سے نہیں لگایا ہوا میں نے۔" نور جہاں نے اس کی دکھتی رگ چھیڑ دی تھی۔

"اوہو پرابلم نہیں ہے میری بہن...... بلکہ تجھے مشورہ دے رہی ہوں کہ جن فیس بک فرینڈز کی وجہ سے تو مجھ سے لڑ رہی ہے ناں' جا انہیں بلا کر لا تاکہ تجھے یہ دیگچی دھودیں۔"

"تو...... تو ہے ہی سڑی ہوئی' اول روز سے میرے خلاف ہر وقت ڈانٹتی کوستی رہتی ہے اور مجھے تو پکا یقین ہے کہ پیدا ہونے سے پہلے جو نو ماہ میں نے تیرے ساتھ گزارے تھے ناں' تب بھی تو مجھے اسی طرح گھورتی ہوگی اسی لیے تو میرا رنگ بھی سانولا ہے۔ نہ اماں کے پیٹ کے اندر سکھی رہنے دیا نہ گھر کے گیٹ کے اندر خوش رہنے دیتی ہے۔" غصے میں آ کر اس نے برتن دھونے شروع کر دیے۔

"اللہ کرے تیری بارہ دوستوں والی آئی ڈی ہیک ہو جائے' اللہ کرے ان بارہ دوستوں میں سے گیارہ لڑکے ہوں اور لڑکی بن کر تجھے دھوکا دے رہے ہوں اور......"

"سن ملکہ یہ جلی ہوئی دیگچی میں نمک اور میٹھا سوڈا ڈال کر رکھ دے تین چار گھنٹوں کے لیے دوپہر تک نرم پڑ جائے گا تو نمک والا پانی ڈال کر مانجھ لینا۔" اماں نے نمک کا ڈبہ اس کے سامنے رکھا اور ہدایت دے کر کچن سے باہر نکل گئیں۔ انہیں ترنم چاچی کے گھر جانا تھا۔

"دل تو چاہ رہا ہے کہ فیلنگ ہارٹ بروکن کی بجائے اس کالی بھجنگ دیگچی کی تصویر لگا دوں تیری وال پر......" نور جہاں نے جان بوجھ کر اسے چڑایا۔

"بس...... یہی وجہ ہے کہ میں بہن بھائیوں اور رشتے داروں کو ایڈ کرنے کے خلاف ہوں۔ ذرا کوئی شوخ سا اسٹیٹس لگاؤ سب کے کھی کھی کرتے مذاق اڑاتے چہرے نظروں کے سامنے لڑکھڑاتے محسوس ہوتے ہیں۔"

"او میری ماں...... مجھے کوئی شوق نہیں ہے کسی کو بتانے کا کہ تین گروپس اور پانچ فیس بک پیجز کی سب سے ایکٹو اور پاپولر ایڈمن جو ناک پر مکھی بیٹھنے نہیں دیتی اس وقت جلی ہوئی دیگچی کی وجہ سے "فیلنگ ہارٹ بروکن" کا اسٹیٹس لگانے کے بعد سے غائب ہے۔" نور جہاں مکھی مارنے کے انداز میں ہاتھ جوڑ کر اپنے ماتھے تک لے گئی تھی۔ "تو بے فکر ہو کے رگڑ ا دے برتنوں کو پھر فوراً پہنچ فیس بک پر اور دیکھ تیرے ہارٹ بروکن ہونے پر کتنے لوگوں کے ہارٹ بریک ہو گئے ہیں۔" نور جہاں کے انداز پر ملکہ مسکرائی اور پہلے سے ڈبل اسپیڈ کے ساتھ برتن دھونے لگی۔ کیونکہ جانتی تھی کہ آج تو صبح سے وہ کوئی پوسٹ نہیں کر پائی تھی اور سبھی اس کا انتظار کر رہے ہوں گے۔

"اچھا سن اس سے پہلے کہ تیری یہ ملکہ ہارٹ بروکن سے ہاتھ بروکن ہو جائے' پلیز یہ دیگچی دھو دے گی؟" نور جہاں کے چہرے کے زاویے لمحہ بھر میں بگڑ گئے تھے۔

"دیکھ' بہن نہیں ہے میری...... قسم سے تیرے مردہ پیج پہ دس پندرہ لائک کرا دوں گی۔"

"نہیں چاہئیں مجھے زبردستی کے لائک...... اسلامی پیج بنایا ہے صرف اللہ کو خوش کرنے کے لیے' صدقہ جاریہ کے طور پر' میں رہوں نہ رہوں مگر جب تک یہ پیج اور اس میں موجود اللہ اور اس کے محبوب کی باتیں رہیں گی ناں میرا تو اجر لکھا جاتا ہی رہے گا اور میری ہر پوسٹ کو میری نیت کی بنیاد پر خدا خود لائک کرتا ہے اور کراماً کاتبین دائیں کندھے کی طرف کمنٹ بھی کرتے ہیں تو پھر مجھے......"

"او میری بہن...... او فیس بک پر انیسویں گریڈ کی دانشور تجھے واسطہ ہے میرے ان صابن لگے ہاتھوں کا کہ اب یہاں سے نکل جا اور مجھے کوئی مزیدار سا اسٹیٹس سوچنے دے۔" ملکہ نے نور جہاں کے سامنے ہاتھ جوڑے۔

"سوچ سوچ میری جان' اور پھر انہی مزیدار جملوں سے پیٹ بھی بھر لینا اور ہاں یہ دیگچی ذرا اچھے طریقے سے مانجھنا۔" نور جہاں نے جان بوجھ کر اسے چڑایا اور جھاڑو لگانے کے لیے کمرے کا رخ کر لیا۔

□......□......□

چاچی کی شادی کو ابھی بمشکل چار سال ہوئے تھے اور پانچواں شروع ہوا ہی تھا کہ وہ چوتھی مرتبہ پھر خوش خبری دینے پر تیار نظر آئیں۔ ان کے ننھے منھے چھوٹے چھوٹے بچے جنہیں دیکھ کر کوئی بھی یقین سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ تینوں بھی اپنے وقتوں میں خوش خبری بن کے آئے ہوں گے کیونکہ اب تو ان کے آنے کی خبر سے زیادہ پریشانی کی خبر کوئی محسوس نہ ہوتی لیکن چاچی بھی ایسی زندہ دل کہ اپنے حال میں مست نہ ہو چکے بچوں کی پروا نہ آنے والے کی فکر۔ بس انہیں مسئلہ تھا تو اپنی ذات سے اور اپنے مسائل سے...... بچے پیدا کرنا ان کے لیے صرف ایک مشغلہ ہی معلوم ہوتا کہ ان کے دنیا میں آنے کے بعد ترنم چاچی کا بس نہ چلتا کہ کسی کو اٹھا کر دے آئیں کہ سنو جب اپنا آپ سنبھالنے جوگے ہوئے تو مجھے دے جانا...... ایسے میں اماں ان کے لیے فرشتہ ثابت ہوتیں۔ اپنے گھر کی تو فکر تھی نہیں کہ دونوں بیٹیاں جوان تھیں اور انہوں نے ہی سارا گھر سنبھالا ہوا تھا۔ سو اپنے گھر سے ناشتہ کر کے آتیں ان کے بچوں کو نہلا دھلا کر صاف ستھرا کرنے کے بعد دوپہر کے کھانے میں ترنم چاچی کی مدد کرواتیں اور تقریباً سارا کام نمٹ جانے کے بعد واپس اپنے گھر آ کر دوپہر کا کھانا کھا لیتیں۔

آج اماں ترنم چاچی کے گھر داخل ہوئیں تو ان کا بنا' بنایا منہ آج کچھ ترمیم کے ساتھ مزید بنا ہوا محسوس ہوا۔ اماں نے سب سے چھوٹے منے کو گود میں اٹھا کر پچکارا اور ان سے منہ کے اس نئے ایڈیشن کے متعلق پوچھا تو بولیں۔

"بس آپا...... اب سمجھ میں آیا کہ ارینج میرج ایسی ہی ہوتی ہے جیسے آپ امتحان میں اردو کی تیاری کر کے جائیں اور وہاں پتہ چلے کہ پرچہ تو ریاضی کا ہے۔"

"اتنی موٹی مثالیں دے کر اگر تم ترنم خود کو اعلیٰ تعلیم یافتہ

ثابت کرنا چاہتی ہو تو رہنے دو کیونکہ ارینج میرج ایسی ہوتی ہے کہ بعض اوقات آپ روغنی نان کی امید لیے ہاٹ پاٹ کا ڈھکن کھولیں اور اندر رات کی روٹی رکھی نظر آئے اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپ اپنی حرکتوں سے رات کی بچی ہوئی آدھی روٹی کے قابل ہوں مگر آپ کو خستہ روغنی نان مل جائے۔"

"تو آپا کم و بیش میری بات کا بھی تو یہی مطلب تھا ناں۔"

ترنم چاچی اماں کی دی گئی مثالوں سے الجھ کر رہ گئی تھیں۔

"ہاں تھا تو...... مگر میں نے وضاحت اس لیے کی ہے تاکہ تم یہ نہ سمجھو کہ میں تمہاری جیسی باتیں نہیں کر سکتی۔" اماں نے منے کے کپڑے اتار کر ٹیلکم پاؤڈر کا چھڑکاؤ کیا اور اب اسے پیمپر باندھ رہی تھیں۔ "لیکن یہ تو بتاؤ کہ یہ تمہیں آج بیٹھے بٹھائے ارینج میرج کے دکھ کیوں ستانے لگے۔"

"اب دیکھیں ناں یہ سارا مسئلہ ہی ارینج میرج کا ہے کہ ذلفی آج تک مجھے سمجھ ہی نہیں پائے' ہماری شادی کو پانچواں سال ہے لیکن ایسا لگتا ہے کہ اب تک ہم میں فاصلہ ہے' ایسا فاصلہ جس نے آج تک ہمیں ایک دوسرے کے نزدیک آنے ہی نہیں دیا۔"

"یعنی ابھی تک تم دونوں میں فاصلہ ہے؟" اماں نے خود بخود حیرت سے پھیلتی آنکھوں کو پوری قوت سے بند کرتے کرتے درمیانی سطح پر رکھ کر ایک قطار میں لیٹے تین بچوں کو دیکھا اور پھر ترنم چاچی کے چہرے پر پھیلی محرومی کو۔

"ترنم......" اماں کا انداز سرگوشیانہ تھا۔ "چار سال میں تین بچے...... میرا مطلب ہے کہ فاصلہ کچھ اتنا زیادہ بھی نہیں......!"

"آپ نہیں سمجھیں گی آپا...... یہ ذرا پڑھے لکھے لوگوں جیسی بات کر دی تھی میں نے۔"

"یعنی پڑھے لکھوں کو اتنا فاصلہ بھی برداشت نہیں ہوتا کیا؟" اماں کی معصومیت انتہا پر تھی اور ترنم چاچی جو مڈل پاس تھیں اور اماں کے سامنے ہمیشہ ہی خود کو پڑھا لکھا ثابت کرتی' منہ بسور کر بولیں۔

"رہنے دیں آپا...... آپ بس ان بچوں کو صاف ستھرا کر دیں' یہ باتیں آپ کے سمجھنے کی نہیں۔" اماں بظاہر مسکرائیں لیکن اس بات کو تو وہ سمجھ کر چھوڑیں گی' یہ بھی تہیہ ان کے دماغ نے کر لیا تھا۔

"کتنے دنوں سے ذلفی کو کہہ رہی ہوں کہ میرے موبائل میں نئے گانے بھروا دے' بندہ کبھی سن ہی لیتا ہے لیکن اگر ایک دفعہ کہنے سے بندہ کام کر دے تو بھلا اسے شوہر کون کہے۔"

"اتنا تو خیال رکھتا ہے تمہارا لیکن ہاں بھئی کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ جس کا ٹھیک بھی غلط لگے اور جس کا کیا ہوا بہت اچھا کام بھی بس ٹھیک ہی لگے اسی جانباز کو شوہر کہتے ہیں۔"

"خیال ہی تو نہیں رکھتے آپا...... آپ بھی لوگوں کے شوہر دیکھا کریں جا کے' تب پتہ چلے گا کہ وہ کتنی خوش نصیب ہیں۔"

"جا کر بھی لوگوں کے شوہر ہی دیکھنے ہیں تو بندہ اپنے ہی کیوں نہ دیکھ لے' کم از کم ٹیڑھی یا میٹھی نظروں سے دیکھنے کا اختیار تو پاس ہو گا ناں...... ویسے بھی ایک تھی تمہاری جیسی بیوی جو اپنے شوہر سے کبھی خوش نہیں ہوتی تھی۔"

"آپا یہ آپ اب غلط بات کر رہی ہیں......" ترنم چاچی نے جاگنے کی کوشش کرتے ننھے کو پھر زبردستی سلاتے ہوئے احتجاج کیا۔

"تم پوری بات سنو پہلے۔" اماں نے ننھے کو گود میں لے کر اسے جاگنے کی مکمل آزادی دی۔

"اب وہ بیچارہ بیوی کو خوش رکھنے کا نسخہ ڈھونڈتا ڈھونڈتا کسی درویش کے پاس جا پہنچا اور کہا کہ مجھے کوئی ایسا منفرد کام سکھا دیں جو کرنے سے میری بیوی میری معترف ہو جائے اور میرے گن گانے لگے' سو انہوں نے اسے ہوا میں اڑنا سکھا دیا اور وہ اسی طرح اڑتا اڑتا اپنے گھر تک آ پہنچا۔ صحن میں موجود اس کی بیوی نے بڑے رشک سے ہوا میں اڑتے شخص کو دیکھا اور بے حد داد دی۔ تالیاں بجائیں' خوشی کا اظہار کیا...... شام کو وہ شخص مقررہ وقت کے مطابق گھر پہنچا تو بیوی نے اس اڑتے ہوئے شخص کا ذکر بڑی محبت اور متاثر کن انداز میں کیا' جس پر شوہر نے گردن اکڑاتے ہوئے فخر سے بتایا کہ "جان من وہ تو میں ہی تھا...... تمہارا شوہر۔" اتنا سننا تھا کہ بیوی نے بھی منہ کا زاویہ بدلا اور بولی۔ "اچھا آپ تھے؟ اسی لیے ٹیڑھے ٹیڑھے اڑ رہے تھے اور اڑتے ہوئے بھی جھکاؤ اپنی اماں کے گھر کی طرف تھا۔"

"یعنی آپ مجھ پر طنز کر رہی ہیں؟" چاچی نے ناراض ہو کر کہا۔

"ارے نہیں ترنم...... طنز تو پڑھے لکھے لوگوں کا کام ہے' میں نے تو بس سیدھی سادی ایک بات کی ہے۔" اماں نے ننھے کی حالت غیر ہوتی محسوس کی تو فوراً اسے باتھ روم لے کر چلی گئیں جبکہ ترنم چاچی اب تک اماں کی بات کی کاٹ محسوس کر رہی تھیں۔

□.....□.....□

"اف نور جہاں...... فیس بک پر فرینڈز کی انتہائی دکھی شاعری، جدائیوں والے گانے اور ٹھنڈے دسمبر میں گرم آہیں پڑھ پڑھ کر میں بھی اپنے اس "بوائے فرینڈ" کو بہت شدت سے مس کرنے لگی ہوں جو شاید ابھی اس دنیا میں بھی نہیں آیا ہوگا۔" نور جہاں گھر کی صفائی ستھرائی کے بعد جرسی کی جیبوں میں ہاتھ گھسائے ملکہ کے پاس بیٹھی جو پیڑھے پر بیٹھ کر گوبھی کاٹنے کے ساتھ ساتھ فیس بک پر کسی کی شیئر وڈیو دیکھ رہی تھی۔ ملکہ کی بات پر نور جہاں بھی ہنسی۔

"تو اور کیا یاد نہیں ہے جس عمر میں ہم قاری صاحب سے تھپڑ کھانے پر روتے تھے اس عمر میں تو آج کل کے لڑکے لڑکیاں پیار میں دھوکہ کھانے پر روتے ہیں۔"

"ہاہاہا...... قسم سے بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے۔ لیکن میڈم سردیوں میں دروازہ بھی بند کردیا کر دیکھ صحن سے کیسی ٹھنڈ آرہی ہے تیرے ساتھ۔"

"ہاں لیکن کچن کا دروازہ بند کیا تو اندر ٹھنڈ تو نہیں ہوگی لیکن گوبھی کی سمیل ضرور ہوجائے گی۔" نور جہاں نے اس کے کہنے پر کچن کا دروازہ اٹھ کر بند کردیا۔

"پتہ ہے نور جہاں جب میں گوبھی، ٹنڈے، بینگن وغیرہ کاٹتی ہوں ناں تو اتنا دل چاہتا ہے ناں کہ کاش ہم صرف دو بہنیں نہ ہوتیں بلکہ ہمارے بہت سارے بہن بھائی ہوتے۔"

"یہ کیا بات ہوئی بھلا؟" کچن گرم کرنے کے لیے نور جہاں نے چولہا جلایا۔

"ہاں ناں تو اور کیا......" ملکہ نے گوبھی کاٹ لینے کے بعد اس میں پانی ڈالا۔

"زیادہ بہن بھائیوں کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ سب پیسے ملا کر آرام سے پیزا منگوا سکتے ہیں۔"

"تیرا دل چاہ رہا ہے پیزا کھانے کو؟" نور جہاں نے اس کے ہاتھ سے چھری لی اور آلو چھیلنے لگی۔

"نہیں دل تو گرم گرم پکوڑے کھانے کو چاہ رہا ہے...... یہ تو بس......"

"یہ تو بس کا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ یہ تو بس میں سوچ رہی تھی کہ پیزا ہوتا تو اس کی فوٹو بنا کر فیس بک پر اپ لوڈ کردیتی کہ آج میں پیزا کھا رہی ہوں۔"

"کیوں گوبھی آلو کی فوٹو لگائے گی تو تیرے سارے فرینڈ تجھے ان فرینڈ کردیں گے یا یہ کہیں گے کہ اب ٹنڈوں کا جلوہ کب اپ لوڈ کروگی؟" نور جہاں نے چڑ کر کہا۔

"یہ بات نہیں ہے نور جہاں...... دراصل فیس بک پر سب دوستوں کے سامنے میرا ایک امیج ہے......"

"جو گوبھی آلو اور ٹنڈوں سے ختم ہوجائے گا...... ہے ناں؟" نور جہاں نے اس کی بات کاٹی۔

"تو نہیں سمجھے گی نور جہاں...... تو کبھی بھی نہیں سمجھے گی؟" ملکہ نے گہرا سا لمبا سا سانس لیا۔

"ہاں تو تو مجھے سمجھا دے ناں کہ آخر پیزا کی فوٹو میں ٹیگ کرنے اور گوبھی آلو کی فوٹو میں پورے جہاز کے مسافروں کو ٹیگ کرنے میں فرق ہے کیا؟"

"ہے ناں فرق ہے، فیس بک پر کی گئی پوسٹس سے ہی تو لوگ ہمارے بارے میں ہمارے خاندان کے بارے میں اندازہ لگاتے ہیں۔"

"تو، تو یہ شو کرنا چاہتی ہے کہ تو کوئی بہت ہی ہائی فائی فیملی کی بچی ہے۔ جو گوبھی آلو یا ٹنڈوں کو جانتی تک نہیں اور جس کے ابا پرچون کی دکان نہیں چلاتے بلکہ کسی ریسٹورنٹ کے مالک ہیں؟" ملکہ نے منہ بنا کر دیگچی چولہے پر چڑھائی۔

"اپنی ذات میں اعتماد پیدا کر ملکہ اور لگانی ہے تو اسی گوبھی آلو کی فوٹو لگا، چھابے میں رکھی روٹی اور اسٹیل کے گلاس میں ڈالے پانی کے ساتھ...... ورنہ تم جیسوں کے لیے گوگل زندہ باد...... جا اور جا کر کسی کی فوٹو کو ایڈٹ مار کے اپنا پیزا دکھادے۔"

"اچھا، زیادہ دماغ خراب کرنے کی ضرورت نہیں، سمجھی ہو نہ آئی بڑی ملانی۔"

"توبہ ہے ایک تو یہ بڑی مصیبت ہے یعنی ذرا سی کسی کی اصلاح کرنے کی کوشش کرو تو بیٹھے بٹھائے ملانی کا خطاب مل جاتا ہے۔"

"ہاں تو اور کیا، نصیحت بھی تو اگلے بندے کا موڈ دیکھ کر کرنی چاہیے ناں۔ یہ کیا چلتے پھرتے وعظ کرتی رہو اور ایسے لوگوں کی وجہ سے ہی تو دل اوب جاتا ہے۔" ملکہ کے انداز میں بیزاریت تھی سو نور جہاں بڑی خاموشی سے اپنا فیس بک اکاؤنٹ چیک کرنے لگی جانتی تھی کہ فی الحال اس کا موڈ ٹھیک نہیں۔

ویسے بھی اس نے صرف بارہ لڑکیوں کو ایڈ کر رکھا تھا ان کی شیئرنگ ہمیشہ یہی اصلاحی اور معانی سے بھرپور ہوا کرتی تھی

جنہیں اکثر اوقات وہ اپنے پیج پر بھی شیئر کردیا کرتی۔ انہی میں سے ایک پوسٹ دیکھتے ہوئے اچانک ہی اس کے سامنے ایک ڈانس ویڈیو آ گئی جس میں چونکہ ملکہ کو ٹیگ کیا گیا تھا سو اس کے پاس بھی ظاہر ہوگئی۔ کسی پشتو گانے پر ڈانس کے نام پر واہیات قسم کی اچھل کود کرتی وہ عورت تھی یا گوشت کا پہاڑ اور اس پر اس کے چہرے کے تاثرات اور سب سے بڑھ کر کیمرہ مین کی گہری نظر' جس نے ایک ایک لمحے کو یوں عکس بند کررکھا تھا کہ دیکھنے والا اکیلا بھی ہوتا تو پھر بھی اردگرد دیکھ کر اکیلا ہی ہونے کی مزید یقین دہانی ضرور کرلیتا۔

"ملکہ...... یہ پرنس گوری کون ہے تیرے دوستوں میں؟" نور جہاں نے فوراً سے وہ ویڈیو بند کرکے پرنس گوری کی وال اوپن کی جہاں مشترکہ دوستوں میں ظاہر ہے کہ صرف ملکہ ہی کا نام تھا۔

"پتہ نہیں کون ہے' اس کی ریکویسٹ آئی تھی میرے پاس اور اس کے میوچل فرینڈز بھی تقریباً پینتیس تھے تو میں نے فوراً او کے کردی۔" وہ مصالحہ بھوننے کے ساتھ ساتھ دھنیا صاف کررہی تھی۔

"یعنی تو فرینڈ او کے کرتے ہوئے وال نہیں دیکھتی ان کی؟ صرف میوچل فرینڈز ہی دیکھتی ہے؟"

"ہاں ناں' اب اتنا ٹائم کہاں ہوتا ہے نور جہاں کہ وال بھی دیکھوں' لیکن ظاہر ہے اچھا ہوتا ہے کوئی تو اس کے ساتھ اتنے سارے میوچل فرینڈز ہوتے ہیں ناں۔" اس کی اپنی ہی منطق تھی جس سے بہرحال نور جہاں بالکل بھی متفق نہیں تھی۔

"اور جس طرح کی فضول ویڈیوز یہ شیئر کرتی ہے تجھے اور ساتھ پتہ نہیں کتنوں کو ٹیگ کرتی ہے وہ دیکھی ہیں کبھی؟"

"اچھا وہ...... ہاہاہا بجی بڑی ہی مزاحیہ ہوتی ہیں ساری۔" ملکہ بڑے مزے سے قہقہہ لگا کر ہنسی۔

"مزاحیہ......؟" نور جہاں کو حیرت کے ساتھ شدید غصہ آیا تو وہ موبائل ہاتھ میں لیے اس کے ساتھ ہی چولہے کے سامنے کھڑی ہوگئی اور پرنس گوری کی وال پر جا کر ایک ویڈیو کو کلک کردیا۔

ویڈیو کیا تھی بے ہودگی کی انتہا تھی۔ رقاصہ کی کپڑوں کی فٹنگ کا یہ عالم تھا کہ لگتا تھا کپڑا اس عورت کے اوپر رکھ کر سلائی کی گئی ہو پھر پانچ فٹ قد پر اسی پچاسی کلو کے قریب محسوس ہوتا وزن اور کھلی زمین پر گھاس کے اوپر کی گئی اس کی الٹی سیدھی

نازیبا حرکات، ہونٹوں اور آنکھوں کے گھٹیا تاثرات اور گانے کے وحشیانہ کلمات...... اس سب کو ملکہ ایک مزاحیہ ویڈیو کا نام دے رہی تھی مگر نور جہاں کے نزدیک اس کا عنوان کچھ اور تھا۔

"اب تو خود بتا کہ یہ ویڈیو مجھے تیرے سامنے دیکھتے ہوئے برا لگ رہا ہے تو کیا یہ صرف مزاحیہ ہے؟ اماں کے ساتھ بیٹھ کر دیکھ سکتی ہے؟ یا اگر انہیں پتہ چل جائے کہ ہم ان موبائلوں میں یہ سب دیکھتے ہیں تو کیا اینٹ کے وار سے توڑ نہیں دیں گی؟"

"ہاں یہ بات تو تیری ٹھیک ہے لیکن......"

"لیکن کیا یار ملکہ اگر تو غصہ نہ کرے تو ایک بات کہوں؟"

"ہاں بول!" اس نے پانی سے گوبھی اور آلو ایک ساتھ نکال کر ہنڈیا میں ڈالے اور وہ خود بھی سوچ رہی تھی کہ وہ تو پہلے بھی پرنس گوری کی شیئرنگ دیکھتی رہتی ہے لیکن آج نور جہاں کے سامنے پتہ نہیں کیوں اس ویڈیو کے دوران کئی بار اس نے جان بوجھ کر خود کو مصروف کر کے یہ شو کیا کہ وہ یہ سب نہیں دیکھ رہی۔

"ہم فیس بک کے ذریعے جنت اور دوزخ دونوں کی طرف اپنا فاصلہ کم یا زیادہ کر سکتے ہیں۔ دیکھا جائے تو یہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہمارے لیے بہترین موقع ہے کہ ہم اچھائی اور خیر کی باتیں گھر بیٹھے ہزاروں لاکھوں لوگوں تک پہنچا دیں اور جنت کی طرف چند قدم بڑھاتے چلے جائیں، کیونکہ اس پر پوسٹ کی ہوئی اچھی اور بری دونوں باتیں ہمیشہ کے لیے رہ جانے والی ہیں۔ اب یہ اختیار تو ہمارا ہے ناں کہ ہم اصلاح اور بھلائی کی باتیں پوسٹ اور شیئر کر کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی اپنے لیے ہمیشہ جاری رہنے والے اجر کا بندوبست کر رہے ہیں یا اخلاق سے گری ہوئی گمراہ کن یا دعوت گناہ دیتی چیزیں شیئر یا پوسٹ کر کے اپنی زندگی میں اپنے ہی ہاتھوں سے ہمیشہ جاری رہ جانے والے گناہ اور سزا کا انتظام کر رہے ہیں۔"

"مرجانی اے...... ایسے سمجھایا کرناں جیسے آج سمجھایا ہے تو بات سمجھ بھی آتی ہے لیکن قسم سے جب تو زبردستی رعب جھاڑتے ہوئے بات کرتی ہے ناں تو دل چاہتا ہے کہ تجھے تو پیدا ہونے کے جرم میں ہی پھانسی دے دوں۔"

"ہاہاہا...... چل شکر ہے میری کوئی بات تو تیری عقل میں آئی۔" نور جہاں نے سکھ کا سانس لیا۔

"لیکن ایک بات ہے کہ میں نے تو آج تک ایسی کوئی وڈیو یا پوسٹ نہ اپ لوڈ کی نہ شیئر اور نہ ہی کسی کو ٹیگ تو ظاہر ہے میں بری الذمہ ہوں ناں، میرا کیا قصور؟"

"لیکن تو نے ایسے لوگوں کو ایڈ تو کیا ہوا ہے کہ نہیں؟ اور پھر جب یہ تجھے ٹیگ کرتی ہے تو یہی وڈیو تیری دوستوں کی وال پر بھی چلی جاتی ہے، سو اگر وہ دیکھتے ہیں جیسے کہ میں نے بھی دیکھی تو ہم نے تو تیری وجہ سے دیکھی ناں...... یعنی اس قسم کے لوگوں کو اپنے دوستوں میں جگہ دے کر ہم بھی تو برائی پھیلانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ بالکل ایسے جیسے پرنس گوری میرے فرینڈز میں نہیں ہے لیکن اس گناہ کو مجھ تک لانے کا وسیلہ تو، تو ہی بنی ہے ناں۔"

"ہوں...... بات تو ٹھیک ہے۔" ہنڈیا بھون کر ملکہ نے ڈھکن بند کر دیا۔

"لیکن کیا کروں، بہن جب تک کوئی پرنس زندگی میں نہیں آتا انہی سے گزارا کرنا پڑے گا۔" ملکہ نے مصنوعی مسکینیت طاری کی۔

"ویسے ماموں آفاق وغیرہ تیری بڑی تعریفیں کرتے پائے گئے ہیں اور بلاوجہ تعریفیں کرنے والے رشتے دار ہی مستقبل کے سسرالیے ثابت ہو سکتے ہیں۔ یہ پتہ ہے تجھے؟" نور جہاں اور وہ دونوں ہی اب کچن میں قائم کردہ گرم ماحول سے نکلنے کو تیار نہ تھیں۔ سو موضوع ہی ایسا چھیڑ دیا گیا جس میں دلچسپی بھی برقرار رہے۔

"ماموں آفاق...... اور ان کا بیٹا شمو بھائی؟" ملکہ نے نور جہاں کو گھورا۔

"ہاں تو اور کیا...... بس کاش ممانی انہیں سمجھا دیتیں کہ خاندان میں موجود دس دس سال چھوٹی کزنز کی بھی عزت کرنا چاہیے، کیا معلوم کل کو وہی ان کے لیے روٹیاں پکا رہی ہوں۔" نور جہاں نے ملکہ کو جان بوجھ کر چھیڑا۔

"اور سن شمو بھائی نہیں شمشاد بھائی ہیں وہ شمشاد بھائی۔"

"شمشاد بھائی ہوں گے تیرے سمجھیں ناں؟"

"اچھا یعنی شادی کے بعد تو انہیں صرف شمو ہی کہنے کا سوچے بیٹھی ہے؟" نور جہاں ہنسی۔

"غضب خدا کا کہاں میں کہ فیس بک پر صرف اپنے ہاتھ کی تصویر لگا دوں تو ہزار لائک آ جاتے ہیں اور کہاں وہ کہ ڈی پی پہ لگی ان کے شناختی کارڈ کی فوٹو دیکھ کر کوئی انہیں فالو تو دور کی بات ہے ایڈ تک کرنے پر تیار نہیں...... دبلے تو اتنے ہیں کہ پکوڑا اٹھانے لگیں تو چٹنی کی پیالی میں گر جائیں...... اور

ہمارے گھر آ کر جن نظروں سے مجھے دیکھتے ہیں ناں تو مجھے سو فیصد یقین ہوجاتا ہے کہ موصوف انہی لوگوں میں سے ہیں جو جینٹس ٹوائلٹ کی دیواروں پر اپنا فون نمبر لکھ کر ساتھ دل میں چبھے تیر والی تصویر بناتے ہیں اور لکھ دیتے ہیں۔ 'ہیلو جانی کال می آئی ایم حسینہ' بھلا کوئی پوچھے تو اتنی حسینہ ہے تو مردانہ باتھ روم میں کیوں اور کیسے؟"

"یعنی تیری پھر نہ ہے؟" ملکہ خاموش نہ ہوتی اگر نور جہاں اس کے سانس لینے کے وقفے میں بول نہ پڑتی تو۔

"تجھے اب بھی کوئی شک ہے نور جہاں تو بتادوں کہ شمو بھائی سے شادی کرنے سے بہتر ہے کہ میں خودکشی کرلوں۔"

"اچھا چل چھوڑ نہ رہنے دے خودکشی...... زیادہ دل گھبرایا تو ایک آدھ کلو زہر کھالینا بس۔" ملکہ نے ڈبڈبائی نظروں سے نور جہاں کو مسکراہٹ چھپا کر سنجیدہ ہوتے دیکھا۔

"میری پیاری بہن! شادی اپنی نہیں والدین کی خوشی کے لیے تو کرنا ہی پڑتی ہے ناں...... اور میں نے تو سنا ہے کہ جنوری میں تمہاری شادی کا سوچا جاچکا ہے۔"

"جنوری میں......؟" ملکہ چیخی۔

"ہاں جنوری میں...... بس یہ فائنل نہیں ہے کہ وہ جنوری کون سے سال کی ہوگی۔"

"مذاق نہ کر نور جہاں لیکن سچی بندہ ایسا تو ہو ناں جو فیس بک کو ہینڈل کرنا جانتا ہو جس کی پروفائل ایسی ہو کہ لوگ رشک کریں' امپریس ہوجائیں' جسے میں بڑے فخر سے ٹیگ کیا کروں اور وہ میری پوسٹس پر برجستہ کمنٹس کرے' کبھی کوئی ذومعنی بات لکھ دے' کبھی میرے نام کوئی شاعری میری ٹائم لائن پر لکھ جائے' اب تو خود سوچ ناں شمو بھائی جو تھری پیس کے نیچے جاگرز اور بوٹس پر ٹراؤزر پہن کر بھی کھلے عام باہر نکل جاتے ہیں انہیں ان سب باتوں کا کیا پتہ۔"

"ارے واہ کیسے نہیں پتہ...... چودہ جماعتیں یونیورسٹی جاکر پاس کی ہیں انہوں نے' ہماری طرح گھر بیٹھ کر نہیں پڑھا سب باتوں کا پتہ ہے انہیں۔ بس ذرا تو انہیں موقع تو دے کر دیکھ تیری خاطر کہاں سے کہاں پہنچ جائیں گے۔"

"ہاں تو اور کیا جسامت میں شاپر جیسے تو ہیں ایک سیکنڈ میں اڑ کر کہاں سے کہاں پہنچ جائیں گے۔" وہ مکمل طور پر جلی بھنی ہوئی تھی۔

"قسم سے اگر اماں ابا کا خوف نہ ہو ناں' تو اب تک فیس بک سے رشتہ منگوالیتی اپنی پسند کا۔" اس نے مسکراتے ہوئے ہاتھ میں پکڑے موبائل سے بغیر دیکھے ہی چیزوں کو لائک کرنا شروع کردیا۔

"واہ بھئی یعنی فیس بک نہ ہوا رشتوں کا Take away ہوگیا وہ بھی ہوم ڈیلیوری کے ساتھ۔" نور جہاں نے اس کی پھرتیاں دیکھیں' جانتی تھی کہ اب کچھ دیر تک وہ بات چیت کے لیے دستیاب نہیں ہوگی۔

"دھیان سے میری بہن دھیان سے' یہ کیوں ہر چیز کو بغیر پڑھے اور دیکھے لائک کرتی جارہی ہے۔" نور جہاں نے ملکہ کی کہنی ہلائی۔

"اس لیے نور جہاں کہ وہ وقت دور نہیں ہے کہ جب ہم ایک دوسرے کو یہ سوچ کر کھودیں گے کہ اس نے میری پوسٹ لائک یا شیئر نہیں کی تو میں کیوں کروں...... بس میں کسی کو کھونا نہیں چاہتی اس لیے ہر ایک کو لائک کرتی چلی جاتی ہوں۔"

اس دوران بیرونی دروازے کی ہلچل سے نور جہاں کو محسوس ہوا کہ اماں گھر آگئی ہیں سو ملکہ کو اس کے حال پر چھوڑ کر اماں کے پاس چلی آئی۔ ویسے بھی فیس بک اس کے نزدیک ایک مشغلہ تھا۔ عادت یا جنون نہیں کہ جس کے بغیر رہا نہ جاسکے البتہ ملکہ کے لیے یہ معاملہ قدرے مختلف تھا وہ تین وقت کا کھانا رات کی نیند تو مس کرسکتی تھی لیکن فیس بک کے استعمال کو چھوڑنا تو خیر کیا ہی ممکن ہوتا کم بھی کرنا اس کے بس کی بات معلوم نہ ہوتی' جبھی تو نور جہاں کے نکلتے ہی پیڑھے کو پاؤں کی ایڑیوں پر زور ڈال کر دیوار تک گھسیٹا' اچھی طرح شال ٹانگوں تک پھیلائی اور وہیں کچن کی دیوار سے ٹیک لگا کر اپنی فیس بک کی دنیا میں داخل ہوگئی۔

کیا ہی عجیب دنیا تھی اور کیا ہی عجیب لوگ......! ہر کوئی ایک سے بڑھ کر ایک' بہترین' بااخلاق اور مہذب معلوم ہوتا۔ حقیقی زندگی میں اوئے' ابے تبے سے مخاطب کرنے والے بھی آپ جناب کرتے پائے جاتے۔ وہ لوگ جن کی روزمرہ کی بات چیت ایک گھٹیا گالی سے شروع ہوکر طعنوں پر ختم ہوتی وہ فیس بک پر اخلاقیات کا درس دیتے نظر آیا کرتے۔ ایسے لوگ جنہیں فوج کی بھرتیوں کے وقت کینٹ کی حدود میں بھی داخل ہونے سے روک دیا جاتا وہ فیس بک پر دفاعی و عسکری معاملات پر تبصرے کرتے نظر آتے۔ وہ لڑکیاں جن کی ڈیوٹی ہی گھر کا باتھ روم صاف کرنا ہوتا وہ بھی ہر دوسرے دن فرینڈز لسٹ

صاف کرنے کا اسٹیٹس لگا کر کہا کرتیں جو فرینڈز لسٹ میں رہنا چاہتا ہے کمنٹ یا لائک کرے اور ٹھیک آٹھ گھنٹے بعد بھی کوئی توجہ نہ پاکر منہ چھپاتی اپنا ہی اسٹیس صاف کر دیتیں۔

وہ لڑکے جو خود اپنی بہنوں کو غیر لڑکوں سے ان باکس میں بات چیت کرتا دیکھ کر ان کے موبائل تک توڑ ڈالتے خود صبح اٹھ کر باتھ روم جانے سے پہلے پندرہ بیس لڑکیوں کو "سلام صبح میری بہت پیاری اور اکلوتی دوست" کا میسج سینڈ کرنا نہ بھولتے...... میری پیاری سی دوست نے آج کیا کھایا؟ کس رنگ کے کپڑے پہنے؟ سانس کتنی مرتبہ لیا؟ سوتے وقت کتنی دفعہ کروٹ لی؟ اور سب سے بڑھ کر ایک دوست کی حیثیت سے اپنا فون نمبر ہر میسج کے اینڈ میں لکھ دیا کرتے' صرف اس لیے کہ اگر کبھی ارجنٹ کارڈ ریچارج کروانا ہو تو دوست سمجھ کر صرف ایک کال کر دینا پانچ سو ہزار کا کریڈٹ ڈلوا دیا جائے گا۔

بعض لڑکیاں بھی قوم کے ان شیر دل جوانوں کا استعمال رنگ گورا کرنے والی کریم کی طرح اتنی باقاعدگی سے کرتیں کہ چند روز کا ناغہ ہو جانے کی صورت میں لڑکے کہیں اور فون نمبر روانہ کرتے ہوئے سوچا کرتے کہ بڑے دنوں سے پرنسس نے ایزی لوڈ نہیں منگوایا لگتا ہے ٹارگٹ کلنگ میں پھڑک گئی بے چاری......!

شادی شدہ حضرات صرف اس خدشے سے اپنی بیگم کو فرینڈز میں ایڈ نہ کرتے کہ کہیں ان کا دوست ریکوئسٹ ہی نہ بھیج دے ہر وہ گروپ جہاں وہ اوروں کی بیگمات یا اوروں کی ہونے والی بیگمات کے ساتھ چہلیں پہلیں کر رہے ہوتے وہ تمام گروپس ان کی اپنی بیگم کے لیے خوشہ گندم کی حیثیت رکھا کرتے۔ ہالی وڈ کے میوزک چینلز جو رات کو دیکھنے سے طبیعت بگڑنے کے امکانات ہوتے یہ بڑے ہی ذوق وشوق کے ساتھ مدھم آواز کیے صبح تڑکے چائے کی گرم گرم چسکیوں کے ساتھ کان دروازے اور آنکھیں اسکرین پر جما کر دیکھتے۔ باہر نکل کر ہر آنے جانے والی خاتون کو اس غور سے ایڑی تا چوٹی دیکھتے کہ محسوس ہوتا اپنی گمشدہ بہن کی کوئی ہم شکل دیکھ لی ہو۔ موٹر سائیکل پر بیٹھ کر سامنے نظر اسی صورت میں ہوتی اگر چنگ چی کی پچھلی سیٹ پر تصویر کائنات میں رنگ بھرتا کوئی نازک سا وجود نظر آتا اور کئی مرتبہ تو اسی چنگ چی کے تعاقب میں عین مسجد کے دروازے تک پہنچ کر شرمندگی سے کل نہا دھو کر نماز پڑھنے کی سوچ کے ساتھ موٹر سائیکل واپس موڑتے' گردن موڑ کر رکشوں کے اندر دیکھتے ہوئے ایک ادائے دلبرانہ کے ساتھ خود کو رومینس کا بادشاہ سمجھتے ہوئے اپنی دانست میں دل چرانے والی مسکراہٹ اچھالتے اور اگر کبھی سرپرائز کے طور پر رکشے کے اندر بیٹھا خواجہ سرا آنکھ مار کر نچلا ہونٹ کاٹتا ہوا رکشہ چھوڑ موٹر سائیکل پر ہی ان کے پیچھے بیٹھنے پر آمادہ نظر آتا تو لال بتی کو بھی خاطر میں نہ لاتے ہوئے موٹر سائیکل کو یوں بھگاتے کہ ان کی جھکی جھکی نظریں دیکھ کر لگتا جیسے ساتھ کوئی گھر کی خاتون ہوں۔ دل کی دھڑکن سست محسوس ہوتی تو پشتو فلموں کا گیت مالا دیکھ کر زبردستی خود کو ایک اچھا انسان بننے سے روکتے۔ عصر کے وقت بھارتی فلم اور مغرب کے وقت ترکی کے ڈرامے دیکھنے کے بعد عشاء سے لے کر آدھی رات کے اس پار تک کا وقت فیس بک کے لیے مختص ہوتا جس میں ان باکس چیٹ کو پرائیویٹ مان کر انتہائی پرائیوٹ معاملات کی پرائیوٹ ترین باتیں کرتے ہوئے اپنے پبلک اسٹیٹس میں وہ اس بات کا دفاع کرنے میں جان تک دینے کو تیار نظر آتے کہ ہمارے تمام تر معاملات کا حل صرف اور صرف شریعت کے نفاذ میں ہے۔ ذرا سا کوئی اپنے اس اسٹیٹس کے خلاف نظر آتا تو اسے نہ صرف کافر کہہ کر مخاطب کرتے بلکہ سب کو کہا جاتا کہ اسے بلاک کرو' رپورٹ کرو...... کافر کہیں کا...... اسلام کے خلاف بات کرتا ہے...... یہودی کا پیروکار نہ ہو تو...... توبہ توبہ...... ایسے لوگوں کی اپنی عزت بھی ان کے ہاتھ میں نہیں میموری کارڈ میں ہوتی ہے!

"ملکہ...... اری ملکہ' کبھی میرے پاس بھی بیٹھ جایا کر...... جب سے یہ موبائل لیا ہے میری تو قدر ہی ختم ہوگئی ہے تیری نظر میں۔" اماں کی آتی آواز پر ملکہ بری طرح چونکی۔ اسے پتہ ہی نہیں چلا تھا اور پورا گھنٹہ گزر گیا۔ وہ جلدی سے اٹھی موبائل کو جرسی کی جیب میں ڈالا اور کچن سے باہر نکل آئی۔

□......□......□

"آپا...... بازار جا رہی ہو کیا؟" ترنم چاچی جو آج کل جسامت میں چھوٹی اے بی سی کی "b" بنی ہوئی تھیں۔ برائے نام چادر لیے ان کے گھر تشریف لائیں تو اماں چونکی۔

"ارے تم بچوں کو اکیلا کیسے چھوڑ آئیں اور تمہیں کتنی دفعہ کہا ہے کہ اپنے آپ کو اچھی طرح لپیٹ کر باہر نکلا کرو پردے کے خیال سے نہیں تو ٹھنڈ کے خیال سے سہی۔" اماں نے ناگواری سے ترنم چاچی کے کندھے پر لٹکی شال کو دیکھا اور پھر موٹی ویلوٹ کے گہرے سبز سوٹ میں خود کو پھنسائے چاچی کو اماں

نے ہزار مرتبہ سمجھایا تھا کہ اس حالت میں ڈھیلے ڈھالے لباس پہننا ماں اور بچے دونوں کے لیے بہترین مانا جاتا ہے مگر ان کا خیال تھا کہ اتنے کھلے کپڑوں میں وہ خاتون خانہ کم اور قوال زیادہ محسوس ہوتی ہیں۔ اس لیے وہ فٹنگ ہی پہنیں گی' اس طرح ٹھنڈی سرد ہوا بھی ان کے جسم تک پہنچنے میں ناکام رہے گی۔

''بچے اکیلے نہیں ہیں آپا' ایک جھولے میں ہے' دوسرا سو رہا ہے اور تیسرا کھیل رہا ہے' میں نے ملکہ کو ایک بڑی اہم بات بتانی تھی سو چاد و منٹ کے لیے ہو آؤں لیکن...... بازار جا رہی ہو کیا؟''

''نہیں مجھے تو آج بہت سخت ٹھنڈ لگ رہی ہے اور کام بھی بچیوں کے تھے تو میں نے سوچا یہی دونوں ہو آئیں۔'' اماں نے چارپائی اٹھا کر شمال کی طرف بچھائی تو چاچی بھی ساتھ ہی بیٹھ گئیں۔ ''دراصل آفاق آج کل میں آنا چاہتا ہے اپنی ملکہ کے رشتے کے لیے' میں نے اسے تو نہیں بتایا مگر پھر بھی سوچا ہلکی پھلکی تیاری کرلوں اور دو ایک چیزیں جس میں اس کا جانا لازمی تھا سو چا دونوں بہنیں خرید لائیں۔''

''اچھا تو سن نور جہاں' وہ چاٹ والے کے ساتھ نکڑ پر جو پیکو والا بیٹھتا ہے ناں' اسے میں اپنے دوپٹے دے کر آئی تھی چھٹی پیکو کروانے کے لیے' وہ تو لے آنا۔'' نور جہاں ڈھیلے ڈھالے عبایا میں باہر نکلی تو چاچی نے کہا۔

''لے آؤں گی چاچی اگر ملکہ آج کی تاریخ میں تیار ہو گئی تو۔'' اکتائے ہوئے لہجے میں کہہ کر وہ بھی اماں والی چارپائی کی ادوائن پر ٹک گئی تھی۔

''ملکہ او ملکہ کسی شادی میں نہیں جا رہی تو' بازار جا رہی ہے اور اگر عقل والی ہو تو تجھے معلوم ہو کہ شیطان کے گھر جا رہی ہے۔ بھلا تیاری کی کیا ضرورت۔'' اماں نے کمرے کی طرف منہ کر کے اسے پکارا۔

''تیار نہیں ہوں گے تو اس میں فرق کیسے پتہ چلے گا کہ میزبان کون اور مہمان کون ہے۔'' وہ شیشے کے سامنے بڑبڑائی۔

''کالے کرتوت چھپائے جا سکتے ہیں ملکہ' کالا رنگ نہیں چھپتا۔'' چاچی اس کے کمرے میں داخل ہو کر مسکرائیں۔

''یہ تمہارے زمانے کے اقوال ہیں چاچی' آج کل تو کالے کرتوت' کالا دھن اور کالا رنگ سب بڑے ہی آرام سے چھپ جاتا ہے۔'' رنگ گورا کرنے والی فاؤنڈیشن چہرے پر ملتے ہوئے وہ بھی جواباً مسکرائی۔

''اچھا سن' میں تجھے ایک بات بتانے آئی تھی۔'' چاچی موبائل پر کچھ ٹک ٹک کرتی اس کے پاس آئیں تو وہ بھی چونکی۔

''یہ دیکھ تیرے گروپ میں بڑی زبردست جنگ ہو رہی ہے اور جنگ کا عالم یہ ہے کہ اگر یہی سب لوگ فیس بک کے بجائے ایک دوسرے کے سامنے ہوتے تو قسم سے ان کے سر پر ایک بال اور منہ میں ایک دانت تک نظر نہ آتا۔''

''ہائے اللہ یہ کیا ہو گیا ابھی نہانے سے پہلے میں نے سب کو ٹھیک ٹھاک چھوڑا تھا یہ ڈیڑھ گھنٹے میں کیا ہوا؟'' ملکہ نے چاچی کے ہاتھ سے موبائل لے کر جلدی جلدی کمنٹس پر نظر دوڑائی' لڑکیاں ایک دوسرے کی ذات چھوڑ' والدین ان کے دادا اور جانے کتنی نسلوں کو گالیاں دے رہی تھیں۔ فی سیکنڈ کے حساب سے چار چار کمنٹس ایک دم آ رہے تھے اور سمجھ کچھ نہیں آ رہا تھا کہ آخر وجہ کیا ہے...... غلطی کس کی ہے...... معاملہ کس کی وجہ سے بگڑا اور اس کا ذمہ دار کون ہے؟

''ملکہ اب نکل آئے گی یا ہر یار کشہ تیرے شیشے کے پاس منگوا دوں؟'' غصے میں کمر پر ہاتھ رکھے اماں کمرے کے دروازے کے بیچوں بیچ کھڑی اسے اور چاچی دونوں کو میلی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ دائیں کندھے کے اوپر سے پیچھے کھڑی نور جہاں کا سر ایسے نظر آ رہا تھا کہ لگتا وہ خود پیچھے موجود نہیں ہے' بلکہ اس کا سر اماں کے کندھے پر رکھا ہو۔

''اور یہ...... تو پھر وہی عبایا پہنے کھڑی ہے؟ منع کیا تھا ناں کہ جب تک اس کے دونوں طرف لگائی ہوئی سلائیاں کھولے گی نہیں اسے دوبارہ نہیں پہنے گی' پھر کیوں پہنا دوبارہ؟''

''اماں مجھے نہیں اچھا لگتا نور جہاں کی طرح کا شامیانہ۔'' منہ بسور کر کپڑے کے گرم جوتوں میں پاؤں ڈالتے ہوئے وہ بولی۔ گروپ میں لڑائی کی ٹینشن پہلے ہی اتنی تھی کہ اماں کا کہا گیا بھی ایک لفظ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

''شامیانہ برا اور یہ عامیانہ سا انداز اچھا لگتا ہے کیا؟ اوپر سے نیچے تک تیرے جسم کے تمام اتار چڑھاؤ کسی اندھے کو بھی نظر آ جائیں گے؟ ڈھیٹ لڑکی...... فائدہ کیا ہے پھر اس کا...... اتار پھینک۔''

''اماں...... آج آخری دفعہ پہن جانے دو' قسم کھاتی ہوں آج رات کو ہی اس کی سلائیاں ادھیڑ دوں گی پر ابھی رہنے دو۔'' وہ منمنائی۔

''نور جہاں ایسی ہی لڑکیاں ہوتی ہیں ناں' جو بازار جاتے

ہوئے تو اسکارف یا عبایا لیتی ہیں' گھر اور خاندان محلے میں پردہ دار کہلاتی ہیں اور فیس بک پر بال کھول' آنکھیں چندھیا اور ہونٹوں کی چونچ بنائے اونلی فرینڈز پر ایسی ایسی تصویریں لگاتی ہیں کہ اگر کوئی رشتہ دار دیکھ لے تو وہی عبایا حیرت سے اپنے سر پر اوڑھ لے بھلا فیس بک بھی تو بازار ہی ہے ناں؟"

"ان لڑکیوں کا یا تو آپ کو پتہ ہوگا یا اس ملکہ کو...... مجھے بخشیں۔" وہ پہلے ہی ملکہ کے دیر کرنے سے جلی ہوئی تھی۔

"او ملکہ کی بچی' جانا ہے تو چل نہیں تو بتادے...... میں اماں کو چائے بنادوں۔"

"میرا خیال ہے تو چائے بنادے...... ویسے بھی ابھی دیر ہوگئی ہے پھر کسی دن بازار چلے جائیں گے۔" غیر متوقع طور پر اس نے کہہ کر سبھی کو حیران کردیا کیونکہ آج اس نے اپنے حصے کا کام بھی صرف اس لیے جلدی کرلیا تھا کہ بازار جانا ہے۔ مگر اب یوں ایک دم...... اچانک!

"سوچ لے پھر بھی۔" نور جہاں اس کے اچانک موڈ بدلنے کی وجہ سمجھنے سے قاصر تھی۔ اماں اپنے کمرے میں پلنگ پر موجود کمبل میں جا بیٹھیں تھیں' غصے میں جو تھیں۔

"ہاں ناں سوچ لیا تو پلیز جا کے چائے بنا...... اور سن ایک کپ میرے لیے بھی بنانا۔" گردن جھٹک کر نور جہاں نے عبایا اتار کر ہینگر میں لٹکایا اور چاچی کو موبائل پر مصروف دیکھ کر کچن میں چلی گئی تو ملکہ نے بھی فٹ سے موبائل نکالا اور اسی پوسٹ پر پہنچ گئی جب دس بارہ کمنٹس کرکے اپنے سافٹ امیج کا ستیاناس کرچکی تو اندازہ ہوا کہ ساری لڑائی تو شروع ہی ترنم چاچی کی وجہ سے ہوئی تھی اور تبھی چاچی کو اپنے بچوں کے اکیلا ہونے کا خیال آیا۔

"ملکہ نور جہاں کو بتا کر میرے ساتھ ہی آجا' بچے نہ رو رہے ہوں...... اور سن نور جہاں کو بھی کہنا کہ جلدی سے لاگ ان ہوکے ہماری حمایت میں کمنٹ کرے۔" وہ اب شال لپیٹ رہی تھیں اور ملکہ بے چاری اسپیڈ سے کمنٹ کے ذریعے دوسروں کا منہ توڑنے کا گمان کیے ٹھکا ٹھک کمنٹ پر کمنٹ کیے جارہی تھی۔

"ویسے چاچی آج کے بعد میری بات یاد رکھنا کہ فیس بک پر کبھی بھی کسی ایسے بندے سے پنگا نہ لینا جس کی نیٹ کی اور لکھنے کی اسپیڈ تم سے زیادہ ہو' خوامخواہ بچی بات بھی لکھنے کا موقع نہیں دیتے ایسے لوگ...... اور نہ ہی کسی ایسے گروپ میں پنگا لینا جو گروپ کے روپ میں شہد کی مکھیوں کا چھتا ہو' ٹائپنگ کرتے وقت جن کی ایک انگلی سے شہد تو دوسری سے ڈنک نکلتا ہو۔"

"ارے تو میں نے کب پنگا لیا تھا' بس اتنا ہی ہوا کہ سب اپنے شوہروں کی تصویریں لگا کر ان کی محبت کی داستانیں اور رومانٹک ہونے کی کہانیاں لکھتی جارہی تھیں' حالانکہ تو قسم لے لے ملکہ اس ایڈمن کا شوہر تو لگتا تھا کسی جنازے کو کندھا دے کر آیا ہو اور خیر سے تصویر کا عنوان تھا۔ میرے سرتاج کا ایک رومانٹک پوز' اور وہ جو ہر پوسٹ کو جرسی کا تھیلا سمجھ کر کمنٹس میں الٹے سیدھے سوال کرتی ہے ناں' تو یقین کرنا اس کا شوہر تصویر میں بھی ایسے تاثرات دے رہا تھا کہ مجھے لگا کوٹھے کی گلی میں پان بیچنے والا بھی اس سے کم ٹھرکی ہوگا اور اس نے فوٹو کے ساتھ لکھ رکھا تھا میرے مجازی خدا جمعہ کی نماز کے بعد مسجد میں' اور تو مان نہ مان گھٹیا اسٹیج ڈراموں کے جگت باز جیسا یہ انسان جو نکاح کے دو بول سے مجازی خدا بن گیا ہے پہلے لوگ اسے اکثر اوقات یاد دلاتے ہوئے انسان بننے کا کہتے ہوں گے۔"

"اف کاش میں بھی دیکھ لیتی سب کو۔" ملکہ کو پچھتاوا ہوا پھر خود ہی بولی۔

"لیکن پھر ہوا کیا؟"

"ہونا کیا تھا میں نے کہہ دیا کہ جس خاتون کے توسط سے تم سب کو یہ گلی ہوئی پالک' مرجھائے ہوئے کیلے اور جلے ہوئے چلغوزوں جیسے شوہر ملے ہیں جاؤ اور ان کے سامنے تعریفیں کرو بھلا ہمیں کسی جرم کے بغیر یہ سزا دینا ٹھیک نہیں...... بس میرا اتنا لکھنا تھا کہ وہ سب تو جیسے ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گئیں۔"

"حالانکہ منہ دھو کر پیچھے پڑتیں تو شاید نتائج بہتر ہوتے۔" ملکہ بولی۔

"اور کیا...... اور پھر پتہ ہے ایک نے لکھا کہ اکثر لڑکیاں فیس بک پر اپنے شوہر کی تصویر اسی لیے شو نہیں کرتیں کہ پھر وقت بے وقت فیلنگ رومینٹک والے اسٹیٹس پر والہانہ جذبات تو ایک طرف کوئی لائک بھی نہیں کرے گا' بلکہ اسٹیٹس کے ساتھ ہی شوہر کی فوٹو ذہن میں آنے پر سب یہی سوچیں گے کہ ہائے بیچاری کی ہمت ہے۔" ترنم چاچی نے ڈھلے ہوئے کیلے سوئیٹر کی طرح منہ لٹکایا۔

"اور مجھے خوامخواہ ڈرا دیا کہ میرا گروپ ہے۔ اسی ٹینشن کی وجہ سے میں بازار بھی نہیں گئی' کہ چپ رہ کر سب کے تڑکے دار

کمنٹس پڑھنے کا تو مزہ ہی چاچی اور ہے ناں۔''

''مجھے ایک دم سمجھ ہی کچھ نہیں آرہا تھا تو کیا کرتی؟ ورنہ دل تو چاہ رہا تھا کہ میرے سامنے ہوتیں تو اس ٹھنڈ میں روح افزا میں جلاب ڈال کر پلا دیتی اور پھر ایسا بیٹھتیں کہ اپنے پیروں پر کھڑا ہونا بھول جاتیں۔''

''چاچی...... تمہارے بچے رو رہے ہیں۔ نائمہ بتانے آئی ہے۔'' نور جہاں نے باہر سے ہی آواز لگائی تو انہیں جانا پڑا ورنہ ارادہ تو سکون سے بیٹھ کر لڑائی میں پیش پیش ہر لڑکی کے خلاف دل کی بھڑاس نکالنے کا تھا۔ چاچی گئیں تو ملکہ بھی اسی کمرے میں موجود اپنے پلنگ پر رکھے لحاف میں دبک گئی۔ اب ان باکس میں حالیہ لڑائی کے تبصرے جو کرنے تھے۔

□......□......□

''یہ ملکہ نور جہاں آج جلدی نہیں سو گئیں؟'' ابا نے عشاء کی باجماعت ادائیگی سے واپسی پر اماں کے دروازہ کھولنے پر پوچھا۔

''ہاں ٹھنڈ بھی تو ہے ناں ادھر گرمائش ملی ادھر نیند آ گئی۔'' وہ دونوں اپنے کمرے میں چلے آئے تھے۔ ملکہ اور نور جہاں کا کمرہ بالکل اس کے سامنے تھا۔ دونوں کمروں کے درمیان میں ایک برآمدے نما جگہ تھی جس کے ایک کونے میں تو بیرونی دروازہ تھا اور دوسری طرف باورچی خانہ۔

''وہ میں نے ایک بات پوچھنی تھی۔'' ابا بھی اپنے لحاف میں گھسے تو اماں نے کمبل سیدھا کر کے اپنی ٹانگ کے گرد لپیٹا اور باقی آدھا حصہ اوپر لے کر ان کی طرف کروٹ لے لی۔

''آج کی آمدن پوچھو گی ناں؟'' ابا نے بھی اماں کی طرف کروٹ لے لی تھی۔ سردی کے باوجود کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے انہیں بیٹیوں کے سامنے شرم محسوس ہوا کرتی۔

''توبہ ہے یعنی جس طرح آپ اپنی آمدن چھپاتے ہیں ناں آپ کی بھاوج اپنا آپ نہیں چھپاتی۔''

''اوہ خدایا...... ایک تو تم عورتوں کے منہ میں کپڑا ٹھونس دو ناں تو بھی سسرالیوں کے طعنے دینے سے نہیں رکتیں۔'' ابا بدمزہ ہو گئے تو اماں کو لگا کہ ان کا سوال اور الجھن برقرار ہی نہ رہے سو فوراً موڈ بدل کر بولیں۔

''نہیں ملکہ کے ابا! میں سوچ رہی تھی کہ اپنے زمانے کے آٹھ جماعتیں پاس تو آپ ہیں ناں...... کیا آپ کو کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ ہم میاں بیوی کے بیچ کتنا فاصلہ ہے۔'' ابا اماں کی اس بات پر بڑی ہی حیرت سے بھی انہیں دیکھتے کبھی کہنی پر زور ڈال کے سامنے والے کمرے میں لیٹی ملکہ اور نور جہاں کو۔ دونوں کمروں کے درمیان راہداری نما برآمدہ بھی اوپر چھت ہونے کی وجہ سے کمروں میں لگے ہیٹرز کی گرمائش کو اپنے تک ہی رکھا کرتا۔

''ملکہ کی اماں...... ہم دونوں کی چارپائیوں میں مشکل سے دو ڈھائی فٹ کا فاصلہ ہی تو ہے...... اور پھر جس گھر میں بیٹیاں جوان ہو جائیں وہاں آپس میں قدرے فاصلہ رکھنے والے میاں بیوی ہی سمجھدار ہوتے ہیں۔''

''مگر ذلفی کی کون سی بیٹی جوان ہے، جو وہ ترنم سے اتنا فاصلہ رکھتا ہے؟''

''ذلفی اور ترنم میں فاصلہ......؟ یہ بات کسی اور سے نہ کرنا عورتیں دوپٹے میں منہ چھپا کر ہنسیں گی۔'' ابا بھی زیرلب مسکرائے تھے۔ ''بلکہ میں تو خود سوچ رہا ہوں کہ ان کے گھر نیا مہمان آ جائے تو ذلفی کی دوسرے شہر میں نوکری کروا کے وہاں بھجوا دوں، معاشی طور پر ہاتھ تنگ ہے اور اسے خیال ہی نہیں۔''

''لیکن ترنم تو بہت پریشان ہے کہہ رہی تھی ذلفی مجھ سے بہت فاصلہ رکھتا ہے آپ ذلفی سے بات کریں۔''

''تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا نور جہاں کی ماں؟ اول تو یہ میاں بیوی کا معاملہ ہے، دوم یہ کہ میں اسے کیا کہوں گا کہ تو ترنم سے اتنے فاصلے پر کیوں رہتا ہے؟ اور کہوں تو کیسے کہوں جب ان کی قربت کے کتنے ہی ثبوت موجود ہیں۔''

''وہ تو ٹھیک ہے لیکن ترنم اتنے سے فاصلے کو بھی......'' اماں ترنم کا مسئلہ سمجھ نہیں پار ہی تھیں۔

''بس کرو نور جہاں کی ماں، اب سونے دو صبح دکان کا مال لینے بھی جانا ہے۔'' ابا نے کروٹ لی۔

''اچھا ملکہ کے ابا! جیسے مرضی......'' اماں نے تکیے پر رکھا اپنا دوپٹہ سر پر لپیٹ کر خود ذلفی کو سمجھانے کا سوچا۔

□......□......□

''کیا تھا ذلفی اگر جو تم آتے ہوئے چوک سے میرے لیے گجرے لے آتے۔'' ترنم چاچی بچوں کو سلانے کے ساتھ ساتھ بڑی ہی حسرت بھری نظروں سے فیس بک پر ایک لڑکی کے ہاتھوں میں موتیے کے گجرے دیکھ رہی تھی، جو بقول اس کے اس کے میاں جانی نے چند لمحوں پہلے ہی پہنائے تھے اور تب سے ترنم چاچی کی نظریں بار بار اپنی کلائیوں میں موجود سونے کی دو چوڑیوں پر پڑتی تو ایک آہ حسرت بن کر ہونٹوں سے نکلتی۔

اسی دوران ذلفی چچا تشریف لے آئے' جو سارا دن یہاں وہاں نوکری کے لئے سر کھپاتے رہے تھے۔

"زیادہ سے زیادہ سو پچاس روپے ہی تو لگنا تھے تمہارے۔" ترنم چاچی نے موبائل رکھ کر نتھنے کو لٹایا۔

"تمہیں ہزار مرتبہ کہا ہے کہ آج کل ہاتھ تنگ ہے' وقت سخت چل رہا ہے۔" ذلفی چچا نے منہ بنایا۔

"پتہ ہے مجھے' ساری سختیاں بیویوں کے لیے ہی ہوتی ہیں' بھلا کیا کبھی کسی نے محبوبہ کے سامنے بھی ہاتھ تنگ ہونے کا شکوہ کیا ہے۔" ذلفی چچا ان کی باتیں ان سنی کرتے ہوئے تینوں بچوں کے ماتھے پر بوسہ دیا' قطار کے حساب سے چوتھے نمبر پر ترنم چاچی لیٹی تھیں مگر ذلفی چچا اپنی ہی کسی سوچ میں گم وہیں سے اٹھ کر ہاتھ منہ دھونے چلے گئے تھے۔

"اللہ جانے فیس بک پر موجود سب لڑکیوں کو اتنے رومینٹک شوہر کیسے مل جاتے ہیں۔ مجھے تو کبھی کڑی میں سے پکوڑا تک نہیں ملا۔" وہ منہ بسور کر جلے ہوئے دل کے ساتھ باورچی خانے میں چولہا جلانے لگی تھیں۔

"جانے کیا ماجرا ہے کہ شادی سے پہلے سیدھی سادھی لڑکیوں کے شادی کے فوراً بعد سینگ کیوں ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ اب کون اسے سمجھائے کہ سارا سارا دن دوسروں کی منتیں واسطے کرنے کے بعد اتنی ہمت نہیں رہتی کہ بیوی کے آگے بھی جی جی کرتے رہو۔" ذلفی چچا نے ہاتھ منہ دھوتے ہوئے سوچا۔

"اتنا بڑا منہ کیوں بنایا ہوا ہے کہ دھونے میں بھی گھنٹہ لگ رہا ہے؟" وہ عین ان کے عقب میں کھڑی تھیں۔ "مجھے اسی بات کی سزا دے رہے ہو ناں کہ تم پر دل آ گیا ہے میرا؟"

"مجھ پر تمہارا دل آ گیا ہے؟ وہی دل جو ہر وقت خراب ہوتا رہتا ہے؟" ذلفی چچا نے ایک پنجابی فلموں کے ہیرو کی طرح خود کو رومینٹک ہونے سے روکا لیکن ترنم چاچی نے بغیر لحاظ کئے سامنے پانی کی بھری بالٹی سے پانی کا مگ بھر کر ان پر الٹ دیا اور خود مسکراتی ہوئی باتھ روم سے نکل آئیں۔

ویسے بھی انہوں نے سن رکھا تھا کہ غصے کی آگ پانی سے بجھتی ہے اس لیے جب بھی انہیں ذلفی چچا پر غصہ آتا ان پر پانی کا بھرا ہوا مگ الٹ کر اپنے غصے کی آگ بجھا لیتیں۔

☐......☐......☐

"مورخ لکھے گا ملکہ کہ گئے وقتوں میں ایک ایسی قوم بھی گزری ہے جہاں کی لڑکیاں جسمانی طور پر اکیلی مگر ذہنی طور پر سو سو لوگوں کے ساتھ بھی سوتی تھیں۔" نور جہاں نے رات کے کسی پہر کروٹ لیتے ہوئے ملکہ کے لحاف کے اندر سے ہلکی سی نور کی شعاعیں محسوس کی تو اس کے ذہن میں روحانیت نہیں بلکہ فیس بک کا ہی خیال آیا تھا جبھی سر اٹھا کر سامنے والے کمرے میں اماں ابا کو دیکھا جو دونوں سوئے ہوئے تھے پھر اس کی کمر کی طرف سے لحاف کھینچتے ہوئے سرگوشی کی تو وہ ایک دم ہڑبڑائی تھی۔ بوکھلاہٹ میں ایک دم موبائل پہلے چھپایا پھر نکال بھی لیا۔

"تجھے کیا تکلیف ہوئی ہے نور جہاں؟ کیا خواب میں تیرا اکاؤنٹ ہیک ہو گیا ہے جو مجھے تنگ کر رہی ہے؟" وہ چڑی۔

"میں نے آج صبح تیرا اسٹیٹس پڑھا تھا رات کو پونے چار بجے والا۔ جس میں خیر سے تو نے اطلاع دی ہوئی تھی کہ Malika is sleeping with Adil and 48 others"

"شرم کر نور جہاں...... تجھے پتہ ہے کہ عادل لڑکی ہے اور فرسٹ ایئر سے ہمارے ساتھ پڑھتی ہے' بھائی اسے فیس بک استعمال کرنے نہیں دیتا اس لئے اس نے بھائی ہی کے نام سے آئی ڈی بنائی ہوئی ہے۔"

"یعنی باپ' بھائی بیٹے کے نام سے آئی ڈی بنانے پر گھر والوں کا ان لڑکیوں پر اعتبار قائم اور لڑکیوں کے نام سے آئی ڈی بنانے پر اعتبار اٹھ جاتا ہے؟" وہ دونوں اب ایک دوسرے کی طرف کروٹ لیے ہوئے تھیں۔

"تجھے نہیں پتہ سو مجبوریاں ہوتی ہیں لوگوں کی...... تو خوانخواہ میرا دماغ نہیں کھا۔"

"چل ٹھیک ہے مجھے تو پتہ ہے کہ یہ عادل' دلی مراد' سلطان جان' وغیرہ بے چاریاں نہایت ہی مجبور قسم کی لڑکیاں ہیں' لیکن کہیں رشتہ ہو گیا تو ہونے والے شوہر کو پھر ان سب کے گھر کی کہانیاں سنا کر قائل کرتی پھرنا کہ یہ اتنے پیار بھرے کمنٹس کرنے والا سلطان جان نہیں بلکہ سلطانہ خان ہے...... اور ایسا نہ ہو کہ شمو بھائی ان سب سے متاثر ہو کر تجھے بھی ملکہ سے بادشاہ میں بدل دیں۔" وہ لحاف کے اندر منہ کر کے ہنسی اور پھر لحاف نیچے کر کے اس کے خونخوار تاثرات دیکھے۔

"ویسے قسم ہے تیرے تین ہزار نو سو اٹھاسی دوستوں کی...... یہ جو تیرے سر اور آنکھوں میں ہر وقت درد رہتا ہے ناں' جس کا رونا تو باقاعدہ اسٹیٹس لگا کر سب کے سامنے ایسے روتی ہے جیسے فوتگی والے گھر چٹائی بچھا کر بیٹھا جاتا ہے' تو یہ سب اس

موبائل اور فیس بک کی وجہ سے ہے..... تو صرف دو دن کے لیے اسے استعمال نہ کر' تیرا سر اور آنکھوں کا درد ٹھیک نہ ہوا تو تیرے حصے کے برتن پورا ہفتہ میں دھوؤں گی۔"

"نور جہاں کی بچی' تو رات اور ابا کے ہونے کا فائدہ اٹھانا چھوڑ دے ورنہ تیری بارہ دوستوں کو کہہ دوں گی کہ یہ لڑکا ہے اسے ڈیلیٹ کرو۔"

"تو ابھی کر دے مجھے کیا' ایک نیند ہی تو تھی وہ بھی تو نے خراب کر دی' فیس بک کا نشہ مجھے ہے نہیں۔" نور جہاں نے اپنا لحاف ہٹایا اور شال لپیٹ کر باتھ روم کی طرف جانے کے لیے سلیپر پہننے لگی۔

"تو' تو ہے ہی بدذوق' تجھ سے تو اچھی چاچی ہی ہے کم از کم میرے اسٹیٹس پر آ کر میری سچی جھوٹی تعریفیں تو کرتی ہے کہیں کسی گروپ یا پیج پر میری کسی سے لڑائی ہو جائے تو اپنی دونوں آئی ڈیز سے پنجے جھاڑ کر مخالفوں کے پیچھے پڑ جاتی ہے اور پتہ بھی نہیں چلنے دیتی کہ میری چاچی ہیں۔"

"ہونہہ..... چاچی کی سو سالہ زندگی سے اماں کا ایک دن بہتر ہے!" نور جہاں نے سر جھٹکا۔

"ملکہ..... اری ملکہ یہ ذرا میری پنڈلیاں دبا دے' کمبل میں لپیٹے رکھی تھیں پھر بھی جیسے ٹیسیں اٹھ رہی ہیں۔" اماں نے شاید ان کی آوازیں سن لی تھیں اور اب درد کے مارے بیٹھی پنڈلیوں پر مکے مار رہی تھیں کہ شاید اس طرح کچھ آرام آئے۔

مگر ملکہ تو خود مجبور تھی' کیونکہ اس کا گروپ ڈیڑھ دو ہفتوں سے بہت سست ہو گیا تھا اور اب اگر اٹھ جاتی تو دوبارہ پھر سب کو اکٹھے آن لائن ہونے میں وقت لگتا' لہٰذا یہ سوچ کر کہ نور جہاں باتھ روم سے نکل کر اماں کی بات سن لے گی' بغیر کوئی جواب دیئے خاموشی سے خود کو سوتا ہوا ظاہر کر کے وہیں پڑی رہی۔

"اماں کیا ہوا..... ٹانگوں میں درد ہو رہا ہے کیا؟" نور جہاں باتھ روم سے نکلی تو اماں کی آواز سن کر اپنے کمرے کے بجائے ان کے کمرے کی دہلیز پر آ کھڑی ہوئی۔

"ہائے بچے' بس سردیاں آ گئی ناں اور یہ کم بخت ٹانگوں کا درد بھی۔" انہوں نے دوپٹہ لے کر پوری قوت سے پنڈلیوں کے گرد باندھا۔

"ارے نہیں اماں ایسے تو خون کا دورانیہ بھی متاثر ہو گا ناں' میں ذرا ہاتھ گرم کر لوں تو آپ کی ٹانگیں دبا دیتی ہوں۔" وہ چونکہ ابھی باتھ روم سے ہاتھ دھو کر نکلی تھی اور تولیے سے خشک کرنے کے باوجود اس کا خیال تھا کہ اماں کو اس کے ہاتھ سرد محسوس ہوں گے اس لیے دونوں ہتھیلیاں آپس میں رگڑنے لگی کہ ہیٹرز تو ابا نے اپنے سونے کے وقت بند کر دیئے تھے۔

"جیتی رہ میری بچی' اللہ خوش رکھے۔ آواز تو میں نے ملکہ کو دی تھی مگر اس کی نیند بہت گہری ہے' اسی لیے جاگی نہیں۔" نور جہاں نے اماں کی پنڈلیوں پر بندھا دوپٹہ کھولتے ہوئے ملامتی نظروں سے سامنے والے کمرے میں نظر آتی ملکہ کو دیکھا اسے بے حد افسوس ہوا تھا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ملکہ اس وقت سو نہیں رہی بلکہ فیس بک پر مصروف ہے۔

"چل سو لینے دے یہ بے فکری کی نیندیں..... پھر شادی ہو گئی تو بھلا کہاں یہ بے فکری ملتی ہے۔"

"جی اماں ٹھیک کہہ رہی ہو۔" اماں کے لہجے میں ملکہ کے لیے ایسا پیار تھا کہ لگتا کبھی بھول چوک سے بھی نہ ڈانٹا ہو۔

"اچھا سن' اگر میں ٹانگیں دبوانے کے دوران سو جاؤں تو جگانا مت' خود بھی اٹھ کے سو جانا۔"

اماں لیٹ گئی تھیں اور وہ ملکہ کو دیکھ دیکھ کر سوچ رہی تھی کہ گھر میں بیمار ماں کا حال احوال نہ پوچھنے والے بھلا فیس بک پر ایک دوسرے سے ان سمیت ان کے تمام گھر والوں کی خیریت کیسے پوچھتے رہتے ہیں۔ وہ لوگ جو اپنے فیس بک کا اسٹیٹس لائک نہ ہونے کے غم سے اتنا روتے ہیں کہ اتنا تو ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر بھی نہ روئی ہو گی وہ اپنے اعمال کے لائک ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں کتنے بے فکر ہیں۔ زندگی کے تمام ضروری کام اسی طور سے سرانجام دیئے جا رہے ہیں' مگر فیس بک نے اگر چھینا ہے تو وہ وقت جو ہم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ہنستے مسکراتے' گپ شپ کرتے گزارا کرتے تھے' جس وقت میں ہم اللہ کی عبادت کر کے اسی سے مدد مانگا کرتے تھے' اب ہم میں سے کتنے ہی لوگ اس وقت میں لائک مانگ رہے ہوتے ہیں۔ اللہ اور اس کی کتاب کے ساتھ گزارا جانے والا وقت اب اسی فیس بک کی بدولت کم ہو گیا ہے' مگر ملکہ کی طرح ان باتوں پر سوچنے کے لیے اب وقت ہی کہاں ہے۔

اماں سو چکی تھیں۔ ان کی نیند ٹوٹنے کے خیال سے وہ آہستگی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں جانے لگی کہ ابا کی آنکھ کھل گئی ایک نظر اسے دیکھ کر پھر سو گئے۔

فجر ہونے والی تھی مگر ملکہ اب سو چکی تھی اور اب اسے بہت کوشش کے باوجود بھی آدھے گھنٹے بعد نماز کی ادائیگی کے لیے

جگانا ممکن نہ تھا اس لیے دل ہی دل میں اظہار افسوس کرتی نور جہاں بھی اپنے بستر پر لیٹ گئی مگر آنکھ لگ جانے کے ممکنہ خیال سے وہ الارم لگانا نہیں بھولی تھی۔

□......□......□

"اف نور جہاں، دیکھ تو سہی فواد خان کو ہائے میرا تو دل ہی نہ رک جائے اسے مسکراتا دیکھ کے۔" آج اماں ٹانگوں میں درد کی وجہ سے ہاتھ منہ دھو کر دوبارہ کمبل لپیٹ کر لیٹ گئی تھیں اس لیے ناشتہ نور جہاں نے بنایا تھا۔ پراٹھے کو چمٹے سے اتارتے ہوئے اس نے ملکہ کا منہ دیکھا۔

"تجھے پتہ بھی ہے کہ مجھے زہر لگتی ہیں ایسی لڑکیاں جو ذرا سے ہینڈسم بندے کو دیکھ کر رال ٹپکانے لگتی ہیں۔"

"ہاں ہاں کہہ لے جو مرضی آئے...... ظاہر ہے انگور کھٹے جو ہیں۔"

"اچھا میرے لیے انگور کھٹے ہیں اور تیرے لیے تو یہ فواد خان گنڈیریوں کا ٹھیلا لگائے کھڑا ہے ناں۔"

"تو...... تو ہے ہی نری بڈھی روح...... ہونہہ۔" اس نے منہ بناتے ہوئے ہاتھ میں پکڑا موبائل جرسی کی جیب میں ڈال کر اپنے لیے چائے پاپے لیے اور باؤل میں موجود چائے میں پاپے مکس کر کے چمچ سے کھانے لگی۔ دوسرے ہاتھ میں ساتھ ساتھ فیس بک کی ایکٹیویٹی بھی جاری تھی۔

"ویسے ایک بات یاد رکھنا تو بے شک فواد خان کو دیکھ کر آہیں بھر یا سلمان خان کو دیکھ کر ہارٹ بیٹ چیک کر...... شادی تیری شمو بھائی سے ہی ہوگی۔" روٹی بیل کر اس میں دیسی گھی لگانے کے بعد اب وہ اسے فولڈ کر کے پھر سے پیڑا بنا کر بیل رہی تھی۔

"اس لیے میرا مفت مشورہ تیرے اور تیری جیسی رال ٹپکاتی سب لڑکیوں کے لیے یہی ہے کہ اپنی آئی ڈی پر اپنے ہونے والے شوہر یا اپنے منے کے ابا کی تصویر لگا کر رکھیں تاکہ آہیں بھرتے وقت انہیں اپنا آپ یاد رہے اور اگر ان تصاویر کی اجازت نہ ہو تو خانہ کعبہ کی لگالیں تاکہ اپنا اللہ یاد رہے۔"

"تو مجھے یہاں بیٹھنے دے گی نور جہاں کہ تیرے منہ پر چائے میں بھیگے پاپوں کا ماسک لگا کر اٹھ جاؤں۔"

"اچھا بہن میری اب نہیں کہوں گی جا اماں کو ناشتہ دے آ۔" نور جہاں بے ساختہ ہنسی۔

"خود دے آ جا کے...... میں فارغ نہیں ہوں۔" ملکہ نے منہ پھلایا ہوا تھا سو نور جہاں نے خاموشی سے اماں کے لیے چائے پراٹھا رات کا سالن اور ایک ابلا ہوا انڈہ ٹرے میں رکھا اور خود چلی گئی۔ ابا تو پہلے ہی جا چکے تھے۔

□......□......□

ترنم چاچی کو آج محسوس ہوا تھا کہ اماں کیسے بنا جتائے کتنا سارا کام کر دیا کرتی تھیں، بچوں کو صاف ستھرا کرنا، گھر کا پھیلاوا سمیٹنا، سبزی بنانا، وہ تو بس بیٹھ کر کھانا پکاتی تھیں اور بس، مگر حیرت انہیں اس بات پر بھی کہ اماں نے تو کبھی کہا بھی نہیں تھا کہ وہ اتنا سارا کام کرتی ہیں۔ چاچی کا دل چاہتا تو ان سے خود سے بات کرتیں ورنہ موبائل پر فیس بک آن کیے ان کی باتوں کے جواب میں ہوں، ہاں کرتی رہتیں۔ آج چاچی نے ذلفی چچا کو ناشتہ بنا کر دیا تو بچے سو رہے تھے۔

"تم نے پھر پراٹھے بنا لیے، کتنی مرتبہ تو کہا ہے جب تک ٹھیک نہیں ہو جاتیں میں چائے پاپے کھا لوں گا۔" وہ ہمیشہ ان کے آرام کا خاص خیال رکھتے تھے۔

"تمہیں اچھا لگتا ہے ناں جب میں تمہارے لیے تمہاری پسند کی چیزیں بناتی ہوں۔" چاچی نے چائے تھرماس میں ڈال کر سامنے رکھی تو وہ مسکرانے لگے۔

"تم میرے لیے کچھ نہ بھی بناؤ ناں تب بھی مجھے تم بہت اچھی لگتی ہو۔ یہ پتہ ہے ناں تمہیں؟" انہوں نے اپنے ہاتھ سے نوالہ بنا کر ترنم چاچی کے منہ میں ڈالا۔

"تو اپنی اس محبت کا اظہار سب کے سامنے کیا کریں ناں، تاکہ ساری دنیا کو پتہ چلے کہ تم مجھ سے کس قدر پیار کرتے ہو۔" وہ بڑے ناز سے اٹھلائیں۔

"کیا مطلب کن سب کو بتانا چاہتی ہو تم؟"

"تم فیس بک پر میرے فرینڈز میں تو ہو ناں، لیکن مجال ہے کہ کبھی میری کسی پوسٹ کو لائک یا کمنٹ تو دور کبھی خود سے بھی کچھ ایسا پوسٹ نہیں کیا کہ میری تمام فرینڈز کو پتہ چلے کہ مجھ سے کتنی محبت کرتے ہو۔"

"اف......" انہوں نے گہری سانس لی۔ "اور بھی غم ہیں زمانے میں فیس بک کے سوا...... راحتیں اور بھی ہیں لائک کی راحت کے سوا" انہوں نے ترنم چاچی کے سر پر پیار سے چپت لگائی۔

"بس چھوڑو رہنے دو تم تو......"

"جانتی تو ہو تم کہ میں سارا دن روزگار کی تلاش میں مارا مارا

پھرتا ہوں۔ پانچ چھ بندوں کا گھر ہے ہمارا' میرا ذہن تو ہر وقت اسی سوچ میں رہتا ہے کہ اگر کہیں نوکری نہ ملی تو میں تو بھوکا رہ لوں گا تم سب کا کیا ہوگا؟ ابھی تو بھلا ہو بھائی صاحب کا کہ راشن پانی ان کی دکان سے آ جاتا ہے' ورنہ میں کیا کرتا؟''

''مسئلے مسائل کس گھر میں نہیں ہوتے' لیکن تم دیکھنا کبھی کہ لڑکیاں اپنے شوہروں کے پیار محبت کے افسانے کتنے فخر سے بتاتی ہیں' تصویریں ایڈ کرتی ہیں' کبھی کوئی باہر گھومنے گئے ہوتے ہیں تو کبھی باہر کھانا کھاتے' کوئی ہر دوسرے روز کپڑوں جوتوں کی شاپنگ کر کے آتی ہے تو کوئی گھر کی سیٹنگ بدل رہی ہوتی ہے' تم یقین کرو ذلفی' ان سب کی پوسٹ اور تصویریں دیکھ کر کبھی کبھی مجھے بہت رونا بھی آتا ہے' عجیب احساس محرومی ہونے لگتا ہے مجھے' نہ کبھی گھومنے گئے ہم تو' نہ کسی ریسٹورنٹ میں جانے کی اوقات' کپڑے بھی ہر ہفتے خریدنا گویا خواب ہی ہے اور گھر...... گھر کی سیٹنگ بندہ بدلے تو کس چیز سے کہ ہاتھ میں نہیں ہے ڈھیلا اور کرتی ہے میلا میلا!''

ذلفی چچا بہت ٹائم سے ان کے مزاج میں اترتی چڑچڑاہٹ اور لہجے میں فرسٹریشن نوٹ کر رہے تھے اور ان کا خیال تھا کہ یہ سب شاید نئے مہمان کی آمد سے پہلے طبیعت میں موجود اتار چڑھاؤ کا حصہ ہے اور بس...... یہی وجہ تھی کہ وہ ان کی ہر بات کے جواب میں مسکرا دیتے' خاموش ہو جاتے یا کوئی ہلکا پھلکا جواب دے دیتے' مگر یہ جو بات آج معلوم ہوئی تھی یہ تو ان کے گمان میں بھی نہیں تھی اور اس کا تو علاج تھا بھی بہت آسان...... اسی لیے انہیں بولنے کے لیے مکمل موقع اور وقت دیا۔

''تمہیں پتہ ہے ناں کہ مجھے کتابیں پڑھنے کا کتنا شوق تھا شادی سے پہلے اور اب بھی ہے لیکن ظاہر ہے کہ اوپر تلے بچوں کی پیدائش کے بعد ہونے والے اخراجات نے میرا شوق تو نہیں لیکن بجٹ تو متاثر کیا ہے ناں۔'' وہ رک کر ذلفی چچا کی تائید چاہتی تھیں' بات بھی سچ تھی سو انہوں نے تائید کرتے ہوئے اپنے اور ان کے لیے تھرماس سے کپ میں چائے انڈیلی۔

''میں جانتی ہوں کہ ہزار بارہ سو روپے کی ایک کتاب خریدنا میرے بس میں نہیں ہے لیکن میری بھی تو حسرت ہے ناں کہ کبھی اگر ہمارے پاس بہت سے پیسے ہوں تو میں ایک اچھا سا بک شیلف بنوا کر اس میں ہزار بارہ سو تو کیا دو ہزار کی ایک ایک کتاب لے کر اسے بھر دوں اور پھر بڑے فخر سے تصویریں فیس بک پر لگاؤں اور سب کو بتاؤں کہ دیکھو میں کتابیں پڑھنے اور جمع کرنے کی کتنی زیادہ شوقین ہوں۔''

''تم اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے پریشان رہتی ہو؟'' وہ بے حد سنجیدہ تھے۔ ترنم چاچی نے اپنے کپ کے کناروں پر انگلی پھیرتے ہوئے سر جھکا لیا تھا۔

''جانتی ہو فیس بک پر قہقہے بکھیرتے' تصویریں لگاتے لوگوں کی زندگی بھی مکمل ہے کہ نہیں؟'' ترنم چاچی کچھ نہیں بولی تھیں۔ خاموشی سے جھکا ہوا سر جھکا ہی رہا۔

''ہوسکتا ہے کسی کے گھر میں لڑائی جھگڑے ہوں اور وہ فیس بک پر چند لمحے سکون کے گزارنے آتے ہوں۔ کسی کی زندگی میں اولاد کی کمی ہو' سسرال والوں کے طعنے تشنے ہوں' اولاد کی بے راہ روی' تنہائی' بیماری' یا شاید کچھ اور ہو...... اور ہوسکتا ہے کچھ لوگ مکمل مطمئن اور خوش بھی ہوں لیکن تم نے کبھی نوٹ کیا ہوگا ترنم کہ فیس بک صرف سکھی لوگوں کی جنت ہے' کسی کا دکھ سننے اور بانٹنے کے لیے کوئی فیس بک پر نہیں آتا......'' ترنم چاچی نے جھکا ہوا سر اٹھایا۔

''ہنستے مسکراتے اسٹیٹس پر لوگ گپ شپ کرتے ہیں لیکن دکھی اسٹیٹس کو کوئی توجہ نہیں دیتا' یقین نہیں آتا تو ایک بار لکھ کر دیکھنا پہلی دوسری مرتبہ تو یقیناً تم دوستوں کی طرف سے ہمدردی اور پرخلوص مشورے ضرور وصول کرو' لیکن کب تک؟ پھر سب دیکھ کر ان دیکھا کر دیں گے۔ اس لیے کہ لوگ اپنی اپنی ٹینشنز سے فرار حاصل کرنے کے لیے اگر کچھ وقت فیس بک پر گزارتے ہیں تو وہ اس وقت کو ہنسی خوشی گزارنا چاہتے ہیں' رو دھو کر نہیں...... اور یہی وجہ ہے کہ تمہیں سب خوش نظر آتے ہیں کیونکہ فیس بک ایک ایسا پلیٹ فارم ہے جہاں تمام لوگ اپنے دکھ اور محرومیاں بھول کر اور اطمینان کا نقاب لگائے خود بھی خوش نظر آتے ہیں اور دوسروں کو خود سے بھی زیادہ خوش محسوس کرتے ہیں تو کچھ لوگ رشک و حسد کی نظر سے دیکھتے ہیں' کچھ کو کوئی فرق ہی نہیں پڑتا اور کچھ لوگ ان خوش باش لوگوں سے اپنی زندگی کا موازنہ کرتے ہوئے کڑھتے رہتے ہیں' ناامیدی اور حالات سے مایوسی کا شکار ہونے لگتے ہیں۔ ایسے میں تمہارا شمار کن لوگوں میں ہوتا ہے...... بتاؤ گی مجھے؟'' وہ رکے اور اپنی چائے ختم کی۔

''مجھے کسی سے کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن حقیقت جو ہے سو ہے۔'' ترنم چاچی کے چہرے پر موجود تاثرات اب تک نہیں بدلے تھے۔ ذلفی چچا نے ٹائم دیکھا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

”مجھے دیر ہورہی ہے باقی باتیں بعد میں کریں گے ابھی تم مجھے اپنا موبائل دے دو میں اس میں تمہاری مرضی کے گانے اور ایک دو اور چیزیں ڈلوالاؤں گا۔“ ترنم چاچی نے موبائل ان کو دیا اور خدا حافظ کہہ کر پھر بچوں کے پاس آ گئیں۔ پچھلے چند دنوں سے شاید ان کے موبائل میں کوئی وائرس آ گیا تھا اس لیے کوئی بھی گانا ڈاؤن لوڈ نہیں ہو پا رہا تھا۔ جس کی وجہ سے ترنم چاچی اکثر ذلفی چچا کے پیچھے پڑی رہتیں، سو آج کم از کم ایک مسئلہ تو حل ہونے والا تھا۔

......☆☆☆......

ملکہ ایک ہاتھ سے اماں کی ٹانگیں دبانے کے ساتھ ساتھ دوسرے ہاتھ سے موبائل پر حسب معمول فیس بک استعمال کررہی تھی اور یہی وجہ تھی کہ اماں کو وہ سکون نہیں مل رہا تھا جو وہ چاہتی تھیں۔ سو کچھ دیر تو انہوں نے برداشت کیا مگر پھر جھنجلا گئیں۔

”اگر ٹانگیں دبانی ہیں تو دونوں ہاتھوں سے دبا ایک ہاتھ کی ڈوئی بنا کر کیوں بیٹھی ہے؟“

”اماں دبا تو رہی ہوں اب اور کیا کروں؟“ اس نے موبائل سائیڈ پر کرتے ہوئے یقین دہانی کی کہ اماں کو نظر نہیں آ رہا اور واقعی انہیں معلوم نہیں تھا کہ ملکہ ساتھ ساتھ موبائل پر فیس بک کا شغل بھی جاری رکھے ہوئے ہے۔

”یہ تو ٹانگیں دبا رہی ہے یا ایک ہاتھ سے باجرے کا آٹا گوندھ رہی ہے؟“ اماں کے غیر مطمئن انداز پر اس نے سر جھٹک کر ایک دفعہ پھر فیس بک پر آئی ہوئی فرینڈز ریکوسٹ چیک کرنا شروع کریں۔ اچھی خاصی اللہ رسول والی مذہبی ڈی پی اور ٹائم لائن کو رنگا کر اندر جو بے ہودہ تصاویر شیئر کی گئیں تھیں ان پر ملکہ حیرت زدہ تھی کہ آخر یہ کس ضمیر کے لوگ تھے سو بیزار ہو کر دوستوں سے گپ شپ کرنے لگی۔ اسے ان سب سے بات چیت کرنے میں اتنا اچھا لگتا کہ اکثر اوقات تو سامنے رکھا کھانا کھانا بھی بھول جایا کرتی تھی روٹی ٹھنڈی ہو جاتی تو اٹھا کر رکھ دیتی۔ اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے اس کے ہاتھ میں موبائل موجود رہا کرتا تھا۔

نور جہاں سے ہونے والی اس کی بات چیت کا زیادہ تر حصہ بھی فیس بک کی ایکٹیوٹیز اور دوستوں کے بارے میں ہوتا۔ فیس بک کی اس لت نے اس کے اور اماں کے درمیان اس لیے بھی بہت زیادہ فاصلہ پیدا کر دیا تھا کہ اکثر اوقات وہ موجود تو اماں کے پاس ہوتی لیکن گھٹنوں کی آڑ میں دیوار سے ٹیک لگائے مصروف فیس بک پر ہوتی۔ اماں اس کے ساتھ کیا باتیں کررہی ہیں اور کس کی باتیں کررہی ہیں اسے کچھ پتہ نہ ہوتا کبھی کبھار تو نور جہاں آ کر اسے ٹہوکا دیتی آنکھیں نکالتی اور وہ چند لمحوں کے لیے شرمندہ بھی ہوتی، لیکن وہ چند لمحے بھی چٹکی بجاتے گزر جاتے اور وہ ایک بار پھر انہی دوستوں کے ساتھ کمنٹس میں مصروف ہو جاتی۔ اسے لگتا تھا کہ وہ فیس بک پر موجود گروپس کی سب سے ایکٹو اور پاپولر ممبر ہے اس کی ہر پوسٹ پسند کی جاتی ہے لوگ کمنٹ کرتے ہیں اور انتظار میں رہتے ہیں۔“ اور اسی خوش فہمی کے باعث اس کی آنکھوں اور سر میں رہنے والے درد نے بھی اسے فیس بک سے دور نہ کیا تھا۔ ہاں البتہ یہ ضرور تھا کہ سر میں درد کی وجہ سے اب وہ مستقل چڑچڑی ضرور رہنے لگی تھی مگر یہ چڑچڑاہٹ بھی تو صرف نور جہاں اور اماں کے لیے ہی تھی، فیس بک کی دوستیں تو اس کی خوش اخلاقی کے گن گایا کرتیں۔

”یہ لے دوسری پنڈلی کو دبا دے ذرا۔“ اماں نے کروٹ لے کر بائیں ٹانگ سیدھی کی۔

آج صبح اس نے اپنے جہیز کے لائے گئے برتنوں میں سے کپ نکال کر اس میں چائے ڈالی اور الماری سے نیا میز پوش نکال کر اس پر کپ رکھ کر تصویر کھینچنے کے بعد فیس بک پر اپ لوڈ تو کر دی تھی مگر کپ دھو کر واپس رکھنے کا خیال ہی نہ رہا تھا کہ وہ ہاتھ میں موبائل لیے اماں کے پاس آ بیٹھی اور اب جو اماں نے کروٹ بدل کر سامنے وہ کپ رکھا دیکھا تو حیران رہ گئیں۔

”یہ تو وہ کپ نہیں جو تیرے ٹی سیٹ کے ساتھ تھا؟“

”یہ...... ہاں وہ...... اماں ہے تو وہی...... میں ابھی رکھتی ہوں۔“ وہ بوکھلائی تھی کیونکہ جہیز کی چیزوں کو فی الحال استعمال کرنے کی قطعاً اجازت نہ تھی۔

”رکھتی تو ہے ٹھیک ہے مگر یہ یہاں آیا کیسے؟ اور یہ سفید میز پوش؟ ارے اس پر تو میں نے کتنی منت سماجت کر کے تیری تائی کی بیٹی سے کڑھائی کروا کر تیرے جہیز کے لیے رکھا تھا۔ یہ دونوں چیزیں آخر نکالیں تو نکالیں کس نے؟“ صدمے اور حیرت کے مارے اماں ایک دم اٹھ بیٹھی تو ملکہ بھی گھبراہٹ میں ان کے ساتھ ہی پلنگ سے نیچے اتری اور برق رفتاری سے موبائل والے ہاتھ میں ہی کپ اور دوسرے میں میز پوش پکڑا اور کچن کی طرف بھاگی تاکہ اماں کی مار سے بچ سکے لیکن افسوس......!!

باورچی خانے میں نور جہاں نے دیگچی میں پانی ابالنے کے لیے رکھا تھا۔ اپنے تئیں تو ملکہ نے کپ نیچے رکھنا چاہا تھا مگر شومئی قسمت کہ ہاتھ میں پکڑا موبائل جو پھسلا تو عین اسی ابلتے ہوئے پانی میں جا گرا...... ساتھ ہی ملکہ کی ایک دلخراش چیخ ابھری' نور جہاں جو فریج سے سبزی نکال رہی تھی ایک دم پلٹی اور یہی سمجھی کہ شاید پانی اس پر گر گیا ہے یا وہ پانی پر گر گئی ہے سو وہیں سبزی چھوڑی اور بڑی پھرتی سے چیختے ہوئے ملکہ کی جانب بڑھی جو موبائل نکالنے کی کوشش کرنے کے بجائے وہیں کھڑی رونے لگی تھی۔

"زیادہ تو نہیں جلا ہاتھ۔" اس سے پہلے کہ نور جہاں پوچھتی' شمو بھائی کی آواز نے دونوں کو چونکا دیا۔

"شمو بھائی آپ؟" ملکہ کو بھول کر نور جہاں ان کی طرف متوجہ ہوئی۔

"ہاں میں اور امی پھوپو کی طبیعت پوچھنے آئے تھے کہ تم دونوں کی چیخ و پکار پر یہاں چلا آیا۔"

"میں بھی کہوں اماں ابھی تک مجھے دھمو کا جڑنے کے لیے پہنچی کیوں نہیں؟ یعنی مامی کی آمد سے یہ معجزہ ہوا۔" ملکہ نے سوچا۔

"کیا ہوا؟ ذرا دکھاؤ تو اپنا ہاتھ۔" انہوں نے ملکہ کا ہاتھ پکڑ کر دیکھنے کی کوشش کی لیکن ملکہ نے کھا جانے والی نظروں سے پہلے کاٹنے کے انداز میں دھیرے دھیرے مسکراتی نور جہاں اور پھر منہ کے پتلے اور دماغ کے موٹے شمو بھائی کو دیکھا جو میٹھی میٹھی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے یقیناً رومانس کو پھانسی چڑھا رہے تھے۔

"ابلا ہوا پانی میرے ہاتھ پر نہیں گرا بلکہ میرا موبائل ابلتے ہوئے پانی میں گر گیا ہے۔" ناک پھلاتے ہوئے ہاتھ چھڑا کر اس نے عزت سے بے عزتی کی تو شمو بھائی بے چارے نور جہاں سے بھی نظریں چراتے ہوئے ہاتھ ملنے لگے۔ رنگ تو ان کا لال بیگ کے خون کی طرح سفید تھا ہی مگر شرمندگی سے جو سرخی دوڑی تو انہیں دیکھ کر کشمیر یاد آنے لگا اور انہوں نے فوراً سے بیشتر چمٹے کی مدد سے موبائل نکال کر شیلف پر رکھا ان کا خیال تھا کہ شاید اب ملکہ محبت سے مسکرائے گی مگر وہ تو ان کے پاؤں میں پہنے سفید بوٹوں میں گم تھی۔

مردوں کو سفید بوٹ پہنے دیکھ کر اسے فوراً ہی متھن چکروتی یاد آتا تھا۔ اور آج تو انہوں نے بیگی اسٹائل کا سوئٹر بھی پہن رکھا تھا۔ بلیک اور وائٹ کا ڈبل شیڈ والا سوئٹر جس کے بازو کندھوں کے نیچے سے سفید ہی تھے اور کھلے اتنے تھے کہ لگتا یہ بازو پریکٹس کے طور پر پہلے ٹانگوں پر پہنائے گئے تھے۔

"تم آخر کیسے سوچ رہی تھیں کہ موبائل ہی پگھلنے کے لیے کھولتے پانی میں پھینک دیا۔" خوش اخلاقی کی آخری حد پر کھڑے ہو کر انہوں نے پوچھا۔

"اسے سوچ رہی تھی جسے سوچتے ہی میرا دماغ کھولنے لگتا ہے۔"

"لگتا ہے فیس بک پر کوئی سر عام تمہاری بے عزتی کر گیا ہے اور تمہاری حمایت میں کمنٹ کرنے والا کوئی بھی آن لائن نہیں تھا۔" نور جہاں نے بمشکل ہنسی روک کر اسے دیکھا۔ پہلے تو جب بھی کسی مہمان کے آنے کا اندیشہ ہوتا وہ فوراً سے رنگ گورا دکھانے والی کریم مل لیتی لیکن آج چونکہ سب کچھ غیر متوقع طور پر ہو رہا تھا سو اپنی اصل رنگت کے ساتھ وہ شمو بھائی کے سامنے کھڑی بالکل بنگالن معلوم ہو رہی تھی کہ ان کی رنگت ایسی تھی کہ وہ فوٹو شاپ کے زمانے میں بغیر کسی ٹیکنک کے فوٹو کھینچتے اور اسے دیکھ کر خوش بھی ہوتے۔

"ملکہ جا...... جا کر مامی کو سلام کر آ' تیرا پوچھ رہی تھیں۔" نور جہاں ان سے مل آئی تو اسے جانا پڑا۔ شمو بھائی نے موبائل ٹھیک کروانے کی کوشش کرنے کا کہہ کر نور جہاں کی اجازت سے موبائل خشک کر کے جیب میں ڈال لیا۔

"تمہیں پتہ ہے نور جہاں' پھوپو کی طبیعت کا تو یہاں آ کر اندازہ ہوا ورنہ میں اور امی تو ویسے بھی آج آنے والے تھے۔" وہ لوگ سردی سے آئے تھے سو نور جہاں نے فوراً سے چائے کے لیے دیگچی میں پانی ڈال کر چولہے پر رکھی' دوسری طرف چھوٹی سی دیگچی میں انڈے ابلنے کے لئے رکھے اور پلیٹ میں بسکٹ اور نمکو ڈالنے لگی۔ شمو بھائی ساتھ ساتھ بات جاری رکھے ہوئے تھے۔

"ابو کا خیال ہے کہ نئے سال پر میری اور ملکہ کی شادی ہو جانی چاہیے' لیکن میرا خیال تھا کہ میں پہلے ملکہ سے بات کر لوں...... پتہ نہیں وہ اس رشتے سے خوش بھی ہے کہ نہیں۔" نور جہاں کو ان کی بات پر بے حد خوشی ہوئی تھی مگر ملکہ کے آ جانے کا خوف بھی تھا سو بیچ میں بول پڑی۔

"وہ بہت زیادہ خوش ہے اس بات کی گارنٹی تو میں آپ کو دیتی ہوں لیکن آج تو اس کا موڈ موبائل کی وجہ سے بے حد آف

ہے اس لیے اس سے کوئی بات مت کیجیے گا۔“
”لیکن......“
”نور جہاں‘ اماں کہہ رہی ہیں یہ لوگ کھانا کھا کر جائیں گے سبزی میں گوشت ڈال لے۔“ ملکہ نے کچن میں داخل ہو کر آہستہ آواز میں اماں کا پیغام پہنچایا تو شمو بھائی کی بات ہی ادھوری رہ گئی۔
”ملکہ ایک بات بتاؤ۔“ شمو بھائی نے ملکہ کو مخاطب کیا تو نور جہاں گھبرائی کہ جانے اب وہ کیا پوچھیں اور وہ کیا جواب دے۔
”کتنی ہی دفعہ تمہیں فیس بک پر ریکویسٹ بھیج چکا ہوں‘ لیکن تم ہو کہ ہمیشہ اگنور کردیتی ہو حالانکہ کوئی پہچان کا مسئلہ بھی نہیں‘ اوپر میری اپنی فوٹو لگی ہوئی ہیں۔“
”آپ کی فوٹو ہی تو مسئلہ ہیں۔“ نور جہاں اور شمو بھائی نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔
”مطلب؟“
”مطلب یہ کہ گردن تک کے بٹن ٹائٹ بند کر کے اس میں جب آپ فوٹو کھنچواتے ہیں ناں تو لگتا ہے صرف سر ہی اوپر رکھا ہوا ہے۔ مجھے شرمندگی ہوتی ہے آپ کی تصویریں دیکھ کر۔ اس پر آپ ہر دوسرے دن پچھلی ریکوسٹ ڈیلیٹ کر کے پھر بھیج دیتے ہیں‘ میں نہیں شو کرنا چاہتی اپنی دوستوں کے سامنے کہ یہ میرے کزن ہیں۔“ وہ اپنی ہی دھن میں بولے جارہی تھی اور شاید مزید بولتی رہتی کہ نور جہاں نے اس کی کہنی ہلا کر ہوش دلایا۔ شمو بھائی نے پہلے تو اس کی بات سنی پھر نور جہاں کے ایک ٹہوکے نے اسے خاموش کروایا تو وہ بڑے ہی تحمل سے بولے۔
”میں اگر اس طرح کی تصویریں کھنچواتا ہوں اور انہیں اپ لوڈ بھی کردیتا ہوں‘ تو صرف اس لیے کہ میں جیسا ہوں‘ جیسا نظر آتا ہوں اس پر مکمل مطمئن ہوں۔ میں اوروں کی طرح فوٹو اپ لوڈ کرنے سے پہلے دو دو گھنٹے ایڈیٹنگ نہیں کرتا‘ بغیر بستر کے بان کی چارپائی پر بیٹھا ہوتا ہوں تو وہی فوٹو اپ لوڈ کردیتا ہوں‘ میں کسی پر یہ شو نہیں کرنا چاہتا کہ مجھے تو بان کی چارپائی کا پتہ ہی نہیں۔ اگر کبھی اتفاقاً جھڑے ہوئے کنارے کے کپ میں چائے پیئوں تو فوٹو کھینچنے کے لیے نیا کپ نہیں لیتا بلکہ اسی میں فوٹو لگاتا ہوں۔ اپنے چھوٹے سے گھر کے صحن اور کمروں کی تصویریں بھی شوق سے لگاتا ہوں‘ گھر کی چھت پر چڑھ کر دوسروں کے گھروں کی تصویریں کھینچ کر کبھی نہیں لگائیں۔ اس لیے کہ میں جو ہوں اس پر ہی پُر اعتماد ہوں‘ فیس بک پر سب کے سامنے ململ نہیں چڑھا رکھا میں نے...... واحد ایک اکلوتا اکاؤنٹ ہے میرا۔ دوسروں کی طرح اپنی مدح سرائی یا حمایت کے لیے بہت سارے اکاؤنٹس نہیں بنا رکھے میں نے اور نہ ہی مجھے یہ سب کچھ کر کے دوسروں کو مطمئن کرنے کی ضرورت ہے...... میں اپنے آپ سے خود بہت مطمئن ہوں‘ میرے اطمینان کے لیے یہی کافی ہے۔“
شمو بھائی جنہیں اکثر اوقات نور جہاں کے سامنے ملکہ چلغوزا افلاسفر کہا کرتی تھی آج حیران تھی کہ وہ چلغوزا کہلائے جانے والے شمو بھائی تو خود اسے چھیل گئے تھے۔ باتوں باتوں میں ایسا آئینہ دکھا گئے تھے کہ وہ خود تو کچن سے نکل گئے مگر وقتی طور پر اسے بھی موبائل کا غم ایسا بھولا کہ نور جہاں سے بھی بات کیے بغیر چپ چاپ ٹرے میں پلیٹیں رکھنے لگی۔

☐......☐......☐

موبائل ذلفی چچا لے گئے تھے تو ترنم چاچی کو زندگی ادھوری لگنے لگی تھی۔ اماں بھی نہیں آپائی تھیں سو انہوں نے خود ہی بچوں کو کپڑے تبدیل کروائے‘ چیزیں سمیٹیں پہلے تو ایک دو مرتبہ موبائل کا خیال آیا لیکن پھر کاموں میں ایسی جتیں کہ کچھ یاد نہ رہا اور وہ جو پہلے فیس بک پر زیادہ وقت دینے کے باعث ہمیشہ ہی گھر کے معاملات میں افراتفری کا شکار نظر آتیں‘ آج صبح سے چونکہ موبائل پاس نہ تھا تو بڑے ہی سکون سے تمام کام سرانجام دیئے۔ بچوں کو نور جہاں لے گئی سو کام نمٹا کر وہ سو بھی گئیں اور نور جہاں بھوک کی وجہ سے منے کو لائی تو ہی جاگیں۔ دن کی روٹین میں یہ تبدیلی انہیں بہت خوش گوار محسوس ہورہی تھی۔ فیس بک کی یاد بھی گاہے بگاہے آتی مگر پھر بچوں میں مصروف ہو جاتیں‘ یوں بھی ذلفی چچا جاتے ہوئے پہلے ہی بتا گئے تھے کہ موبائل چند روز بعد ہی واپس ملے گا۔ اس لیے وہ صبح ہی صبر شکر کر چکی تھیں۔

☐......☐......☐

”شمو بھائی کہہ کر گئے ہیں کہ موبائل ٹھیک کروانے کی کوشش کریں گے‘ اگر نہ ہوا تو تجھے نیا لا دیں گے۔“ شمو بھائی اور ماموں کو جاتے ہوئے دروازے تک خدا حافظ کہہ کر نور جہاں نے کچن میں بیٹھی ملکہ کو بتایا۔
”نور جہاں اور اگر موبائل ٹھیک ہوگیا تو میرا تو فیس بک اکاؤنٹ بھی اوپن ہے انہوں نے کچھ دیکھ لیا تو......؟“ ملکہ کے

سر پر ایک نئی گھبراہٹ سوار تھی۔

"تو ایسا کیا ہے تیرے موبائل میں؟" نور جہاں نے ٹیڑھی آنکھوں سے دیکھا۔

"ویسا کچھ بھی نہیں ہے جیسا تو سمجھ رہی ہے...... سمجھی؟" وہ جھنجلاہٹ کا شکار تھی۔

"ایسا کچھ بھی ہو ہی کیوں کہ بندے کا رنگ پیلا پڑ جائے صرف اس خوف سے کہ کوئی دیکھ نہ لے...... اور شمو بھائی کے دیکھنے سے تو' تو بڑا ڈر رہی ہے' کبھی اسی طرح اللہ کے دیکھنے سے بھی ڈرتی تو آج مطمئن ہوتی۔ سوچ ذرا اگر تو لاگ ان ہی رہے اور اسی دوران اللہ کو پیاری ہو جائے تو گھر والے بعد میں تیری ساری پوسٹس' ان بوکس میں آئے اور گئے سب میسجز' الٹے سیدھے اچھے برے گروپس وغیرہ دیکھیں گے تو کیا سوچیں گے؟"

"ہزار دفعہ کہا ہے کہ یہ تبلیغی بیان اپنے پیج پر ہی لکھ کر قیامت تک کا ثواب حاصل کیا کر' میں نے پڑھنا ہوگا تو وہیں پڑھ لوں گی' یوں اٹھتے بیٹھتے گناہ گار نہ کیا کر مجھے۔" ملکہ کا منہ بن گیا۔

"میں تو صرف اس لیے گھبرا رہی تھی کہ فرینڈز میں جو بوائز ایڈ ہیں وہ ہیں تو سب شریف مگر پتہ نہیں وہ دیکھ کر کیا سمجھیں گے۔"

"ہاں وہ سب شریف ہیں تو شمو بھائی میں کیا تجھے عمران ہاشمی کا روپ نظر آتا ہے؟ جو ایڈ نہیں کرتیں' کم از کم ان لڑکوں سے تو اچھے ہیں جو لڑکیوں کے روپ میں ہمارے آس پاس کمنٹ کر رہے ہوتے ہیں۔ بندہ ان سے پوچھے کہ تمہارے ماں باپ نے کن منتوں مرادوں سے بیٹا مانگا تھا اور اب تم لوگ بیٹیاں بننے پر تلے ہوئے ہو...... ان سب دو نمبروں سے تو بہتر ہے ناں' یہ تو تجھے بھی ماننا پڑے گا۔" چائے کے برتن سمیٹ کر اب وہ دھونے لگی تھی کہ ان کے گھر ایک مرتبہ مہمان کے آنے پر چائے بنتی پھر کھانے کے بعد دوبارہ بھی بنا کرتی۔

"ہاں باتیں تو آج کافی ساری ٹھیک ہی کر کے گئے ہیں' میں بھی سوچ رہی ہوں کہ میں شاید دوسروں کو نہیں آج تک خود کو ہی دھوکہ دیتی آئی ہوں خود اپنی شناخت' حیثیت سے شرمندہ کیوں تھی؟ ان کی طرح مکمل اعتماد میرے اندر کیوں نہیں تھا؟"

"شکر ہے تو نے ان کی کسی بات کو مثبت طریقے سے محسوس کیا' ورنہ تو جو بندہ دل کو برا لگتا ہے ناں اس کی ساری اچھی باتیں بھی بری ہی لگتی ہیں۔"

"بس اللہ کرے وہ موبائل ٹھیک ہونے پر میرے فرینڈز نہ دیکھیں' ورنہ کیا سوچیں گے؟" بے چینی عروج پر تھی۔

"اچھا ہی ہے کہ نہ دیکھیں کیونکہ تو نے تو ان کو بھی ایڈ کر رکھا ہے جن کی آئی ڈی اور ڈی وی کی جنس دونوں ہی مشکوک ہوتی ہیں۔"

"بکواس نہ کر نور جہاں برتن دھو اور دعا کر بس......"

□......□......□

فیس بک سے دور ہوئے تیسرا دن تھا' نور جہاں نے بھی جان بوجھ کر اپنا موبائل غائب کر دیا تھا تا کہ ملکہ مانگ نہ سکے' ان تین دنوں میں ان دونوں نے اماں کے ساتھ بیٹھ کر ڈھیروں ڈھیر باتیں کی تھیں' چاچی بھی آج کل چونکہ موبائل کی جدائی سہہ رہی تھیں لہٰذا سامنے ہی گھر ہونے کا مکمل فائدہ اٹھاتے ہوئے بچوں سمیت وہیں بیٹھ کر دھوپ سینکا کرتی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ بھی ایک دوسرے سے' بہت ٹائم کے بعد ملی ہوں۔

ہنسی مذاق' قہقہے' باتیں تھیں کہ ختم ہونے کا نام نہ لیتیں' ملکہ جو اپنے سر درد اور آنکھوں کی تکلیف میں مبتلا تھی اب تو لگتا کہ کبھی یہ پرابلمز تھیں ہی نہیں۔ ترنم چاچی جو خواہ مخواہ ہی اٹھتے بیٹھتے کسی خود ترسی کا شکار ہو رہی تھیں' اب ان کی کیفیت بالکل مختلف تھی۔ شاید انہوں نے یہ بات سمجھ لی تھی کہ زمین پر رہتے ہوئے آسمان کو دیکھتے رہنے سے لگنے والی ٹھوکر پھر اسی زمین پر ہی گراتی ہے' اس لیے بہتر ہے کہ زمین پر رہ کر زمین والوں سے رشتہ مضبوط کیا جائے۔ آئے روز ذلفی چچا سے ہونے والی شکایتیں بھی تھمنے لگی تھیں جس کی ایک وجہ اگر فیس بک پر دوسروں کو دیکھ کر اپنا موازنہ نہ کرنے اور آہیں بھرنے سے دور رہنا تھا تو دوسری وجہ انہیں جاب ملنا بھی تھا۔

ملکہ کے دل میں البتہ رہ رہ کر فیس بک کی دوستوں کی یاد ضرور سر اٹھاتی۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی وال مس یو ٹائپ کی تصویروں اور پوسٹس سے بھری ہوگی اور پورا دن تو اسے ان باکس میں آئے میسجز کا جواب دیتے ہی لگ جائے گا۔ فی الحال تو وہ صرف اس بات پر خوش اور مطمئن بھی کہ اس کا فون اب ٹھیک کیے جانے کی پوزیشن میں نہیں ہے' کھولتے ہوئے پانی میں گرنے کے بعد اب وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو چکا تھا۔ اور وہ سوچ رہی تھی کہ جو ہوتا ہے اچھے کے لیے ہوتا ہے۔ موبائل تو ضائع ہوا ہی لیکن اتنے بہت عرصے کے بعد وہ یوں اماں کے قریب ہوئی تھی' ان کی باتوں کو مکمل اور سکون سے سن کر جواب دے رہی تھی۔ ایسا

سکون اور اطمینان تو جانے کتنے عرصے بعد ملا تھا۔

"ویسے نور جہاں! ایک بات تو طے ہے......" وہ سب دھوپ میں بیٹھ کر مالٹے کھا رہی تھیں۔ چاچی بھی موجود تھیں۔ نور جہاں منے کو تھوڑے سے نیم گرم پانی میں شہد ڈال کر فیڈر کے ذریعے پلا رہی تھی' ملکہ کی بات پر استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔

"فیس بک پر سب کچھ مل جاتا ہے ماں نہیں ملتی۔" محبت پاش نظروں سے اس نے اماں کو دیکھا جو چاچی کی کسی بات پر مسکرا رہی تھیں۔

"میں مسلسل دو' دو گھنٹے بھی ادھر ادھر کمنٹس کر کے کہیں لگاتی رہوں ناں لیکن یہ جو مزہ اماں کے پاس بیٹھ کر ان کی باتیں سننے میں ہے وہ کسی گروپ میں ہے' نہ پیج پر اور نہ ہی اپنی وال پر۔"

"سچ کہہ رہی ہے' ماں بھی راضی' من بھی اور مالک بھی۔" نور جہاں نے تائید کی اسی دوران دروازے کی گھنٹی بجا کر کنڈی نہ لگی ہونے کے باعث شمو بھائی ہاتھ میں لفافہ لیے آن حاضر ہوئے آج وہ ریڈ سوئٹر میں ملبوس تھے۔ اور اللہ کا شکر ہے کہ آج انہوں نے ریڈ جوتے نہیں میچ کیے تھے۔ وہ اس دن کے مقابلے میں کہیں بہتر لگ رہے تھے بلکہ ملکہ کا تو خیال تھا کہ انہیں آج کے ڈریس میں ایک سرکی نوٹو لگا ہی دینی چاہیے۔ اس دن کے بعد سے اٹھتے بیٹھتے نور جہاں کی طرف سے ہونے والی اس کی برین واشنگ کا اثر تھا یا ان کے ہاتھ میں پکڑے لفافے سے جھانکتا ڈبہ' پیک موبائل کے سیٹ کا پیکٹ۔ بہر حال جو بھی تھا اس نے مسکرا کر شمو بھائی کو دیکھا تو وہ اتنی ساری خواتین کی موجودگی میں جوابی وار سے محروم ہی رہے۔ کھسیا کر موبائل والا شاپر نور جہاں کو تھما کر ملکہ کو دینے کا اشارہ کیا۔

"آؤ بیٹا آؤ ناں بیٹھو۔ اکیلے آئے ہو کیا؟" اماں نے خوشی سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"نہیں ذلفی چچا بھی ساتھ ہی ہیں...... دراصل جس دکان سے میں نے موبائل لیا ہے ناں وہ بھی وہیں کھڑے تھے تو بولے اکھٹے چلتے ہیں۔" ان کی اس بات کے دوران ذلفی چچا بغیر دستک دیے اندر چلے آئے اور ترنم چاچی کو ان کا موبائل دے کر چیک کرنے کو کہا تو وہ سب سے پہلے فیس بک پر جا پہنچیں۔

"وہ ساری امیر و کبیر لڑکیاں جو تم نے اپنے پاس ایڈ کر رکھی تھیں ناں' جن کی آئے روز کی فوٹوز اور اسٹیٹس سے تم خود اپنے ماحول سے بیزار اور خود ترسی کا شکار ہونے لگی تھیں' میں نے ان کو ڈیلیٹ کر دیا ہے۔"

"اوہ گاڈ کس کس کو ڈیلیٹ کر دیا اور بھلا کیوں؟" چاچی نے فوراً اپنی فرینڈز لسٹ چیک کی۔

"اگر کسی بندے کے فیس بک پر درج روز مرہ کے معاملات سے آپ کسی بھی قسم کے کمپلیکس کا شکار ہو رہے ہیں تو کیا ضروری ہے کہ اسے اپنے دوستوں کی فہرست میں شامل رکھ کر خود کو ہر وقت جلنے اور کڑھنے دیا جائے' ویسے کیا زندگی میں ٹینشنز کچھ کم ہیں جو فیس بک پر بھی دوسروں کو دیکھ کر بندہ ٹینس رہے؟" وہ خاموشی سے باقی رہ جانے والی دوستوں کو دیکھ رہی تھیں' یوں بھی تین چار دن کے بعد فیس بک آن کرنے پر ویسے ہی کچھ لکھنے کا دل نہیں چاہ رہا تھا' سو دھیان ان کا مکمل طور پر ذلفی چچا کی جانب تھا۔

"فلاں کا شوہر اسے اتنا پیار کرتا ہے اور فلاں کا اتنا...... فیس بک کی والز ان کے پیار محبت کے اعتراف و اقرار سے بھری پڑی ہیں۔ اب آپا آپ ہی بتاؤ اگر کوئی بندہ فیس بک پر سب کے سامنے پیار کا اظہار نہیں کرتا' یا نہیں کر سکتا تو کیا اس صورت میں گھریلو تناؤ ہونا چاہیے؟ کیا میاں بیوی کا رشتہ اس قدر دکھاوا مانگتا ہے؟ جن کی تو نیچر ہی ایسی ہے وہ چاہے جو مرضی ایک دوسرے کے بارے میں لکھیں آخر میاں بیوی میں' میں غلط نہیں سمجھتا لیکن جو بے چارے ہماری طرح کے سیدھے سادے سے ہیں ان کی بیگمات کیوں محسوس کریں کہ اے کاش ہمارے ساتھ بھی اسی طرح کا اظہار محبت کیا جائے۔ یہی کاش میاں بیوی کے درمیان ذہنی طور پر فاصلہ پیدا کرتا ہے۔" اماں چونکیں اور فوراً ترنم چاچی کو دیکھا' صحیح معنوں میں فاصلہ ہونا اماں کو اب سمجھ آیا تھا۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں ذلفی چچا آپ۔" نور جہاں نے بب سے منے کا منہ صاف کیا' ترنم چاچی بھی شرمندہ شرمندہ سی تائید میں سر ہلاتے ہوئے سوچ رہی تھیں کہ واقعی ہر وقت فیس بک فرینڈز کی خوش باش پوسٹس سے موازنہ کرتے ہوئے وہ ذلفی چچا کے سامنے بہت چڑ چڑی رہنے لگی تھیں' وہ ٹائم جو انہیں اپنے ننھے بچوں کے ساتھ گزارنا چاہیے تھا وہ سارا وقت فیس بک پر ان دوستوں کی شاپنگ' لنچ اور ڈنر کی تصاویر دیکھنے اور کڑھنے میں گزار دیتیں جن سے کبھی ملنا تک نہیں تھا اور کچھ کے تو حقیقی ناموں سے بھی وہ واقف نہ تھیں۔

ادھر ملکہ نے موبائل ہاتھ میں لیتے ہی (پہلے سے چارجڈ اور انسٹالڈ) فیس بک آن کیا تو مایوسی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔

وال پر اس کا اپنا لکھا ہوا اسٹیٹس موجود تھا۔

جن دوستوں کی خاطر وہ ہر وقت اماں سے ڈانٹ کھایا کرتی تھی انہیں نظر انداز کرتی...... نور جہاں سے لڑتی' ان میں سے کسی ایک نے بھی اسے مس نہیں کیا تھا۔ اس کی وال پر کوئی ایسی پوسٹ موجود نہ تھی جو کسی دوست کی جانب سے کی گئی ہو اور جس میں کسی نے اس کے نہ ہونے کو شدت سے محسوس کیا ہو۔

گروپ اسی طرح چل رہا تھا' اس کے بغیر بھی کوئی کمی نہ تھی۔ ہر کوئی ایک دوسرے میں مصروف تھا۔ جن کو دکھانے کے لیے وہ گھر والے کپ کے بجائے اپنے جہیز کے کپ نکال لاتی' گوبھی آلو کے سالن کی فوٹو کرنے کے بجائے پزا اور کوک کی فوٹو لگاتی' ان میں سے کسی کو بھی اس کے آن لائن نہ ہونے پر کوئی فرق نہیں پڑا تھا' وہ جو سوچ رہی تھی کہ ان باکس کے میسجز کا جواب دینے میں ہی شاید بہت سارا وقت لگ جائے وہاں صرف اور صرف ایک میسج تھا۔ شمشاد اقبال کے نام سے!

ملکہ......!

امی کہتی ہیں اور یقیناً ٹھیک کہتی ہیں کہ اگر کوئی شخص اچھا لگے تو اس کی خامیاں نظر انداز خود بخود ہونے لگتی ہیں کیونکہ وہ دل کو اچھا جو لگتا ہے سو اس کی ہر بات بھی اچھی ٹھہری لیکن جو برا لگتا ہے اس کی ہر بات بری لگتی ہے ناں؟ جیسے شاید تمہیں میری باتیں بری لگتی ہوں گی' لیکن تم مجھے ایڈ نہیں کرنا چاہتی کوئی مسئلہ نہیں' میں نے اپنی ریکوئسٹ خود ہی ڈیلیٹ کردی ہے مگر ایک بات یاد رکھنا' اپنی ذات میں اعتماد پیدا کرنا سیکھو' کیونکہ مجھے ترس آتا ہے ان لوگوں پر جو صرف فیس بک پر شیئر کرنے کے لئے تصویروں پر اس حد تک محنت کرتے ہیں کہ بیک گراؤنڈ میں نظر آنے والا اپنا گھر تک Blurr کردیتے ہیں۔ ماں کے نام کی جذباتی پوسٹس لگا کر سینکڑوں لائکس حاصل کرنے والے خود ماں کے آگے اونچا بولتے اس کے کاموں میں نقص نکالتے اور اس سے باتیں کرنے کے بجائے فیس بک پر دوسروں سے باتیں کرنے کو ترجیح دیتے ہیں' اپنے اپنے فرقے کو درست ثابت کرنے کے لیے گھنٹہ گھنٹہ کمنٹ کرنے والے خود نماز پڑھنا بھول جاتے ہیں اور اکثر تو بے چارے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ کوئی لڑکی محبت سے کمنٹ یا ان باکس میں جواب دے دے تو شیروانی کا رنگ اور بچوں کے نام تک سوچ لیتے ہیں......! مجھے معلوم ہے کہ میں آج کل کے لڑکوں کی طرح ان تمام کاموں میں ایکسپرٹ نہیں ہوں' مجھے ڈریسنگ کا کوئی سینس نہیں ہے' لیکن بڑے چھوٹے سے بات کرنے کا طریقہ ہے' مجھ میں' اور ڈریسنگ کا کیا ہے امی جو بھی لائیں گی وہ اپنی مرضی سے ہی کروادے گی۔

کبھی تم بھی نظر آؤ

کبھی تم بھی نظر آؤ
یقین مانو صبح سے شام تک ہم کو
بہت سے لوگ ملتے ہیں
نگاہوں سے گزرتے ہیں
کوئی انداز تم جیسا
کوئی ہم نام تم جیسا
کسی کی آنکھیں تم جیسی
کسی کی باتیں تم جیسی
مگر تم ہی نہیں ملتے
یقین مانو بہت بے چین رہتے ہیں
بڑے بے تاب رہتے ہیں
دعا کو ہاتھ اٹھتے ہیں
دعا میں یہ ہی کہتے ہیں
لگی ہے بھیڑ لوگوں کی
مگر اس بھیڑ میں ہم کو
کبھی تم بھی نظر آؤ

انتخاب: جویریہ خان...... کراچی

مزاج یار کے رنگوں میں خود کو رنگنے کو
کھڑے ہیں ہم کہ کوئی حکم دلربا کا ملے

ملکہ نے پورا میسج پڑھنے کے بعد ہی نظر اٹھائی تھی' سب ایک زبان ہو کر سوشل میڈیا کے استعمال کی زیادتی سے قریبی تعلقات میں در آنے والے فاصلے کو زیر بحث لائے ہوئے تھے شمشاد کی نظر البتہ اسی کے تاثرات نوٹ کررہی تھی۔

دونوں کی نظریں لحہ بعد آپس میں ملی تھیں کہ ملکہ پھر سے موبائل پر مصروف ہوگئی' مگر اس دفعہ وہ خود سے شمشاد اقبال کو ریکوئیسٹ کررہی تھی' ساتھ ہی مسکراہٹ دباتے ہوئے اس نے نور جہاں کو کہنی سے ٹہوکا دے کر اپنے موبائل کی طرف متوجہ کیا۔

یہ معجزہ بھی محبت میں ہم نے دیکھا ہے
ہر حکم یار پہ یہ سر جھکا ہوا ہی ملے

جوابی شعر کے ساتھ اس نے میسج کا آغاز کیا تو تجسس کے

مارے خوشی سے مسکراہٹ چھپانے میں ناکام نور جہاں اس کے بالکل قریب ہوکر بیٹھ گئی۔

"اماں کے پیارے بھتیجے اور نور جہاں کے شمو بھائی......!"

فیس بک کا احسان مانیے کہ اسی کے توسط سے آپ کا پیغام میں نے پورا پڑھا ہے ورنہ تو شاید اتنی دیر تک آپ کی تبلیغ نما اصلاحی محبت مجھ پر کسی فیک آئی ڈی کی طرح اس دھڑلے سے آشکار نہیں ہوتی۔ آپ کی لکھی ہوئی ایک ایک بات میرے دل کو اسی طرح لگی ہے جیسے ٹیگ ہونے والوں کو آگ لگتی ہے لیکن کیا تھا اگر آپ اپنے میسج میں تبلیغ کے بجائے محبت پر دھیان دیتے اور یہ بھی آپ کی فیس بک سے دوری کا نتیجہ ہے ورنہ آپ کو معلوم ہوتا کہ آج کل میلا بے بی' میلا شونو' میلی پالی' شی جانی کہنے کا ٹرینڈ ہے شیروانی اور بچوں کے نام تک سوچ لینے والے لڑکے ہی آج کل ان ہیں آپ ان جیسے نہ بنیں مگران جیسوں کے دوست ضرور بن جائیں کیونکہ آپ جس قدر شریف' سادہ اور معصوم نظر آتے ہیں تو ایسے لڑکوں کو تو دیکھ کر ان کی ہونے والی بیویاں بھی بھائی صاحب کہہ دیتی ہیں۔ آپ نے اپنی ریکویسٹ خود ہی ڈیلیٹ کردی' ورنہ آپ کے بار بار ریکویسٹ بھیجنے پر میں آپ کا شمار ان جری جوانوں میں کرچکی تھی جو ہر لڑکی کو خوب تاک کر ریکویسٹ بھیجتے ہیں اور اتنی بار بھیجتے ہیں کہ اگر کبھی ریکویسٹ اگنور کرنے کے بعد دوبارہ نہ بھیجی جائے تو لڑکیاں خود ان کی ٹائم لائن پر لاسٹ پوسٹ چیک کرنے آتی ہیں کہ زندہ ہے یا فیس بک پر کسی وال پر کہیں بھڑک گیا۔" نور جہاں کی ہنسی اب قہقہے میں بدل رہی تھی سو اس نے دوپٹہ منہ پر رکھ لیا۔

اماں کے لیے یہ معمول کی بات تھی وہ دونوں پہلے بھی ایک دوسرے کے اکاؤنٹ دیکھ کر قہقہے لگایا کرتی تھیں' لہٰذا وہ سب اپنی ہی باتوں میں مصروف تھے۔ شمو بھائی بھی بظاہر ان سب کی گفتگو میں حصہ لے رہے تھے مگر ان کا پہلو بدلنا اور کن انکھیوں سے ان دونوں کو دیکھنا ملکہ سے پوشیدہ نہ تھا۔ وہ جانتی تھی کہ مسکراتے لبوں کے ساتھ ان کی آنکھوں کی خاموش زبان کے پیچھے کیا پیغام ہے۔

اور اب یہ جو آپ سب کے سامنے مجھے پوک کرنے کی ڈری سہمی حرکتیں کررہے ہیں تو مجھے ڈر ہے کہ جس طرح ہمارے ملک میں بجلی پیدا ہوتے ہی فوت ہوجاتی ہے اسی طرح میرے دل میں بھی آپ کی محبت کا اکاؤنٹ بنتے ہی بلاک نہ ہوجائے۔ لہٰذا آپ کی طرف سے دیئے گئے اس پہلے تحفے کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یاد دلادوں کہ چونکہ تحفے دینے سے محبت بڑھتی ہے اس لیے میرے دل میں اپنی محبت کے تیزی سے بڑھنے کے مکمل ذمہ دار آپ خود ہی ہوں گے کہ مجھے تحفے لینا بہت پسند ہے۔ اس لیے شیروانی کا رنگ بھی سوچ لیجیے اور......اور......وہ باقی سب بھی......" وہ جھجک ہی تو گئی تھی۔ اور ہاں جاتے جاتے آخری دو باتیں...... اول تو یہ کہ بیٹھنے کے دوران کمر کو آدھی روٹی کی شکل دینے والے مرد مجھے بالکل اچھے نہیں لگتے اس لیے سیدھا بیٹھا کریں' اور دوسری یہ کہ ریڈ سوئیٹر کے ساتھ بلیک پینٹ' اور بلیک مفلر میں آپ بالکل "کچھ کچھ ہوتا ہے" والے شاہ رخ خان لگ رہے ہیں۔ (اللہ اس جھوٹ پر مجھے معاف کرے)

مامی کی ہونے والی اکلوتی بہو
ملکہ......!

ملکہ نے مسکراتے ہوئے میسج سینڈ کیا تو نور جہاں نے خوشی سے اسے گلے سے لگالیا۔ ملکہ نے اس حقیقت کو سمجھ لیا تھا کہ دور رہنے والوں کو قریب کرنے کی کوشش اور خواہش میں قریب رہنے والوں کو دور کردینا کوئی دانش مندی نہیں ہے۔ فیس بک کا استعمال ضرور ہو لیکن اپنی ذات پر مکمل اعتماد اور اس اطمینان کے ساتھ کہ کہیں فیس بک پر گزارے گئے وقت کے دوران ہمارے اپنے تو ہم سے بات کرنے کو ترستے نہیں رہ گئے؟ اور کہیں ہم روزمرہ کے دینی فرائض کا وقت مختصر کرکے تو اسے نہیں دے رہے؟

نور جہاں کے شمو بھائی نے دونوں کو مسکراتے ہوئے سرگوشیاں کرتے دیکھا تو خوامخواہ ہی مسکرانے لگے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ اب وہ دونوں ان کی عنقریب آنے والی سال گرہ منانے کا پروگرام بنارہی تھیں اور نور جہاں ان دونوں کو سرپرائز دینے کے موڈ میں تھی اور چاہتی تھی کہ بڑوں کے ساتھ مل کر ایسی سال گرہ منائی جائے جس میں گفٹ شمو بھائی دیں' وہ بھی ملکہ کو منگنی کی انگوٹھی کی صورت میں۔

ٹوٹا ہوا تارا
سمیرا شریف طور
READING
Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

شب ڈھل گئی تو یادوں کے مضراب بھی تھک گئے
جتنے بھی تھے نقوش تہہ آپ تھک گئے
تھی اس قدر عجیب مسافت کہ کچھ نہ پوچھ
آنکھیں ابھی سفر میں تھیں کہ خواب تھک گئے

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

ہمایوں کے آدمی سکندر کو مار کر نہر میں پھینکنے کے بعد فرار ہو جاتے ہیں وہاں موجود چند لوگوں کی بدولت نہ صرف سکندر کی جان بچ جاتی ہے بلکہ وہ اسے اور رابعہ کو گاؤں کے مولوی صاحب کے پاس علاج کے لیے لے آتے ہیں۔ رابعہ کی ذمہ داری مولوی صاحب کی بیٹی ثریا سنبھال لیتی ہے، طویل عرصے کے علاج کے بعد سکندر ٹھیک ہو جاتا ہے اور مولوی صاحب کی زبانی یہ جان کر کہ اس کا گھر اور بیوی بچے سب ختم ہو گئے ہیں ایک بار پھر ٹوٹ جاتا ہے اپنی بیٹی کو دیکھ کر سکندر حیران ہوتا ہے اور پھر ہمایوں سے بدلہ لینے کی خاطر وہ شہر آتا ہے تو اس کے علم میں آتا ہے کہ وہ یہ ملک چھوڑ گیا ہے۔ سکندر دل برداشتہ ہو کر فیضان کے روپ میں امریکا چلا آجاتا ہے لیکن وہاں کی پولیس ضیاء اور وقار والے کیس میں اسے بھی حراست میں لے لیتی ہے جبکہ ضیاء اور وقار کا اسے کچھ پتا نہیں ہوتا۔ طویل عرصے کی محنت کے بعد وہ اپنے وطن واپس لوٹتا ہے لیکن مولوی صاحب اور رابعہ گاؤں سے شہر منتقل ہو جاتے ہیں۔ فیضان نے مولوی صاحب سے رابعہ کی بابت استفسار کرتا ہے جبکہ ثریا رابعہ کے حق سے دستبردار ہونے سے انکاری کر دیتی ہے دوسری طرف رابعہ بھی ثریا کو اپنی ماں سمجھنے لگتی ہے اور ولدیت کے کوائف میں بھی سہیل کے باپ کا نام درج ہوتا ہے۔ ایسے میں فیضان مولوی صاحب کی تمام ذمہ داریاں خود سنبھال لیتا ہے۔ جبکہ رابعہ بھی اسے فیضان ماموں کہہ کر ہی مخاطب کرتی ہے اور تمام حقیقت سے بے خبر ہوتی ہے۔ تابندہ بی کے روپ میں افشاں کو دیکھ کر صبوحی بیگم حیران رہ جاتی ہیں ماضی کے متعلق جان کر انہیں بے حد افسوس ہوتا ہے روشانے بھی اپنی ماں کی صورت میں انہیں دیکھ کر ششدر رہ جاتی ہے تابندہ بی عیسیٰ اور ضیاء صاحب کے متعلق جاننا چاہتی ہیں ایسے میں صبوحی ان سب کو لانے کا وعدہ کرتی ہیں۔ صبوحی بیگم گھر پہنچ کر سب کو افشاں سے ملنے کا بتا کر حیران کر دیتی ہیں۔ ایسے میں ضیاء صاحب کی حالت بگڑنے لگتی ہے ماضی کے تمام دکھ ایک بار پھر سے سامنے آجاتے ہیں۔ جبکہ ولید اس بات سے آگاہ ہوتا ہے کہ وہ ضیاء صاحب کی سگی اولاد نہیں لیکن ان کی محبتوں کے آگے وہ اس تلخ حقیقت کو فراموش کر دیتا ہے، اسے اپنے ماضی کے بہت سے تلخ حقائق آج بھی یاد ہوتے ہیں کہ کس طرح اس کا گھر جلایا گیا اور یہی وجہ تھی کہ پاکستان پہنچنے کے بعد وہ عبدالقیوم کی جانب ایک خاص مقصد کے تحت بڑھتا ہے۔ تابندہ بی بابا صاحب کے سامنے تمام حقیقت کا اعتراف کر لیتی ہیں کہ شہوار دراصل سکندر کی بیٹی اور ان کی پوتی ہے لیکن بابا صاحب کی دوسری شادی کے متعلق یہاں کسی کو علم نہ تھا لہٰذا تابندہ بی نے بھی مصلحت کے تحت اتنے برسوں سے خاموشی اختیار رکھتی ہیں۔ دوسری طرف بابا صاحب تابندہ بی سے عیسیٰ کی بابت استفسار کرتے ہیں اور صبوحی کے ہمراہ اپنے پوتے کو ولید کی صورت میں دیکھ کر شرمندگی سے دوچار ہو جاتے ہیں۔ جبکہ دیگر گھر والوں کے لیے یہ سب باتیں نہایت حیران کن ہوتی ہیں لیکن مصطفیٰ بہت سی باتوں سے آگاہ ہوتا ہے۔ ایاز کی بھیانک موت اہل خانہ اور دیگر لوگوں کے لیے باعث عبرت بن جاتی ہے ان کڑے حالات میں بھی عبدالقیوم فرار رہتا ہے جبکہ مصطفیٰ اور اس کے آدمیوں کی تلاش جاری رہتی ہے امجد خان کی زبانی مصطفیٰ یہ جان کر دنگ رہ جاتا ہے کہ ایاز کے ساتھ اس کے اپنے گھر کا فرد ملا ہوا ہے۔ شہوار ان تمام حالات سے بے خبر اپنے نقصان پر غم کرتی ہے ایسے میں مصطفیٰ اس کی

ڈھارس بندھاتا اسے زندگی کی نئی خوشیوں کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

(اب آگے پڑھیں)

❁......❁......❁

بابا صاحب نے سب کو حقیقت بتادی تھی۔ ان کی ساری اولاد ماسوائے بڑے بیٹے کے ان کے پاس تھی ان کا دوسرا بیٹا بھی آ گیا تھا انہوں نے سب کے سامنے اپنے برسوں پہلے اٹھائے گئے اقدام کا اقرار کرلیا تھا' سب گم صم اور حیرت زدہ تھے۔

''بابا صاحب! کاش آپ نے ہمیں یہ سب پہلے بتادیا ہوتا تو ہم خود اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھاتے۔ ہم سب آپ کی اولاد ہیں ہم اتنے تنگ نظر نہیں کہ ایک جیتے جاگتے وجود کی حقیقت سے منہ موڑ لیتے۔'' سب سے پہلے شاہزیب صاحب نے کہا' بابا صاحب کا سر ندامت سے جھک گیا تھا۔

''ماضی میں جو بھی ہوا ہو لیکن اب سوال دو انسانوں کی زندگی اور بقا کا ہے۔ بابا صاحب ہم سب کا فیصلہ ہے آپ ماضی پر پچھتانے کی بجائے اسے سدھار لیں۔ ہم سب شہوار اور اس کے بھائی کو خاندان کا فرد مانتے ہیں اسی طرح جس طرح مصطفیٰ یا عباس آپ کی نسل کہلاتے ہیں۔'' بہت سوچ کے بعد محسن نے بھی لب کشائی کی اور بابا صاحب رو پڑے۔

پھر دونوں بہنوں اور مہر النساء بیگم نے بھی تائید کی تو بابا صاحب کو لگا کہ جیسے وہ طویل عرصے بعد ایک بار پھر زندہ ہوگئے ہوں۔ ان کے بیٹے کو مرنے کے بعد ہی سہی اس کا جائز مقام مل گیا تھا۔ وہ اپنی اولاد کے ایک دم مشکور ہوئے تھے جنہوں نے کھلے دل کا مظاہرہ کرتے ان پر لعن طعن کرنے کی بجائے ان کو سمجھنے کی کوشش کی تھی۔

اگلے دن شہوار گھر آ گئی تھی' وہ اب کافی بہتر محسوس کررہی تھی سبھی اس کا بھرپور خیال رکھ رہے تھے خصوصاً مصطفیٰ' دو تین دن ایسے ہی گزر گئے تھے۔ مصطفیٰ اس دن گھر لوٹا تو عجیب سی کیفیت میں تھا۔

''دریہ کہاں ہے؟'' مصطفیٰ کا انداز بہت عجیب سا تھا مہر النساء بیگم نے چونک کر اسے دیکھا۔

''کیوں خیریت؟'' وہ زہرہ کے ساتھ کوئی بات کرتے پریشان ہوئیں۔

''وہ ہے کدھر؟'' مصطفیٰ نے پھر پوچھا۔ چہرے پر شدید غم وغصے کی کیفیت تھی۔

''اپنے کمرے میں ہے۔'' مصطفیٰ تیزی سے اس کے کمرے کی طرف بڑھا' زہرہ بھی حیران ہوئی تھیں۔ مہر النساء بیگم نے الجھ کر انہیں دیکھا۔

''پتا نہیں کیا بات ہے؟''

''میں آتی ہوں ذرا۔'' وہ زہرہ کو کہہ کر خود بھی مصطفیٰ کے پیچھے لپکی۔ مصطفیٰ کمرے میں پہنچا تو دریہ بستر پر لیٹی کوئی میگزین دیکھ رہی تھی۔ مصطفیٰ کو آتے دیکھ کر ایک دم اٹھی۔

''تمہارا موبائل کہاں ہے؟'' اس نے چھوٹتے ہی پوچھا' دریہ ایک دم الجھی۔

''کیوں؟''

''زیادہ سوال وجواب کی ضرورت نہیں' جو کہہ رہا ہوں وہ بتاؤ۔'' وہ بہت غصے میں تھا۔ مہر النساء بیگم بھی کمرے میں آ گئیں تھیں۔

''کیا بات ہے مصطفیٰ؟'' مصطفیٰ نے بہت سنجیدگی سے ماں کو دیکھا۔

کچھ دیر پہلے امجد خان نے اسے ایاز کے ساتھ ہونے والی کالز کی تمام تفصیلات فراہم کی تھیں اور اس کے بعد سے وہ سخت حیران اور پریشان تھا اور اس وقت غم وغصے سے اس کا برا حال تھا۔

''ماں کچھ مت پوچھیں یہ لڑکی کیا کچھ کرچکی ہے۔'' مصطفیٰ ایک دم پھٹا۔ مہر النساء بیگم نے حیران ہوکر اسے دیکھا' دریہ بھی اپنی جگہ چور سی بن گئی تھی۔ ایاز والے حادثے کے بعد تو وہ خاصی گم صم اور کمرہ نشین ہوگئی تھی۔ ایاز کی موت اور شہوار کے ساتھ ہونے والے حادثے پر بھی وہ خاموش رہی تھی بلکہ اپنا موبائل تک بند کیے وہ خود کو محفوظ کرچکی تھی لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ ایاز کا ساتھ دے کر وہ کتنی بڑی اور سنگین غلطی کرچکی ہے۔

''کیا کیا ہے میں نے؟'' وہ بھی ایک دم غصے سے بولی' مہر النساء بیگم نے دونوں کو دیکھا۔

"مجھے بتاؤ مصطفیٰ کیا ہوا ہے میں بات کرتی ہوں۔" انہوں نے دونوں کے درمیان آ کر کہا تو مصطفیٰ نے بہت تلخی سے دریہ کو دیکھا۔ تبھی زہرہ بیگم بھی وہیں چلی آئی تھیں ان کے ساتھ شاہزیب بھی تھے جو آج خلاف معمول گھر پر ہی تھے۔
"کیا بات ہے مصطفیٰ! ہم سے کہو ہم دیکھتے ہیں؟" شاہزیب صاحب درمیان میں آئے۔
"بابا یہ ایاز کے ساتھ ملی ہوئی ہے اس نے ایاز کے ساتھ مل کر شہوار کو کڈنیپ کروانے میں مدد کی۔" دریہ کا رنگ ایک دم اڑا تھا' باقی لوگ بھی ساکت رہ گئے تھے۔ وہ تو اپنی طرف سے موبائل بند کر کے سمجھی تھی کہ وہ سب ثبوت ختم کر چکی ہے ایاز مر چکا ہے اور اس کے خلاف ہر ثبوت بھی ختم ہو چکا ہے۔
"جھوٹ بولتا ہے یہ؟"
"شٹ اپ۔" مصطفیٰ نے ایک دم کھینچ کر اسے تھپڑ مارا۔ وہ لہرا کر بستر پر گری تھی۔
"مصطفیٰ......" مہر النساء بیگم تو دہل گئی تھیں۔
"مصطفیٰ! تمہیں غلط فہمی ہوئی ہوگی۔" زہرہ نے بھی کہنا چاہا جبکہ دریہ بستر پر گر کر سہم گئی تھی۔
"مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی' میرے پاس تمام ثبوت موجود ہیں یہ اس کے ایاز سے لنک تھے۔ موبائل پر رابطہ تھا اس کا اور اس نے سب کچھ پلاننگ کے ساتھ کیا بے شک امجد خان سے پوچھ لیں۔ میرا جی چاہ رہا ہے کہ میں اسے شوٹ کر دوں' اتنی گھٹیا لڑکی ہمارے خاندان کا حصہ ہے آئی ہیٹ ہر۔" وہ چیخ رہا تھا۔ شاہزیب صاحب بے یقین تھے۔ دریہ اپنی جگہ ساکت سی ہو گئی اس کے چہرے کا رنگ بالکل زرد پڑ گیا تھا۔
"میں نے کچھ نہیں کیا۔" وہ منمنائی۔
"بکواس نہیں کرو' میں تمہیں حوالات میں بند کر دوں گا۔ تم ایک کرمنل ہو اور میں تمہارا یہ جرم کبھی معاف کرنے والا نہیں اگر تم میری تایا زاد نہ ہوتیں تو اب تک میری لیڈی پولیس تمہارا حشر نشر کر چکی ہوتی۔" مصطفیٰ کے لب و لہجے میں کسی بھی قسم کی کوئی رعایت نہیں تھی۔ شاہزیب صاحب نے ہاتھ اٹھا کر مصطفیٰ کو ٹھنڈا کرنا چاہا۔
"جو بھی بات ہے مجھے آرام و سکون سے بتاؤ میں دیکھتا ہوں کیا ہوا ہے؟" مصطفیٰ نے کینہ توز نظروں سے دریہ کو دیکھا اور پھر اس نے اپنی پاکٹ میں رکھے ہوئے چند صفحات نکال کر شاہزیب صاحب کو تھما دیئے اور ساتھ ساتھ تمام صورت حال سے آگاہ کیا۔
دریہ سب کے سامنے یوں پول کھل جانے پر فق چہرہ لیے بہت خوف زدہ تھی اس کی ساری تیزی و طراری کہیں جا سوئی تھی۔ اسے اپنے دفاع کے لیے کوئی نقطہ نہ سوجھ رہا تھا' وہ بالکل گونگی ہو گئی تھی۔ مہر النساء بیگم اور زہرہ دونوں نے اسے بہت نفرت سے دیکھا تھا۔
"جو یہ کر چکی ہے دل تو چاہ رہا ہے کہ سیدھا اسے پولیس کے حوالے کر دوں بابا جان میں اسے معاف نہیں کروں گا۔ اس نے ہمارے ساتھ ہمارے گھر میں رہتے ایک بہت بڑا گیم کھیلا' میں اسے قطعی معاف نہیں کروں گا۔" مصطفیٰ کا مارے ضبط کے برا حال تھا۔ شاہزیب صاحب نے ہاتھ اٹھا کر مصطفیٰ کو خاموش ہو جانے کا اشارہ کیا۔
"دل تو ہمارا بھی بہت دکھ رہا ہے کاش یہ بچی ہمارے خاندان کا حصہ نہ ہوتی۔ تم نے ہمیں بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے لڑکی!" شاہزیب صاحب نے بہت دکھ سے دریہ کو دیکھا۔
"ہم تمہارے بارے میں نجانے کیا کیا سوچتے رہے لیکن تم نے...... ہمیں افسوس ہو رہا ہے تمہاری تربیت پر اور تمہاری سوچ پر۔" دریہ کی تو وہ حالت تھی کہ گویا ابھی زمین شق ہو اور وہ اس میں گڑ جائے۔ زہرہ اور مہر النساء بیگم نے بہت تاسف سے اسے دیکھا۔ زہرہ کو تو وہ ویسے بھی پسند نہ تھی اب تو دل میں اس کے خلاف مزید غبار بھر گیا تھا۔
"ہماری بچی کوئی ایسی حرکت کرتی تو زندہ زمین میں گاڑھ دیتے۔ ہم نے بھی بچیوں کو گھر سے باہر نکالا ہے' تربیت کی ہے لیکن ہماری تو کوئی بچی ایسی منہ زور نہ ہوئی تھی۔ ایسی بھی کیا دشمنی کہ اپنوں کو ہی کھانا شروع کر دیا۔" زہرہ پھپو کے لہجے میں غم و غصہ اور بدگمانی بھی کچھ تھا۔
"کیوں کیا تم نے ایسا؟" مہر النساء بیگم پوچھ رہی تھیں اور دریہ سر جھکائے بالکل ساکت تھی۔

غزل

ہر بار مجھے زخم جدائی نہ دیا کر
گر میرا نہیں ہے تو دکھائی نہ دیا کر
سچ جھوٹ تیری آنکھ سے ہوجاتا ہے ظاہر
قسمیں نہ اٹھا اتنی صفائی نہ دیا کر
توفیق نہیں گر تجھے وعدہ نبھانے کی
اوروں کو بھی تو درس وفا نہ دیا کر
اڑ جائیں تو پھر لوٹ کے کب آتے ہیں
ہر بار پرندوں کو رہائی نہ دیا کر
معلوم ہے تو رہتا ہے مجھ سے گریزاں
پاس آکے محبت کی دہائی نہ دیا کر

سیدہ لوبا سجاد...... کہروڑ پکا

"ہمیں جس پی سی او سے ایاز کے ٹھکانے کی اطلاع ملی تھی ہم نے وہاں سے بھی معلومات لی تھیں تو معلوم ہوا تھا کہ اطلاع دینے والی کوئی لڑکی تھی تب میں نے سوچا تھا کہ شاید ایاز کی کوئی ساتھی ہو لیکن مجھے گمان نہ تھا کہ یہ دریہ ہوگی۔ مجھے چوکیدار نے سب بتایا تھا کہ اس دن دریہ کس لباس میں کس حلیے میں اور کس قدر پریشان گھر سے نکلی تھی اور اس سے پی سی او کا ایڈریس پوچھا تب بھی میں نے دھیان نہیں دیا تھا۔ میرے گمان میں نہیں تھا کہ وہ اطلاع دینے والی لڑکی یہ دریہ ہوگی جبکہ پی سی او والے کی فراہم کردہ معلومات اور چوکیدار کی باتوں میں ذرا برابر بھی فرق نہ تھا لیکن امجد خان نے جب بتایا کہ ایاز کے نمبر سے ہمارے گھر کے نمبر پر کال کی جاتی رہی ہیں تو میں چونکا اور پھر وائس ریکارڈ نے سب بتا دیا۔ ہمارے پاس ایک ایک کال کا ریکارڈ موجود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ دریہ نے یہ سب کیوں اور کس لیے کیا۔" مصطفیٰ کے الفاظ پر شاہزیب صاحب نے بہت دکھ سے دریہ کو دیکھا۔

"تم ہمیں سب بتاؤ لڑکی ورنہ ہم مصطفیٰ کو اجازت دے دیں گے کہ وہ تمہیں اپنے ساتھ پولیس اسٹیشن لے جائے۔" ان کے انداز میں بہت سنجیدگی تھی۔ دریہ تھر تھر کانپنے لگی۔

"پلیز انکل! ایسا مت کریں۔" وہ رو دی لیکن وہاں موجود کسی بھی شخص کو اس پر رحم نہیں آیا' سبھی نے تنفر اور بے حسی سے اسے دیکھا تھا۔ دریہ روتے ہوئے وہ سب بتا رہی تھی جو وہ کر چکی تھی سب کچھ ہر بات' اپنی نفرت' شہوار سے الجھنا' ایاز کو دیکھنا' اس سے نمبر لینا' شہوار کو تباہ کرنے کا پلان سب کچھ...... اور پھر شہوار کے اغواء تک کی کہانی' سبھی بہت سنجیدگی سے اسے سن رہے تھے۔

"اسے کمرے میں بند رہنے دو اس کے والد سے ہم بات کرتے ہیں اور پھر اس کے بعد ہم فیصلہ کریں گے کہ اس کے ساتھ کیا کرنا ہے۔" سب کچھ سننے کے بعد شاہزیب صاحب نے کہا' مصطفیٰ نے بہت نفرت سے پھوٹ پھوٹ کر روتی دریہ کو دیکھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس کے وجود کا حشر نشر کر دے اور اسے الٹا لٹکا دے وہ بڑی مشکل سے خود پر ضبط کرتا کمرے سے نکلا تھا۔

❀......❀......❀

ہادیہ کے والد نے ابوبکر کو گھر انوائٹ کیا تھا' ابوبکر نکاح کے بعد ویسے تو ہادیہ سے ملتا تھا لیکن ایک داماد کی حیثیت سے کم ہی ان کے گھر جانا ہوتا تھا۔ ابوبکر کے علاوہ انہوں نے رابعہ کی پوری فیملی کو بھی انوائٹ کیا تھا۔ وہ لوگ وہاں پہنچے تو علم ہوا اس ڈنر میں ہادیہ کے والد صاحب نے ان لوگوں کے علاوہ چند اور قریبی رشتہ داروں کو بھی انوائٹ کیا تھا۔ مردوں کا انتظام ڈرائنگ روم میں جبکہ خواتین کی سیٹنگ ارینجمنٹ اندرونی ہال میں کی گئی تھی۔ ہادیہ کے والد ابوبکر کو اپنے خاندان سے متعارف کروانا چاہتے تھے۔ ابوبکر اب کافی حد تک سیٹل ہو چکا تھا سو ایک مقصد سب کا مل بیٹھ کر شادی کی ڈیٹ فکس کرنا بھی تھا۔ عباس صاحب بھی انوائٹڈ تھے وہ آج کافی دن بعد گھریلو جھمیلوں اور ہاسپٹلز کے چکروں سے فارغ ہو کر یہاں آئے تھے۔ ابوبکر' سہیل اور فیضان صاحب سے مل کر ذہنی

طور پر خود کو کافی فریش محسوس کیا تھا۔
ہادیہ کے گھر والوں نے استانی جی کو بھی بلا رکھا تھا وہ اکثر ہادیہ کے گھر والوں سے ملتی رہتی تھیں۔ ہادیہ نے بطور خاص رابعہ بھابی اور ثریا بیگم کو ان سے ملوایا تھا۔ ثریا بیگم بہت جلد ہادیہ کی آپی سے گھل مل گئی تھیں۔
گفتگو کے دوران ثریا بیگم نے کئی بار نوٹ کیا کہ ہادیہ کی آپی جان کی نگاہیں کئی بار بطور خاص رابعہ کی طرف اٹھی ہیں۔ انہوں نے ثریا بیگم سے رابعہ کے بارے میں کافی تفصیلی بات چیت کی تھی۔ رابعہ کے والد وغیرہ وہ کافی کرید کرید کر سوال کرتی رہی تھیں اور ثریا بیگم کچھ دیر بعد ایک دم سنجیدہ ہوگئی تھیں جبکہ آپی جان اُلجھی اُلجھی سی تھیں۔ کھانے کا دور چلا تو ہادیہ کی آپی جان نے کھانا کمرے میں ہی کھایا تھا جبکہ باقی تمام خواتین اس جگہ آ گئی تھیں جہاں مردوں و عورتوں کے لیے علیحدہ علیحدہ انتظام تھا۔
رابعہ ہادیہ کے ساتھ ہی کمرے میں کھانا کھا رہی تھی جہاں ہادیہ کے علاوہ اس کی آپی جان اور ساتھ ان کی خالہ بھی تھیں۔ کھانا خوش گوار ماحول میں کھایا گیا تھا۔ کھانے کے بعد مرد حضرات کے درمیان شادی کی ڈیٹ فائنل کرنے کی بات چیت شروع ہو چکی تھی سب کی متفقہ رائے کے تحت اگلے ماہ کی کوئی تاریخ طے پائی تھی۔ تقریب کافی خوش گوار رہی تھی۔ سبھی مہمان جانے لگے تو وہ لوگ بھی ہادیہ کے والدین سے اجازت لے کر باہر نکل آئے تھے۔ ابوبکر نے اپنی گاڑی میں ان کو گھر چھوڑنے کی ذمہ داری لی تھی۔ فیضان صاحب ہادیہ کے والد سے الوداعی کلمات ادا کر رہے تھے جب کہ وہ تینوں خواتین ابوبکر کی گاڑی کی طرف آ گئی تھیں۔ گیٹ سے نکلتا عباس ان کو دیکھ کر ان کی طرف چلا آیا تھا اس نے سلام دعا کی۔ ثریا نے کافی خوش دلی سے اس کے سلام کا جواب دیا۔
''آپ ہماری طرف آئیے نا؟'' رابعہ کو دیکھ کر اس نے کہا۔
''ارادہ تو ہمارا ہے لیکن تمہاری طرف سے ابھی تک بلایا نہیں گیا۔''
''جی ہمارے گھر میں کچھ مصروفیات تھیں جس کی وجہ سے سبھی بزی تھے' ان شاء اللہ ماں جی ایک دو دن میں آپ کو کال کریں گی۔ اللہ سب کچھ خیر خیریت سے کرے۔'' عباس مسکرایا۔ ابوبکر بھی وہیں آ گیا تھا اور فیضان صاحب بھی۔ چند منٹ ان سے بات کی' عباس نے پھر وہ سب عباس سے اجازت لے کر ابوبکر کے ساتھ رخصت ہو گئے تھے۔
فیضان صاحب کا انداز آج بھی سنجیدہ تھا۔ عباس کو نجانے کیوں آج ان سے مل کر عجیب سی کیفیت نے آ لیا تھا۔ وہ ابھی ادھیڑ بن میں کھڑا تھا کہ ہادیہ خالہ بی کا ہاتھ تھامے اپنی آپی کے ساتھ آتی دکھائی دی' عباس نے ان کو دیکھا۔
''تم ٹینشن نہ لو ہم لوگ چلی جائیں گی۔'' بڑی سی چادر میں لپٹی چہرے پر چادر ڈالے اس خاتون نے کہا۔
''آپ ڈرائیور کا ویٹ کرلیں' کچھ مہمانوں کو ڈراپ کرنے گیا ہے' بس آتا ہی ہوگا۔''
''نہیں بیٹا پھر زیادہ دیر ہو جائے گی۔'' آپی جان نے منع کیا' عباس اپنی گاڑی میں بیٹھ رہا تھا جب ہادیہ نے کچھ سوچتے ایک دم سے پکارا۔
''ایکسکیوزمی سر!'' عباس رک گیا' اس نے پلٹ کر ہادیہ کو دیکھا جو اس کے قریب آ گئی تھی۔
''یہ میری ٹیچر ہیں آپ جس روٹ سے گزر کر گھر جائیں گے اسی طرف ان کا گھر ہے۔ اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو پلیز ان کو ڈراپ کر دیں گے ڈرائیور کچھ اور مہمانوں کو چھوڑنے گیا ہوا ہے۔'' عباس نے ان دونوں خواتین کی طرف دیکھا اور پھر ہادیہ کو جو منتظر سی کھڑی تھیں' عباس نے سر ہلا دیا۔
''اوکے۔'' ہادیہ ایک دم خوش ہو گئی تھی۔ وہ ان دونوں کو لے کر پچھلی سیٹ کی طرف بڑھیں۔
''آپ بالکل ٹینشن نہ لیں بالکل ایزی ہو کر جائیں۔'' آپی جان نے سر ہلا لیا' سارا رستہ خاموشی رہی تھی۔ دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھیں' خالہ بی نے بس عباس کو ایک دو بار پوچھنے پر ایڈریس بتایا تھا ان لوگوں کا گھر عباس کے روٹ پر تھا لیکن علاقہ قدرے ہٹ کر کافی پرانی رہائشی کالونی تھی' گھر بھی اسی نوعیت کا تھا۔ عباس نے ان دونوں کو ان کے گھر کے سامنے اتارا تھا۔
''جیتے رہو خوش رہو۔'' خالہ بی نے گاڑی سے اترنے سے پہلے عباس کے کندھے پر ہاتھ پھیرتے محبت سے کہا تھا۔
''آئیں آپ کو چائے پلاتے ہیں۔'' آپی جان نے پر خلوص انداز میں آفر کی۔
''نہیں شکریہ! کافی دیر ہو گئی ہے۔'' آپی جان نے محض سر ہلایا تھا۔ وہ دونوں اتر گئی تھیں۔ خالہ بی نے گھر کا دروازہ کھولا تب

عباس نے گاڑی اسٹارٹ کی تھی۔

❁......❁......❁

ثریا بیگم جب سے ہادیہ کے گھر سے لوٹی تھیں کچھ الجھی الجھی سی تھیں۔ انہوں نے آ کر عشاء کی نماز پڑھی اور پھر گم صم ہوگئی تھیں نیند کوسوں دور تھی۔ وہ کمرے سے نکلیں تو فیضان صاحب واش روم سے نکل کر بیٹھک کی طرف بڑھ رہے تھے انہیں دیکھ کر رک گئے۔

''سوئیں نہیں آپ ابھی تک؟'' انہوں نے حیران ہو کر پوچھا۔

''ہاں بس نیند نہیں آ رہی۔'' انداز الجھا الجھا سا تھا۔

''کیوں خیریت؟''

''بس ویسے ہی۔'' وہ پریشان تھیں۔ فیضان صاحب نے محسوس کیا کہ جیسے وہ کچھ کہنا چاہتی ہو۔

''ادھر آ جائیں۔'' وہ ان کو لے کر بیٹھک کی طرف آ گئے۔ وہ ایک طرف بیٹھیں تو فیضان صاحب خود بستر کے کنارے ٹک گئے۔

''اب بتائیں کیا بات ہے؟''

''میں بہت پریشان ہوں فیضان!'' انہوں نے بے چارگی سے کہا۔

''کیوں...... کیا ہوا؟'' وہ حیران ہوئے۔

''میں سوچ رہی ہوں کہ اب رابعہ کی شادی کر رہے ہیں' اتنے بڑے لوگ ہیں وہ ہم ہمیشہ کے لیے تو نہیں چھپا سکتے کہ رابعہ کے والد کون ہیں۔ میں نے مصلحتاً جو جھوٹ بولا تھا اب اس پر پچھتاوا ہوتا ہے' میں چاہتی ہوں شادی سے پہلے میں رابعہ کو بتا دوں۔''

فیضان نے ایک گہرا سانس لیا۔

''میں خود کئی بار آپ سے یہی بات کرنا چاہتا تھا لیکن جس طرح آپ رابعہ کے معاملے میں جذباتی ہو جاتی تھیں تو میں خاموش ہو رہا۔ جب ابوبکر سے رابعہ کی شادی طے کی تھی تو بھی میں سوچتا تھا کہ رابعہ کو سچ بتا دیا جائے لیکن آپ کی وجہ سے خاموش رہا۔ میں سمجھتا ہوں رابعہ اب میچور لڑکی ہے وہ حالات اور سچوئشنز کو جسٹی فائی کرتے ہماری بات سمجھنے کی کوشش ضرور کرے گی۔''

''ہاں' میں بھی کبھار بہت پریشان ہو جاتی ہوں' ابا مرحوم کہا کرتے تھے کہ میں یہ بہت بڑا گناہ کر رہی ہوں' جانتے بوجھتے بچی کی ولدیت چھپالی لیکن اللہ گواہ ہے فیضان! میں نے یہ سب محض رابعہ کی بھلائی کے پیش نظر کیا تھا ان دنوں تم بھی غائب تھے اور واپسی کی کوئی امید نہ تھی رابعہ کے ماں باپ کے حوالے سے کوئی ثبوت ہمارے پاس نہ تھا' مجبوراً مجھے یہ قدم اٹھانا پڑا تھا۔''

''ہاں آپ کا کوئی قصور نہیں' میں اپنی پراپرٹی واپس لینے کی کوشش میں اس قدر گم ہو گیا کہ بالکل بھی رابعہ کا خیال تک نہ رہا تھا اور تھوڑی بہت پراپرٹی جو ملی وہی غنیمت جان کر لوٹ آیا۔ بہر حال میں سوچتا ہوں ہمیں رابعہ سے نہیں چھپانا چاہیے لیکن آپ کی رابعہ سے محبت کی وجہ سے میں نے کچھ نہیں کہا تھا۔''

''آج ہادیہ کے ہاں اس کی استانی سے ملاقات ہوئی تھی' بڑی خوب صورت اور دل موہ لینے والی ہستی تھیں ان کو دیکھ کر' مل کر دل نجانے کیوں اٹک سا گیا تھا۔ وہ رابعہ کے بارے میں پوچھتی رہیں کہ کون ہے؟ والدہ کا نام کیا ہے؟ تب مجھے شدت سے احساس ہوا کہ رابعہ کے ساتھ سہیل کے باپ کا نام لگا کر میں نے بہت بڑی غلطی کی ہے تب سے ایک پل بھی چین نہیں آ رہا۔'' وہ محض مسکرائے تھے۔ ثریا بیگم تھوڑی دیر اور ان کے پاس بیٹھی تھیں' عباس کے حوالے سے بات کرتی رہی اور پھر اٹھ کر چلی گئیں تو فیضان صاحب پر سوچوں کے عجیب سے در کھل گئے اور پھر باقی ساری رات وہ سو نہیں سکے تھے ماضی اور حال کو یاد کرتے کرتے وہ نڈھال سے ہوتے چلے گئے تھے۔

❁......❁......❁
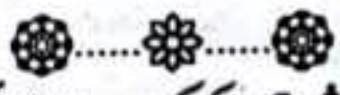
وہ ناشتا کر رہی تھی جب اس کا موبائل بجا۔ وہ ناشتا چھوڑ کر کمرے میں آئی' موبائل اٹھا کر دیکھا تو سر عباس کی کال تھی' وہ چونکی اتنی صبح صبح کیسے کال کرلی انہوں نے۔

''السلام علیکم سر!''

حلیمہ سعدیہ شوکت

سویٹ سویٹ میٹی آنچل اور حجاب کی قارئین سلام! میں تل خالصہ کے گاؤں میں رہتی ہوں ویسے ہمارے گاؤں کو تل رابگان بھی کہتے ہیں اور میں نے 16 اپریل 1999 کو اس دنیا میں روشنی بکھیری ہم ذات کے راجہ ہیں۔ ہم چار بہنیں اور ایک پیارا معصوم سا بھائی میرا نمبر 4 ہے پہلے بہن ہے اس نے ایم اے اردو کیا ہے پھر بھائی پھر بہن پھر میں یعنی راجہ سعدیہ پھر چھوٹی بہن ہم سب میں پیار بھی بہت ہے مجھے اپنے امی ابو سے بہت پیار ہے میں 10 کلاس میں تھرڈ پوزیشن لی ہے اب کالج میں ایڈمیشن لوں گی اب بات ہوجائے پسند ناپسند کی تو دوستوں کلرز میں مجھے بلیک اسکائی بلو اور پسندیدہ مشغلہ ناول پڑھنا اور گھومنے کی بہت زیادہ شوقین ہوں شور شرابا پسند ہے کام سارے کرلیتی ہوں ترکی اور مدینے جانا چاہتی ہوں کھانے میں ہر چیز کھالیتی ہوں میٹھے میں آئس کریم پسند ہے اپنے بھائی سے بہت پیار ہے شاعری کرتی ہوں دوست میری بہت زیادہ ہیں میں دومرتبہ آنچل میں اپنے خط شائع کرواچکی ہوں اب میں دوستی کرنا چاہتی ہوں پروین افضل شاہین جی آپ سے شاہ زندگی آپ سے رشک وفا آپ سب مجھے اپنی دوست بنائے ارم کمال آپ سے بھی اب آنچل کو اللہ دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا کرے۔ آمین

"وعلیکم السلام! کیسی ہیں؟"

"میں ٹھیک ہوں۔"

"میرا حال دریافت نہیں کریں گی؟" دوسری طرف سے مسکرا کر پوچھا گیا۔

"جی آپ کیسے ہیں؟"

"بہت بُرے حال میں ہوں۔" دوسری طرف مسکرا کر بتایا گیا۔

"جی...... "وہ الجھی۔

"آپ تو گزشتہ شب یوں نظر انداز کیے گاڑی میں جابیٹھی تھیں جیسے کوئی آشنائی نہ ہوایسی بھی بھلا کیا بے مروتی۔" عباس کے مسکراتے لہجے میں شکوہ کیا۔

"ایسی بات نہیں، بھی ساتھ تھے امی بھابی میں بھلا کیا بات کرتی۔"

"حال چال ہی دریافت کرلیتیں۔"

"امی نے پوچھا تو تھا۔" دوسری طرف عباس ہنس دیا۔

"ویسے میں ایک چیز سوچ کر رات بھر بہت مطمئن ہوتا رہا۔"

"وہ کیا؟"

"آپ جیسی لڑکی کے سامنے کوئی بھی ترغیب کوئی معنی نہیں رکھتی۔" عباس کے اس سادہ سے جملے نے رابعہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر دی۔

"آپ جیسی شریک حیات بہت وفادار ہوتی ہے یہ میری آبزرویشن ہے۔ کچھ گھریلو مسائل کی وجہ سے بابا جان اس سلسلے پر توجہ نہیں دے سکے لیکن ان شاء اللہ ایک دو دن میں وہ آپ لوگوں کی فیملی کو انوائٹ کریں گے۔ میں چاہتا ہوں آپ جلد از جلد ہمارے گھر آجائیں۔" رابعہ کے چہرے پر کچھ سرخی سی پھیلی گئی تھی۔

"رابعہ یقین مانیے مجھے آپ کے وجود سے زیادہ آپ کے کردار نے متاثر کیا ہے۔ میں کوئی جذباتی فیصلے کرنے والا سطحی ذہن کا حامل انسان نہیں ہوں لیکن آپ کی ذات نے مجھے بہت متاثر کیا ہے اور میں آپ کو کسی بھی حال میں اب کھونا نہیں چاہتا۔" عباس کے لہجے میں جذبوں کا رچاؤ تھا۔ عجیب سی اثر انگیزی تھی رابعہ تو جیسے ان الفاظ کے جادو میں جکڑی گئی تھی۔ عباس اس سے کچھ اور بھی کہہ رہا تھا شاید زندگی بھر ساتھ نبھانے کے وعدے کررہا تھا لیکن اسے کچھ بھی سنائی نہ دے رہا تھا۔ چند باتوں کے بعد عباس نے کال بند کردی اور رابعہ کو لگ رہا تھا کہ وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے۔

ایک وفادار اور نیک عورت کے لیے اپنے کردار کی گواہی سے بڑھ کر اور کچھ بھی اہم نہیں ہوتا اور وہ اسی گواہی کے جادو میں گھری رہ گئی تھی۔ وہ جواب تک عباس کی شخصیت کے جادو سے دامن بچا بچا کر چل رہی تھی ایسے لگا کہ عباس کے الفاظ نے اس کی دل پر اثر کیا ہے اس کے احساسات ایک دم سبک سے ہوگئے تھے۔ دل میں نرمی سی اتر آئی تھی۔ سر عباس اور ان کی باتوں کو یاد کرتے وہ عجیب سی خود فراموشی کی سی کیفیت میں مبتلا ہوگئی تھی۔

❀......❀......❀

وہ کالج نہیں جاسکی اس کا خیال تھا کہ وہ شہوار کی طرف جائے گی لیکن دس بجے کے قریب مصطفیٰ بھائی کی پھپو اپنی بہو اور بیٹے کے ساتھ ان کی طرف چلی آئی تھیں اور اتفاقاً ماموں، صبوحی بیگم اور وقار صاحب تینوں ہی گھر پر تھے البتہ افشاں احسن کے ساتھ صبح صبح شہوار کی طرف چلی گئی تھیں رات وہ ادھر ہی رکی تھیں۔

انا ان کی آمد پر الجھی تھی۔ اس کا دل بڑے خوف زدہ انداز میں دھڑ کا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں بیٹھی رہی وہ لوگ کچھ دیر بیٹھ کر چلے گئے روشی نے اس کے کمرے میں جھانکا تو وہ گم صم سی اپنے بستر کے کنارے پر براجمان تھی وہ اندر آ گئی۔

''کچھ پتا چلا حماد بھائی کی امی کیوں آئی تھیں؟'' اس نے بس سوالیہ دیکھا۔

''شادی کی تاریخ فکس کرنے حماد پاکستان آ رہا ہے اور وہ چاہتی ہیں کہ اب جلد از جلد شادی ہو جائے۔'' انا کا رنگ اڑا۔

''اور انکل نے اگلے ماہ کی کوئی بھی تاریخ فائنل کرنے کو کہہ دیا ہے'' وہ کہہ رہی تھیں کہ گھر جا کر سب سے مشورہ کر کے وہ رات کو کال کریں گی۔'' انا کا چہرہ بالکل زرد ہو گیا تھا۔ روشی اس کے پاس بیٹھ گئی۔ اس نے اس کا ہاتھ تھاما تو اندازہ ہوا انا بالکل ساکت ہے۔

''انا پلیز ابھی بھی وقت ہے تم مجھے بتا سکتی ہو میں سب کو روک لوں گی' میں جانتی ہوں تم یہ سب نہیں چاہتیں لیکن پلیز خود پر یہ ظلم مت کرو۔'' انا کے لب پھڑ پھڑائے' اس کا جی چاہا کہ وہ روشی کو سب کہہ دے وہ ایک دم روشی کے گلے لگ کر سسک اٹھی اور پھر وہ سب کہتی چلی گئی جو اس کے دل کا بوجھ بن گیا تھا اور روشی حیرت سے گنگ سب سن رہی تھی۔ جوں جوں وہ سن رہی تھی ویسے ویسے اس کا اپنا وجود ساکت ہوتا جا رہا تھا۔

❀......❀......❀
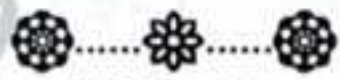
فیضان صاحب نے رابعہ کو بلوایا' وہ آئی تو وہاں فیضان کے ساتھ سہیل اور ثریا بیگم بھی موجود تھے۔ فیضان نے اسے اپنے پاس بیٹھنے کو کہا تو وہ بیٹھ کر سوالیہ انداز میں سب کو دیکھنے لگی۔ انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور پھر گفتگو کا آغاز کیا۔ وہ بہت الجھی نظروں سے سب کو دیکھ رہی تھی اور پھر وہ اپنی کہانی سناتے اپنے ماضی سے رابعہ کو آ گاہ کرنے لگے رابعہ حیرت سے گنگ ساکت سی سنتی چلی گئی۔ انہوں نے رابعہ سے کچھ بھی نہ چھپایا تھا ایک ایک لفظ کہہ سنایا' حتیٰ کہ عباس کی فیملی سے اپنے رشتے کی بھی وضاحت کر دی تھی جبکہ رابعہ گم صم تھی اور بے یقین سی۔ وہ سہیل کی بہن نہ تھی بلکہ فیضان ماموں کی بیٹی تھی' حقیقی بیٹی۔ وہ بے یقین تھی' ثریا بیگم اور سہیل نے بھی اثبات میں سر ہلا دیا اب شک کی کوئی گنجائش ہی نہ رہی تھی۔

''میں جانتی ہوں میں نے کچھ حد تک غلط کیا لیکن یہ جو بھی کیا محض تمہاری بھلائی اور فلاح کے لیے کیا تھا۔'' وہ گم صم سی تھی' جب ثریا نے اسے ساتھ لگاتے مزید کہا۔

''فیضان تو مجھے کئی بار کہتا رہا کہ تمہیں اب حقیقت بتا دینی چاہیے لیکن میں ہی ڈرتی رہی کہ نجانے تمہارا کیا ردعمل ہو تم ہمیں کس انداز سے لو۔'' وہ اب بھی خاموش تھی' وہ یقین کرنے میں ابھی بھی متامل' وہ بار بار نفی میں سر ہلا رہی تھی۔ فیضان' سہیل اور ثریا اسے کافی دیر تک سمجھاتے رہے اور وہ خاموش تماشائی بنی حیرت سے سنتی رہی تھی۔

❀......❀......❀

شاہزیب صاحب نے دریہ کے والد سے فون پر بات کی تھی' وہ از حد شرمندہ تھے۔ وہ باہر کے ماحول میں رہتے ہوئے ہیں پلے بڑھے اور پھر وہیں ماموں زاد سے شادی ہو گئی تھی۔ ایسے میں ان کی اولاد بھی اسی ماحول کا حصہ بنتی چلی گئی۔ چند دن کے لیے پاکستان آنا اور بات تھی لیکن وہ چاہتے تھے کہ دریہ کی شادی وہ پاکستان میں ہی کریں مگر اب دریہ جو کر چکی تھی اس حرکت نے ان کو بہت تکلیف دی تھی۔ انہوں نے دریہ کو واپس بھیج دینے کا کہا اور خود بھی دریہ سے بات کر کے اسے سخت سست کہا تھا۔ دریہ کا خیال تھا کہ اس کی

ہوشیاری کا پول نہیں کھلے گا لیکن اب جس طرح ہر بات کھل کر واضح ہوئی وہ خود بھی خوف زدہ ہوگئی تھی۔ سب سے زیادہ مصطفیٰ کی اسے پولیس کے حوالے کردینے والی دھمکی نے کام کیا تھا' وہ بالکل خاموش ہوگئی تھی۔ وہ جانتی تھی اب یہ خاموشی ہی اس کی بھلائی ہے مصطفیٰ اور اس گھر والوں سے کچھ بعید بھی نہ تھا کہ پکڑ کر اسے حوالات میں ہی بند کروا دیتے۔

شاہزیب صاحب نے منع کردیا تھا کہ دریہ کی حرکتوں کی خبر شہوار تک نہ پہنچ پائے ورنہ وہ پھر ٹوٹ جائی گی وہ پہلے ہی بڑی مشکل سے خود کو بحال کررہی تھی۔ شاہزیب نے لائبہ کے بیٹے کا نام رکھتے اس کے عقیقے کا اعلان کیا تھا۔ وہ گھر میں چھائے اس ٹینشن زدہ ماحول کو بدلنا چاہتے تھے۔

تقریباً سارا خاندان ہی مدعو تھا اگلے دن عقیقہ تھا۔ شہوار کی طبیعت بھی کچھ بہتر تھی چونکہ کافی عرصے سے بابا صاحب شہر میں ہی موجود تھے تو عقیقے کی تقریب بھی شہر میں رکھی گئی۔ اگلے دن کافی مہمان جمع تھے' شہوار کا غم ایک طرف لائبہ کے بیٹے کی خوشی بھی اپنی جگہ تھی۔ شہوار بھی خود کو سنبھالتی لباس بدل کر صبا کی مدد سے ہلکا پھلکا تیار ہوئی تھی۔ مصطفیٰ آفس گیا ہوا تھا' کوئی ضروری کام تھا اس نے جلدا آنے کا وعدہ کیا تھا۔ ولید اور انا کی فیملی بھی انوائٹڈ تھی لیکن انا نہیں آسکی تھی روشی بھی گھر رک گئی تھی باقی لوگ آئے تھے۔ مصطفیٰ گھر آیا تو شہوار کمرے سے نکل کر لائبہ کے روم میں بیٹھی ہوئی تھی۔ مصطفیٰ کو یہ تبدیلی اچھی لگی تھی' لائبہ کا بیٹا اس کی گود میں تھا۔ مصطفیٰ سب سے سلام دعا کرتا ادھر ہی آبیٹھا تھا' ساری نوجوان پارٹی اسی کمرے میں جمع تھی' خوش گپیاں چل رہی تھیں۔ وہ صوفے پر بیٹھے ہوئی تھی' مصطفیٰ بھی اس کے ساتھ ٹک گیا تھا۔

''کتنا پیارا بچہ ہے ماشاء اللہ۔'' شہوار کے لہجے میں حسرت تھی' انداز مدھم سا تھا۔ مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لیا۔ وہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ اس وقت شہوار کے اندر کس قسم کی فیلنگز پیدا ہو رہی ہوں گی۔

''ان شاء اللہ' ہمیں بھی ایسا ہی بیٹا دے گا۔'' مصطفیٰ نے دھیمے سے جھک کر بچے کو پیار کرتے کہا تو شہوار کے چہرے پر پھیکی سی مسکراہٹ لہرائی تھی اس نے زیر لب آمین کہا۔

''میں چینج کرلوں' سیدھا ادھر ہی چلا آیا تھا۔'' مصطفیٰ کھڑا ہوا۔

''میں بھی چلتی ہوں۔'' اس نے بچہ ساتھ بیٹھی صبا کو تھما دیا۔ وہ مصطفیٰ کے ہمراہ اس کا ہاتھ تھامے باہر نکل آئی۔ وہاں موجود بھی لوگوں نے اسے بہت افسردگی سے دیکھا تھا' وہ مصطفیٰ کے ہمراہ چلتی ہوئی اپنے کمرے تک آئی تھی۔

''آج بہت دنوں بعد بہت اچھی اور کچھ حد تک فریش لگ رہی ہو۔'' مصطفیٰ نے کمرے میں لاکر بستر کے کنارے بٹھا کر کہا تو وہ مسکرائی۔

''کیوں باقی دنوں میں آپ کو اچھی نہیں لگتی تھی؟''

''لگتی تو تھیں لیکن آج کچھ پرسکون اور فریش لگ رہی ہو نا۔''

''کوئی بھی غم طویل مدت تک نہیں ہوتا' آپ نے ہی تو کہا تھا صبر کرو خود کو سنبھالو اللہ اور دے گا۔ بس اللہ ہی صبر دینے والا ہے میں تو بس کوشش کررہی ہوں۔'' اس کی آواز آخر میں پھر بھیگی۔ مصطفیٰ نے بہت محبت سے اس کا ہاتھ تھام کر ہونٹوں سے لگایا۔

''بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ وہ اپنے بندوں پر ان کی بساط سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا' اس کی مصلحتیں وہی جانے۔'' شہور نے سر ہلایا۔

''تھک تو نہیں گئی اگر لیٹنا چاہو تو......''

''نہیں۔'' شہوار نے نفی میں سر ہلایا۔

''بلکہ میں اتنے دنوں سے لیٹے لیٹے تھکنے لگی ہوں۔'' مصطفیٰ مسکرا کر کھڑا ہوا۔

''میں باتھ لے لوں۔'' شہوار بھی کھڑی ہوگئی۔

''میں آپ کے کپڑے نکالتی ہوں۔'' اس کے انداز میں محبت تھی۔

''تھک جاؤ گی رہنے دو میں کرلوں گا۔'' مصطفیٰ نے روکا۔

''آپ کی محبت ساتھ ہوگی تو میں نہیں تھکوں گی' ویسے بھی اس گھر میں ہر کام کے لیے ملازم موجود ہیں لیکن آپ کے یہ چھوٹے

موٹے کام کر کے مجھے روحانی خوشی محسوس ہوتی ہے۔'' مصطفیٰ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس نے محبت سے کہا۔ مصطفیٰ نے اسے دونوں کندھوں سے تھام کر اپنے سامنے کرتے بغور دیکھا اور پھر ایک دم جھک کر اس کی صبیح روشن پیشانی چوم لیا۔ شہوار نے ایک گہرا سانس لیتے مصطفیٰ کے کندھے سے سر ٹکا دیا۔

''بس سب کچھ بھول کر اب جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ' ایگزیمز سر پر ہیں ان کی طرف توجہ دو اب تو تابندہ بوا بھی آ گئی ہیں ٹینشن کی کوئی بات ہی نہیں رہی۔'' شہوار سر ہلا کر مسکرا کر پیچھے ہوئی۔

''میں آپ کے کپڑے نکالتی ہوں بس آپ فریش ہو لیں۔'' وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتے وارڈ روب کی طرف بڑھی جبکہ مصطفیٰ اسے مسکراتی نگاہوں سے دیکھتا واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

❀......❀......❀
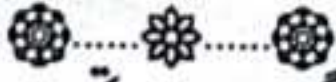
وہ عجیب سی مضمحل سی کیفیت میں تھی۔ روشی تو خود گم صم اور پریشان تھی' وہ جو دعویٰ کر چکی تھی کہ سب کچھ روک لے گی اب خود بھی الجھ گئی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ رات حماد کی والدہ نے کال کی تھی یا نہیں وہ تو اپنے ہی ادھیڑ بن میں تھی۔ باقی سب لوگ لائبہ کے بیٹے کے عقیقے میں گئے ہوئے تھے وہ دونوں ہی گھر پر تھیں۔ انا بکس لے کر بیٹھی تھی لیکن دل ایک دم اچاٹ ہوا تو وہ بکس اٹھا کر کمرے سے نکل آئی' اسے اپنے کمرے میں شدید گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ لاؤنج میں آئی تو وہاں ٹی وی چل رہا تھا میوزیکل پروگرام میں کوئی فرمائشی سانگ چل رہا تھا' اسٹیج پر ابرار الحق تھا شاید روشی دیکھ رہی تھی لیکن روشی اب وہاں نہ تھی انا کے قدم گیت کے الفاظ سن کر ہی ساکت ہو گئے تھے۔

''بھیگا بھیگا سا یہ دسمبر ہے بھیگی بھیگی سی تنہائی ہے
ان کتابوں میں جی نہیں لگتا ہم کو بجنی کی یاد آئی ہے''

انا کو لگا وہ بالکل جامد سی ہو گئی ہے۔ گیت کے بول کیا تھے تیز دھار آلہ تھے وہ خود ہی صوفے پر گر گئی۔ سنگر کی آواز کا سوز' میوزک کا ردھم ہر چیز جیسے دل پر چوٹ لگا رہی تھی۔

شام کی کالی آنکھیں جب پلکوں کو جھپکاتی ہیں
کسی پیڑ کے نیچے کچھ یادیں گنگناتی ہیں
کچھ پیار کے آدھے نغمے آدھی پیار کی کہانی
اک شہر کا راجہ اور اک گاؤں کی رانی
دونوں بڑے پریمی تھے' بن میں آیا کرتے تھے
ان کے پیار کے میٹھے نغمے پنچھی گایا کرتے تھے
اب نہ پریمی ہیں نہ وہ باتیں ہیں
اور یادیں ہی اپنی کمائی ہے
ان کتابوں میں جی نہیں لگتا ہم کو بجنی کی یاد آئی ہے

الفاظ کا اثر تھا یا دل دکھا ہوا تھا آنسو بے اختیار رخساروں پر بہتے چلے گئے۔ انا کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اسے کون سی چیز رلا رہی تھی۔ وہ بے حس و حرکت بیٹھی اسکرین کو دیکھتے بس روئے جا رہی تھی۔

''اس کمرے کی کھڑکی بارش کا شور سناتی ہے
اور تمہاری آہٹ ہم کو یہ روگ لگاتی ہے
اب کے سال دسمبر میں جب بن میں جاؤں گا
نیلی جھیل' درختوں کے سائے اور سوکھے پتے
سارے تیرا پوچھیں گے کہاں ہے تیرا پوچھیں گے
تیرا پریمی یار کہاں ہے سارے تیرا پوچھیں گے

کیا بتاؤں گا کیا کہانی ہے
اب تو قسمت میں اپنی جدائی ہے"

روتے روتے انا نے لب بھینچ لیے تھے۔ آج کل وہ پچھتاوؤں کے سفر میں تھی' ولید اس سے مکمل طور پر بدظن ہو چکا تھا اور اس حماد کے وجود سے انکار کی کوئی راہ نہ مل رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ گویا اپنے ہی بچھائے ہوئے جال میں اس بری طرح مقید ہو گئی ہے کہ اب فرار کی کوئی راہ باقی نہیں بچی' اسکرین پر اب بھی سنگر گا رہا تھا۔ سنگر کی پرفسوں آواز اور گیت کے بول سارے ماحول کو اپنے سحر میں جکڑے ہوئے تھے۔

وہ گم صم سی اسکرین پر نظریں جمائے گھورے جا رہی تھی جب ایک دم کسی نے ریموٹ کنٹرول اٹھا کر اسکرین آف کی تھی' انا ایک دم چونکی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا اور اپنی جگہ ساکت رہ گئی تھی۔ وہاں ولید کھڑا تھا جس کے ہاتھ میں ریموٹ تھا جسے اس نے صوفے پر پھینکا' انا نے تیزی سے اپنے رخساروں کو رگڑا تھا۔

"کیا بات ہے؟" ولید کا انداز بڑا نپا تلا سا تھا' وہ ایک دم کنفیوژ ہوئی اور نفی میں سر ہلا کر کھڑی ہوئی تھی اسے اس وقت خوامخواہ شرمندگی نے آ لیا تھا۔

نجانے وہ کب گھر آیا تھا وہ اپنی سوچوں اور گیت کے بول میں اتنی محو ہو گئی تھی کہ اس کی آمد کا قطعی علم نہ ہو سکا تھا۔ وہ اس وقت جس قسم کی کیفیت سے گزر رہی تھی ایسے میں ولید تو کیا کسی کا بھی سامنا کرنے کے قابل نہ تھی۔ وہ ولید کو دیکھے بغیر وہاں سے جانے لگی جب ولید ایک دم اس کے سامنے آ گیا تھا۔

"کیوں رو رہی تھیں؟" اس نے پھر سوال دہرایا تو انا نے بے اختیار سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں اب بھی آنسو چمک رہے تھے۔

"کچھ نہیں۔" وہ خود پر ضبط کرتے سر جھکا کر بمشکل بول پائی۔

"اب تو تمہیں خوش ہو جانا چاہیے پھر یہ آنسو کیوں؟" انا نے ہاتھ کی پشت سے آنکھیں صاف کرتے پھر اسے دیکھا۔ انداز سوالیہ تھا ولید نے مسکرا کر اس کے رخسار پر اٹکے آنسو کو انگلی سے چھوا تو وہ بے اختیار پیچھے ہوئی تھی۔

"حماد سے کل رات انکل نے تمہاری شادی کی تاریخ فکس کر دی ہے سنا ہے جیسے ہی تمہارے ایگزامز ختم ہوتے ہیں تمہیں اس گھر سے رخصت کر دیا جائے گا۔" انا کی آنکھیں ایک دم خوف سے پھیلی تھیں۔ بے یقینی سے اس کا منہ تھوڑا سا کھل گیا تھا۔

"نہیں......!" اس نے بے اختیار نفی میں سر ہلایا۔

"کیا نہیں؟" ولید نے اسے بغور دیکھتے پوچھا اور انا بے اختیار منہ پر ہاتھ رکھتے تیزی سے وہاں سے جانے لگی لیکن پھر اسے رک جانا پڑا تھا' ولید نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"ہاتھ چھوڑیں میرا۔" شدت غم سے وہ صرف چلا سکی تھی' ولید نے سختی سے اس کو دوبارہ اپنے مقابل کیا اور انا نے ولید کے اس جارحانہ انداز پر سہم کر اسے دیکھا۔

"تمہاری طرف میرے اتنے حساب نکلتے ہیں چاہوں تو ایک ایک کا بدلہ لے لوں لیکن تم نے جس طرح بدگمانی کا مظاہرہ کرتے کاشفہ جیسی گھٹیا لڑکی کا ساتھ دیتے وہ سب کیا تھا جی تو چاہتا ہے کہ تمہیں ایک لمحہ نہ لگاؤں اور شوٹ کر دوں۔" ولید کے لہجے میں چٹانوں کی سی سختی تھی۔ اس نے بہت خوف زدہ نگاہوں سے ولید کو دیکھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے کاشفہ کے ساتھ مل کر تم جو گیم کھیلتی رہی ہو مجھے کبھی علم نہ ہوگا۔ خام خیالی تھی تمہاری' مصطفیٰ مجھے سب بتا چکا ہے۔" انا نے لب بھینچ لیے تھے جبکہ آنکھوں سے بہنے والے آنسو بے اختیار تھے۔

"ترس آ رہا ہے مجھے تمہاری ذہنی حالت پر۔"

"پلیز ولید......" اس نے ایک دم نڈھال سے انداز میں کہا تو ولید نے سختی سے ہاتھ میں جکڑا اس کا ہاتھ جھٹکا۔

"تم ایک نہایت بداعتماد لڑکی ہو ہمیشہ مجھ پر شک کیا' اپنے طے کردہ مفروضوں کی بنیاد پر مجھے جج کرتی رہی۔ میں سمجھتا رہا کہ تم کو میں اسی طرح رسپانس نہیں دیتا اسی وجہ سے ناراض ہو لیکن تم نے تو حد ہی کر دی۔"

"پلیز ولید...... پلیز بس کریں۔" وہ پہلے ہی بہت نڈھال تھی۔ دن رات ضمیر کی جنگ میں الجھی رہتی تھی ایسے میں اب ولید کا ری ایکشن وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر شدت سے رو دی۔

ولید نے لب بھینچ لیے تھے وہ تیزی سے ایک طرف سے ہو کر وہاں سے چلی گئی اور ولید نے لب بھینچ کر زور سے دیوار پر ہاتھ مارا تھا۔ وہ اسی انداز میں وہاں کھڑا تھا جب روشنی پاس آئی۔

"تم کیا جانتی ہو؟" ولید نے خاموش آنکھوں سے سوال کیا۔

"پتا نہیں آپ کیا جانتے ہیں لیکن مجھے انا نے کل ہی وہ سب بتایا ہے کہ کس طرح وہ کاشفہ جیسی لڑکی کی باتوں میں آ کر اس کے ساتھ چلی گئی تھی اور پھر اس کی وجہ سے بلیک میل ہوتی رہی تھی اس نے اب تک جو بھی کیا تھا محض کاشفہ کے کہنے پر اس کی باتوں سے خوف زدہ ہوتے ہوئے کیا تھا۔" ولید نے ایک گہرا سانس لیا' وہ خاموشی سے صوفے پر ٹک گیا تھا۔

"مجھے رہ رہ کر اس بے وقوف لڑکی پر غصہ آتا ہے۔ جی چاہتا ہے اسے شوٹ کر دوں۔" انداز میں بہت بے بسی تھی۔

"لیکن میں سمجھتی ہوں اس میں انا کا کوئی قصور نہیں وہ اپنے جذبات واحساسات میں قطعی بے بسی تھی اور وہ اب شرمندہ ہے تو آپ اسے یوں اس طرح مت ٹریٹ کریں وہ اندر سے بالکل ٹوٹ چکی ہے پلیز کچھ کریں۔" ولید نے اسے سنجیدگی سے دیکھا۔

"لیکن میں اسے بے قصور نہیں سمجھتا اور اس معاملے میں' میں اس کی قطعی کوئی ہیلپ نہیں کروں گا۔ وہ اپنے کیے کا بھگتان بھگت رہی ہے۔ ایسی لوگوں کی سزا حماد جیسے لوگ ہی ہوتے ہیں ویسے بھی حماد کو وہ خود درمیان میں لائی ہے اب بھگتے بھی۔"

"پلیز بھائی اتنے سنگ دل مت بنیں' وہ ہماری کزن ہے۔"

"صرف تمہاری' میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔" ولید کے لب ولہجے میں کسی بھی قسم کی قطعی کوئی رعایت نہ تھی۔ روشنی نے بے یقینی سے دیکھا۔

"ویسے بھی اس کی شادی انکل نے طے کر دی ہے میں اب کچھ نہیں کر سکتا۔" قطعی انداز تھا روشی نے تاسف سے دیکھا۔

"مجھے آپ سے ایسی بے حسی کی امید نہ تھی۔"

"تو کیا کروں؟ اس کی نفرت اور ناپسندیدگی کے باوجود خود کو پیش کر دوں سب کچھ بھول جاؤں۔"

"صرف آپ ہی ہیں جو انکل کو سب بتا کر قائل کر سکتے ہیں۔"

"ایم سوری میں کسی کی خاطر کوئی قربانی نہیں دوں گا۔" ولید کے الفاظ پر روشی نے بہت دکھ سے دیکھا۔

"اس کے باوجود کہ وہ اب بھی آپ سے شدید محبت کرتی ہے اور حماد کو صرف اور صرف وہ کاشفہ کی وجہ سے درمیان میں لائی تھی۔" ولید خاموش رہا۔

"آپ کچھ نہ کریں لیکن میں خاموش نہیں رہوں گی میں سب کی غلط فہمی ضرور دور کروں گی پھر چاہے انکل کا کوئی بھی فیصلہ ہو میں سب کو حقیقت سے آگاہ ضرور کروں گی مجھ سے انا کی یہ تکلیف نہیں دیکھی جاتی۔" وہ قطعیت سے کہہ کر ولید کو سنجیدگی سے دیکھتے وہاں سے چلی گئی اور ولید خاموشی سے اسے جاتے دیکھتا رہا۔

❀ ❀ ❀

شہوار کی طبیعت کے سبب کسی نے بھی اس سے تابندہ بوا یا بابا صاحب کے معاملے میں ڈسکس نہیں کیا تھا۔ شاہ زیب صاحب نے فی الحال سب کو ہی منع کر دیا تھا کہ جب تک شہوار مکمل طور پر نارمل نہیں ہو جاتی اس سے یہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

کچھ دن گزرے تو انہوں نے دریہ کی واپسی کے انتظامات کر دیئے تھے۔ واپسی کے سفر میں دریہ شرمندہ تھی کہ نہیں لیکن اس کا سارا دم خم مٹی کا ڈھیر بن گیا تھا۔ شاہ زیب صاحب کی خاص ہدایت کے سبب زہرہ' مہر النساء بیگم اور مصطفیٰ کے علاوہ کوئی بھی دریہ کی حقیقت نہ جان پایا تھا حتیٰ کہ شہوار سے ذکر کرنے سے بھی شاہ زیب صاحب نے سختی سے منع کر دیا تھا۔

عباس نے حالات نارمل ہونے پر مہر النساء بیگم سے رابعہ کی فیملی کو اپنے ہاں بلوانے کی یاد دہانی کروائی تو انہوں نے شاہ زیب صاحب سے بات کرنے کا کہا۔ ویسے بھی اس رشتے پر کسی کو کوئی اعتراض نہ تھا سو شاہ زیب صاحب سے پوچھا تو انہوں نے اسی وقت سہیل کے نمبر پر کال کی اور انہیں اگلے دن شام کی وقت اپنے ہاں انوائٹ کر لیا تھا۔ گھر میں سبھی خوش تھے' عباس اپنی زندگی کو

آگے بڑھانے کا خواہش مند تھا سو بھی اس کے حق میں دعا گو تھے۔
اگلے دن شام کے وقت سہیل کے ساتھ ثریا بیگم اور بھابی آئی تھیں۔ عباس کو اس نے دیکھ رکھا تھا لیکن گھریلو سطح پر یہ پہلی ملاقات تھی۔ یہاں بھی خوش دلی سے ملے تھے سہیل کو ڈرائنگ روم میں بٹھا کر دونوں خواتین کو اندر لے آئے تھے۔ زہرہ پھپو بھی موجود تھیں ثریا بیگم سے وہ لوگ بہت خوش اخلاقی سے ملے تھے۔ سبھی سے ملاقات ہوئی تھی شاہزیب صاحب کے علاوہ محسن بھائی اور بابا صاحب بھی ڈرائنگ روم میں سہیل کے ساتھ موجود تھے۔
''آپ کے ماموں فیضان صاحب تشریف نہیں لائے؟'' شاہزیب صاحب نے پوچھا تو سہیل شرمندہ ہوا تھا جبکہ فیضان کے نام پر بابا صاحب ٹھٹکے تھے۔
''آپ نے کل اچانک کال کی تھی وہ دو دن سے شہر سے باہر ہیں ایک دو دن میں لوٹیں گے۔ بس اسی وجہ سے وہ ہمارے ساتھ نہیں آسکے۔''
''اس دن بھی آپ کے ہاں ملاقات نہ ہو سکی تھی۔'' شاہزیب صاحب نے سنجیدگی سے کہا۔
''بس اتفاق کہہ لیجیے ماموں کو وہاں کچھ کام تھا جانا ضروری تھا۔''
''کوئی بات نہیں رشتہ داری بن جاتی ہے تو پھر ملنا ملانا چلتا رہے گا۔'' فیضان کے نام سے بابا صاحب کے اندر ایک ہوک سی اٹھی تھی وہ ہمیشہ یہ نام سن کر دکھی ہو جاتے تھے اب بھی یہی کیفیت ہوئی تھی لیکن خود کو سنبھال کر سہیل کو کہا تھا وہ مسکرا دیا۔
ان سب لوگوں میں بات چیت ہوتی رہی مختلف موضوعات پر مختلف سلسلوں میں جبکہ اندرونی لاؤنج میں گھر کی تمام خواتین کے ساتھ موجود ثریا بیگم اور بھابی بھی گھر والوں کی امارت دولت کی فراوانی دیکھ کر مبہوت ہو رہی تھیں۔ اب تو بھابی بھی جان چکی تھیں کہ ان لوگوں سے فیضان صاحب کا کیا رشتہ تھا اندر ہی اندر دونوں خواتین ان لوگوں کی خاندانی حیثیت و مرتبے سے متاثر ضرور ہوئی تھیں۔ چائے کے بعد کھانے کا دور چلا تھا سبھی بہت خوش اخلاق تھے ثریا بیگم تو دل سے متاثر ہوئی تھیں ان کے ہاں وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا تھا۔
مہرالنساء بیگم نے ثریا بیگم سے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ جلد از جلد عباس کی شادی کرنا چاہتی ہیں۔ وہ منگنی کی رسم کی بجائے ان کے ہاں ڈائریکٹ شادی کی تاریخ لینے آئیں گی۔ جب فیضان صاحب راضی تھے تو بھلا ثریا بیگم کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا انہوں نے ہامی بھر لی۔ ان لوگوں نے ان کو رخصت کرتے وقت مٹھائی ساتھ کی تھی سہیل کے لاکھ منع کرنے کے باوجود شاہزیب صاحب نے رات کے گیارہ بجے ان کو ڈرائیور کے ساتھ جانے پر راضی کر لیا تھا۔
گھر میں رابعہ اور فیضان صاحب موجود تھے ڈرائیور ان کو باہر اتار کر چلا گیا تھا۔ فیضان صاحب شدت سے ان کی واپسی کے منتظر تھے۔ رابعہ بھی انتظار کر رہی تھی وہ سبھی فیضان کے ساتھ بیٹھک میں آ بیٹھے تھے۔
''وہاں بھی لوگ آپ کا بار بار پوچھ رہے تھے ہمیں بہانے بنانا پڑ رہے تھے۔'' سہیل نے بتایا۔
''کوئی بات نہیں ایک بار ہی ملاقات کر لیں گے ویسے سب ٹھیک رہانا۔'' وہ سنجیدہ تھے۔
''ہاں گھر تو بہت ہی خوب صورت ہے سچ کہوں فیضان یہ گھرانہ خاندانی حسب و نسب مال دولت ہر لحاظ سے بہت اعلیٰ ہے۔ میں تو سارا وقت یہی سوچتی رہی کہ اگر تم ان لوگوں میں ہوتے تو اس خاندان کا حصہ ہوتے۔'' ثریا بیگم نے کہا۔
''مجھے کسی بھی قسم کا کوئی ملال نہیں آپا! میں اپنی زندگی سے بہت مطمئن ہوں جس گھرانے نے میری ماں کو قبول نہیں کیا وہ بھلا مجھے کیسے قبول کر لیتے مجھے دولت کی چاہ کبھی نہیں تھی بات رشتوں کی ہوتی ہے مجھے فخر ہے کہ میں نے اپنی خودداری میں زندگی گزاری ہے مجھ پر کسی کے احسانوں کا بوجھ نہیں۔'' رابعہ کو دیکھتے انہوں نے کہا۔
''تو پھر آپ اب مجھے اس خاندان میں کیوں بھیج رہے ہیں جبکہ آپ سب کچھ جانتے بھی تھے آپ انکار کر سکتے تھے۔'' رابعہ نے پوچھا تو انہوں نے مسکرا کر اسے دیکھا۔
''میں تمہیں ایک انجانے رشتے میں باندھ کر نہیں بھیج رہا۔ تم اس خاندان کی بہو بن کر جاؤ گی تمہارے اور میرے حوالے میں بہت فرق ہے بیٹا! تمہیں عباس خود بہت عزت و احترام سے لے جانا چاہتا ہے اور یہ سارا خاندان اس رشتے پر راضی ہے۔ میں نے

جیسی بھی سہی زندگی گزار لی لیکن میں چاہتا ہوں میری بیٹی بہت خوش رہے اور مجھے یقین ہے کہ تم عباس کے ہمراہ بہت خوش رہوگی۔" رابعہ نے ایک گہرا سانس لیا۔

"وہ لوگ کہہ رہے تھی کہ وہ منگنی نہیں کرنا چاہتے' وہ لوگ ڈائریکٹ شادی کی تاریخ مانگ رہے تھے۔" سہیل نے مزید بتایا۔

"کوئی حرج نہیں' جس طرح وہ چاہیں گے' ہم کریں گے۔" سہیل نے سر ہلایا' وہ سب آنے والے دنوں کا لائحہ عمل ترتیب دینے لگے تو رابعہ خاموشی سے اٹھ کر باہر آ گئی۔

وہ ابھی بھی حیرت زدہ تھی' وہ جس شخص کو ہمیشہ ماموں سمجھتی رہی وہ آج اس کے باپ کی حیثیت سے موجود تھا۔ وہ صحن کی سیڑھیوں پر بیٹھ گئی تھی' اسے اپنے باپ کا ماضی یاد آنے لگا' کیا کچھ برداشت کیا تھا انہوں نے۔ ان حالات کو سوچ کر عجیب سا خوف پیدا ہونے لگا تھا' اس کی ماں اس کے بہن بھائی' کاش وہ ان رشتوں کو دیکھ سکتی' محسوس کرسکتی لیکن وہ سب جل کر راکھ ہوچکے تھے کبھی نہ ملنے کے لیے۔ ان کی اذیت ناک موت کا تصور کرتے اس کا دل غم کی اتھاہ میں ڈوبنے لگا تھا۔ اس کے دل میں فیضان کے لیے موجود محبت میں ایک دم شدید اضافہ ہوگیا تھا۔

❀.....❀.....❀
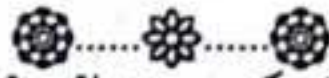
زہرہ پھپھو نے بتایا کہ وہ حماد کی شادی کی تاریخ طے کرچکی ہیں۔ مصطفیٰ اور شہوار نے سنا تو دونوں ہی پریشان ہوگئے۔ شہوار کو رہ رہ کر ولید پر غصہ آ رہا تھا۔

"آپ کو اسی لیے بتایا تھا کہ وہ آپ کے دوست تھے' آپ ان کو سمجھاتے انا جو غلطی کرچکی تھی اب وہی غلطی ولید بھائی کررہے ہیں ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔" وہ مصطفیٰ سے الجھ رہی تھی اور مصطفیٰ نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"تمہارا خیال ہے میں نے اسے تمام حقیقت بتا کر سمجھایا نہیں ہوگا۔"

"اگر سمجھایا ہوتا تو آج یہ رزلٹ تو نہ ہوتا۔"

"کیا کروں تم دونوں' بہن بھائی ایک جیسی عقل کے ہو' تمہاری عقل میں جو بات سمانے میں مہینوں لگے تھے وہ بھلا کیسے اتنی جلدی سمجھ لیتا۔"

"کون دونوں' بہن بھائی؟" شہوار الجھی تو مصطفیٰ سنبھلا۔

"میرا مطلب ہے تمہاری طرح ولید بھی محض ضد پر ڈٹا ہوا ہے جب سب کچھ ہاتھ سے نکل جائے گا تو تب عقل آئے گی۔"

"اللہ نہ کرے۔" شہوار نے گھورا تو مصطفیٰ ہنس دیا۔

"میں ولید سے بات کرتا ہوں بلکہ میں سوچ رہا ہوں ولید سے ملنے کے بعد پھپھو اور حماد سے بھی بات کروں گا۔"

"اور ولید بھائی نہ مانے تو؟" شہوار کے لہجے میں خدشات تھے۔

"تو میں افسوس ہی کرسکتا ہوں پھر۔"

"وہ آپ کے دوست ہیں آپ ان کو قائل کرہی سکتے ہیں نا؟" وہ کسی امید کے تحت بولی۔

مصطفیٰ نے سر ہلایا' وہ آفس کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ وہ وہاں سے سیدھا آفس آیا۔ آفس میں کچھ ضروری کام تھے وہ دیکھے اور پھر وہ ولید کے آفس کی طرف چلا آیا۔ ولید سے سلام دعا کے بعد وہ آرام سے بیٹھ گیا۔

"شہوار ٹھیک ہے نا؟"

"فی الحال تو ٹھیک ہی ہے لیکن تمہیں کوس رہی تھی۔"

"کیوں؟" ولید کو تعجب ہوا۔

"پھپھو نے رات کو بتایا تھا کہ وہ حماد اور انا کی شادی کی تاریخ فکس کرچکی ہیں۔"

"اوہ......" ولید نے ایک گہرا سانس لیا۔

"یہ ٹھیک نہیں ہے یار تم سب کچھ جان چکے ہو اس کے باوجود یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔"

"تو کیا کروں' محترمہ انا صاحبہ کے سامنے جا کر گھٹنے ٹیک کر بیٹھ جاؤں اور درخواست کروں کہ مجھے قبول کرلو۔" ولید کا انداز

بہت تلخ تھا۔ ’’وہ جس طرح میری ذات کو ٹارچر کرتی رہی ہے یہ سب حقیقت جان کر میں خاموش ہوں تو یہی بہتر ہے ورنہ جی تو چاہتا ہے کہ ایک منٹ کی تاخیر کیے بغیر اس کا حشر نشر کردوں۔‘‘ ولید جذباتی ہورہا تھا‘ مصطفیٰ نے سنجیدگی سے دیکھا۔

’’یعنی انا کی شادی حماد سے ہوجائے تمہیں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔‘‘ ولید نے ایک گہرا سانس لیا۔ فرق تو کیا پڑتا اس کی پوری ذات ڈسٹرب ہوچکی تھی لیکن وہ پھر بھی سکون سے رہ رہا تھا۔

’’دیکھو اگر تم اس معاملے میں سنجیدہ نہ ہوئے تو مجبوراً مجھے بابا صاحب اور پھپھو کو اس معاملے میں انوالو کرنا پڑے گا۔‘‘ ولید نے غصے سے کہا۔

’’میں جانتا ہوں تمہاری عزت نفس پر چوٹ لگی ہے تم دکھی ہوئے ہو لیکن میں تمہیں ساری عمر پچھتاتے نہیں دیکھ سکتا۔ بہتر ہے تم خود اس معاملے کو ہینڈل کرلو ورنہ پھر میں اپنے انداز میں اس کو ڈیل کروں گا۔‘‘ ولید نے گھورا تو مصطفیٰ مسکرادیا۔

’’بابا صاحب چاہتے ہیں کہ تم اب ان کے ساتھ رہو۔‘‘ مصطفیٰ نے موضوع بدلا تو ولید کے اعصاب کچھ پرسکون ہوئے تھے۔

’’وہ حویلی جانا چاہتے ہیں وہ سارے خاندان میں تمہیں متعارف کروانا چاہتے ہیں۔‘‘

’’شہوار کو بتادیا سب کچھ؟‘‘ ولید نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

’’نہیں ایک دو دن میں بتاؤں گا۔‘‘ ولید نے سر ہلایا۔

مصطفیٰ اس سے انا اور حماد کے معاملے میں ڈسکس کرنے لگ گیا تو ولید خاموشی سے اس کی باتیں سنتا رہا۔

❁......❁......❁
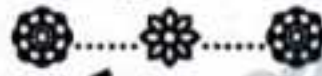
عبدالقیوم کو ایاز کی موت کی خبر ملی تھی‘ اس نے کسی آدمی کے ذریعے گھر رابطہ کیا تھا گھر پر پولیس کا پہرہ تھا وہ آدمی پکڑا گیا۔ امجد خان کے ٹارچر سیل میں اس آدمی نے چند گھنٹوں میں ہی عبدالقیوم کے ٹھکانے کا راز اگل دیا تھا۔ وہ آج کل اسی شہر میں ہی کسی جگہ روپوش تھا۔ امجد نے فوراً مصطفیٰ سے رابطہ کیا اور پھر اس کی ہدایات کے مطابق خود نفری لے کر روانہ ہوا گیا تھا سب کچھ بہت رازداری سے کیا گیا تھا۔ رات کے وقت عبدالقیوم کو ان سب نے جالیا تھا۔ عبدالقیوم صبح تک لاک اپ میں آچکا تھا۔ عبدالقیوم کے گناہوں کا وہ سلسلہ جو ایک نسل تک محیط تھا بالآخر آج اختتام پذیر ہوگیا تھا۔

عبدالقیوم بزنس کی دنیا کا ایک نام تھا اس کی گرفتاری کوئی چھوٹی بات نہ تھی۔ مصطفیٰ نے پریس کانفرنس بلالی تھی اور میڈیا میں ہمایوں سے عبدالقیوم بننے تک کی ساری داستان موجود تھی۔ مصطفیٰ کے وہ دو تین دن بہت مصروف گزرے تھے۔ اگلے چند دنوں میں عدالت کے ذریعے عبدالقیوم کے تمام اثاثوں کو تحویل میں لینے اور اس کے ریمانڈ میں لینے کا حکم مل گیا تھا۔ اور پولیس کسٹڈی میں آتے ہی عبدالقیوم نے اپنے ماضی کے تمام گناہوں کا اعتراف کرلیا تھا۔ لالہ رخ کی ساری پراپرٹی حاصل کرنے کے بعد اس نے سکندر کو قتل کرواکر اس کی بچی سمیت نہر میں پھنکوادیا اس کے بعد لالہ رخ کو بھی مروانا چاہتا تھا لیکن لالہ رخ بھاگ نکلی تھی۔ اس کو یقین تھا کہ لالہ رخ اپنے گھر گئی ہوگی سو اس نے اپنے بندوں کو اس کے پیچھے دوڑایا تھا۔ لالہ رخ اور اس کے بچوں کو گھر میں بند کرکے گھر کو آگ لگادی تھی اور اس طرح وہ اپنے خلاف تمام ثبوت ختم کرواچکا تھا۔

اس کے بعد اسی دن وہ شہر چھوڑ گیا تھا اور دو دن بعد وہ بیرون ملک شفٹ ہوگیا تھا۔ کچھ دن بعد اس نے اپنے بیوی‘ بچوں کو بھی بلوالیا تھا اور پھر ایک نئے نام کے ساتھ طویل عرصے تک باہر رہنے کے بعد وہ اپنی فیملی سمیت واپس لوٹا تھا اب یہاں لوگ اسے ایک بہت بڑے بزنس مین کے طور پر جاننے لگے تھے اب اس کا نام کے ساتھ عزت اور پہچان تھی۔ اس کی نئی حیثیت‘ نیا نام نئی پہچان بن گئی تھی اس طرح وہ مختلف دھوکوں سے لوگوں سے ان کی پراپرٹی ہتھیالیتا تھا۔ یہ سلسلہ نجانے کب تک چلتا لیکن پولیس کی ہٹ لسٹ میں اس کا بیٹا ایاز آچکا تھا اور پھر یہاں سے اس کی بربادی کی کہانی شروع ہوئی تھی اور آج وہ پولیس کی تحویل میں تھا اس کے تمام اثاثے ضبط کرلیے گئے تھے اور اس کی حالت انتہائی قابل ترس تھی۔ عبدالقیوم کے گھر سے پولیس کا پہرہ ہٹادیا گیا تھا۔

بیگم عبدالقیوم بیٹے کی لاش دیکھ لینے کے بعد مسلسل سکتے میں تھیں اور جب عبدالقیوم کو پولیس کی تحویل میں دیکھا تو ان کا ذہنی توازن بگڑ گیا تھا۔ وہ سارے گھر میں چیختی چلاتی‘ چیزیں توڑتی پائی جانے لگی تھیں ڈاکٹر کے مطابق شدید صدمات نے ان کے ذہنی توازن کو متاثر کیا تھا۔ ان کو علاج کے لیے ہسپتال میں منتقل کردیا گیا تھا جبکہ گھر میں صرف عادلہ اور کاشفہ رہ گئی تھیں۔ کاشفہ ایک

جذباتی بے حس لڑکی تھی بھائی کی موت اور باپ کی گرفتاری نے اس پر کوئی خاطر خواہ اثر نہیں کیا تھا جیسے ہی پولیس کا پہرہ ہٹا وہ پھر سے اپنی روٹین میں آ گئی تھی وہی سب سے ملنا ملانا اور پرانی حرکتیں۔ وہ زخمی ناگن کی طرح ہر وقت ولید اور رانا کی ٹوہ میں رہنے لگی تھی جبکہ عادلہ کے وجود میں ایک مثبت تبدیلی آئی تھی۔ وہ جو تمام عمر اپنے حسن، دولت وجائیداد اور امارت پر فخر محسوس کرتی رہتی تھی آج سارا فخر ملیامیٹ ہو چکا تھا۔

وہ لوگ جو پہلے اس کے حسن سے مرعوب تھے اب اس کی طرف نگاہ تک نہ اٹھاتے تھے۔ لوگوں کی نگاہ میں ان کے لیے نفرت تھی اس نے باہر نکلنا چھوڑ دیا تھا اسے اب اللہ یاد آنے لگا۔ اسے اپنے بھائی اور باپ کے وہ تمام مظالم یاد آنے لگے تھے جن کی وہ چشم دید گواہ تھی جس پر وہ غرور کیا کرتی تھی۔ وہ اپنے باپ سے ملنے جاتی تو اس کا باپ ایک عبرت کا نشان بنا ہوا تھا وہ حیرت اور غم زدہ نگاہوں سے اپنے گھر کو بکھرتے اجڑتے اور ملیامیٹ ہوتے دیکھ رہی تھی۔ آج دولت کا لالچی ناگ ان کا سب کچھ نگل چکا تھا۔ وہ ہسپتال جاتی تو اپنی ماں کی قابل رحم حالت کو دیکھ کر گم صم ہو جاتی تھی۔ اس کی ماں نے حالت جنوں میں ایک ڈاکٹر پر حملہ کر دیا تھا جس کے نتیجہ میں اس کی ماں کو اب زنجیروں سے جکڑ دیا گیا تھا۔

کچھ دن بعد ڈاکٹر نے اس کی ماں کو ناقابل علاج قرار دیتے ذہنی امراض کے ہسپتال میں منتقل کر دیا تھا اور بس یہ تھی غربت سے دولت کے معمول تک کی ایک طویل داستان۔ عادلہ سب کو عبرت کا نشان بنتے دیکھ کر گم صم ہو گئی تھی۔

❁.......❁.......❁

ابوبکر فیضان صاحب کے سمجھانے پر سہیل کے ہمراہ اپنے والد کے پاس آیا تھا۔ وہ پہلے بھی ایک دوبار آیا تھا لیکن باپ موجود نہ تھا اور وہ گھر کے اندر نہیں گیا تھا' واپس لوٹ جاتا تھا لیکن اس بار سہیل ہمراہ تھا اور خوش قسمتی سے اس دن اس کے والد گھر پر تھے۔

"ابوبکر تم!" والد نے اسے دیکھ کر فوراً پہچانا اور فرط جذبات سے اسے سینے سے لگالیا۔

"کوئی اس طرح بھی ناراض ہو کر باپ سے جدا ہوتا ہے' جانتے ہو میں نے تمہیں کہاں کہاں تلاش نہیں کیا۔" وہ رو دیئے اور ایک عرصے بعد ابوبکر کو ایک ندامت نے آلیا تھا۔

وہ اپنے باپ کو ہمیشہ قصوروار سمجھتا تھا لیکن آج دل میں کوئی شکوہ نہ تھا' وہ ان دونوں کو گھر کے اندر لے گئے تھے۔ انہوں نے اسے اپنی بیوی اور بچوں سے ملوایا تھا۔

ابوبکر اب زندگی کے جس مقام پر تھا اسے کسی سے کوئی گلہ نہ تھا سو وہ خوش دلی سے سب سے ملا تھا' حتیٰ کہ اپنی سوتیلی ماں سے بھی۔

"یہ میری شادی کا کارڈ ہے آپ ضرور تشریف لائیے گا۔" کچھ توقف کے بعد ابوبکر نے کارڈ ان کو دیا تو انہوں نے بہت دکھی کیفیت میں بیٹے کو دیکھا۔

"شادی کر رہے ہو اور باپ کو خبر ہی نہیں۔" ان کے لہجے میں دکھ تھا۔

"آپ کو انوائٹ کر رہا ہوں نا۔"

"غیروں کی طرح۔" باپ کے انداز میں شکوہ تھا۔

"آپ نے تو کبھی مجھے حقیقی بیٹے کا احساس نہ ہونے دیا تھا۔" شکوہ لبوں سے پھسلا۔

"میرے ماضی کی غلطیوں کو میرا جرم بنا دیا تم نے۔" ان کا لہجہ غم زدہ تھا' ابوبکر خاموش ہو گیا۔

"کہاں رہ رہے ہو؟" باپ نے پوچھا۔ جواباً ابوبکر نے اپنی رہائش کا بتا دیا۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم واپس لوٹ آؤ۔" انہوں نے کہا۔

"میں اب اپنی زندگی میں سیٹل ہوں آپ ٹینشن نہ لیں مجھے کسی سے کوئی گلہ نہیں بس میں چاہتا ہوں کہ آپ میری شادی میں میرے باپ کی حیثیت سے شامل ہوں۔" انہوں نے سر ہلا دیا تھا ان کی بیوی خاموش تھی اور بچے بھی۔ وہ دونوں کچھ دیر بیٹھے اور وہاں سے چلے آئے تھے۔

سہیل ابوبکر کے حالات سے واقف تھا اس نے کوئی سوال نہ کیا تھا۔ شام میں ابوبکر اپنے فلیٹ میں تنہا تھا جب اس کے فلیٹ کا

دروازہ بجا اس نے دیکھا اس کا باپ تھا۔
ابوبکر کو شدید خوشی نے آلیا تھا اس کا چہرہ ٹمٹمانے لگا تھا۔ اس کا باپ اس کے گھر میں تھا یعنی اس کے باپ کے دل میں اب بھی اس کے لیے جگہ موجود تھی یہ خیال ہی اس کو توانا کرنے کے لیے کافی تھا۔ اس نے بہت پرجوش انداز میں اپنے باپ کو ویلکم کیا تھا۔

❀......❀......❀
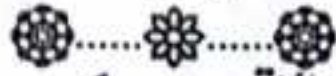
انا کے ایگزیمز قریب تھے وہ کسی کام سے کالج آئی تھی' مختلف لوگوں سے ملنا تھا چند ایک اساتذہ سے بھی۔ وہ سب سے مل کر باہر نکل رہی تھی جب ہاشم اینڈ گروپ سے مڈبھیڑ ہوگئی تھی۔ وہ ایگزیمز کی تیاری کے بارے میں پوچھنے لگی' وہ سب کو بتاتی پلٹی تو چونکی۔
گیٹ کے باہر کاشفہ تھی اپنی گاڑی سے ٹیک لگائے' کاشفہ کو دیکھ کر انا کے چہرے پر عجیب سی کیفیت پیدا ہوئی تھی۔
''اینی پرابلم۔'' ہاشم نے شاید اس کے چہرے کی بدلتی رنگت نوٹ کرلی تھی سو فوراً پوچھا۔
''کچھ نہیں۔'' اس نے بمشکل مسکرانا چاہا اس کا ڈرائیور موجود تھا وہ سب کو اللہ حافظ کہہ کر فوراً کاشفہ کو نظر انداز کرتی اپنی گاڑی کی طرف بڑھی۔
ہاشم نے اسے اپنی گاڑی میں بیٹھ کر جاتے دیکھا اور پھر کاشفہ کو دیکھا جو بہت عجیب نگاہوں سے اسے جاتے دیکھ رہی تھی۔ اگلے ہی لمحے وہ بھی اپنی گاڑی میں بیٹھ کر اسی سمت چلی گئی تھی جس سمت انا گئی تھی۔ ہاشم نے نوٹ تو کیا تھا لیکن توجہ نہ دی تھی۔
رستے میں ڈرائیور نے کچھ آگے جا کر فوٹو اسٹیٹ والی دکان کے سامنے گاڑی روکی تھی کاشفہ بھی عقب میں تھی۔ انا نے قطعی دھیان نہ دیا تھا اس نے کچھ نوٹس ڈرائیور کو دیے تھے ڈرائیور نوٹس لے کر شاپ کی طرف بڑھ گیا تھا۔ انا سنجیدگی سے بیٹھی ہوئی تھی جب کاشفہ نے اس کی کھڑکی کے ادھر کھلے شیشے کو بجایا۔ انا کاشفہ کو دیکھ کر خوف زدہ ضرور ہوئی تھی لیکن ساتھ ہی شدید نفرت کے ریلے نے آلیا تھا۔
''میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ ولید کو کچھ بھی نہیں بتاؤ گی۔'' وہ پھنکاری۔
''میں نے جتنا خوف زدہ ہونا تھا ہولیا لیکن میں اب تمہاری کسی بھی دھمکی سے نہیں ڈرنے والی۔'' وہ اس سے زیادہ تلخی سے بولی تھی۔ سارے نقصان اس کے حصے میں آئے تھے وہ اب کیوں ڈر ڈر کر جیتی۔
''ولید کو میرے خلاف کرکے تم نے اچھا نہیں کیا۔'' کاشفہ جیسی نہایت حسین وجمیل لڑکی کا چہرہ اس وقت نفرت کے شدید احساس سے سیاہ ہورہا تھا۔ انا نے سر جھٹک کر دوسری سمت دیکھا۔
''لیکن تم نہیں جانتی میں تمہارا کیا حشر کرنے والی ہوں۔'' اس کے لہجے میں اژدھوں کی سی پھنکار تھی انا نے الجھ کر دیکھا لیکن اگلے ہی پل وہ ساکت ہوئی تھی۔ کاشفہ کے ہاتھوں میں کوئی چیز تھی اس نے اس ہاتھ میں موجود چیز کا ڈھکن کھولا تھا انا کی آنکھیں پھٹی تھیں۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتی اس نے اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا اور انا اپنے چہرے پر ہاتھ رکھ کر بے اختیار چیخی تھی۔

❀......❀......❀

مصطفیٰ اپنے آفس میں تھا جب ولید کی کال آئی تھی۔ مصطفیٰ بھاگم بھاگ اسپتال پہنچا۔ وہاں پہنچا تو احسن، ولید، وقار صاحب بھی موجود تھے۔
''کیا ہوا خیریت؟'' اس نے پوچھا تو ولید نے لب بھینچ لیے تھے جبکہ احسن نے ایک گہرا سانس لیا۔
''ولید نے بتایا تھا کہ کاشفہ نامی لڑکی نے انا پر تیزاب پھینکا ہے کیا واقعی سچ ہے۔'' اس نے پھر اپنا سوال دہرایا جبکہ ولید کا چہرہ بہت سنجیدہ اور تکلیف دہ تھا وقار صاحب نڈھال سے ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے اور احسن کو ڈاکٹر نے آواز دی تو وہ اس جانب چل دیا۔
''بتاتے نہیں کیا ہوا ہے؟'' مصطفیٰ نے پھر ولید کو جھنجوڑا تو اسی وقت ایک طرف سے ہاشم مصطفیٰ کے سامنے آ رکا تھا۔
''السلام علیکم کیسے ہیں مصطفیٰ صاحب۔'' اس نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا اور مصطفیٰ نے الجھ کر دیکھا۔

''ہاشم کہتے ہیں مجھے انا کا کالج فیلو ہوں۔'' مصطفیٰ کو ایک دم یاد آیا تھا کہ وہ اسے جانتا ہے۔
مصطفیٰ نے اس سے مصافحہ کیا تو وہ مصطفیٰ کو لے کر ایک طرف چل دیا اور ولید وہ بہت سنجیدگی سے وقار صاحب کے ساتھ بیٹھ کر ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دینے لگ تھا۔

❀......❀......❀

سہیل ایک دو دن کے پرانے اخبارات اور کچھ میگزین لایا تھا۔ وہ سب چیزیں لا کر اس نے فیضان صاحب کو دی تھیں اور فیضان صاحب نے جب ان اخبارات کا جائزہ لیا تو ایک دم ساکت ہو گئے تھے۔ تقریباً ہر اخبار میں عبدالقیوم نامی شخص سے متعلق ایک ہی کہانی تھی۔ فیضان صاحب نے بغور سب اخبارات اور میگزین کا جائزہ لیا اور پھر آخر میں ایک گہرا سانس خارج کرتے ہوئے انہوں نے سہیل کو دیکھا۔
''شاید مکافات عمل اسی کو کہتے ہیں۔'' سہیل نے سر ہلایا۔
ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے
خون پھر خون ہے بہتا ہے تو جم جاتا ہے
سہیل کے لہجے میں افسردگی تھی۔
''ظالم کی رسی کتنی ہی دراز ہو جائے آخر ایک نہ ایک دن پکڑ میں آ ہی جاتی ہے ایک لمبا عرصہ لگا لیکن آخرکار ظالم اپنے انجام تک پہنچ گیا کاش ہم انسان اپنے انجام کی طرف نگاہ ڈال لیں تو دنیا میں زندگی گزارنا بہت آسان ہو جائے۔''
''بے شک دولت کی حرص انسان کو آخر کار تباہی کے دہانے پر ہی لا کر چھوڑتی ہے۔ مقام عبرت ہے اگر کوئی عبرت حاصل کرنا چاہے تو۔''
''قارون اپنے خزانوں سمیت زمین میں غرق کر دیا گیا تھا وجہ صرف ایک غرور تھا اور اس انسان نے تو زندہ انسانوں کی زندگیوں سے کھیلنے کی کوشش کی تھی۔ زندہ جلا دیا میرا گھر میرے بچے اور میری بیوی کو اور بھی نجانے کس کس معصوم کی آہیں تھیں جو اس انسان کے ذمہ تھیں۔''
''دنیا سمجھتی ہے آپ مر چکے ہیں۔'' سہیل نے افسردگی سے کہا۔
''دنیا کا کیا ہے دنیا کو یقین دلانا کون سا مشکل ہے سمجھتی رہے ہمیں کسی سے کیا لینا ہم اپنی قناعت میں خوش ہیں۔'' ان کے لہجے میں تشکر اور قناعت تھی۔ سہیل نے سر ہلایا۔
''عباس کے والد صاحب کی کال آئی تھی ان کی فیملی شادی کی ڈیٹ فکس کرنے آنا چاہ رہی ہے کیا جواب دوں۔''
''یعنی ان لوگوں سے ملاقات کا وقت آ چکا ہے۔'' سہیل کے سوال کے جواب میں وہ بولے۔ ''اسی ہفتے کا کوئی سا بھی دن دے دو ملاقات کرتے ہیں پھر دیکھتے ہیں کیا ڈیٹ دینی ہے۔'' سہیل نے سر ہلا دیا جبکہ فیضان صاحب کے چہرے پر گہری سوچ کے سائے تھے۔

❀......❀......❀

''مجھے یہ لڑکی مشکوک لگی تھی لیکن پھر میں نے نظر انداز کر دیا تھا مجھے بھی کالج روڈ پر ہی آنا تھا کچھ دور آیا تو چونکا تھا یہ لڑکی انا کو فالو کر رہی تھی مجھے لگا کہ جیسے کوئی گڑبڑ تھی میں نے بھی فالو کیا چند منٹ بعد انا کی گاڑی رکی تھی ڈرائیور شاید کچھ فوٹو اسٹیٹ کرانے گیا تھا تبھی یہ لڑکی اپنی گاڑی سے نکل کر انا کی گاڑی کے پاس جا رکی تھی ہاتھ میں کوئی چیز تھی نجانے کیوں مجھے لگا کہ جیسے کوئی گڑبڑ ہونے والی ہے میں بھی قدرے فاصلے سے چلتا اس لڑکی کے عقب میں چند قدم کے فاصلے پر جا کھڑا ہوا تھا پہلے تو یہ لڑکی انا کو دھمکاتی رہی اور پھر اس نے ہاتھ میں تھامی بوتل کا ڈھکن کھولا تھا میں چونکا تھا مجھے لگا کہ کچھ غلط ہونے والا ہے میں فوراً لڑکی کی طرف بڑھا تھا اس نے بوتل میں موجود چیز انا کی طرف اچھالنا چاہی تھی ابھی کوشش کی تھی کہ میں نے عقب سے اس لڑکی کو دھکا دیا تھا بوتل میں موجود تیزاب اس لڑکی کے چہرے پر گرا تھا یہ لڑکی وہاں تڑپنے لگی تھی جبکہ گاڑی کے ادھ کھلے شیشے سے تیزاب کے محض چند قطرے ہی اندر گرے تھے۔'' ہاشم مصطفیٰ کے ساتھ آئے ہوئے ساتھی کو اپنا بیان ریکارڈ کرا رہا تھا کاشفہ کو ایمرجنسی میں لے جایا گیا تھا۔ واردات

پر موجود اور لوگوں نے بھی معاملے کی تصدیق کردی تھی مصطفیٰ کے ساتھی متحرک تھے۔
انا کے ہاتھوں پر محض چند قطرے گرے تھے باقی وہ ٹھیک تھی محض خوف اور صدمے سے دوچار تھی اسے گھر بھیج دیا گیا تھا جبکہ باقی یہ تینوں ہاشم اور ڈرائیور کے کام کرنے پر اسپتال آگئے تھے۔
وہاں موجود سبھی لوگ اللہ کا شکر ادا کررہے تھے کہ انا بچ گئی تھی جبکہ کاشفہ کی حالت از حد تشویش ناک تھی۔ یہ پولیس کیس تھا اگر مصطفیٰ نہ ہوتا تو یقیناً وہ لوگ بری طرح پھنس جاتے۔ ہاشم کے کالج فیلوز کا گروپ بھی آگیا تھا انہوں نے بھی کالج کے گیٹ پر کاشفہ کی موجودگی کی تصدیق کرتے اپنا بیان ریکارڈ کرایا تھا۔ مصطفیٰ نے ان لوگوں کو ریلیکس ہوکر گھر جانے کا کہا اور خود کاشفہ کی فیملی سے رابطہ کرانے کی کوشش کی تو یہ جان کر از حد حیران ہوا کہ کاشفہ کوئی اور نہیں عبدالقیوم کی بیٹی اور عادلہ کی بہن تھی۔ مصطفیٰ شدید دھچکے کا شکار ہوا۔
عبدالقیوم کی ساری فیملی ہی اخلاقی لحاظ سے اس قدر زوال پذیر تھی کہ کوئی بھی ان کے شر سے نہیں بچا ہوا تھا۔ کیا باپ، کیا بہن اور کیا بھائی سبھی ایک ہی رستے پر تھے۔ مصطفیٰ پولیس کو ہدایات دیتے اور ڈاکٹرز سے بات کرتے خود بھی ولید کی طرف چلا آیا تھا۔ ہاشم کو بھی اس نے گھر جانے کا کہہ دیا تھا۔ وہ ولید کی طرف آیا تو سبھی لاؤنج میں جمع تھے آج افشاں بھی ادھر ہی موجود تھیں انا صبوحی بیگم کے ساتھ لگی شدت سے رو رہی تھی جبکہ وقار صاحب کا غم و صدمے سے برا حال تھا۔
ان کے ناتج میں اب ساری کہانی آئی تھی بلکہ وہ کیا احسن نے ضیاء صاحب، صبوحی بیگم اور افشاں کو بھی ولید اور روشی نے سب بتادیا تھا سب کے سامنے وقار صاحب صدمے سے پھٹ پڑے تھے لیکن مصطفیٰ کی آمد پر وہ اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔
مصطفیٰ نے انا کی خیریت پوچھی۔ اس کے ہاتھوں پر جو قطرے گرے تھے اس سے اس کے دونوں ہاتھ کئی جگہوں سے جھلسے ہوئے تھے لیکن بروقت چہرے پر ہاتھ رکھ لینے سے اس کا چہرہ بچ گیا تھا۔ ولید لب بھینچے ایک طرف بیٹھا ہوا تھا جبکہ باقی بھی حسب ضرورت اس کی دل جوئی کررہے تھے۔ مصطفیٰ کو ولید کا یہ ٹھس انداز قطعی نہیں بھایا لیکن اب وہ اس معاملے میں مزید کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ وہ کچھ دیر ان لوگوں میں بیٹھا انا کو تسلی دی تھی انا کافی حد تک خوف زدہ ہوگئی تھی سبھی اسے سنبھال رہے تھے۔
ساری صورت حال کا علم ہونے پر بہت زیادہ صدمہ تو صبوحی بیگم کو بھی تھا لیکن شوہر کی طرح وہ اس پر گرجی برسی نہ تھیں بلکہ پیار و محبت سے اس کی دل جوئی کررہی تھیں مصطفیٰ کچھ دیر بیٹھنے کے بعد رخصت ہوگیا تھا۔ روشی انا کو اس کے کمرے میں لے آئی تھی۔ بہلا پھسلا کر دودھ پلا کر اسے نیند کی گولی دی تھی کچھ دیر بعد وہ سوگئی تھی۔ اس ساری خواری میں سارا دن نکل گیا تھا۔ وقار صاحب نے سبھی کو اپنے کمرے میں بلالیا تھا۔ انہوں نے ایک بار پھر ساری صورت حال جاننا چاہی تھی روشی اور ولید کو جو علم تھا سب کچھ بتایا وہ بہت دیر تک اپنی بے وقوف بیٹی کی عقل کو کوستے تاسف کا شکار ہوتے رہے تھے۔
''اب جبکہ ساری بات کھل چکی ہے تو میرا خیال ہے حماد والے رشتے پر نظر ثانی کرلینی چاہیے۔'' ضیاء صاحب نے فوراً دل کی بات کہی۔
''میں زبان دے چکا ہوں اب میں زبان دے کر پھرنے والوں میں سے نہیں ہوں ویسے بھی انا کو اس کی بے وقوفی کی سزا ملنی چاہیے۔'' ان کا انداز قطعی تھا۔
سب نے ایک دوسرے کو دیکھا' ضیاء صاحب نے سنجیدگی سے وقار کو دیکھا' ان کا انداز پر سوچ تھا جبکہ وقار صاحب کا انداز قطعی۔

❀........❀........❀
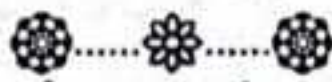
سب کا خیال تھا کہ شہوار کو اب سب بتادینا چاہیے ویسے بھی وہ اب کافی بہتر تھی اور اپنی اسٹڈی کی طرف توجہ دے رہی تھی دریہ بھی دو دن پہلے واپس انگلینڈ جاچکی تھی سبھی پرسکون اور مطمئن تھے۔
بابا صاحب نے اسے اپنے پاس بلالیا۔ افشاں بھی وہیں موجود تھیں آج کل وہ دن کے اوقات میں یہیں پائی جاتی تھیں جبکہ رات کے وقت وہ ولید کی طرف چلی جاتی تھیں شہوار ان کی روٹین سے قطعی بے خبر تھی۔ رات کا وقت تھا مہر النساء بیگم اور مصطفیٰ بھی پاس تھا آج وہ دن میں انا کی طرف گئی تھیں لیکن اب رات میں ادھر ہی تھیں۔

مصطفیٰ نے بات کا آغاز کیا تو شہوار ابھی اور پھر افشاں اور بابا صاحب نے بھی جب اسے سب کچھ بتایا تو وہ کئی ثانیوں تک بے یقینی کی کیفیت میں افشاں کو دیکھتی رہی تھی۔

''نہیں...... یہ نہیں ہوسکتا یہ بھلا کیسے ممکن ہے۔'' وہ یقین کرنے کو تیار ہی نہ تھی لیکن سب نے جو حقائق بتائے وہ بھی نظر انداز کیے جانے والے نہ تھے وہ ایک دم رونے لگ گئی تھی۔ افشاں نے بہت محبت سے ساتھ لگالیا تھا۔

وہ اسے اپنی ساری زندگی کے حالات بتاتی رہی تھیں بابا صاحب اپنا ماضی سناتے رہے تھے اور شہوار وہ عجیب سے غم کا شکار تھی۔ افشاں کے وجود سے اسے ماں کی محبت، شفقت اور ممتا ملی تھی وہ بھلا کیسے مان لیتی کہ وہ اس کی ماں نہ تھیں بلکہ اس کے حقیقی ماں باپ تو نجانے کب کے مرچکے تھے۔ اوپر سے ولید اس کا بھائی تھا حقیقی بھائی۔ ولید کے وجود میں اسے ہمیشہ ایک انسیت کا احساس ملا تھا لیکن وہ اس کا بھائی تھا یہ بھلا کیسے ممکن تھا۔

وہ رات شہوار پر بہت بھاری تھی کچھ دیر بعد وہ بابا صاحب کے کمرے سے واپس آئی لیکن باقی ساری رات اس کی بہت بری گزری تھی۔ مصطفیٰ اس کے پاس تھا اس کا دل بہلانے والا اسے سمجھانے والا۔ سب حالات بتا کر قائل کرنے والا اور پھر جب اسے یقین آنے لگا تو دل میں نئے درد جاگنے لگے تھے وہ کتنی بدنصیب تھی اسے ماں باپ میں سے کسی کا بھی سایہ نصیب نہ ہوا اور بھائی جیسی نعمت ہونے کے باوجود وہ زندگی کے ہر مقام پر بے نام ونشان ہونے کے طعنے سہتی رہی تھی اور اپنے خاندان میں پلنے کے باوجود وہ اپنے خاندان کے لیے ایک اجنبی بن کر رہی تھی۔ ہر ایک کے لیے ایک سوالیہ نشان۔ وہ ساری رات اپنے مرے ہوئے والدین کو یاد کرکے روتی رہی تھی۔ اسے عبدالقیوم جیسے شیطان صفت لوگوں سے شدید نفرت محسوس ہوئی تھی جن لوگوں کی ہوس نے اس کا سارا گھر اجاڑ ڈالا تھا۔ اس کے دل میں افشاں ان کے لیے عقیدت کا گہرا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا تھا انہوں نے اپنی ساری زندگی اس کی خاطر تیاگ دی تھی۔

ایک گھر، شوہر اور بیٹی ہونے کے باوجود انہوں نے ایک لمبا ہجر کاٹا تھا اور ولید اس کا دل چاہ رہا تھا کہ اڑ کر اپنے بھائی کے پاس پہنچ جائے۔ اس نے ہمیشہ خواہش کی تھی کہ کاش اس کا کوئی بھائی ہوتا جو ہر قسم کے سرد وگرم میں اس کی پناہ گاہ بن جاتا اور آج اسے بھائی مل گیا تھا۔ وہ رات اس کے لیے بڑی اذیت ناک تھی۔ مصطفیٰ کی محبت، تسلی دلاسے کچھ بھی تو کام نہیں آرہا تھا۔ اس رات کی صبح بڑی عجیب سی تھی وہ بمشکل صبح کا انتظار کرپائی تھی چھ بجتے ہی اس نے مصطفیٰ سے ولید سے ملنے کا کہا' مصطفیٰ اس کی بے قراری سمجھ سکتا تھا اس نے انکار نہ کیا۔ اسی طرح وہ گھر والوں کی اجازت سے افشاں کے ہمراہ اسے لے کر ولید کی طرف آگیا تھا وہ لوگ ابھی ناشتے کی تیاریوں میں تھے۔ ان لوگوں کو اس قدر صبح آتے دیکھ کر چونکے تھے۔ مصطفیٰ ولید کو پہلے ہی کال کرچکا تھا وہ لاؤنج میں ہی موجود تھا باقی سب بھی وہیں آگئے تھے۔

شہوار بڑے بے اختیار انداز میں ولید کی طرف بڑھی لیکن قریب جا کر رک گئی تھی غم زدہ ولید بھی تھا۔

''بھائی......'' وہ پکاری تو ولید نے خود آگے بڑھ کر اسے ساتھ لگالیا اور بھائی کی قربت پاتے ہی وہ ٹوٹ کر بکھری تھی۔

اسے بچپن سے لے کر اب تک کے تمام دکھ رلا گئے تھے تمام حسرتیں دل ودماغ کے دروازوں پر دستک دینے لگی تھیں۔ اور پھر وہ ٹوٹ کر روئی بھی اتنا زیادہ کہ افشاں کو خود آگے بڑھ کر اسے ولید سے جدا کرنا پڑا تھا۔ ولید کی آنکھیں نم ناک تھیں مصطفیٰ بھی افسردہ تھا اور وہاں موجود باقی سبھی لوگوں کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

''بس صبر کرو بیٹا۔ جو بیت گیا اسے بھول جاؤ تم اب بھی میری بیٹی ہو میری روشی کی طرح، میری دعا ہے اللہ اب ہمیں کسی بھی غم سے دور رکھے آمین۔'' افشاں اس کا سر تھپتھپا کر اسے سنبھال رہی تھیں اور وہ سسکیاں بھرتے ہلکورے لیتے جسم سے بس روئے جارہی تھی۔

❀ ❀ ❀
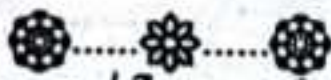
کاشفہ کی طبیعت اب بہتر تھی لیکن اس کا چہرہ تیزاب گرنے سے جھلس گیا تھا جس کی وجہ سے ڈاکٹرز نے اسے مسلسل ٹرینکولائزر کے زیر اثر رکھا تھا عادلہ اس کے پاس آچکی تھی عادلہ عجیب سی کیفیت میں تھی۔ کاشفہ کو جب بھی ہوش آتا وہ چیخنے چلانے لگتی تھی وہ انا کو گالیوں سے نوازتے بدزبانی کرنے لگتی تھی۔ مصطفیٰ نے شہوار کو انا کی طرف ہی چھوڑ دیا تھا تبھی اسے کاشفہ والے سانحہ کا علم ہوا تو وہ

حیران ہوئی تھی۔

"اتنا کچھ ہوا اور مجھے کسی نے بتایا ہی نہیں۔" وہ شکوہ کناں ہوئی۔

"تمہاری طبیعت کے پیش نظر کسی نے ذکر نہیں کیا ہوگا۔" انا نے اسے تسلی دی وہ دونوں اس وقت انا کے کمرے میں تھیں۔

"کتنی عجیب سی بات ہے مجھے تو لگتا ہے کہ میں اب بھی کوئی خواب دیکھ رہی ہوں آنکھ کھلے گی تو سب کچھ بدلا ہوا ہوگا۔"

"مجھے بھی جب سب حقیقت کا علم ہوا تو ایسا ہی لگا تھا۔" انا نے بھی کہا تو شہوار نے اسے بغور دیکھا۔ وہ بڑی پژمردہ اور رنجیدہ سی تھی۔

"اب تو سب کو ساری بات کا علم ہو چکا ہوگا؟" انا نے محض سر ہلایا۔

"انکل کا کیا ری ایکشن ہے؟"

"بہت خفا ہیں مجھے تو دیکھ کر رخ موڑ لیتے ہیں بات کرنا تو دور کی بات ہے۔" شہوار نے ایک گہرا سانس لیا۔

"ولی کو تم لوگوں نے بتایا تھا نا؟" کچھ توقف کے بعد اس نے پوچھا تو شہوار نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ہمارا خیال تھا کہ اس طرح تم جو خود کو سزا دینے پر تلی ہوئی ہو اس میں کمی آ جائے گی لیکن ولی بھائی تو اور زیادہ ضد پر اتر آئے ہیں۔"

"یہ سب میرا قصور ہے میری بے وقوفی سے سزا تو مجھے ملنی ہی تھی۔"

"مجھے کاشفہ پر بہت ترس آ رہا ہے اور کتنی حیرت کی بات ہے یہ کاشفہ ایاز کی بہن نکلی یہ تو سارا خاندان ہی اخلاقی لحاظ سے انتہائی زوال پذیر تھا ماں باپ کیا اولاد تک اس روش پر تھی۔" انا خاموش رہی تھی تو شہوار نے اس کے ہاتھ تھام کر اس کے ہاتھ کی پشت پر بنے آبلوں کو دیکھا سرخ و سفید ہاتھوں پر آبلے بڑے تکلیف دہ تاثر دے رہے تھے۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا شکر ہے اللہ نے تمہیں بچا لیا اور اپنے ہی دام میں شکاری آ گیا۔" انا خاموش رہی اور شہوار نے بہت نرمی سے اس کے ہاتھوں پر آئنٹمنٹ لگانا شروع کیا۔ وہ پچھلے دو دن سے انا ہی کی طرف تھی افشاں اور ولی اس کا بہت خیال رکھ رہے تھے مصطفیٰ بھی رات میں چکر لگاتا تھا۔ دونوں سہیلوں کو ایک دوسرے سے باتیں کرنے کا دل کھول کر بھڑاس نکالنے کا موقع ملا تو کسی نے مداخلت نہ کی تھی۔ ویسے بھی سب چاہ رہے تھے کہ دونوں زندگی کے جس جس بھنور میں پھنسی ہوئی ہیں کہہ سن کر جی کا بوجھ ہلکا کرتے بہت جلد اس سے باہر نکل آئیں۔

❀ ❀ ❀
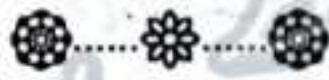
وہ لوگ آج سہیل کی طرف انوائیٹڈ تھے۔ شاہزیب صاحب، زہرہ پھپو، محسن انکل اور مہرالنساء بیگم کے ساتھ ساتھ عائشہ اور صبا ان کے شوہر بھی تھے لائبہ کی جگہ عباس آیا تھا مصطفیٰ کام میں بزی تھا۔ وہ نہیں آ سکا تھا اور شہوار گھر میں لائبہ کے ساتھ رک گئی تھی۔

خواتین کا اندرونی کمرے میں بیٹھنے کا انتظام تھا جبکہ مرد حضرات کا بیٹھک میں فیضان صاحب مہمانوں کو ویلکم کرتے وقت موجود نہ تھے۔ شاہزیب صاحب کو عجیب سا لگا تھا انہوں نے سہیل سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ ریفریشمنٹ کا سامان لینے نکلے ہیں۔ کچھ دیر بعد وہ گھر آ گئے تھے ابوبکر بھی انوائیٹڈ تھا۔ ان کا چہرہ بہت سنجیدہ تھا انہوں نے سامان کچن میں پہنچا کر خود بیٹھک کا رخ کیا۔ سہیل اور ابوبکر مہمانوں کے ساتھ مصروف گفتگو تھے ان کو آتے دیکھ کر بھی چونکے تھے۔

"یہ ماموں جان ہیں۔" سہیل نے تعارف کرایا تو سبھی گرم جوشی سے ملے تھے۔ جبکہ شاہزیب صاحب نے بہت سنجیدگی سے ان سے مصافحہ کیا تھا۔ وہ الجھے الجھے سے تھے۔

فیضان صاحب سب سے محو گفتگو ہو گئے تھے شاہزیب صاحب بھی شامل گفتگو تھے۔ اندرونی کمرے میں رابعہ صبا اور عائشہ میں گھری ہوئی تھی۔ وہ اس سے پہلے بھی مل چکی تھیں لیکن اس بار ملنا کسی اور نوعیت کا تھا۔ زہرہ کو بھی رابعہ پسند آئی تھی۔ بھابی سب کو ہینڈل کر رہی تھیں۔

مہرالنساء بیگم رابعہ کے لیے کچھ سوٹ، جیولری، کاسمیٹک اور بھی نجانے کیا کچھ لائی تھیں۔ باہر مردوں میں شادی کی ڈیٹ فائنل ہوئی تو ان خواتین نے حسب ضرورت سلامی دی تھی۔ ماں جی نے رابعہ کو کنگن پہنائے تھے۔ کھانے کے کچھ دیر بعد گفتگو ہوئی اور

پھر ان لوگوں نے رخصت چاہی تھی۔ فیضان صاحب ان لوگوں کو خود گاڑی تک رخصت کرنے گئے تھے۔ سب کچھ بہت خوش اسلوبی سے ہوا تھا۔

وہ لوگ گھر واپس آئے تو سیدھے بابا صاحب کے پاس آ رکے تھے۔ مہر النساء بیگم اور زہرہ وہاں کا حال احوال سنانے لگ گئی تھیں جبکہ شاہزیب صاحب سنجیدہ تھے۔

"کیا بات ہے تم بہت خاموش ہو؟" دونوں خواتین چلی گئیں تو بابا صاحب نے بیٹے کو دیکھا۔

"نجانے کیوں مجھے لگ رہا ہے کہ میں سہیل کے ماموں سے پہلے کہیں مل چکا ہوں یا دیکھ چکا ہوں۔"

"ہو سکتا ہے کاروباری سلسلے میں تم ہزاروں لوگوں سے ملتے ہو۔"

"نہیں وہ اتنی بڑی کاروباری شخصیت نہیں ہیں پیشے کے لحاظ سے وہ چھوٹا موٹا کاروبار دوست کے ساتھ شراکت داری کی بنیاد پر کرتے ہیں اور ساتھ معلم ہیں۔"

"ہو سکتا ہے کہیں دیکھا ہو لیکن یاد نہ آ رہا ہو۔" وہ مسکرائے۔

"ویسے اخلاقی لحاظ سے بہت اچھے انسان تھے دو ماہ بعد کی تاریخ رکھی ہے شہوار بیٹی کے ایگزامز ہیں وہ بھی اس دوران کمپلیٹ ہو جائیں گے۔" وہ خوش دلی سے کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

باہر لڑکیوں نے عباس کو گھیر رکھا تھا اور خوب رونق لگا رکھی تھی۔

"دیکھیں ماں جی اس بار بھائی نے چن کر لڑکی تلاش کی ہے اگلے پچھلے سارے گلے شکوے ختم کر دیے ہیں۔" عائشہ کو ذاتی لحاظ سے رابعہ بہت پسند آئی تھی۔

"ماشاءاللہ ہے بھی تو چندے ماہتاب بالکل شہوار کا پرتو لگی ہے مجھے تو۔" زہرہ پھپو نے بھی کہا تو مہر النساء بیگم چونکیں۔

"ہاں مجھے بھی وہ کچھ شہوار جیسی ہی لگی تھی۔"

"شاید اس لیے کہ وہ انہی کی طرح سادہ اور دھیمے مزاج کی مالک ہیں۔" صبا نے بھی تبصرہ کیا۔

"اور اس دفعہ ایک تگڑا سا نیگ تیار رکھیے گا چھوٹی موٹی چیز پر ہم نہیں ماننے والے۔" لائبہ نے بھی دونوں بہنوں کے درمیان میں بیٹھے مسکراتے عباس کو کہا۔

"خالی نیگ کوئی اور بھی چیز مانگ لو مسکراہٹ نہیں دیکھ رہی تم لوگ ایسی مسکراہٹ ہو تو انسان کچھ زیادہ ہی مانگے۔" سجاد بھائی نے بھی اکسایا۔ بھی عباس کو خوب تنگ کر رہے تھے شہوار بھی ان میں آ بیٹھی تھی۔

"کتنے مزے کی بات ہے، ہم دونوں اپنی جیٹھانی بیاہ کر لائیں گے۔" شہوار نے کہا تو لائبہ ہنسی۔

"آفاق کو تو سچ مچ ایک ماں مل جائے گی۔" صبا نے بھی لقمہ دیا تو مہر النساء بیگم مسکرائی۔

"اللہ میرے بچے کے نصیب اچھے کرے جب تمہارے بابا نے دریہ کا کہا تو میرا دل ہولا تھا لیکن رابعہ سے مل کر پہلا خیال ہی آفاق کا آیا تھا یقیناً یہ لڑکی آفاق کو سنبھال لے گی۔"

"ان شاءاللہ۔" زہرہ پھپو نے بھی کہا تو سبھی نے آمین کہا۔ رات گئے تک محفل جمی رہی تھی خوب رونق لگی ہوئی تھی ایک عرصے بعد اس گھر میں پھر سے خوشی کے قہقہے گونج رہے تھے۔ رات گئے مصطفیٰ لوٹا تھا اسے بھی سب نے گھسیٹ لیا تھا وہ بھی ان میں شامل ہو گیا تھا۔ صبا اور عائشہ تالیاں بجاتے گیت گانے لگی تھیں لائبہ اور شہوار بھی ان کا ساتھ دے رہی تھیں۔

ڈھولک میں تال ہے پائل میں چھن چھن
گھونگھٹ میں گوری ہے، سہرے میں ساجن
جہاں بھی یہ جائیں بہاریں ہی چھائیں
خوشیاں ہی پائیں میرے دل نے دعا دی ہے
میرے بھائی کی شادی ہے
ہمارے بھائی کی شادی ہے

صبا اور عائشہ کا تو مارے خوشی کے برا حال تھا دونوں کے چہروں سے خوشی پھوٹ رہی تھی۔ ماں جی اور زہرہ پھپھو بھی برابر ساتھ دے رہی تھیں۔ مصطفیٰ نے ہنستی مسکراتی شہوار کو دیکھا تو دل میں ایک گہری طمانیت کا احساس جاگا۔

"آج تو ہمارے عباس بھائی کے دل کی وہ کیفیت ہوگی۔" سجاد بھائی نے محبت سے عباس کے گلے میں بانہیں ڈالی۔

گل تر ارنگ چرالائے ہیں گلزاروں میں

سجاد نے تان اڑائی تو سبھی نے ہوہا کا شور مچاتے خوب رنگ جمایا۔

"سجاد بھائی تو بڑے چھپے رستم ہیں۔" صبا نے بے انتہا خوشی سے کہا۔

جل رہا ہوں بھری برسات کی پھواروں میں

عباس کی طرف سب نے بہت شرارت سے دیکھا تو عباس جھینپ کر رہ گیا۔

"بھئی یاد رکھیں یہ عباس بھائی کی رابعہ بھابی کے لیے دلی پکار ہے۔"

"بلے بھئی بلے۔" مصطفیٰ نے بھی عباس کا کندھا تھپکا۔

"دیکھو بھئی مجھے گانا پورا کرنے دیں اب درمیان میں کوئی نہیں بولے گا ورنہ عباس بھائی ناراض ہو جائیں گے۔" سجاد نے شرارتی نظروں سے عباس کو دیکھتے حاضرین کو کہا۔

"آپ اپنی سریلی آواز میں اپنے فن کو جاری رکھیں بھائی جان۔" عائشہ نے شرارت کی پھر سب ہنسے تھے۔

مجھ سے کترا کر نکل جائے جان حیا

دل کی لو دیکھ رہا ہوں تیرے رخساروں میں

مجھ کو نفرت سے نہیں پیار سے مطلوب کرو

میں تو شامل ہوں محبت کے گنہگاروں میں

"اوئے ہوئے۔" عباس بھائی کا خوب ریکارڈ لگا تھا۔ مصطفیٰ نے سجاد کی کمر تھپتھپائی تھی۔

"آپ اتنے زیادہ پرجوش مت ہوں ابھی آپ کی بھی باری ہے۔ سجاد بھائی تو اپنا فن دکھا چکے ہیں۔ اب آپ دکھائیں۔" عائشہ نے مصطفیٰ کو بھی گھسیٹا۔ شہوار نے بھی پرشوق نظروں سے دیکھا۔

"نہ بھئی سجاد بھائی کی طرح میں کوئی سنگر و نگر نہیں ہوں۔"

"لیکن بھائی کی شادی طے ہوئی ہے اسی خوشی میں گانا تو ہوگا۔" سبھی نے کورس میں کہا۔ ماں جی اور زہرہ پھپھو کا ہنس ہنس کر برا حال تھا۔

"بھئی مجھے کوئی شاعری واعری نہیں آتی۔"

"چلیں بیگم کو ساتھ ملالیں اس کو تو آتی ہوگی۔" لائبہ نے شرارت سے دونوں کو دیکھا تو شہوار بھی جھینپی۔

"مجھے تو بس ایک ہی غزل آتی ہے قتیل شفائی کی۔" سب کے پرزور اصرار پر شہوار نے کہا تو سب اس کے سر ہو گئے۔

"جو آتا ہے وہی سنادیں شرط ہے کہ سنانا ضرور ہے۔"

لاکھ پردوں میں رہوں بھید میرے کھولتی ہے۔

شاعری سچ بولتی ہے۔

شہوار نے آواز اٹھائی تو سبھی نے بے اختیار تالیاں پیٹ ڈالی تھی۔

"یاد رکھیں مصطفیٰ بھائی پہلی بار آپ کی بیگم صاحبہ یوں برملا سب کے سامنے آپ سے بازبان شاعری اظہار محبت فرما رہی ہیں۔" عائشہ نے تو خوب شرارت کی تھی۔ سبھی ہنس دیے تھے۔ مصطفیٰ کی آنکھوں میں شہوار کے لیے محبتوں کا ایک جہاں آباد ہو گیا تھا۔

"اگر تم لوگ مجھے ایسے تنگ کروگی تو میں نہیں سناؤں گی۔" اس نے عائشہ کو آنکھیں دکھائی۔

"نہیں بھئی تم جاری رکھو کوئی کچھ نہیں بولے گا۔" سجاد نے حوصلہ افزائی کی۔

تیرا اصرار کہ چاہت کا کبھی اظہار نہ ہو
واقف اس غم سے میرا حلقہ احباب نہ ہو
تو مجھے ضبط کے صحراؤں میں کیوں رہتی ہے
شاعری سچ بولتی ہے۔

''ارے واقعی مصطفیٰ بھائی نے اتنی پابندیاں لگا رکھی ہیں۔'' عائشہ کی چونچ بھلا کیسے بند رہ سکتی تھی ایک بار پھر زبردست قہقہے پڑے۔

''خبردار کسی نے میری بیٹی کو ستایا تو۔'' ماں جی نے فوراً شہوار کی طرف داری کی' سب نے پھر حوصلہ افزائی کی تو اس نے پھر بولنا شروع کیا۔

شہوار کا بولنے کا انداز بہت اچھا تھا سبھی ایک دم سنجیدہ ہوگئے تھے۔

یہ بھی کیا بات ہے کہ چھپ چھپ کر تجھے پیار کروں

سب کے ہونٹوں پر شریری مسکراہٹ مچلی تھی لیکن سبھی ضبط کر گئے تھے۔

اگر کوئی پوچھ ہی بیٹھے تو میں انکار کروں

''شوہر ہیں تمہارے انکار کیوں کرو گی بھلا؟'' وہ عائشہ ہی کیا جو مان جائے شہوار تو ایک دم سرخ پڑ گی تھی۔

''تم ان کی پروا مت کرو بس بولو۔'' مصطفیٰ نے اسے حوصلہ دلایا تو وہ ہنس دی۔

وقت کی ہر بات کو دنیا کی نظر تولتی ہے
شاعری سچ بولتی ہے

''در پردہ تم پر چوٹ کی ہے شہوار نے۔'' لائبہ بھابی نے بھی عائشہ پر چوٹ کی تھی جو وہ سر جھٹک کر اڑا گئی تھی۔

میں نے اس فکر میں کاٹیں کئی راتیں کئی دن
میرے شعروں میں تیرا نام نہ آئے لیکن
جب تیری آنکھ میری سانس میں رس گھولتی ہے
شاعری سچ بولتی ہے

سب کے چہروں پر بڑی دل آویز مسکراہٹ تھی۔ اس بند پر زبردست تالیاں بجائیں تھیں۔

''یہ سب کچھ آپ کو سنایا جارہا ہے۔'' صبا نے مصطفیٰ کے کان میں سرگوشی کی تھی مصطفیٰ ہنسا تھا۔

بہت عرصے بعد اسے یہ سب کچھ بہت اچھا لگ رہا تھا بلکہ شہوار کا یہ پراعتماد انداز، یہ الفاظ یہ خوب صورتی سب کچھ بہت شدت سے اٹریکٹ کر رہا تھا۔

تیرے جلوؤں کا اثر تو میرے ایک ایک غزل
تو میرے جسم کا سایہ ہے تو یوں کترا کے نہ چل
پردہ داری تو خود اپنا بھرم کھولتی ہے
شاعری سچ بولتی ہے

زبردست تالیوں نے شہوار کے اس انتخاب پر داد دی تھی۔

''زبردست چوائس۔'' عباس بھائی نے بھی خوب سراہا۔ مصطفیٰ نے بھی دل کھول کر داد دی۔

''بس ثابت ہوا کہ کم بولنے والے جب بولتے ہیں تو خوب بولتے ہیں۔'' سجاد نے بھی سراہا' لائبہ نے شہوار کی کمر تھپکی' عائشہ اور صبا نے شرارتی نظروں سے دیکھا تھا۔

''اب مصطفیٰ بھائی کی باری ہے جھوٹ نہیں، کچھ بھی سنائیں کوئی سونگ نہ سہی اپنی بیگم کی طرح زبان شاعری ہی دل کا احوال کہہ دیں لیکن سنانا ضرور ہے۔'' عائشہ نے اعلان کیا اور مصطفیٰ سوچنے لگا۔

''اک بار کہو تم میری ہو۔'' مصطفیٰ نے کہا تو سبھی نے خوب ہلا مچایا۔
''یہ مصطفیٰ بھائی ہی ہیں نا۔'' عائشہ نے آنکھیں پٹپٹائی۔

کوئی ساجن ہو، کوئی پیارا ہو
کوئی دیپک ہو، کوئی تارا ہو
جب جیون رات اندھیری ہو
اک بار کہو تم میری ہو

مصطفیٰ کی نگاہیں شہوار کی طرف اٹھی اور پھر اس کے سرخیاں چھلکاتے رخ زیبا پر جیسے ثبت سی ہو گئی تھی۔ اور شہوار کی نگاہیں بار حیا سے جھک گئی تھیں۔ سب کی دبی دبی ہنسی لیکن جیسے مصطفیٰ کو کوئی پرواہ نہ تھی۔

جب ساون بادل چھائے ہوں
جب بھاگن پھول کھلائے ہوں
جب چندا روپ لٹاتا ہو
جب سورج روپ نہاتا ہو
یا شام نے بستی گھیری ہو
اک بار کہو تم میری ہو

''زبردست یار تم نے تو کمال کر دیا، محفل ہی لوٹ لی۔'' عباس بھائی نے ایک دم داد دیتے ہوئے کہا اور مصطفیٰ نے بڑے اسٹائل میں کورنش بجالاتے تسلیمات کہا۔

ہاں دل کا دامن پھیلا ہے
کیوں گوری کا دل میلا ہے
ہم کب تک پیت کے دھوکے میں
تم کب تک دور جھروکے میں
کب دید سے دل کو سیری ہو
اک بار کہو تم میری ہو

لفظوں کا انتخاب اور لب ولہجہ سب کچھ اس قدر دلنشیں تھا کہ شہوار خود مبہوت ہوئے دیکھے گئی تھی۔

کیا جھگڑا سود خسارے کا
یہ کاج نہیں بنجارے کا
سب سونا روپا لے جائے
سب دنیا دنیا لے جائے
تم ایک مجھے بہتیری ہو
اک بار کہو تم میری ہو

خوب صورت آواز میں مصطفیٰ نے اختتام کیا تھا۔ سبھی نے دل کھول کر داد دی تھی۔
''جی اوئے میرے بھائی تم نے تو دل ہی لوٹ لیا۔'' سجاد بھائی کون سا کم تھے اپنے انداز میں داد دی تھی۔
سبھی خوش تھے پر جوش تھے۔ دل میں محبتوں کا سمندر لیے ایک دوسرے کی خوشیوں میں ہنستے مسکراتے چہرے سبھی عباس کو اب فورس کر رہے تھے کہ اب وہ کچھ گنگنائے اور عباس مسلسل دامن بچا رہا تھا۔
ماں جی مسکراتی جھلملاتی نگاہوں سے سب کو دیکھتے دل ہی دل میں اپنی خوشیوں کے دائمی ہونے کی دعائیں مانگ رہی تھیں۔

❁......❁......❁

دونوں اپنے اپنے ایگزیمز کی تیاریوں میں لگ گئی تھیں جبکہ گھر والے شادی کی تیاریوں میں تھے انا مضمحل افسردہ اور سب کچھ ہوتے دیکھ رہی تھی۔ انا بڑی مشکل سے خود کو مجتمع کرتے سارا فوکس بکس کی طرف کرنے میں کامیاب ہوئی تھی اور دلجمعی سے تیاری کر رہی تھی۔ اکثر شہوار آ جاتی تھی تو دونوں مل کر تیاری کرتی تھیں۔ یا پھر انا اس کی طرف چلی جاتی تھی۔ اس دوران کیا کچھ ہوا تھا قطعی بے خبر تھیں۔ آنے والے دنوں میں بس شہوار کے ذریعے انا کو اتنا علم ہوا تھا کہ مصطفیٰ نے بابا صاحب سے ولید کے سلسلے میں کوئی بات کی تھی اور اس کے بعد بابا صاحب نے اپنی بیٹی، انا کے والدین اور ولید کو بلوایا تھا کافی دیر بحث ہوتی رہی تھی اور اس کے بعد فیصلہ کیا ہوا تھا کسی کو کوئی خبر نہ تھی نتیجتاً انا کی طرف تیاریوں کا سلسلہ رک گیا تھا۔

دونوں پرسکون انداز میں اپنے پیپرز دے رہی تھیں۔ اس دوران انا کو معلوم ہوا کہ کاشفہ اب پہلے سے بہتر تھی عادلہ اسے ڈسچارج کروا کر اپنے گھر لے جا چکی تھی مزید کیا ہوا تھا علم نہ تھا۔ وہ دونوں تو بس کتابوں، جرنلز، نوٹس میں ہی سر کھپائے ہوئے تھیں۔ دن رات کی محنت رنگ لائی تھی۔ دونوں کے ایگزیمز بہت اچھے ہوئے تھے۔ اس دن شہوار انا کے ساتھ ہی گھر آ گئی تھی آج کل وہ ایک دوسرے کے گھر آ جاتی تھیں اور پھر بعد میں ڈرائیور پک کر لیتا تھا۔ دونوں بہت ریلیکس ہو کر لوٹی تھیں روشی نے ان کو مزیدار سی چائے پلائی تھی۔

''اب شادی کی تیاریوں میں جت جاؤ تم دونوں کی وجہ سے ابھی کچھ بھی نہیں کر پائے ہم۔'' روشی نے خوش دلی سے کہا تو انا کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔ شہوار نے اسے دیکھا اور ایک گہرا سانس لیا۔

''رات پھپھو کی کال آئی تھی بتا رہی تھیں حماد بھی اسی ہفتے میں واپس لوٹ رہا ہے۔'' اس نئی خبر پر انا کے چہرے کا رنگ مزید زرد ہوا۔

''میں نے احسن سے کہہ دیا ہے کہ آج رات وہ ہمیں ڈنر کرائیں گے تم مصطفیٰ بھائی کو بھی کہہ دو وہ آج رات فری رہیں۔'' روشی نے الٹیمیٹ دیا تھا تو شہوار نے سر ہلایا۔

باقی وقت اچھا گزرا تھا رات کو بھی ڈنر کے لیے تیار ہو گئے تھے بڑے نہیں جا رہے تھے بس روشی احسن، انا ولید اور شہوار تھے مصطفیٰ کو آفس سے ہی سیدھا ہوٹل پہنچنا تھا۔ وہ پانچوں ایک ہی گاڑی میں گھر سے نکلے تھے۔ تینوں خواتین پیچھے تھیں ولید گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا اور احسن فرنٹ سیٹ پر تھا۔

''قسم ہے جتنے دنوں انا کے ایگزامز رہے تھے روشی میڈم نے گھر پر کرفیو لگا رکھا تھا اب اللہ اللہ کر کے خیر سے چھوٹے ہیں ہم۔'' احسن نے بیوی کو چھیڑا۔

''تو اور کیا کرتی پہلے آپ نے اسے ہولا کر رکھا ہوا ہے اتنا سامنے نکل آیا ہے۔ انکل کا غصہ کم تھا کیا جو باقی سب بھی ہاتھ میں لٹھ لیے اس کے پیچھے پڑ گئے تھے کم از کم اسے سکون سے ایگزیمز تو دینے دیتے۔'' روشی نے بھنا کر کہا تو شہوار ہنس دی۔ ویسے بھی روشی کو سارا غصہ ولید پر تھا جواب بھی لاتعلق سا بنا ہوا تھا جبکہ انا خاموش تھی۔

وہ لوگ ڈنر ہال میں جلدی پہنچ گئے تھے کچھ دیر بعد مصطفیٰ نے بھی ان کو جوائن کر لیا تھا۔ بہت خوش گپیوں میں انہوں نے کھانا کھایا تھا۔ انا زیادہ تر خاموش تھی اور ولید کا انداز انا کے علاوہ باقی سب کے ساتھ بہت خوش گوار تھا اور انا کو یہ بات بہت تکلیف دے رہی تھی وہ اس کی طرف اب تو نگاہ بھی نہ ڈالتا تھا۔

''اب کیا ارادے ہیں بھئی۔'' مصطفیٰ نے بیگم کو دیکھا جو اتنے دنوں سے کبھی ادھر اور کبھی ادھر گھوم رہی تھی اور گھر میں بھی جو وقت ہوتا تھا بس کتابوں میں گم رہتی تھی مصطفیٰ بھی اس سے بات کرنے کو جیسے ترس گیا تھا۔

''کل آپ کے ساتھ گھر چلی جاؤں گی آج ادھر ہی رکوں گی۔'' انا بھی یہی چاہتی تھی شہوار نے کہہ دیا تو مصطفیٰ نے گھورا۔

''تمہیں مجھ پر ترس نہیں آ رہا۔'' آواز دھیمی تھی۔

''ایک رات کی ہی تو بات ہے مصطفیٰ بھائی رکنے دیں نا۔'' انا نے بھی سفارش کی مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لیا۔

''چلو دیکھ لیتے ہیں ایک رات اور سہی۔'' مصطفیٰ نے سرد آہ بھری تو شہوار ہنس دی۔

''تم بھی آج ہماری طرف ہی چلو کافی دن ہو گئے ہیں اکٹھے بیٹھے ہوئے۔'' ولید نے کہا تو مصطفیٰ نے کچھ سوچا اور پھر سر ہلا

دیا۔ وہ لوگ کافی دیر تک باہر رہے تھے۔ ایک عرصے بعد شہوار بہت کھل کر ہر چیز سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ انجوائے کر رہی تھی ورنہ جب بھی باہر نکلتی تھی ایاز کا ہیولا ہر وقت آسیب کی طرح سر پر مسلط رہتا تھا۔

''عباس بھائی کی شادی کی تیاریاں بہت زور و شور سے ہو رہی ہیں گھر میں صبا اور عائشہ ہر وقت متحرک رہتی ہیں ہر وقت رونق سی لگی رہتی ہے۔'' روشی کے پوچھنے پر کہ شادی کی تیاریاں کہاں تک پہنچی ہیں شہوار تفصیل سے بتا رہی تھی اور انا کا دل سرد خانے میں مقید ہوتا جا رہا تھا۔ کاش وہ کسی سے کہہ سکتی کہ اس کے دل کی کیا کیفیت تھی۔

ولید نے تو اب پلٹ کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا اور وقار صاحب نجانے وہ اس کے ایگزیمز کو لے کر اس کے ساتھ نرم ہوئے تھے مصطفیٰ کے بابا صاحب سے ملنے کے بعد سے وہ اس سے اب سرد مہری سے پیش نہیں آئے تھے۔ نجانے بابا صاحب نے ان سے کیا کہا تھا۔ شہوار کو علم نہ تھا اور روشی سے وہ پوچھ نہیں سکتی تھی۔ وہ عجیب سی کیفیت میں تھی۔

وہ لوگ گھر آ چکے تھے مصطفیٰ ولید اور احسن ولید کے کمرے میں براجمان تھے۔ بڑے لوگ سو چکے تھے وہ تینوں لاؤنج میں خوش گپیوں میں لگی ہوئی تھیں روشی اور شہوار کی اپنی باتیں تھیں اور انا وہ محض ان کو سنتی رہی تھی۔

''لائبہ بھابی تو آفاق کے ساتھ ساتھ چھوٹے کے ساتھ بزی رہتی ہیں صبا اور عائشہ وارن کر چکی ہیں کہ ایگزیمز کے بعد ان کے ساتھ مل کر شادی کی تیاریاں دیکھنی ہیں۔''

''ہاں پھپھو بھی کہہ رہی تھیں کہ جو کافی کام ہیں جو دیکھنے والے ہیں میری تو طبیعت ایسی ہے کہ میں بھاگ دوڑ نہیں کر سکتی پھپھو خود ہی دیکھ رہی ہیں سب کچھ۔'' دونوں بس یہی باتیں کر رہی تھیں انا کا دل ایک دم بھر آیا تو وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر شدت سے رو دی۔

''ارے..... ارے کیا ہوا؟'' روشی پریشان ہوئی۔

''تم لوگ میرے سامنے اس قسم کا ذکر مت کیا کرو۔'' روشی نے شہوار کو دیکھ کر گہرا سانس لیا۔ انا روتی رہی اور پھر چہرہ صاف کر کے اس نے دونوں کو دیکھا دونوں سنجیدہ تھیں۔

''کیا یہ شادی رک نہیں سکتی۔'' اس کے لہجے میں آس و امید تھی۔

''عباس بھائی کی شادی۔'' روشی نے جیسے بھولپن کی حد کر دی تھی۔ انا نے خفگی سے دیکھا تو اس نے ہاتھ تھاما۔

''ہم بھلا کیا کر سکتے ہیں انکل کا بس ایک ہی موقف ہے وہ زبان دے چکے ہیں اور اپنی زبان سے نہیں ہٹ سکتے۔ دوسری طرف مصطفیٰ کی پھپھو ہیں وہ بھی اتنی اچھی لڑکی ہاتھ سے نکلنے نہیں دینا چاہتی ویسے بھی ولید بھائی تو اب تمہارا نام بھی نہیں سننا چاہتے۔'' روشی کی صاف گوئی نے انا کے وجود میں جیسے نشتر اتار دیے تھے۔

''میں شرمندہ ہوں سب سے معافی مانگ چکی ہوں بابا، ماما، احسن بھائی، ماموں جان سب سے اب تو سب کو اصل حقیقت کا پتا بھی چل چکا ہے اب بھی مجھے ہی سب قصوار سمجھتے ہیں کیا؟'' وہ بہت مایوس ہوئی تھی۔ دونوں خاموش رہی تھیں انا خود ہی اپنے آنسو صاف کرتے تیزی سے وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔

''ویسے انا کے ساتھ بہت زیادتی ہو رہی ہے ولید بھائی سے بات کروں گی ایسے نہیں ہونا چاہیے۔'' شہوار نے دکھ سے کہا جبکہ روشی خاموش رہی۔

کچھ دیر بعد روشی نے گیسٹ روم کو شہوار لوگوں کے لیے کھول دیا تھا مصطفیٰ بھی تھکا ہوا تھا وہ کمرے میں آتے ہی لیٹ گیا۔

''میں آتی ہوں آپ ویٹ کریں ذرا۔'' شہوار کمرے میں سے جانے لگی تو مصطفیٰ نے تعجب سے دیکھا۔

''اب کدھر کی تیاری ہے۔''

''ولی بھائی سے بات کرنی ہے بس ابھی آتی ہوں۔'' وہ کہہ کر کمرے سے نکل آئی جبکہ پیچھے مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لیا۔ وہ ولید کے کمرے میں آئی تو وہ بھی بستر پر لیٹ چکا تھا اسے دیکھ کر اٹھ بیٹھا۔

''آپ سونے لگے تھے۔'' اس نے محض سر ہلایا تھا۔ شہوار مسکراتی ہوئی ولید کے پاس آ بیٹھی۔

''ایک بات کہنی تھی آپ سے۔'' ولید نے سنجیدگی سے دیکھا۔

''آپ کی بابا صاحب سے کیا بات ہوئی تھی؟''
''کیوں؟''
''مجھے کوئی کچھ بھی نہیں بتاتا جس سے پوچھتی ہوں ٹال جاتا ہے دیکھیں مجھے صاف صاف بتائیں آپ سب کیا کرنا چاہتے ہیں۔''
''کچھ نہیں کرنا چاہ رہے ہم لوگ۔'' شہوار نے سنجیدگی سے بھائی کو دیکھا۔
''انا بہت ڈسٹرب ہے اس کا اتنا بڑا جرم تو نہیں کہ آپ انا کا مسئلہ بنالیں۔ پلیز آپ اسے معاف کردیں۔''
''ڈونٹ وری میں کسی سے ناراض نہیں ہوں۔''
''تو پھر آپ انا سے شادی کرلیں نا پلیز میری خاطر۔'' وہ انا اور بھائی دونوں کی محبت میں مجبور تھی ولید نے گھورا۔
''شادی کوئی بچوں کا کھیل نہیں تمہاری دوست نے انگوٹھی اٹھا کر میرے منہ پر ماردی اور اب اپنی غلطیوں پر شرمندہ ہوکر معافی مانگ لی اور سب ٹھیک ہوجائے گا۔ مصطفیٰ کی پھپھو کی بھی خاندان میں ایک عزت ہے اور ادھر انکل بھی اپنی زبان کے پابند ہیں جو جیسا ہورہا ہے ہونے دو بجائے اس کے اپنی دوست کی جذباتیت کو دیکھتے تم مجھے آکر سمجھاؤ بلکہ جاکر اسے سمجھاؤ کہ جو ہورہا ہے ہونے دے۔''
''آپ کو ذرا دکھ نہیں ہورہا۔'' اس نے بہت دکھ سے پوچھا۔
''دکھ کیسا؟'' ولید سنجیدہ ہوا۔
''کیا آپ کے دل میں کبھی بھی انا کے لیے کوئی احساس پیدا نہ ہوا تھا۔''
''بے وقوف لوگوں کی خاطر میں دل کے عارضے پالنے کا قائل نہیں ہوں میں پریکٹیکل بندہ ہوں میرے پاس ان فالتو کاموں کے لیے کوئی وقت نہیں۔'' سنجیدہ انداز تھا۔
شہوار نے بہت دکھ سے ولید کو دیکھا اور پھر بغیر کچھ کہے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ولید نے اسے نہیں روکا تھا۔ وہ کمرے سے نکلی تو بہت افسردگی سے مسکراتے بستر پر آ بیٹھی تھی۔
''یہ چہرے پر بارہ کیوں بج رہے ہیں۔'' مصطفیٰ نے فوراً نوٹ کیا۔
''مجھے ولید بھائی سے ایسی سنگ دلی کی امید نہ تھی۔'' وہ بہت دکھی ہوئی۔
''میں اتنی محبت سے ان کے پاس گئی تھی اس مان کے ساتھ کہ وہ میری بات نہیں ٹالیں گے لیکن انہوں نے تو مجھ سے سیدھے منہ بات نہیں کی اتنے عرصہ بعد مجھے ایک بھائی جیسا مان ملا ہے اتنے ارمان تھے میرے دل میں لیکن وہ تو اتنے روڈ اور سنجیدہ ہورہے ہیں کہ میرا دل ہی ٹوٹ گیا۔'' بات کرتے کرتے اس نے آخر میں باقاعدہ رونا شروع کردیا اور مصطفیٰ نے سنجیدگی سے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے دیکھنا شروع کردیا۔
''کیا ہوا ہے آپ ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں۔'' آنسو صاف کرتے اس نے مصطفیٰ کا انداز دیکھا تو پوچھا انداز شکایتی تھا۔
''سوچ رہا ہوں تم دونوں دوستیں بہت ہی بے وقوف ہو۔'' شہوار کے چہرے پر بے وقوف کہنے پر ایک دم سرخی چھائی۔
''ولید انا کے ساتھ جو کررہا ہے بالکل ٹھیک کررہا ہے انا کی شادی جہاں ہورہی ہے چپ چاپ ہونے دو خوامخواہ روڑے اٹکانے کی کوئی ضرورت نہیں۔'' ڈانٹنے والا قطعی انداز تھا۔
''آپ ولید بھائی کا ساتھ مت دیں وہ غلط کررہے ہیں انا ولید بھائی کی ہی دلہن بنتی کتنی خواہش تھی میری۔''
''سونے کا ارادہ ہے یا ساری رات اپنی دوست کا غم منانا ہے۔'' مصطفیٰ نے لیٹتے ہوئے اس پر چوٹ کی۔
وہ کلس کر رہ گئی اور غصے کے اظہار کے طور پر اپنا تکیہ اٹھا کر بالکل کنارے رکھ کر مصطفیٰ کی طرف سے کروٹ بدل کر لیٹ گئی تھی۔ مصطفیٰ نے اسے دیکھا تو مسکرا دیا۔
''اس طرح مجھ سے دور لیٹ کر نیند آجائے گی۔'' اسے چھیڑا۔
''میری نیند کسی کی پابند نہیں۔'' اس نے غصے سے کہا۔

عائشہ رحمٰن عاشی

نام تو آپ پڑھ ہی چکے ہیں' پیار سے کچھ لوگ عاش' اور کچھ عاشی اور میری نانی اماں عاشو کہتی ہیں' بہر حال مجھے عاشی اچھا لگتا ہے 26 اپریل 1996 کو اس اندھیری دنیا میں سائباں بن کر آئی آہم" اسٹار کا کوئی پتہ نہیں' میری کاسٹ عباسی ہے اور آنچل سے دوستی پانچ سال پرانی ہے ہم چھ بہن بھائی ہیں' پہلے بھیا اویس رحمٰن عباسی پھر مہارانی صاحبہ خود' پھر آمنہ رحمٰن' پھر حارث رحمٰن عباسی' پھر خولہ رحمٰن عباسی اور آخری میں آئرہ رحمٰن عرف پری۔ اپنی فیملی سے بے حد پیار ہے میری منگنی ہوئی تھی جو دو سال بعد ٹوٹ گئی منگیتر صاحب حسن پرست نکلے خوبی آمنہ سے پوچھا تو جواب آیا ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی اور خامیاں بے شمار ہیں ویسے میری نظر میں خوبی یہ ہے کہ دشمن کو بھی معاف کر دیتی ہوں کبھی بدلہ نہیں لیتی معصوم جو ٹھہرے کھانے میں دال چاول اینڈ آلو کی چپس پسند ہیں ڈریسنگ میں فراک' چوڑی دار پاجامہ' لانگ شرٹ اور بڑا سا آنچل پسند ہے۔ ہار سنگھار کا کوئی شوق نہیں۔ جسٹ پیاری سی انگوٹھی اور سادہ چوڑیاں پسند ہیں' گھنٹوں تنہا اور اندھیرے میں بیٹھنا اچھا لگتا ہے۔ ایف ایم شوق سے سنتی ہوں۔ فرینڈز ایک ہو تو بتاؤں نا' سب بیسٹ فرینڈ ہیں حمیرا' عاصمہ' طیبہ' مصباح' فوزیہ' عشرت' نیلم' صبا' رینا اور سسٹر آمنہ رحمٰن میمونہ ارم آمنہ تاج نمرہ مبارک رابعہ اعوان مہوش' ناظمہ' عاصمہ' ثانیہ' شبنہ' مہوش غفور' ثمن سحر آپی سونیا اقراء' سدرہ اور بھی بے شمار ہیں پھر سب کے نام لکھنا ممکن نہیں۔ فیورٹ رائٹرز نازیہ کنول نازی' سمیرا شریف طور' نمرہ احمد' عمیرا احمد' سباس گل' فرحت اشتیاق' راحت وفا' فاخرہ گل' راحت جبیں اور عائشہ نور محمد ہیں۔ آخر میں دعا ہے اللہ تعالیٰ میرے گھر والوں بالخصوص میرے امی اور پاپا کو صحت کاملہ عطا فرمائیں اور ان کا سایہ ہمیشہ ہمارے سر پر قائم دائم رکھے پاکستان کو آنچل اللہ تعالیٰ نظر بد سے بچائے (آمین)

"سوچ لو۔" مصطفیٰ نے ہونٹ دانت تلے دبا کر مسکراتے ہوئے کہا تو شہوار نے پلٹ کر دیکھا۔ مصطفیٰ ہنس رہا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر شہوار کو بازو کے حصار میں لے لیا۔

"اتنے دنوں تو تم بالکل کتابوں کی قید سے آزاد ہو کر میرے قریب آئی ہو جانتی ہو کتنا زیادہ صبر کیا ہے میں نے۔"

"زیادہ پھیلنے کی ضرورت نہیں...... یہ آپ کے گھر میں آپ کا ذاتی کمرہ نہیں ہے۔" وہ اب بھی ناراض ناراض سی تھی۔

"چلو وعدہ اپنا موڈ درست کرو میں ولید سے بات کروں گا۔" مصطفیٰ کو اس کے ناراض ناراض چہرے پر ترس آ گیا تھا۔ شہوار کے چہرے پر ایک دم رونق آ گئی تھی۔

"آپ ان کو سمجھایئے گا...... انا کے لیے قائل کرنا ہے پلیز۔" وہ پھر وہی موضوع شروع کر چکی تھی مصطفیٰ نے مسکرا کر ایک گہرا سانس لیا۔

❁......❁......❁
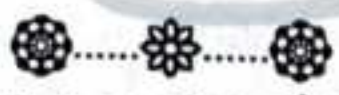
بابا صاحب اپنے ماہانہ چیک اپ کے لیے ڈاکٹر کے پاس آئے تھے شاہزیب صاحب ساتھ تھے واپسی پر بابا صاحب نے عباس کے سسرال جانے کی فرمائش کی تو شاہزیب صاحب نے ڈرائیور کو رابعہ کے گھر کی طرف جانے کا کہا۔ بابا صاحب اپنی طبیعت کے سبب نہیں جاسکے تھے سو اب چلے آئے تھے۔ ان لوگوں نے سہیل یا کسی کو بھی اطلاع نہ دی تھی۔ ڈرائیور نے گاڑی روکی تو شاہزیب صاحب بابا صاحب کو سہارا دیتے رابعہ کے گھر کے طرف چل دیے تھے۔ انہوں نے گھر کے دروازے پر دستک دی تھی اور چند سیکنڈ بعد دروازہ کھل گیا تھا۔ فیضان صاحب اپنے سامنے موجود شخصیت کو دیکھ کر ساکت رہ گئے تھے۔

"چوہدری حیات علی۔" ان کے لبوں سے نکلا تھا۔ چونکے تو چوہدری حیات علی بھی تھے اور شاہزیب صاحب بھی۔

❁......❁......❁

کاشفہ پر پھر سے جنون طاری تھا وہ بھی گھر سے نکلی تھی وہ کچھ دوستوں سے ملنے گئی تھی لیکن دوستوں کی طرف سے اس کے ساتھ جو سلوک کیا گیا تھا اس نے اسے پاگل کر دیا تھا۔ وہ گھر لوٹ آئی تھی لیکن عادلہ کی جان مصیبت میں آ چکی تھی۔ نشے کی عادت نے اس کی طبیعت کو بہت بگاڑ دیا تھا۔ اوپر سے اپنی شکل کا بگڑ جانا وہ سارے گھر میں چیختی چلاتی چیزیں توڑتی پھر رہی تھی۔

"میں کسی کو بھی نہیں چھوڑوں گی میں سب کو قتل کردوں گی میں ولید اور انا کو جان سے ماردوں گی۔" وہ مغلظات بکے جارہی تھی۔
عادلہ حیرت سے گنگ مکافات عمل کا یہ مظاہرہ دیکھ رہی تھی۔ اس کے دل میں عجیب سا خوف بیٹھنے لگا تو اس نے خود کو اپنے کمرے میں بند کرلیا تھا کافی دیر تک سارے گھر میں کاشفہ کے چیخنے چلانے اور چیزیں توڑنے کی آوازیں گونجتی رہی اور پھر ایک دم خاموشی چھا گئی تھی۔ عادلہ گم صم اپنے کمرے میں بیٹھی تھی دو تین گھنٹے گزرے تو وہ حالات کا جائزہ لینے کمرے سے نکلی تھی اور کاشفہ کو ہر جگہ دیکھتے نہ پاکر الجھتی ہوئی وہ کچن کی طرف آئی تھی اور یہ دیکھ کر اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں اور حلق سے بے اختیار چیخیں بلند ہونے لگی تھیں۔
کاشفہ نے اپنا بایاں ہاتھ کاٹ لیا تھا کچن کے فرش پر چاقو گرا ہوا تھا اور سارے فرش پر سرخ خون بہہ رہا تھا۔ عادلہ چیختے چلاتے ہوئے کچن کے دروازے پر گر گئی تھی۔ مکافات عمل کے سلسلے میں لگنے والا یہ زخم سب سے کاری تھا۔

❁……❁……❁

"یہ فیضان صاحب ہیں۔" بیٹھک میں آکر شاہزیب صاحب بابا صاحب اور فیضان صاحب کا تعارف کرا رہے تھے۔
بابا صاحب گم صم سے تھے اور فیضان صاحب نڈھال۔ بابا صاحب کے ماضی سے جھانکتا توانا، مضبوط، چہرہ اب وقت کی گرد میں دب کر کچھ رنگ بدل چکا تھا چہرے پر داڑھی تھی وہ شاید نہ پہچان پاتے جو شاہزیب صاحب تعارف نہ کراتے۔
"فیضان، تم میرے فیضان ہونا۔" بابا صاحب کے لہجے میں یقین تھا۔ شاہزیب صاحب چونکے۔
"شاہزیب یہ فیضان ہے میرا فیضان۔" بابا صاحب بضد تھے جبکہ شاہزیب صاحب ششدر۔ وہ بابا صاحب کو سمجھانا چاہتے تھے کہ یہ کیسے ممکن ہے۔ عبدالقیوم نے خود اعتراف کیا تھا کہ سکندر کو مار کر نہر میں ڈلا دیا گیا تھا وہ سکندر تو مر چکا تھا جوان کا فیضان تھا لیکن وہ بابا صاحب کو نہ جھٹلا سکے تھے۔
شہوار کے باپ کے آئی ڈی کارڈ میں جو تصویر تھی وہ یقیناً اسی سکندر کی تھی جو اب فیضان کے روپ میں ان کے سامنے تھا اگر چہرے پر داڑھی نہ ہوتی تو وہ فوراً پہچان لیتے لیکن وہ سکندر تو مر چکا تھا اور یہ فیضان کہاں سے آ گیا تھا۔
"بابا صاحب یہ کیسے ممکن ہے۔" وہ پکارے تھے جبکہ بابا صاحب ہر چیز فراموش کیے فیضان کے چہرے پر اپنا لرزتا ہاتھ رکھ کر اس کے قریب ہوئے تھے۔
"میں یہ چہرہ یہ رخسار یہ آنکھیں نہیں بھول سکتا، یہ میرا بیٹا ہے۔" وہ لرزتی آواز میں کہہ رہے تھے اور فیضان صاحب کی آنکھوں میں نمی آٹھہری تھی۔ وہ ایک عرصہ سے ان سے موجود ہر رشتے کو جھٹلاتے رہے تھے لیکن آج ان کی بے قراری اور تڑپ دیکھ کر دل پسیجا تھا۔
"تم میرے بیٹے ہونا، میرے فیضان۔" وہ بہت تڑپ کر پوچھ رہے تھے۔
فیضان صاحب کو لگا کہ اگر اب کے انہوں نے انکار کیا تو وہ شاید عمر بھر خود کو معاف نہ کرسکیں۔ ساری عمر انہوں نے اس رشتے کو جھٹلایا تھا انکار کیا تھا لیکن اس بار انکار نہ کر پائے تھے۔ غیر مرئی انداز میں ان کی گردن اثبات میں ہلی تھی۔ بابا صاحب اس حرکت کو دیکھ کر ساکت ہوگئے تھے۔
"ہاں بابا جان میں ہی آپ کا وہ بدبخت فیضان ہوں جس کے ماضی کا ایک نام سکندر بھی تھا۔"

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر

بادل جو گرجتے ہیں وہ برسا نہیں کرتے
محسن کبھی احسان کا چرچا نہیں کرتے
آنکھوں میں بسا لیتے ہیں روٹھے ہوئے منظر
جاتے ہوئے لوگوں کو پکارا نہیں کرتے

بابا کے انتقال کا تیسرا دن بھی جب گزر گیا تو وہ پہلی بار اس کے سامنے تنہائی میں آیا تھا۔ اظہار تعزیت کرنے والوں کی تعداد میں کمی آتی جارہی تھی اور اب سورج ڈھلتے سے اس کے پاس کوئی بھی نہ تھا۔ غم و یاس کی چادر میں لپٹی وہ اس کے سامنے تھی۔ سوجی ہوئی متورم آنکھیں بتارہی تھیں کہ ان تین دنوں میں کوئی پل بھی ایسا نہ ہوگا جب بادل برسے نہ ہوں۔ سپید چہرے پہ سجے نرم لبوں کو دانتوں سے کچلتی وہ اچانک یوں اسے اپنے سامنے دیکھ کر نظریں چرا گئی جسے چار دن پہلے قدرت نے ایک دوسرے کے تمام احساسات اور قلب و جذبات کا مالک بنادیا تھا۔ بالکل حادثاتی طور پر!! ہوسکتا ہے بابا کے لیے یہ حادثہ اتفاقی نہ ہو بلکہ انہوں نے بہت پہلے سے یہ سب سوچ رکھا ہو لیکن اس کے لیے تو محض یہ اتفاق تھا۔

جب ٹوٹتی سانسوں پہ گرفت پاتے ہوئے بابا جان نے اس اجنبی کے ہاتھ میں اس کا ہاتھ پکڑا دیا تھا۔ چند گواہان مولوی صاحب کے ہمراہ ہاسپٹل روم میں ہی اکٹھے ہوگئے تھے جن میں بابا کے قریبی دوست اور ارتضیٰ کے دوست شامل تھے۔ قاضی صاحب نے نکاح پڑھایا تو کئی دنوں سے بیماری کی اذیت کا کرب جھیلتے بابا کی آنکھوں میں سکون آ ٹھہرا تھا۔ وہ تو جیسے کچھ

سوچنے سمجھنے کی کیفیت سے ماورا تھی۔ خالی خالی آنکھوں سے بس مانیٹر پر ان کے دل کی رفتار کے مدوجذر کو دیکھ رہی تھی۔ کس طرح ایجاب وقبول کے مرحلے طے ہوئے وہ کٹھ پتلی کی طرح کچھ نہ سمجھتے ہوئے سارے مرحلے سر کیے جارہی تھی۔

"مم...... مجھے معاف کردینا بیٹا...... میں تمہاری خواہش نہیں پوری کرسکا...... قدرت نے مہلت ہی نہ دی اب اس حقیقت کو قبول کرلو جس میں اس کی رضا......" ٹوٹتے بے ربط جملوں میں پشیمانی تھی وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر بے تحاشا رو دی۔

"میری سب سے بڑی خواہش آپ ہیں بابا...... آپ تو ساتھ نہ چھوڑتے۔ اس بھری دنیا میں آپ کے علاوہ میرا کون تھا جو اتنی بڑی بیماری کو گلے لگا کر اس اسٹیج تک آپہنچے۔ ذرا بھی خیال نہ آیا میرا؟"

"یہی تو میری زندگی کا سب سے بڑا قلق تھا بچے جو اتنا بڑا فیصلہ مجھے کرنا پڑا کہ اس بھری دنیا میں میرے سوا تمہارے سر پر ہاتھ رکھنے والا کوئی نہیں۔ ارتضیٰ بہت اچھا لڑکا ہے میں اسے بچپن سے جانتا ہوں۔ اس کے باپ سے میری پرانی دوستی تھی تم تو جانتی ہو۔ بس اس کے سوا مجھے تمہارے لیے کوئی پسند نہیں آیا اس کا بھی بھری پوری دنیا میں کوئی نہیں۔" وہ مولوی صاحب کے ساتھ ہی کمرے سے چلا گیا تھا جب وہ اسے متعارف کروا رہے تھے۔

"خیال رکھنا اس کا کسی لمحے بھی احساس نہیں دلانا کہ میرے اس فیصلے میں تمہاری مرضی شامل نہیں تھی۔ میں اس کا مشکور ہوں کہ اس ڈوبتی سانسوں کی ساعتوں میں میرا مضبوط سہارا بن کر کھڑا ہوا۔ خدا تم دونوں کو شاد وآباد رکھے آمین۔"

"بابا...... میں کچھ نہیں جانتی بس آپ مجھے چھوڑ کر مت جائیں۔" سسکیاں لیتی وہ مچلی۔

"قدرت سے تم لڑ سکتی ہو نہ میں ورنہ کوئی بھی اس دنیا میں اپنے پیاروں کو تنہا چھوڑ کر نہ جائے میرا تمہارا ساتھ بس اتنا ہی تھا...... بس...... اتنا مت رو بچے کہ موت کے وقت بھی میں اذیت میں ہی رہوں۔ کبھی تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں آنے دیئے اب آخری لمحے تم مجھے کیوں پشیمان کررہی ہو۔" ان کی بے جان ہوتی ہوئی آنکھوں میں نمی آگئی۔ وہ تڑپ گئی۔

"نہیں بابا...... نہیں...... بس کیا کروں کس کے آگے اپنے دل کا زخم لے کر جاؤں......!" جلدی جلدی اپنی آنکھیں صاف کیں۔ دل میں تو طوفان بپا تھا۔ ڈاکٹر نے اتنی باتیں کرنے سے انہیں منع کیا تھا۔ پھر بھی انہیں سامنے پاکر خود پر قابو نہ رکھ سکی۔

خدا بھی کیسے کیسے فیصلے کرتا ہے کہیں تو کسی کے ہمراہ ایک ہجوم بیکراں اور کسی کا واحد سہارا بھی ٹمٹنے کی زد میں!! کیسے نہ گریہ وزاری کرتی۔ کیسے اضطراب و بے چینی جملوں میں نہ در آتی۔ اس وقت تو اس واقعے کو بھی فراموش کر بیٹھی تھی جو کچھ دیر قبل ظہور پذیر ہوا تھا یاد تھا تو بس اتنا کہ اس کے بچپن کی تنہائیوں کے شریک بابا جان جارہے تھے۔ ڈاکٹرز نے جواب دے دیا تھا۔

"میں نے تمہیں اکیلا نہیں چھوڑا...... وہ بات میرے لیے زیادہ کربناک ہوتی کہ میں تمہیں تنہا اس دنیا کے حوالے کرجاتا لیکن اللہ کا شکر ہے کہ ارتضیٰ میرے لئے فرشتوں کی طرح ثابت ہوا۔ مجھے اس پر خود سے زیادہ بھروسہ ہے۔ بہت شریف النفس بچہ ہے اور کوئی میرے اعتماد کے قابل نہ تھا بیٹی یہاں کی زندگی اور گاؤں کی سادگی میں بہت فرق ہے۔ ایڈجسٹ کرنے میں کوئی مشکل ہو تو معاف کردینا۔ اپنے باپ کی مجبوری اور قدرت کا لکھا قبول کرنے کی کوشش کرنا۔" وہ ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں بہت کچھ سمجھاتے رہے تھے پر اس وقت وہ سمجھنے کے لائق کہاں تھی۔ ایک بہت بڑے خلا کا زندگی میں در آنے کے احساس نے کچھ بھی سمجھنے کے لائق نہیں چھوڑا تھا۔

بالآخر بابا چلے گئے وہ تڑپ تڑپ کر روئی۔ ان کے دوست کی بیویوں اور محلے دار عورتوں نے سنبھالا اس کے غم کو محسوس کیا بہت سمجھایا۔ بس آنکھوں کے فرش سوکھتے ہی نہ تھے۔ کوئی بھی سمجھانے کی کوشش کرتا تو پہلے سے زیادہ اشک امڈے چلے آتے۔ رو رو کر حالت نیم جاں ہوگئی تھی آخر تیسری شام کو کسی نے اس بے تحاشا سادہ مزاج اور وجاہت کے پیکر انسان کو اس کے کمرے میں بھیج دیا یا شاید اسے خود اس نئے رشتے کی ذمہ داری کا احساس ہوگیا تھا۔ وہ سمجھ نہ سکی۔ اسے تو خود اس اتفاقی رشتے کو قبول کرنے میں جھجک محسوس ہورہی تھی کہ اس زبردستی اور مجبوری کی بنا پر استوار کیے گئے بندھن کو اس نے دل سے قبول بھی کیا ہے کہ نہیں۔ وہ صوفے کے کارنر پر سکڑی سمٹی بیٹھی ہوئی تھی حالات نے بے تحاشا اجلی رنگت کو کملا دیا تھا۔ گلابی لب بھیگے ہوئے تھے۔ اسے دیکھ کر ہلکا سا منہ موڑ گئی۔

"خدا کی مرضی میں سر جھکا دینا ہی انسانیت کی معراج ہے۔" ہلکا سا کھنکھار کر وہ گویا ہوا۔ اس کی آواز اسی کی طرح مضبوط اور دلکش شخصیت کی عکاسی کرتی تھی یہ تو اسے بہت پہلے

سے علم تھا جب بابا کی موجودگی میں کبھی کبھار گاؤں سے اس کے گھر آیا جایا کرتا تھا اور تعلیمی دور میں اسی شہر کے ہاسٹل میں مقیم تھا تو ان کے گھر بھی بعض اوقات ٹھہرا کرتا تھا۔

”ہم سب اس کی امانت ہیں' مناہل صاحبہ! ایک نہ ایک دن اپنی اپنی باری پہ چلے جانا ہے۔ دنیا میں مستقل قیام کے لیے کوئی نہیں آیا۔ بس جلد یا بدیر جانا ضرور ہے۔ ہر انسان اس کی مصلحت سمجھ نہیں پاتا۔“ کہتے ہوئے سائیڈ صوفے پر وہ براجمان ہوگیا۔ ”انکل بہت اچھے انسان تھے۔ انہوں نے کبھی بھی ایک والد سے کم شفقت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ جس کی آپ خود گواہ ہیں کہ میں بچپن سے ہی اپنے والد کے ساتھ ان کی محبت میں یہاں کھنچا چلا آتا تھا۔ حالانکہ میری تعلیم کے ساتھ گاؤں کی ذمہ داریاں تھیں پر ان کی چاہت کا اعزاز تھا کہ اپنے والد کے انتقال کے بعد قدرتی طور پر ان سے بہت اٹیچ ہوگیا تھا۔ لیکن ان کی زندگی بس اتنی ہی تھی انکل کو کینسر ہوگیا یہ سن کر ہی میں اسی کرب میں گرفتار ہوگیا تھا جیسے کبھی اپنے والد کے انتقال کی خبر سن کر ہوا تھا۔“ اس کا چہرہ دوبارہ آنسوؤں سے تر ہونے لگا تھا۔ ارتضٰی نے بغور جل تھل کا سماں دیکھا۔

”مشیت ایزدی کے سامنے کسی کا بس نہیں۔ غم خوشی' نشیب وفراز زندگی کا حصہ ہیں' سکھ تو انسان خوشی خوشی قبول کرلیتا ہے' پر دکھ پر برداشت کا دامن ہاتھ سے چھوڑنے لگتا ہے۔ نصیب سے لڑنے پر آمادہ ہوجاتا ہے' آزمائش پر پورا اترنے میں ہی دل کا سکون ہے۔ کہنا یہی ہے کہ دکھ کی اس گھڑی میں آپ اکیلی نہیں' میں آپ کے ساتھ ہوں مناہل صاحبہ۔“ حیرانی سے بھیگی بھیگی پلکیں اٹھا کر مضبوطی سے ایستادہ اس لمبے چوڑے بندے کو دیکھا۔

”سنبھالیں خود کو' حقیقت کو فیس کریں' ورنہ بیمار پڑ جائیں گی اور پھر...... جیسا کہ آپ کو معلوم ہے میں گاؤں میں رہتا ہوں...... آپ کو بھی میرے ساتھ ہی چلنا ہوگا دو روز بعد میری روانگی ہے۔“ ایک اور حقیقت منہ کھولے کھڑی تھی اسے نگلنے کو۔

”جی...... ی...... ی......!“ حلق سے پھنسی پھنسی آواز برآمد ہوئی۔

”ہاں اپنا سامان پیک کرلیجیے گا' کیونکہ میں مزید نہیں رک سکتا وہاں بہت سے کام میرے منتظر ہیں۔ ورنہ اتنی جلدی آپ کے دل ودماغ کو منتشر نہیں کرتا۔ مجھے پتہ ہے یہ تبدیلی آپ کو ناگوار گزرے گی پر کیا کروں مجبوری ہے۔“ انتشار تو اس دن

سے بیا تھا جس دن سے بابا کی بیماری کا پتا چلا تھا جواب عروج پہ جا پہنچا تھا۔ اس کا وجود خلا میں معلق تھا۔ خود کو حالات کے حوالے نہ کرتی تو کیا کرتی۔ بابا جان کا فیصلہ ہی ایسا تھا کہ اس کی زندگی کی باگ ڈور کسی اور کے ہاتھ میں تھما کر چلے گئے تھے۔ لیکن ایسا نہ کرتے بھی تو کیا کرتے...... اس معاشرے میں اکیلا رہنا بھی محال تھا۔

پوری رات بس انہی خیالات کے تانے بانے میں الجھی رہی' کوئی فیصلہ نہ کر پا رہی تھے' آخر صبح اس نے اپنا ارادہ ظاہر کیا جب وہ اپنے کپڑے پریس کر رہا تھا غالباً جانے کی تیاری ہو رہی تھی۔ اسے اپنے پاس آتا دیکھ کر چونکا وہ نظریں جھکا گئی۔

"جی...... کوئی کام ہے؟"

"وہ...... میں نے کہنا تھا کہ مجھے کچھ دنوں کے لئے ابھی یہیں رہنے دیں' میں ابھی ذہنی طور پر سیٹ نہیں ہو پائی ہوں۔ آپ کچھ دنوں بعد مجھے آ کر لے جایئے گا...... یا میں خود......!"

"ہرگز نہیں...... میں ایک دن کے لیے بھی آپ کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔" اٹل لہجے میں اس کی بات مسترد کی۔ اس کے اندر ناگواری اٹھ آئی اس استحقاق پر۔

"ایک بوڑھے قریب المرگ انسان سے وعدہ کیا تھا کبھی آپ کو تنہا نہ چھوڑنے کا' وہ عہد میں تو نہیں سکتا اور پھر آپ جتنا اکیلی رہیں گی فضول خیالات میں الجھی رہیں گی' بہتر ہے میرے ساتھ چلیں۔ آپ بے فکر رہیں آپ کو کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ وہ گاؤں ضرور ہے پر بجلی' گیس کی سہولیات سے مزین ہے۔ پھر لوگ اس قدر مخلص اور خوش اخلاق ہیں کہ آپ کو اپنا غم بھولنے میں ٹائم نہیں لگے گا۔ بہت ساری سہیلیاں بن جائیں گی آپ کی۔"

"ہنہ......!" دل ہی دل میں پھنکاری اور واپس پلٹ گئی۔ پشیمانی ہو رہی تھی اظہار مدعا پر' وہ ہولے سے مسکرا دیا تھا۔

دوپہر کے بعد وہ اس کے ساتھ بس میں عازم سفر تھی۔ دل تھا کہ لہولہو...... قدرت بس اپنا ہی کئے جا رہی تھی کچھ بھی جو اس کی مرضی کے عین مطابق ہوا ہو۔ اپنے گھر کو لاک کرتے ہوئے جگر چھلنی ہو رہا تھا۔ اس کا تمام سامان ارتضٰی نے ہی سنبھالا تھا۔ اس کے پاس صرف اپنا پرس تھا' ایک مقام پہ بس رکی تو وہ اس کے لیے جوس اور چپس کے پیکٹ لے آیا اس نے منہ موڑ لیا۔

"پلیز...... ابھی دیر ہے گاؤں آنے میں جوس پی لیں' ناراضگی کا اظہار گھر جا کر کیجیے گا' آپ کے گلے شکوے دور کردوں گا جیسا آپ کہیں گی ویسا ہی ہوگا۔ حالات کی نزاکت کو سمجھیں۔" سمجھاتا ہوا وہ اسے اور زہر لگ رہا تھا۔ جھپٹ کر جوس اور چپس کے پیکٹ کو پرس کے اندر رکھ لیا لوگ جو متوجہ ہو رہے تھے۔ وہ زیر لب مسکراتا اپنی سیٹ پہ آ بیٹھا۔

سفر تمام ہوا وہ اس کے ساتھ اس کے سادہ سے مکان میں آ گئی۔ راستے میں گاؤں کی ہری بھری خوب صورتی کی وہ قائل ہوگئی تھی۔ دو کمروں کا اس کا گھر کسی بھی قسم کے سامان کے تکلفات سے مستثنٰی تھا' صرف ایک ہوادار کمرے میں اس کا سنگل بیڈ اور ایک رائٹنگ ٹیبل ایک کونے میں دھری ہوئی تھی۔ غالباً موصوف کو پڑھنے لکھنے سے بھی شغف ہے۔ پرس سائیڈ پہ رکھ کر وہ کونے میں ہی بیٹھ گئی جیسے وقتی قیام ہو۔ سفر کی تکان' ذہنی الجھن' مل کر اسے شکستہ کر رہی تھیں۔ طائرانہ نگاہ بڑے سے پکے صحن کی طرف ڈالی وہ کونے میں چبوترے پر لگے نلکے سے منہ ہاتھ دھو رہا تھا۔ مضبوط پشت نظر آ رہی تھی۔ کمرے کے ہی ایک سائیڈ پر کچن اور واش روم وغیرہ ترتیب سے بنے ہوئے تھے۔ جن کا دروازہ ابھی اس نے کھولا نہیں تھا۔ منہ ہاتھ دھو کر وہ کمرے میں آ گیا۔

"یہ گھر اب میرا ہی نہیں آپ کا بھی ہے' ایزی ہو جائیں پلیز ورنہ مجھے آگے کوئی راہ عمل متعین کرنے میں دشواری ہوگی۔" اسے ہنوز ایک ہی پوزیشن میں بیٹھا دیکھ کر وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔ اسکن کلر کی چادر ابھی تک وجود سے لپٹی ہوئی تھی۔ اس کی حرکت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ارتضٰی چیئر گھسیٹ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"مناہل بی بی...... جن حالات میں ہماری شادی ہوئی ہے وہ آپ ہی کے لیے نہیں میرے لیے بھی ناقابل قبول ہے لیکن شاید ایسا ہی ہماری تقدیر میں لکھا تھا' اب نہ آپ کچھ کر سکتی ہیں نہ ہی میں۔" اس کی آنکھوں کے فرش پھر سے گیلے ہونے لگے تھے۔ چند ہی دنوں میں حالات کیا سے کیا ہو گئے تھے۔

"میں بھی آپ ہی کی طرح اس دنیا میں اکیلا تھا۔ ماں کا سایہ میرے پیدائش کے ساتھ ہی دنیا سے اٹھ گیا تھا۔ دو بہنوں کی شادی کے بعد بابا کی شفقت سے بھی محروم ہو گیا۔ پھر ان کے جگری دوست یعنی آپ کے بابا میں اپنے والد کا عکس دیکھنا شروع کر دیا وہ بھی شفقت وانسیت کا پیکر تھے۔ بالکل بابا کی طرح' کوئی تو وجہ تھی' کچھ تو تھا کہ میں ان سے ملنے کھنچا چلا جاتا

تھا۔ پھر جب ان کی بیماری کا پتہ چلا تو دل پہ آرے سے چل گئے اور بس روح وہیں رہ جاتی تھی میں خود واپس آ جاتا تھا۔" وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں اپنا حال دل سناتا چلا گیا۔ وہ آنسوؤں میں بھیگتی رہی۔

"آخر وہ بھی چلے گئے اور جاتے جاتے ثبوت دے گئے مجھے اعتبار وجاہت کا...... جس کی مثال...... آپ ہیں......" سسکتے ہوئے نگاہیں اٹھائیں۔ وہ نظریں چرا گیا۔

"یہ وہ لمحہ تھا جب غم واندوہ میں ڈوب کر فخر بھی نہ کر پایا کہ ایک اور باپ نے مجھے ایک لائق بیٹا ہونے کی سند دی ہے بھی آپ کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا۔" اس کی ہچکیاں بندھ گئیں تو وہ پاس جا بیٹھا' اپنے ہی گھر میں پہلے ہی دن اتنے آنسو...... خیال آیا ماحول کافی گمبھیر ہو چکا تھا۔ فوراً لہجہ کو شگفتگی میں بدلا پر اس کے لانبی انگلیوں والے خوب صورت ہاتھ نہیں پکڑ سکتا تھا۔ جب تک کہ چاہت کا عندیہ نہ ملے۔ جذبات محو پرواز کیسے ہو سکتے تھے۔

وہ جو نکاح کے بعد دل کے بے حد قریب آ چکی تھی۔ اسے اپنے شریک سفر کے حال دل کی خبر ہی نہ تھی کہ اس سونے گھر میں کیسی رونق وہ محسوس کرنے لگا تھا اس کے قدم رکھتے ہی۔

"نکاح کے بعد صرف آپ کے آنسوؤں کی زبان سمجھی ہے' مزید کیا سوچ رہی ہیں۔ میری ہمراہی پر آپ کی کیا آرا ہے اب تک سمجھ نہ پایا۔" اس مکدر ماحول کی گھمبیرتا کو اس نے کم کرنا چاہا۔

"پلیز اپنے آنسوؤں پر قابو پائیں فریش ہو کر بیٹھیں' کھانا آتا ہی ہوگا۔ فیض کو میں نے فون کر دیا تھا' یہاں گاؤں کے سب لوگ میرے رشتہ دار سے بڑھ کر ہیں۔ جب تک میں آپ کے کپڑے سیٹ کرتا ہوں الماری میں۔" اس کا اٹیچی کیس لے کر وہ دو ورکی لوہے کی الماری کی طرف بڑھ گیا۔

جب تک فریش ہو کر وہ آئی ایک نوجوان دستک دے کر جھجکتا' مسکراتا کھانا لے آیا' بہت مؤدب ہو کر سلام کیا اور ڈھکی ہوئی ٹرے ٹیبل پر رکھ دی۔

"یہ فیض ہے' چاچا رمضو کا بیٹا' ابھی انٹر میں گیا ہے' شہر جانے کے ارادے ہیں اس بچے کے۔" ارتضیٰ نے مسکرا کر تعارف کرایا۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی ہلکا سا مسکرا دی۔

"تم بھی کھاؤ نا فیض ہمارے ساتھ' اپنی نئی بھابی کا ساتھ نہیں دو گے۔" کن اکھیوں سے اس کے چہرے کی بہار کو دیکھا۔ وہ سر جھکا گئی۔ کالی کالی زلفوں کے درمیان سفید جگمگاتی

مانگ دور تک گئی تھی۔ کچھ بھیگی لٹیں منہ دھونے کے باعث دوپٹے سے باہر اٹھکیلیاں کر رہی تھیں۔

"وہ جی...... اماں کے ساتھ رات کو آؤں گا۔" وہ کچھ زیادہ شرما رہا تھا۔

"ابھی کیوں نہیں آئیں ماسی...... اپنی بہو کا استقبال کرنے۔" وہ اس کی پلیٹ میں خوش بودار گرما گرم پلاؤ نکالنے لگا۔

"پلیز بس، میں اتنا نہیں کھاؤں گی۔" ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھ کو پیش رفتگی سے روکا۔

"انہوں نے کہا پہلے آپ لوگ آرام کر لو پھر جائیں گے۔ دونوں بھابیاں بھی تیاری کر رہی ہیں آنے کی۔ ساجدہ باجی بھی سسرال سے آ گئی ہیں۔ وہ سب آئیں گی اور جہاں جہاں خبر جا رہی ہے سب کی سب ایسے تیاری کر رہی ہیں جیسے ولیمہ میں جانا ہو۔" ارتضیٰ کا قہقہہ بلند ہوا۔

"نہ بھی ہو ولیمہ تو یہ لوگ کروا کے چھوڑیں گے۔ آپ نے کام ہی ایسا کیا ہے پراجی۔ وہ تو مجبوری تھی آپ کی ورنہ گاؤں کے لوگ تو ایسی بارات نکالتے آپ کی کہ دنیا دیکھتی۔"

"پتہ ہے...... پتہ ہے مجھے' تم لوگوں کے خطرناک ارادوں کا۔" ان دونوں کی گفتگو اسے عجیب سی الجھن میں گرفتار کر رہی تھی۔ یہ وہ ارتضیٰ تو لگ ہی نہیں رہا تھا جو سنجیدگی اور متانت کی تفسیر بنا رہتا تھا۔ کہ ایک لفظ بھی اضافی بولے گا تو ان لوگوں کی بے ادبی ہو گی۔ ابھی تو عجیب ہی رنگ تھے۔

سب کو خبر ہو گئی تھی جلد ہی اس کے گرد لوگوں کا گھیرا تنگ ہونے والا تھا۔ گھبرا کر آنگن میں نکل آئی' کیاریوں میں رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے۔ کچھ نازک پودے کئی دن سے پانی نہ ملنے کے سبب مرجھا رہے تھے۔ آنگن کے بیچوں بیچ آم کا بڑا سا پیڑ پورے قد وقامت سمیت کھڑا تھا۔ لیموں' ٹماٹر' ہری مرچ کے پودے توجہ کے منتظر تھے۔ آنگن صاف ستھرا ہو رہا تھا' جیسے کسی نے ان لوگوں کے آنے سے پہلے صفائی کی ہو۔

اسے اپنا گھر یاد آنے لگا۔ دل کی ہوک تو لگ رہا تھا کلیجے کو چھید ہی ڈالے گی۔ آگے کیا ہونا تھا' اسے ان کے سامنے کس طرح پیش آنا تھا کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ دوسرے کمرے میں بچھے قالین پر بیٹھی سوچوں کی ادھیڑ بن میں وہ گرفتار تھی' ایک سائیڈ پر تکیہ نظر آیا' ذرا سی نیم دراز ہوئی تو کئی دنوں کے شکستہ وجود کو ایسا آرام ملا کہ آنکھیں بند ہونے لگیں اور کب نیند کی

وادیوں میں اتری کہ پتہ بھی نہ چلا۔

سردیوں کی شامیں جلد درودیوار پر اتر آئی تھیں۔ فضا میں خنکی راج کررہی تھی۔ پھیلتی تاریکی کے جھٹپٹے میں آنکھ کھلی تو موجودہ حالات کو سمجھنے میں کچھ وقت لگا۔ حیرانی سے پوری آنکھیں وا کیے پورے کمرے کو دیکھا' خود کو نرم گرم کمبل کے حصار میں لپٹا پایا۔ نیم دراز ہوتے سمے جس کا وجود بھی نہ تھا۔

"شاید ارتضٰی......!" یہ خیال عجیب سے احساس میں مبتلا کرگیا' کتنی ہی دیر تک اسی پوزیشن میں لیٹی رہی۔

ساتھ والے کمرے سے کھٹر پٹر کی آوازیں آرہی تھیں۔ بالوں کو سمیٹتی اٹھ بیٹھی کمبل کو تہہ لگا کر میز پہ رکھا اور دوپٹہ سر پر جما کر کمرے میں جھانکا' اس کا سارا سامان ترتیب دیا جاچکا تھا' انرجی سیور کی روشنی کمرے کو چکاچوند کررہی تھی' ارتضٰی بیڈ کی چادر بھی چینج کرچکا تھا۔ اب اس کے خالی سوٹ کیس کو الماری کے اوپر رکھ رہا تھا۔

تھکن تو کافی حد تک اتر چکی تھی' لیکن سر کا بھاری پن نہیں گیا تھا' چائے کی شدت سے طلب ہورہی تھی۔ اسی اثناء میں ارتضٰی نے رخ موڑا' وہ نظریں موڑ گئی۔

خوابیدہ آنکھوں پہ مڑی ہوئی گھنی پلکیں سایہ فگن ہوگئی تھیں۔ گلابی دوپٹے کے ہالے میں اجلا چہرہ کچھ اور لودے رہا تھا۔ اترتی شام میں کسی چراغ کی مانند وہ دہلیز پہ ایستادہ تھی۔

"چائے پئیں گی......؟" دل کی خواہش اس کے لبوں پہ آگئی۔

"میں بنالوں گی آ......پ پریشان مت ہوں۔"

"نہیں' میں بناتا ہوں' اس سے قبل میں ہی پکاتا رہا ہوں یا آس پڑوس سے کھانا آجایا کرتا تھا' اس لیے مجھے کسی بات کی پریشانی نہیں' تنہائی بہت کچھ سکھا دیتی ہے۔" بغور اس کے جھکے ہوئے سر کو دیکھتے ہوئے اس نے کچن کا رخ کیا۔

"اور ہاں......" جاتے جاتے مڑا تو اس کی دلکش آنکھوں کو بھی دیکھنے کا موقع مل گیا' جو اس کے دیکھتے سے ہمیشہ جھکی رہتیں' جیسے بہت کچھ اس سے چھپانا چاہتی ہوں۔ کون سا اسرار مخفی رکھنا چاہتی تھیں یہ آنکھیں اسے ابھی تک پتہ نہیں چلا تھا۔ وہ پھر سے رخ موڑ گئی۔ دھوپ چھاؤں کا سماں تھا یا آنکھ مچولی کا کھیل!!

"چائے پی کر تیار ہوجایئے گا' گاؤں کی عورتیں آپ کو دیکھنے اور ملنے آرہی ہیں۔ بیزاری کا اظہار کرکے میری عزت نفس کو مجروح نہ کیجیے گا' یہ درخواست ہے میری۔ گاؤں کے لوگ میرے لیے قابل احترام ہیں کیونکہ میں ان کے پیار کی چھاؤں میں پلا بڑھا ہوں۔ اس لیے یہ لوگ میرے لیے قابل عزت اور خاندان کی طرح ہیں۔" وہ چپ چاپ الماری سے کپڑے نکالنے مڑ گئی۔

رات تو جیسے اس چھوٹے سے گھر کے خوب صورت آنگن میں اپنے ساتھ ڈھیروں کہکشاں سمیٹ لائی تھی۔ آنے والی خواتین نے آنگن میں دریاں بچھا کر پھول دار چادر نفاست سے بچھائی تھی۔ ماشاء اللہ کہتے ہوئے اس کے گلابی کامدانی دوپٹے کو ماتھے سے کچھ نیچے کرکے چھوٹے سے گھونگھٹ کی شکل دے دی تھی۔ پہلے سب نے اس کے بابا کی تعزیت میں فاتحہ خوانی کے لیے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی' اس کی پلکیں بھیگ گئی تھیں۔ پھر باتوں سے ہلکی پھلکی ہنسی اور مذاق کا دور دورہ ہوتے ہوئے قہقہوں میں ماحول تبدیل ہوگیا تھا۔ وہ سب کے درمیان سر جھکائے بیٹھی رہی تھی۔ ہلکے میک اپ میں اس کا سوگوار چہرہ اور ہی دلکشی سمیٹے ہوئے تھا۔

"کاکا چھپا رستم نکلا' ہم تو چراغ لے کر بھی ڈھونڈتے تو ایسا ہیرا نہ ملتا جو پل بھر میں کاکے نے سامنے لا رکھا' جب ہی میں کہوں بھاگ بھاگ کر کیوں شہر کو جاتا تھا۔" ایک تنومند سی خاتون نے اندر ہی اندر ہنسی کو دباتے ہوئے مست ہوکر کہا جس سے ان کا پورا وجود تھل تھل کرنے لگا تھا۔ سب کی سب ہنسنے لگی تھیں' اس کا سر کچھ اور جھک گیا' جس سے انہیں کچھ زیادہ لطف محسوس ہوا۔

"شہر کی لڑکی اور اتنی شرمیلی ارے کوئی کاکے کو تو بلاؤ۔" ان کا بتیس سالہ کاکا پہلے ہی ان کے جملوں کے پیش نظر گھر سے بھاگ گیا تھا۔

"پراجی نہیں ہیں دادی' وہ ناشتہ پانی کا انتظام کرنے گئے ہیں ہمارے لیے۔" ایک دبلی پتلی سی خوب صورت لڑکی مسکائی۔

"ہائے کیسے مزے لے رہی ہے نہ دیدیئے اور ہم جو اپنے ساتھ اتنا سامان لائے ہیں اپنی بہو کے لیے' وہ کون کھائے گا؟"

"آپ کی بہو کھائے گی اور کون......؟" وہ چہک کر بولی۔

"ارے......اس پیارے سے چہرے کی میں نظر تو اتاروں اس کے طفیل ہم بھی تو کھائیں گے۔" نظروں ہی نظروں میں اس کے گلابی چہرے کی بلائیں لیں۔

"مجھے پتہ ہے کا کا شرما کر اِدھر اُدھر ہوا ہے' چلو کڑیوں ذرا شگن کے گیت تو گاؤ' اس سونے گھر میں رونق آئی ہے۔ کیسا چاند اترا ہے ویڑے میں۔" سب کی سب سر سے سر ملانے لگیں' ڈھولکی تو پہلے ہی لائی جا چکی تھی۔

اس کے دل کی عجیب ہی کیفیت تھی۔ نہ خوشی نہ غم' ایک الگ سا نا آشنا ماحول لیکن پیار محبت سے لبریز تھا۔ سب کے چہروں پہ الوہی سی جوت جاگی ہوئی تھی۔ سب کی زبان امرت ٹپکا رہی تھی' اس کی سماعت میں سب کی نظروں میں ستائش وچاہت تھی' اس کے لیے۔

"بے بے کچھ پتا ہے اتنی سوہنی کڑی اور پڑھی لکھی لڑکی پراجی کو کیسے مل گئی؟" ایک کچھ زیادہ ہی سنجیدہ ہو چلی تھی۔ سب کی سب گاتی ہوئی رک گئیں۔

"کچھ تو ہے ایسا ورنہ گاؤں میں شہر کی لڑکی کیسے آباد ہوتی' وہ بھی ایسی کہ اپنے حسن سے آنکھیں چندھیا دے۔"

"اب بول بھی دے' کیا کہنا چاہتی ہے' کیا نقص نکالنا چاہ رہی ہے' تیری تو عادت ہے دل دہلانے کی ساجدہ۔"

"عیب تو تجھے اب پتہ چلے گا کہ لڑکی گونگی ہے ورنہ کون اپنی پڑھی لکھی لڑکی کو گاؤں روانہ کرتا۔" یہ حقیقت تھی کہ وہ مٹی کی مادھو بنی سب کی درمیان سر نہواڑے بیٹھی تھی اور سب شرم وحیا پر اس کے اس رویے کو محمول کر رہے تھے۔ یک بیک اس نے سر اٹھایا تھا۔

"ہاں بے بے یہ بات ابھی تک ہم نے سوچی نہیں تھی بس یہی خیال تھا بھاوج اب بولے گی کہ تب بولے گی لیکن مجھے تو ساجدہ کا کہا سچ معلوم ہو رہا ہے۔" ایک اور لڑکی نگاہوں میں واہمات سما کر آگے بڑھی۔ سب کو جیسے یک بیک سانپ سونگھ گیا تھا۔

"نہیں...... میں گونگی نہیں...... آپ لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔" اس نے اپنے تئیں جلدی سے صفائی پیش کی تو سب کے فلک شگاف قہقہہ کا سامنا کرنا پڑا اور اپنی صفائی پر کچھ ندامت بھی محسوس ہوئی۔

"اتنی پیاری بھاوج گونگی بھی ہوتی تو کام چل جاتا۔" ساجدہ نے مزا لیا جو ابھی کچھ دیر قبل ہولناک نقشہ بے بے کے سامنے کھینچ رہی تھی۔

"ویسے شاید آپ کو یاد نہیں آپ نے سب کو سلام کیا تھا' تو گونگی کیسے ہوئیں ہم تو مذاق کر رہے تھے۔" وہ مسکرا دی اپنی جلد بازی پر...... بدلیوں کی اوٹ سے مسکان کا چاند نکل آیا تھا جو معصوم اور سادہ سے چہرے پہ روپہلی کرنیں بکھیر گیا تھا۔ گلابی دوپٹے کے ہالے میں ہلکے میک اپ سے سجے چہرے پہ بے پناہ دلکشی تھی۔

اس لمحے آنگن کے دروازے سے داخل ہوتا ارتضیٰ ٹھٹکا۔ شاید اس کی کسی نیکی کا صلہ تھی وہ جو اتفاقاً ہی سہی اس کی زندگی کی شریک بن بیٹھی تھی۔ جس کا جسم تو یہاں اور روح کہاں تھی یہ اسے خود معلوم نہیں تھا۔

"پراجی آگئے...... ارتضیٰ آگیا...... کا کا آگیا۔" کا شور بلند ہوا اور چند لمحوں میں احساسات وخیالات سے نابلد خواتین نے اس کے ہمراہ اسے لا بٹھایا تھا۔ ایک عجب سے احساس نے اسے اپنے حصار میں لے لیا تھا۔

کچھ بھی برا نہیں لگ رہا تھا' نیا ماحول' نئے لوگ' نیا گھر' سب سے بڑھ کر یہ نیا اچھوتا رشتہ...... بابا کے مرنے کے بعد بھی تنہائی کا احساس دل کے کسی کونے میں نہیں ہوا تھا۔ ورنہ وہ تو مر جاتی ان کے ساتھ ہی۔ صرف چلتی پھرتی لاش رہ جاتی۔ لیکن اسے مٹی میں رلنے نہیں دیا تھا اس انسان نے جو اس کے ساتھ اس وقت بیٹھا سب کے ہنسی مذاق کا ساتھ دے رہا تھا۔

انہوں نے کھیر کھلائی کی رسم بھی کی تھی' ایک نو بیاہتا لڑکی نے مناہل کے ہاتھ میں چمچ پکڑا کر اسے کھلانا چاہا تھا' وہ اس کا ہاتھ بار بار پیچھے کر رہی تھی' ارتضیٰ کا منہ آگے بڑھ کر رہ جاتا تھا' آخر میں اس نے بھرپور گرفت سے اس کا چوڑیوں بھرا ہاتھ پکڑ کر چمچ بھر کر کھیر اپنے منہ میں لے لی۔ سرخ سرخ چوڑیوں کے کئی ٹکڑے ارتضیٰ کی سفید قمیص پر گر گئے تھے۔

"سی......" کی ہلکی سی آواز پر اس نے اس کی سفید کلائی دیکھی' جہاں خون کی ایک لکیر پھوٹ پڑی تھی۔

"جلدی سے ڈھانپ لوں ورنہ بہت مذاق اڑے گا۔" ارتضیٰ کے دل کو کچھ ہوا لیکن جلد ہی خود کو سنبھال کر اسے سرگوشی کی۔ اس نے آستین برابر کر کے دوپٹے کے اندر بازو کر لیا۔

سب کے جانے کے بعد اس کے پاس وہ مرہم لے کر آیا' اصول تو یہی بنتا تھا کہ اس کی وجہ سے زخم لگا تھا وہ خود ہی دوائی لگاتا لیکن بیگانگی کے بیچ کہاں کا اصول' کہاں کے تقاضے۔

"سوری' میری وجہ سے آپ کی چوڑیاں ٹوٹیں' سب کچھ جلد بازی میں ہوا۔ سادہ لوح خواتین کو حالات کی نزاکت کا کیا علم انہیں تو میرے چمچ بھر کھیر کا مذاق اڑانا تھا اور کچھ بھی نہیں۔"

وہ مسکرایا تو وہ جو یونہی جیولری اتار رہی تھی رخ موڑ گئی۔
"یہ مرہم لگالیں۔" اس نے ٹیوب ٹیبل پر رکھی۔ زخم تو بڑا نہیں تھا احساس بہت تھا۔
"سکون سے سو جائیں اس احساس سے بالاتر ہو کے کہ میں آپ کی ذات یا احساسات پر اپنی من مانی کروں گا۔ سب کچھ آپ کی مرضی کے مطابق ہوگا۔" وہ ہنوز رخ موڑے ہی رہی۔ وہ کہہ کر چلتا بنا' وہ بہت سی یادوں کے اجتماع میں گھر کر رہ گئی تھی۔

وہ یادیں جن میں وہ تھی' بابا اور سناٹے تھے اور اس کے خواب تھے' بہت لمبی چوڑی خواہشیں نہیں تھیں لیکن ایک ہی خواب تھا جس کی تعبیر پانے کے لیے خود کو سرگرداں کیے ہوئے تھی۔ جس کے دریچے میں وہ خود کو سفید گاؤن میں ملبوس دیکھتی' گلے میں اسٹیتھو اسکوپ کا حلقہ اور خود کو مریضوں کے اردگرد مسیحائی کا خوگر بنے۔ بابا کی بھی یہی آرزو تھی پر وہ ایک شریف آفس کلرک تھے اتنے بڑے خواب کی تعبیر پانے کے لیے دروازے بہت اونچے کرنے پڑتے اس لیے بس پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی تمنا کے حصول کی آس میں اس کا ساتھ دے دیتے۔
"بابا...... محنت میری ہوگی اور پیسے آپ کے' چاہے یہ گھر کیوں نہ سیل کرنا پڑے۔ میں ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹوں گی اپنی اس خواہش کی آرزو میں۔"
"ارے میرے بڑھاپے کا سہارا بھی چھین لینا چاہتی ہے پاگل۔" وہ مصنوعی ہنسی ہنستے۔ "تم تو سب کچھ سمیٹ کر پرائے گھر چل دوگی۔ میں کیا جھگی میں رہوں گا اور جھگی ڈالنے کے لیے بھی زمین چاہیے ہوگی۔" ان کا قہقہہ بلند ہوتا۔
"اللہ نہ کرے...... آپ میرے ساتھ رہیں گے مجھے ہاسپٹل کی طرف سے گھر' گاڑی سب کچھ مل جائے گا۔ پھر سکون کی زندگی ہوگی بابا اور میرا فن شہرت وعزت کی بلندیوں پر پرواز کرے گا۔" وہ نگاہوں میں خواب بھر کے بولتی اور مسکاتی۔
"آپ کو نہیں پتا بابا کہ مسیحائی میرے رگ رگ میں دوڑتی آرزو کا نام ہے۔ ڈاکٹرز میرا آئیڈیل ہیں اور وہ دن میرا خوابوں کی تکمیل کا ہوگا جب یہ ہاتھ خدا کی اس صفت سے مالا مال ہو جائیں گے کہ کوئی تڑپتا وجود ان انگلیوں سے شفایابی سے ہمکنار ہوگا۔ بس مجھے اس دن کا انتظار ہے۔" لیکن قسمت پہلے موڑ پر ہی پٹڑی بدل گئی۔ اسے پیپرز سے پہلے ٹائیفائیڈ ہوگیا۔ جسمانی نقاہت کے ساتھ ساتھ ذہن بھی شکستہ ہوگیا۔ بابا خود حیران تھے اس کے خوابوں کی پہلی کونپل کو کملاتا دیکھ کر...... اس نے ہمت نہیں ہاری' کچھ دن نڈھال رہنے کے بعد جوں ہی بخار تھوڑا اترا دوبارہ سے دن رات ایک کردیا پر ہوتا وہی ہے جو خدا چاہتا ہے' نیم جان وجود اتنے بڑے معرکے کو سہار نہ سکا۔ مطلوبہ نمبر نہ آسکے' آنکھوں میں نمی لیے اپنے نمبرز کو دیکھتی رہی۔
"مایوس مت ہو...... تمہاری محنت میں کوئی کمی نہیں تھی بیٹا بس چند نمبرز کی کمی سے ہیرا پھیری ہوگئی۔"
"مایوس تو واقعی مجھے نہیں ہونا ہے بابا ورنہ منزل پر پہنچنے سے پہلے میں تھک جاؤں گی۔" رخسار پر آئے آنسوؤں کو صاف کیے۔ "میں دوبارہ پیپرز دوں گی۔" عزم نے چابک کھا کر اور سرپٹ دوڑنے کی ٹھانی۔
"کیا...... تم پاگل ہو منال بیٹی جانتی بھی ہو کس طرح تمہاری امتحانی فیس کے لیے میں نے پیسے اکٹھے کیے تھے کہ تمہاری ماں کی آخری نشانی تک بیچنا پڑی تھی۔" سونے کی ایک پتلی سی چین انہوں نے آخر میں بیچ دی تھی۔ ورنہ تنخواہ میں ہر ضروریات پوری ہونے کے بعد ہاتھ میں جو بچتا تھا' وہ برے وقت' بیماری کے لیے پس انداز کرلیا جاتا تھا۔
"آپ اکلوتی اولاد کے لیے اتنا سوچ رہے ہیں بابا اگر دو چار ہوتے تو ان کی ضروریات اور خواہش کس طرح پوری کرتے۔" وہ کچھ باغی ہوئی۔
"کچھ بھی ہو میں یہ امتحان دوبارہ دوں گی۔ آپ کہیں سے بھی مجھے پیسوں کا بندوبست کرکے دیں گے کسی فرینڈ سے لون لے لیں' میں پیپرز کے بعد ٹیوشن پڑھا کر آہستہ آہستہ ادا کردوں گی۔" وہ اس کی جنونی سوچوں کا مقابلہ نہ کرسکے۔
"تم بی ایس سی کرلو کیا فائدہ سال ضائع کرنے کا۔"
"ہرگز نہیں...... میں ایف ایس سی ہی دوبارہ کروں گی۔ چاہے سال ضائع ہو تو ہو۔" اس کی ضد کے آگے وہ ہار گئے۔
ایک عزم مسلسل اور لگن سے اس نے دوبارہ تیاری شروع کردی۔ اگر کوئی اور ناجائز قسم کی ضد ہوتی تو وہ سختی بھی کرتے لیکن یہ عزم ان کی زبان بند کرگیا جس میں ایک تعمیری سوچ تھی۔ ایک مضبوط مستقبل کا خواب تھا۔ انہوں نے اپنی ضروریات اور محدود کردیں اور بہت چاہتوں اور جدوجہد سے دوبارہ امتحان دیا۔ پوری آس سمیت کہ اس کی محنت اس بار ضرور

رنگ لائے گی۔ پیپرز ہی اتنے اچھے ہوئے تھے۔

لیکن جس کام میں خدا کی منظوری نہ ہو اسے انسان کی ضد بھی پوری نہیں کرسکتی چاہے جتنے بھی ہاتھ پاؤں مارے جائیں وقت کا گرداب اپنے ساتھ بہالے جاتا ہے۔

☆......☆☆......☆

بابا کی طبیعت اچانک خراب رہنے لگی تھی' جو کچھ کھاتے' الٹی ہوجاتی' وقفے وقفے سے بخار بھی رہنے لگا تھا۔ پہلے تو نظر انداز کیا کہ وقتی انفیکشن ہے پھر قریبی ڈاکٹرز سے لے کر ہاسپٹل تک کے چکر لگائے گئے اور ایک بھیانک حقیقت منہ کھولے انہیں نگلنے کو سامنے آ گئی۔ بابا کو ہیپاٹائٹس سی تھا جو اندر ہی اندر مربوط ہوتا رہا تھا کہ انہیں اس حقیقت کی خبر بھی نہ ہوسکی تھی۔ پیروں تلے زمین نکل گئی تھی اور آسمان سر سے کھسکنے کو تیار تھا۔ علاج' دوائیاں اور مہنگے مہنگے انجیکشن نے اس جمع پونجی میں بھی ہاتھ ڈالنے پر مجبور کردیا جو انہوں نے مناہل کی شادی کے لیے جمع کرنا شروع کیا تھا۔

"آپ صحت یاب ہوجائیں بابا میرے لیے اس سے بڑی خوشی اور کوئی نہیں ہوگی۔" اس کی آنکھیں تو سدا نم ہی رہنے لگی تھیں۔ چھپ چھپ کر آنسو بہاتی کہ بابا کا حوصلہ نہیں توڑنا چاہتی تھی۔

"جینے کی خواہش تو مجھے بھی ہے صرف تمہارے لیے' اگر تمہاری ماں' یا بہن بھائی ہی ہوتے تو شاید چین سے مر بھی سکتا۔" زندگی اشک بار ہوگئی تھی۔ ایسے میں کیسے انہوں نے ارتضیٰ کو خبر کردی تو وہ دوڑا چلا آیا۔ ایسی والہانہ خدمت اور بھاگ دوڑ کیا کوئی بیٹا کرتا۔ اس کے کندھوں سے آدھا بار اتر گیا تھا۔

لیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔ "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" مرض کے آخری اسٹیج سے وہ خود بستر مرگ پہ جا پہنچے تھے۔ ڈاکٹرز نے جس دن جواب دیا اسے اپنی بدقسمتی کچھ دور نہ محسوس ہوئی تھی۔ تنہائی گھات لگائے اسے گھیرنے کو محسوس ہوئی۔ تمام خواب ہوا میں پرواز کرگئے بہت خوفناک تعبیر کے حصار میں تھی وہ۔ اب کسی آرزو کی تکمیل کی پروا نہیں تھی۔ بس دیوانوں کی طرح دعا کرتے کرتے شب و روز گزر جاتے کہ کاش کوئی معجزہ ہوجائے اور بابا صحت یاب ہوجائیں۔

لیکن ایسا کچھ نہ ہوا آخری سانسوں کو گنتے ہوئے وہ ارتضیٰ کی ہم سفر بنادی گئی۔ بابا سکون کی موت مرگئے۔ اب کچھ یاد نہ تھا۔ نہ امتحان نہ کوئی عزم نہ کوئی تمنا' سب کے سب بھربھری ریت کی طرح ہاتھ سے پھسلتے چلے گئے تھے۔ اب تو وہ بس کٹھ پتلی کی طرح خود کو حالات کے سپرد کرگئی تھی۔ یہ نہیں تھا کہ ارتضیٰ میں کوئی خامی تھی۔ بہت مشکل گھڑی میں ساتھ دینے والا فرشتہ ثابت ہوا تھا اور قد و قامت اور شکل وجاہت میں بھی کوئی کمی نہیں تھی لیکن جب سے خواب مسمار ہوئے وہ بھی ٹوٹ چکی تھی۔ کوئی خواہش اندر ہی اندر اپنی ناکامی پر روتی رہی تھی۔ بہت سے آنسو تکیے میں جذب ہوگئے تھے۔ ارتضیٰ دوسرے کمرے میں سو رہا تھا۔

اسے پرسکون نیند مہیا کرنے کی غرض سے وہ کنارہ کش ہو چلا تھا۔ اس نئے گھر میں زندگی کی شروعات ہوچکی تھی۔ ہفتہ دس دن تک کھانا' ناشتہ مختلف گھروں سے ہی آتا رہا شاید نئی دلہن ہونے کے ناطے یہ تکلفات تھے' وہ بیٹھے بیٹھے اکتا جاتی تو گھوم پھر کر پورے گھر کا جائزہ لینے لگتی۔ کیونکہ صبح' صفائی کرنے کے لیے بھی گاؤں کے کسی گھر کی کوئی نہ کوئی لڑکی آجاتی' جس سے وہ چند باتیں بھی کرلیتی ورنہ ارتضیٰ تو صبح کا گیا مغرب کے بعد ہی گھر آتا اور بس رسمی سی باتیں دونوں کے درمیان ہوتیں پھر وہ اپنے کمرے میں چلا جاتا۔ دونوں کے بیچ ایک بے نام سی الجھن بڑھنے لگی تھی۔

پورا دن اگر کوئی عورت یا لڑکی آجاتی تو وقت اچھا گزر جاتا' وگرنہ رات سے صبح تک کا سفر خیالوں کے پیچ و خم کے بیچ ہی گزرتا نیند کی دیوی مہربان ہوتی تو سو بھی جاتی۔

اس نے غور کیا تھا ارتضیٰ کی چھٹی کا دن اور فارغ لمحات گاؤں والوں کی الجھنوں کو سلجھاتے ہوئے گزرتا تھا۔ کبھی کسی پنچائیت میں شریک ہوتا تو کسی کے گھر کوئی مسئلہ حل کرنے پہنچا ہوا ہوتا۔ یہ بات اسے وقفے وقفے سے گھر آتی خواتین سے پتہ چلی تھی۔ جو نگاہوں میں عقیدت و بندگی کا عنصر سمو کر اس کی کارکردگی کو بیان کرتیں۔

"ارتضیٰ تو سب کے لیے فرشتہ ہے۔"

"پراجی کی آدھی تنخواہ تو ضرورت مندوں کے لیے خرچ ہوتی ہے۔ باقی کی آدھی تنخواہ اپنی دو بہنوں اور بھانجا' بھانجیوں پر خرچ کرتے ہیں۔ اپنی تو ان کی کوئی حاجت ہی نہیں' بہت درویش صفت بندے ہیں بھائی ہمارے پراجی۔"

اس صفت سے تو وہ کچھ کچھ آشنا ہی تھی جب وہ بابا کے لیے دن رات ایک کررہا تھا۔ راتوں کو بینچ پر دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا رہتا تھا کہ کب ڈاکٹر کسی دوائی کی پرچی تھمادیں۔ کب کوئی

بدلتی بگڑتی طبیعت سے آگاہ کریں۔

لیکن حیران تھی کہ ابھی تک اس کی دونوں بہنوں سے ملاقات کیوں نہیں ہوئی تھی جو دوسرے گاؤں میں مقیم تھیں اور ایک دوسرے کی دیورانی جٹھانی بھی تھیں۔ اکلوتی بھاوج کی آمد کا سن کر انہیں تو دوڑے آنا چاہیے تھا۔ آخر ایک دن اس نے ارتضٰی کی منہ بولی بہنوں میں سے ایک بہن سے پوچھ ہی لیا وہ جواباً مسکائی۔

''چھوٹی کے گھر کا کا ہوا ہے۔ بڑی اسے سنبھال رہی ہے اب فارغ ہو کر ہی دونوں آئیں گی بڑی بے چین ہیں اپنی اکلوتی بھاوج کا سن کر جی' دونوں مجبور ہیں ساس کا انتقال ہوگیا ہے بس ایک دوسرے کو خود ہی سنبھال لیتی ہیں۔''

''تو یہ وجہ تھی۔'' ہلکی سی مسکراہٹ نے لبوں کا احاطہ کرلیا۔

اس نے اب تک گھر کے کسی کام میں ہاتھ نہیں ڈالا تھا۔ پتہ نہیں ارتضٰی یہ خصوصی پروٹوکول اسے کیوں دے رہا تھا۔ اس چھٹی کے دن ناشتے کے دستر خوان پر اسے بغور دیکھا۔ اتفاقاً وہ بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی جلدی سے گڑبڑا کر پلیٹ پر نظریں گاڑلیں۔ دل دھک سے رہ گیا تھا۔ ارتضٰی اس کی دور تک گئی سفید مانگ کو دیکھتا رہا۔ کوئی اور موقع ہوتا تو نظروں کی اس آنکھ مچولی سے خوب محفوظ ہوتا لیکن اس نے اس کا حق ہی کب دیا تھا۔ دونوں دریا کے دو کناروں کی طرح جدا جدا تھے۔ بس آج فیصلے کا دن تھا اسے ہر حال میں اس سنہری رنگت والی لڑکی کی خوشی عزیز بھی جو الگ کمرے میں کسی کتاب میں سر گھسائے یا درخت کے نیچے بنے گھیر اؤ پہ بیٹھ کر جانے کیا سوچتی رہتی تھی۔ شاید اسے اس کی ہم سفری قبول نہیں تھی اس لیے اب تک خاموشی کو ہتھیار بنائے اس کے صبر سے کھیل رہی تھی۔

''مناہل مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے اتنے دنوں سے فرصت ہی نہیں مل رہی تھی کہ بات ہوسکے اب غور سے ہر پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی نتیجے پر پہنچ جائیں تو مجھے آگاہ کردیجیے گا۔'' اس کی سوالیہ نظریں اٹھیں' وہ سنجیدہ چہرے سمیت گویا تھا۔

''یہ ٹھیک ہے کہ وقت اور حالات نے ہماری قسمت کا فیصلہ اچانک کردیا جس پر میں بھی حیران اور آپ بھی ناخوش تھی۔ وہ مرنے والے کی خوشی تھی اور اطمینان بھی لیکن ہمیں مٹی میں مل جانے والوں سے زیادہ زندہ لوگوں کی خوشی اور سکون کی پروا کرنی چاہیے۔ کیونکہ یہ جذبات اور احساسات کے مالک ہوتے ہیں اور ان کا ایک دل بھی ہوتا ہے وہ اپنے خوابوں اور خواہشوں سے جینا چاہتے ہیں' ان سے یہ حق نہیں چھیننا چاہیے۔''

''کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟''

''یہی کہ آپ کو بھی اپنی پسند سے جینے کا پورا حق حاصل ہے۔ مجبوریوں کے جس پنجرے میں قید ہوگئی ہیں آپ' وہ میرے لیے قابل قبول نہیں۔'' کس دل سے اس نے پرندے کی بے بسی کو محسوس کیا تھا وہ نہیں جان رہی تھی پر یہ اس کے لیے بہت تھا کہ اس وقت وہ بہت وسیع ظرف محسوس ہوا تھا۔ اتنا اعلیٰ ظرف کہ اپنا آپ ہمیشہ کی طرح اس کے آگے چھوٹا محسوس ہوا۔

''اب کچھ نہیں ہوسکتا۔'' اس نے ہتھیار ڈالے۔

''بہت کچھ ہوسکتا ہے۔ شوہر بن کر ہی نہیں فرائض ادا کیے جاتے ایک دوست بن کر بھی ذمہ داریوں کو بخوبی محسوس کیا جاسکتا ہے۔ آزادی کے بعد اپنی پسند سے زندگی گزارنے میں میں آپ کی پشت پناہی کروں گا۔ چاہے تعلیم کا سلسلہ آگے بڑھائیں یا من پسند ہم سفر......'' جھٹکے سے قاتلانہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''تقدیر نے اتنا بھی پسند ناپسند کا اختیار مجھے نہیں دیا' اب تو میں کچھ سوچتی ہی نہیں۔''

''جی...... مجھے پتہ ہے کہ آپ کچھ بھی نہیں سوچتیں۔'' وہ استہزائیہ ہنسی ہنسا۔

''مناہل آپ کے شہر والے گھر کا فیصلہ ہونا ہے۔ آپ کی تعلیم کے متعلق سوچنا ہے آپ کا بہت سا سامان ہے وہاں پر اور پھر سب سے بڑھ کر آپ کی زندگی...... جو صلیب پر لٹک کر نہیں گزاری جاسکتی۔ کل صبح تک مجھے فیصلہ چاہیے' آپ کی خوشی میں' میں خوش رہوں گا۔ آپ کی خواہش میرے دل کو بہت عزیز ہے۔'' اٹھتے سے اس کی سرخ ہوتی آنکھیں مناہل سے پوشیدہ نہیں تھیں۔

''میں جانتی ہوں میری خواہش کیوں تمہیں عزیز ہے۔ لیکن میری سوچوں تک اب تک تمہاری رسائی نہیں ہوسکی...... میں اب کن تمناؤں کے ریزہ ریزہ ہونے پر دل گرفتہ ہوں' تم جان بھی نہ پاؤ گے' بلکہ ہنسو گے' بچگانہ آرزو ہے۔'' دوسری صبح خلاف توقع کچن سے برتنوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ وگرنہ تو ناشتہ' کھانا اب تک کسی نہ کسی گھر سے آتا رہا تھا۔ وہ رضائی میں گھسا سن رہا تھا بلکہ کچھ حیران بھی تھا۔ جب چائے کی خوش بو

نتھنوں میں گھسی تو وہ اٹھ بیٹھا' رات بھر ایسے ہی بہت کچھ چھن جانے کے خوف نے سونے نہیں دیا تھا۔

اسی پل باہر کے دروازے سے صائمہ ناشتہ لیے اندر آ گئی تھی۔ کچن سے وہ مصروف انداز میں باہر نکلی تھی۔ بالوں کی لٹیں رخسار اور گردن پہ جھول رہی تھیں۔ ریڈ اور وائٹ سوٹ میں اس کا سادہ چہرہ بے حد معصوم لگ رہا تھا۔ باجی آپ کیا کر رہی ہیں باورچی خانے میں' صائمہ نے حیرانی سے سجے سجائے کچن کو دیکھا' وہ ہلکا سا مسکرائی۔

"ناشتہ تیار کر رہی تھی' صائمہ تم لوگوں کا بہت شکریہ' بھابی اور بہو سمجھ کر جتنی خاطر مدارت تم لوگوں نے کرنی تھی کرلی اب میں سنبھال لوں گی سب کچھ۔ ویسے بھی میری مہمان داری کے دن ختم ہو گئے۔" ارتضیٰ کا دل دھڑکا تھا چور نگاہوں سے اسے دیکھا۔ وہ بھی ایک لمحہ کو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"اب مجھے میزبان بن لینے دو۔" ایک شفق سی پھوٹی تھی چہرے پہ' اس کا دل بند ہوتے ہوتے جھوم اٹھا تھا۔ وہ بول کر کچن میں دوبارہ جا چکی تھی۔ صائمہ اس کے پیچھے چلی گئی وہ تو سکتے کی سی کیفیت میں تھا۔

گزشتہ رات کی بے خوابی اب سرشاری میں ڈھل گئی تھی۔ کسی من پسند چیز کو دوبارہ پالینے کی خوشی کیا ہوتی ہے وہ اب جان پایا تھا۔ قدرت اس پر بہت مہربان تھی۔

اس کے وجود کی رونق اس کے من آنگن کے لیے ناگزیر ہو گئی تھی۔ یہ انعام اسے خدا کی طرف سے ملا تھا اور کس طرح اس کے دل میں اس سیدھے سادے بندے کے لیے چاہت صحیفہ بن کر اتری تھی اسے خود یقین نہیں تھا' اعتقاد تھا تو صرف اپنے خلوص پر اور اپنی بے پایاں محبت پر جو مناہل کو دیکھتے ہی نچھاور کر دینے کو دل چاہتا تھا۔

کوئی بات نہ ہوئی تھی دونوں کے بیچ' پورا دن حسب معمول وہ زمینوں پر تھا' شام کو گھر آیا تو فضا مہکی مہکی ملی' پورا گھر جیسے از سر نو ترتیب دیا گیا تھا' کیاریوں میں پودے تر و تازہ ہو رہے تھے۔ چپے چپے پر محنت اور لگن نظر آ رہی تھی۔ گھر حقیقی معنوں میں گھر نظر آ رہا تھا۔ وہ شاید اپنے کمرے میں تھی' وہ سرشار سا منہ ہاتھ دھو کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ تھوڑی دیر کے وہ چائے کی ٹرے لیے ہمیشہ کی طرح دوپٹے کو خود سے لپیٹے اندر داخل ہوئی' خاموشی سے ٹرے میز پہ رکھی اور جانے لگی کہ اس نے پکارا۔

"مناہل....." کبھی اسے نام لے کر نہیں پکارا تھا جانے کیسے یہ استحقاق خود بخود لہجے میں در آیا تھا۔

"چائے کے ساتھ کچھ اور نہیں.....؟" وہ پرشوق نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ ہڑبڑائی۔

"ٹرے میں ہے تو..... پکوڑے اور کیک۔" وہ اٹھا۔ وہ کسی خطرے کے پیش نظر نکلنے لگی تھی' دل تھا کہ حلق میں آیا ہوا تھا۔ واپسی کی راہ مسدود کر دی گئی تھی۔

"اور..... کیا ہے چائے کے ساتھ..... پیٹ بھرنے کو تو ہے دل بھرنے کو کچھ.....؟" شیفون کا آسمانی دوپٹہ اب کسی اور گرفت میں تھا۔ بہت سارے خوب صورت لمحوں کے حصار میں تھی وہ' ارتضیٰ تھا اور اس کی دیوانگی..... جو وہ پہلی بار دیکھ رہی تھی۔

"فوراً اس کمرے میں شفٹ ہو جاؤ' بس بہت ہو گئی من مانی۔" وہ جو چہرے پر امڈنے والے بہت سارے رنگوں میں نہائی ہوئی تھی' زبان گنگ ہو گئی تھی۔ نگاہوں نے نگاہیں ملانے سے انکار کر دیا تھا۔ بے اختیار اٹھی تھی اس کے پاس سے۔

حکم نہیں تھا' محبت نامہ تھا' کیسے نہ پاسداری کرتی' اس گھر کے کونے کونے سے اپنائیت محسوس ہو رہی تھی اس رات اس کے کمرے میں بہت دیر تک انتظار کرتی رہی تھی۔

وہ جانے کہاں تھا..... بار بار نظریں گھڑی کا طواف کر رہی تھیں۔ اسے نیند آنے لگی تھی کہ صائمہ نے دستک دی' وہ فیض کے ساتھ کھڑی تھی۔ اس کا دل انجانے خوف کے حصار میں آ گیا۔ صائمہ نے اس کی اڑی رنگت دیکھ لی تھی۔

"پرا جی کسی کام سے گئے ہیں' رات ہاسپٹل میں ہی ہو جائے گی' میں آپ کے ساتھ رات گزاروں گی بھابی۔" وہ اندر آ گئی تھی۔ فیض واپس مڑ گیا تھا۔

"ہاسپٹل..... کیوں؟"

"وہ جی گاؤں میں ہمارے ایک چاچا جی ہیں ان کی طبیعت بہت خراب ہو گئی ہے' سانس اکھڑ گئی تھی' دمہ کی تکلیف تو پہلے ہی تھی پر آج تو جیسے آخری نوبت آ گئی تھی۔ اللہ خیر کرے بس ارتضیٰ پرا جی انہیں گاڑی میں لے کر شہر روانہ ہو گئے' ابا جی کو فون کر دیا کہ آپ کے پاس کسی کو بھیج دوں۔"

"اوہ....." اس کی رکی سانس جیسے بحال ہوئی' صائمہ اس کے ساتھ کمبل میں دبک گئی۔

"آپ کو ڈر تو نہیں لگ رہا تھا بھابی....." وہ مسکرائی۔

"نہیں..... ویسے اچھا کیا' تم آ گئی اب بے فکر ہو کر

سوؤں گی۔" اس نے دل رکھا اس کا پر اس کا دل اس کے پاس نہیں تھا۔ کہاں کہاں بھٹک رہا تھا۔ نیند تو پوری رات کا سن کر جیسے آنکھوں سے روٹھ گئی تھی۔

"سنو صائمہ...... چاچاجی کا کوئی رشتہ دار نہیں جو انہیں ہاسپٹل لے کر جاتا۔" دل نے جانے کتنے ہی شکوے اس کی ہستی سے وابستہ کردیئے تھے۔

"سمجھیں تو نہیں ہیں۔ ان رشتوں کا کوئی وجود ہی نہیں ہوتا باجی۔ جن سے احساس ختم ہوجائے دو بیٹے شہر گئے کمانے شہر کے ہی ہو کر رہ گئے۔ وہیں شادی بھی رچالی پہلے پہل خرچا پانی بھیجتے تھے کچھ سالوں سے وہ بھی بند کردیا۔ اب چاچاجی کو گاؤں کے لوگ ہی کھانا پانی دیتے ہیں جوڑے بنا کر دیتے ہیں اور دوائی اور دیکھ بھال پراجی کرتے ہیں۔" رات کے کس پہر اس کی آنکھ لگی صبح جاگی تو صائمہ منہ دھو رہی تھی۔

"میں جارہی ہوں باجی ابا جی کھیتوں پر جائیں گے اماں جی کا ہاتھ بٹاؤں گی۔ دونوں بھائی اسکول اور کالج بھی جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے صائمہ...... بہت شکریہ تم لوگ میرا اتنا خیال رکھتے ہو۔"

"باجی جی یہ تو آپ کا حق ہے۔ ارتضٰی پراجی کے احسانوں کا بدلہ تو ہم اتار ہی نہیں سکتے۔ اب آپ انتظار کریں وہ آتے ہی ہوں گے۔ چاچاجی ہسپتال میں داخل نہ ہوتے تو رات ہی ان کی واپسی ہوجاتی۔"

دس بجے اس کی واپسی ہوئی بہت سارے سامان کے ساتھ اس نے ناشتہ بھی نہیں کیا تھا صرف ایک کپ چائے پی تھی۔ سلام کرکے کچن میں آگئی۔

"اچھا سا ناشتہ کراؤ یار...... بہت بھوک لگی ہے۔" کمرے سے ہی آواز دی اسے ہمیشہ کی طرح خوش مزاجی عروج پر تھی۔ چہرے کی مسکراہٹ تو جیسے جدا ہی نہیں ہوئی تھی۔

"چاچا ستار کی طبیعت بہت خراب ہوگئی تھی خدا کا شکر ہے بروقت علاج ہوگیا، ورنہ تاخیر جان لیوا ہوتی۔" ناشتہ کرتے ہوئے اس نے روداد سنائی۔

"جی پتا ہے صائمہ نے بتایا تھا رات کو۔" اس کے روکھے پھیکے انداز پر وہ چونکا۔ اس کے بدلے بدلے سے انداز کچھ اور ہی جتارہے تھے۔ کچھ روٹھی روٹھی سی اور خود کو مصروف کرتا ہوا انداز وہ کچھ کچھ سمجھ رہا تھا۔ وہ زیر لب مسکرادیا۔

"ناشتہ تو کرو میرے ساتھ بیٹھ کر۔" اس کا ہاتھ پکڑ کر ہلکا سا کھینچا۔ نازک سی تو تھی ہی جھٹکے کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔

"میں نے کرلیا ہے آپ کریں۔"

"شکل بتارہی ہے غصے میں کچھ نہیں کھایا۔" اس کی ناک چھوئی۔

"ہنہ...... کس بات کا غصہ...... بہت خوش فہمیاں پال رکھی ہیں جیسے میں اکیلی رات گزار ہی نہیں سکتی۔ آپ کو گاؤں اور گاؤں کے لوگ مبارک ہوں۔" اندر کی کھولن کچھ اس طرح نکلی تھی لیکن ارتضٰی کے اردگرد صبح بہاراں کی خوب صورتی اور شام مسرت کی نوید گنگنانے لگی تھی۔

"میں نے تو ایسا کچھ نہیں کہا......" زیر لب مسکراہٹ کو کنٹرول کیا۔ نہ کوئی وضاحت مانگی ریشمی بالوں کی چٹیا کو ہاتھ پہ لپیٹنے کی کوشش کی۔ وہ سوچ میں پڑ گئی آخر زبان سے یہ کیا سے کیا ادا ہوگیا۔

اتنی دلی قربت تو ابھی نہ بڑھی تھی کہ غصے کا اتنا اظہار کیا جاتا کن اکھیوں سے دیکھا۔ چہرے کا رنگ کیا سے کیا ہوگیا تھا؟ ادا کی گئی باتوں کی جھنجلاہٹ اور اب اس کی اس حرکت پر وہ شرم میں ڈوب گئی۔ دونوں ہاتھ چہرے پہ رکھ لیے۔

"اب فائدہ ہے کچھ چھپانے کا......؟ تمہارے الفاظ چہرے پہ چھائی یہ الوہی خوشی چیخ چیخ کر تمہاری اندرونی کیفیت کا اعلان کررہی ہے کہہ دو مناہل میری طرح تم بھی محبت کے دریا میں اتر چکی ہو۔" اس نے ہاتھ ہٹائے تو آنکھیں مضبوطی سے بند کرلیں۔

"یہ نکاح کے بول ہیں ڈیئر...... معمولی چیز نہیں اس کے بولوں میں مقناطیسی تاثیر ہوتی ہے جو دلوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے نہ تم دامن بچا سکتی ہو نہ میں۔" یہ ان بولوں کا ہی اثر تھا کہ دونوں قلبی طور پر ایک دوسرے کے بہت قریب آچکے تھے۔ بس ایک کمی رہ گئی تھی زندگی میں جس کی ہوک ابھی بھی دل میں اٹھتی تو وہ خود کو سنبھال نہ پاتی۔

ارتضٰی نے اسے ایک موبائل لادیا تھا کہ کبھی اسے دیر سویر ہوجائے تو پریشانی نہ ہو۔ وہ بس اس کی بلاوجہ کی مصروفیت سے چڑتی کام سے آنے کے بعد اور چھٹیاں گھر کے لیے نہیں ہوتیں بلکہ گاؤں کے لوگوں کے رفاحی کاموں کے لیے ہوتیں۔ حالانکہ گھر کے کتنے ہی کام ایک مرد کے ہاتھوں کے محتاج ہوتے جن میں کچن میں کیبنٹ وغیرہ کی مرمت گیس بجلی کے

کام ادھورے تھے۔ غسل خانے میں بنی ٹنکی میں اس نے نل لگانے کا بھی وعدہ کیا تھا تا کہ اسے آسانی ہوجاتی۔

جب تک اکیلا تھا بے فکری تھی لیکن اب اس کی موجودگی میں ارتضٰی کی لاپروائی بہت کھلتی۔ سارا دن گھر کے چھوٹے بڑے کام نمٹاتے ہوئے گزر جاتا' پر ان کاموں کے لیے وہ اس کی چھٹی کے دن کا انتظار کرتی وہ بھی ادھر ادھر گزار آتا' شاید ہی چھٹی کا کوئی دن اس کے نام ہوتا۔

"آپ ایک این جی او کھول لیں...... بے نام کے کام بھی کوئی کام ہیں' بہت شہرت ملے گی۔" آدھا دن تو اس کی خفگی میں گزرتا۔

"مجھے پتا ہے میری پیاری سی بیگم کو منانا بہت آسان ہے اس لیے میں اپنی خواہشات کے مطابق کام کرتا رہتا ہوں۔" وہ کچن میں اس کے اردگرد منڈلانے لگا۔

"میری گنتی کہاں پر ہے...... میں آپ کی خواہش کے کس درجے پر ہوں۔ ساری خواہشات تو آپ کے گاؤں کے لوگ ہیں۔" وہ جو ہانڈی میں چمچ چلانے لگا تھا اس کے ہاتھ سے چمچ کھینچا۔

"پھر تم کہو گی گھر کے کام نہیں کرتا' اتنا اچھا سالن اوپر نیچے کررہا تھا۔"

"اپنی خدمت کسی اور کے لیے وقف کریں۔ مجھے میرے سوالوں کے جواب دیں۔" چولہے کی تپش سے چہرہ سرخ ہورہا تھا۔

"تمہارے سوالوں کا جواب دیا تو پھر تم غصہ کروگی۔" گاجر دھو کر اس کے دوپٹے سے ہاتھ پونچھنے لگا' کان کے پاس سرگوشی ہوئی تو وہ جھنجلا کر باہر نکل گئی۔

"اب دیں جواب...... ٹالیں مت اور زیادہ ہوشیاری بھی نہیں چلے گی سمجھے۔" اس کی حرکت پہ اس کا قہقہہ گونجا۔

"ہوشیاری تو تم نے دکھائی ہے باہر بھاگ کے۔"

"ارتضٰی پلیز......" وہ روہانسی ہوئی۔ "مجھے بتائیں آپ کی زندگی میں میری کیا اہمیت ہے؟ میری کسی بات پر آپ توجہ دیتے ہی نہیں' مجھے یہ خالی خولی محبت کی لفاظیاں اچھی نہیں لگتیں۔ جب انسان ضرورت ہی نہ سمجھے تو کیا فائدہ؟"

"یار تم تو بن مانگی مراد ہو...... غصہ کیوں کرتی ہو۔ تم میری کسی نیکی کا صلہ ہو...... میرا سکھ چین ہو یہ لفاظیاں نہیں دل سے نکلی ہوئی عبارتیں ہیں۔ مجھے تو امید بھی نہیں تھی ایک مکمل ہستی کی صورت میں میں تمہیں پالوں گا' کس طرح انکل کی روح سے تشکر کا اظہار کروں جو جاتے جاتے میری زندگی کو آراستہ کرگئے۔" اس کی گہری گہری آنکھوں میں محبت کا سمندر موجزن تھا۔ لبوں پہ مسکراہٹ اندر تک کی شانتی کا ثبوت دے رہی تھی۔ وہ پھر خجل ہوکر نظریں چرانے لگی تھی۔

"ارتضٰی آپ نے کہا تھا صحن میں گیس لائٹ لگادوں گا' یہاں اتنی لمبی لمبی لوڈشیڈنگ ہوتی ہے' رات کو آپ دیر سے آتے ہیں' یہاں سے وہاں تک اندھیرا چھایا رہتا ہے۔ اب آپ کے سامنے جب تک رٹو طوطے کی طرح رٹوں گی نہیں آپ توجہ ہی نہیں دیں گے۔"

"میں جارہا ہوں لائٹ لینے آ کر آج ہی فٹنگ کردوں گا اور کوئی حکم......" انتہائی تابعدار کی طرح سر جھکایا اسے ہنسی آ گئی۔

"پہلے اتنا تو کردیں پھر بات بنائیے گا۔" اور واقعی وہ ایک گھنٹے کے اندر لیمپ لے کر آ گیا۔

"شام کو فٹنگ کروں گا' پہلے مجھے کھانا دو' بہت بھوک لگی ہے۔" اور پھر ساری چیزیں ایسے ہی پڑی رہ گئیں۔ شام سے پہلے ہی کوئی بلانے آ گیا وہ نکلا تو رات گئے ہی واپسی ہوئی' اس کی خفگی کے خیال سے موم بتی جلا کر پائپ کی فٹنگ کرنے لگا۔

"اب چھوڑیں لائٹ آنے دیں یا دن کے وقت لگائیں۔ میں موم بتی پکڑ کر کھڑی نہیں رہ سکتی۔"

"میں تمہیں تکلیف دینا بھی نہیں چاہتا۔ موم بتی یہاں فکس کرلوں گا تم آرام کرو۔" دیوار میں بنے چھوٹے سے سوراخ میں موم بتی فکس کرکے اسے رام کیا۔

زندگی اسی طرح نرم گرم گزرنے لگی تھی۔ کبھی اس کی محبت امرت بن کر ٹپکتی۔ دل کو موم کرتی' تنہائی کو مشک بار کرتی' لبوں پہ مسکان بکھیرتی......! تو کبھی اس کی لاپروائی سے دل و دماغ منتشر ہوجاتے۔

ایک دن دونوں بہنیں اپنے ننھے منھے بچوں سمیت گھر میں رونق بکھیرتی آ گئیں' اتنی نازک کم عمر اور بے تحاشا خوب صورت بھابی کو دیکھ کر ان کے پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔

"بھائی پر بہت غصہ تھا تن تنہا شادی رچانے پر' بہت ارمان نکالنے تھے ہمیں لیکن آپ کو دیکھ کر سب ناراضگی ختم ہوگئی۔" بڑی کھلکھلائی۔

"لوگوں سے آپ کی تعریف سن سن کر ہم بے چین ہوئے رہتے تھے کہ کب چھلہ پورا ہو اور آپ کے پاس آئیں' خدا خدا کر کے وہ وقت گزرا بھائی' اب ہم پورا ایک ہفتہ رہیں گے۔" ایک نے پوری پلاننگ گوش گزار کی تو وہ مسکرادی۔

"ایسا میں کچھ ہونے نہیں دوں گی' جتنے دن بعد آئی ہو اتنے دن یہاں رکو' بہت بور ہوتی ہوں میں اکیلے میں۔ ایسے تھوڑی جانے دوں گی میں۔" جھک کر اس کے ننھے سے گورے چٹے بچے کو پیار کیا۔

"بھائی آپ کو ٹائم نہیں دیتے ہوں گے نا۔ مجھے پتا ہے وہ شروع سے ہی ایسے ہیں۔ گھر میں تو ان کے پاؤں ٹکتے ہی نہیں۔"

پھر جتنے دن وہ لوگ رہیں وہ کچھ مگن سی ہوگئی تھی۔ کبھی وہ کچن میں گھسی بھابی ہونے کا حق نبھاتی رہتی' کبھی دونوں اس کے ہاتھ پکڑ پکڑ کر بٹھاتی رہتیں اور اکلوتی بھابی کے ناز اٹھانے کی کوشش کرتیں۔ ارتضٰی بھی بہنوں کی آمد پر بہت خوش تھا۔ فارغ وقت میں ان کے بچوں کے ساتھ بچہ بنا رہتا' اس وقت بھی کھانے سے فارغ ہو کر اس کے دو ماہ کے بچے کو بانہوں میں بھر کر اوپر اچھالنے کی کوشش کر رہا تھا' جس سے ننھا بچہ ڈر کر رونے لگا اور اسے خوب مزا آ رہا تھا جب منہ بسورتے ہوئے وہ رونے لگ جاتا ایسے میں شازیہ ہولے جا رہی تھی۔

"بس کریں بھائی' کیوں میرے بچے کے ننھے سے دل کو سہائے جا رہے ہیں۔ میرا بھی بھتیجا یا بھتیجی آئے گی نا تو پھر پوچھوں گی کیسے نازو سے رکھتے ہیں۔" وہ اپنی جگہ چپکی رہ گئی۔ ارتضٰی نے کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے قہقہہ لگایا۔

"اے پگلی' کیا تمہارے بچوں کو نازو سے نہیں رکھتا' میں اس کے ننھے منے چوزے سے دل کا ڈر دور کر رہا ہوں' بہادر بنا رہا ہوں' بہادر......اور بھتیجا' بھتیجی کے لیے تم لوگوں کی دعائیں چاہیں۔" اس کی شرارت شروع ہو چکی تھی۔ وہ تیزی سے برتن سمیٹنے لگی تاکہ بروقت غائب ہو سکے۔

دونوں کچھ دن اس کے ساتھ گزار کر واپس جا چکی تھیں' جاتے جاتے تسلی کے مہکتے بول اس کی جھولی میں ڈال گئیں۔

"اللہ جلدی سے اس گھر میں بے تحاشا قہقہے اور شرارتیں بکھیرے پھر تو بھائی سے بھی کوئی گلہ نہیں رہے گا نا......" حسب معمول وہ نظریں جھکا گئی۔

ایک روز ارتضٰی گھر کے کسی کام سے شہر گیا تو اس کا رزلٹ بھی لیتا آیا' ہائی فرسٹ ڈویژن کے ساتھ آنسو کا ریلا بھی زبردست قسم کا بہہ نکلا تھا۔ کیا کیا ارمان تھے' کیا کیا خواب جو وقت اور حالات کے ملبے تلے مسمار ہو چکے تھے۔ اسی ایک خواب کو پانے کے لیے بابا جان کو آخری لمحات میں پریشان کیا تھا۔ پتہ ہی نہیں تھا وہ اندر اندر کیا روگ پال رہے تھے ورنہ جن خوابوں کے لاشے آج اٹھانے تھے وہ اسی وقت دفنا دیتی۔ مسیحائی کے شعبے میں نہ جانے کا دکھ سوا ہو گیا۔ قسمت میں ہی نہ تھا ورنہ پہلے ایگزیم میں ہی بیماری کے بجائے تقدیر ساتھ دے دیتی۔ ارتضٰی خاموشی سے اسے آنسوؤں کی بارش میں بھیگتا دیکھتا رہا۔

"تم میڈیکل ٹیسٹ دو...... میں ساتھ دوں گا تمہارا' کچھ نہ کچھ تو کر ہی لوں گا۔"

"اپنی اس آرزو کی تکمیل کے لیے پہلے بابا جان کو پریشان کیا اب آپ کو کسی امتحان میں نہیں ڈالنا چاہتی' ان کے انتقال کے وقت ہی یہ حقیقت سمجھ میں آ گئی تھی کہ جو چیز نصیب میں نہ ہو اسے پانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے سے شکست ہی ملتی ہے۔" کیا اسے ارتضٰی کے حالات کی خبر نہیں تھی' اتنا سرمایہ تو تھا نہیں کہ وہ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے اس کے دل و دماغ کو انتشار کا شکار کرتی۔

وہ اس کے شہر والے گھر کو اس کی خواہش کے مطابق کرائے پر چڑھا آیا تھا اور فالتو سامان بیچ کر ضروری اشیاء لے آیا۔ اس کا چھوٹا سا چارجر فین اس کے سکون میں اضافہ کر گیا۔ ویسے بھی گرمیاں شروع ہو چکی تھیں اسی چھوٹے سے فین کو لوڈ شیڈنگ ٹائم میں چلا کر وہ سکون سے رہتی تھی۔ اب راتوں میں وہ چین سے سو تو پائے گی نا' فوراً اسے چارج پر لگا دیا تھا۔ پر ایک روز ارتضٰی نے اس کا تقاضا کیا کہ کچھ دنوں کے لیے اسے یہ فین چاہیے۔ وہ حیران ہوئی' کیونکہ گھر میں بھی رہ کر وہ سخت سے سخت گرمی میں اپنی طرف اس کا رخ نہیں کرتا تھا۔ کبھی مناہل اس کے سکون کے لیے اسے آن بھی کر دیتی تو وہ بند کر دیتا۔

"چارجنگ ختم ہو جائے گی' تمہیں رات میں بے سکونی ہوگی۔ تم اپنا کام ختم کر کے اسے لگا لینا۔"

پھر آج یہ نیا تقاضا......!

"یار وہ رشیدہ چاچی کی پوتی بہت بیمار ہے۔ تکلیف سے سو نہیں پاتی' اوپر سے ان کی ٹین کی چھت کی تپش اس شدید گرمی میں اور بوکھلائے دیتی ہے۔ تم تھوڑے دنوں

کے لیے یہ فین دے دو' کسی کی تکلیف راحت میں بدل جائے گی تو بڑا اچھا ہوگا۔"

"مجھ سے تو خود گرمی برداشت نہیں ہوتی آپ تو جانتے ہیں' اگر یہ فین ہمارے پاس نہیں ہوتا تو کیا کرتے آپ۔" گرمیاں اس بار پڑی بھی بہت شدید۔

"تب اللہ مالک تھا منو...... کوئی نہ کوئی وسیلہ بنا ہی دیتا جیسے آج ہمیں اس نے وسیلہ بنایا ہے۔" اس نے اس کا گلابی ہاتھ پکڑ کر چمکارا۔ "تم تھوڑے دن برداشت کرلو' اس بیچاری کے پورے جسم پر موٹے موٹے چھالے نکل آئے ہیں۔ اندرونی تکلیف بھی بہت ہے۔" حسب معمول وہ رضا کار بنا ہوا تھا۔ اس کے احساسات سے بے خبر وہ خاموش رہی۔

"یار بولو بھی...... ورنہ ٹھیک ہے' میں نہیں لے جاؤں گا' تمہیں بھی تو خوش دیکھنا میری خوشی ہے نا منو......" کہہ تو وہ بشاشت سے رہا تھا پر اندر کی گھمبیرتا سے وہ کچھ ڈر سی گئی تھی۔

"لے جائیں...... میں نے منع تو نہیں کیا۔ ویسے بھی آپ سوشل ورکر ہیں' معاشرے کے مددگار......!!"

"اف...... اتنا طنز...... کاش اس رتبے کے قابل ہوتا میں۔" گیلا تولیا اس کے کندھے پر لپیٹ دیا اس نے بھنا کر سائیڈ پہ اتار پھینکا۔

"طنز کی کیا بات...... حقیقت ہے یہ گھر والوں سے زیادہ آپ کو باہر والوں کا خیال رہتا ہے۔"

"تمہارا بھی رکھتا ہوں یار...... تمہیں احساس نہیں' میری فیلنگز کا' کاش دل چیر کے دکھا سکتا تو وہ بھی دکھا دیتا۔" اس کی نگاہوں اور باتوں کی وارفتگی سے ہمیشہ وہ نروس ہو جاتی' اس وقت بھی دونوں ہاتھوں سے اسے دھکیل کر خود باہر آچکی تھی۔ ارتضٰی کی گنگناہٹ باہر تک آ رہی تھی۔

اسے محسوس ہو رہا تھا وہ اپنی تنخواہ کا ایک حصہ باہر والوں کے لیے صرف کرتا تھا۔ حالانکہ وہ خود اتنی استطاعت نہیں رکھتا تھا چاہتا تو یہ پیسے بھی گھر میں لگا کر سہولت کی کافی چیزیں لا سکتا تھا لیکن اسے کون سمجھاتا' ایک بار اس نے بات کرنے کی ٹھانی کہ اس کی دریادلی ذرا سست کر رہے اور آئندہ مستقبل کے لیے کچھ رقم پس انداز کر سکے۔

جس کسمپرسی سے وقت گزرا ہے وہ وقت اس کے اور اس کے آنے والوں کے لیے دوبارہ نہ آئے۔ آج نہ کل تو ضروریات بڑھیں گی ہی' اسے تو جیسے سانپ ہی سونگھ گیا۔ کتنی دیر تو کچھ بولا ہی نہ گیا۔

"تمہارے خیال میں یہ سوچ مجھے نہیں آئی ہوگی کہ شہر جا کر میں اپنے حالات سدھار سکتا ہوں۔ لیکن مناہل اس گاؤں کے معصوم اور مجبور لوگوں کو میری ضرورت ہے۔ لوگ میرے عادی ہو چکے ہیں' اس قدر کہ میرے پاس کچھ ہو نہ ہو وہ ایک آس لیے مجھے ضرور دیکھتے ہیں اور میں ان کی پرامید نگاہوں میں مایوسی نہیں دیکھنا چاہتا۔ اللہ نے مجھے بہت سے لوگوں کی امید کا مرکز بنایا ہے' میں ان کی آس نہیں توڑنا چاہتا۔ چھوٹی موٹی ضروریات پوری کر کے میرے دل میں جو راحت پہنچتی ہے نا اسے تم سمجھ نہیں سکتی' سوری میری جان...... میں شہر نہیں جا سکتا' تمہیں کوئی تکلیف ہو' کسی بھی چیز کی ضرورت ہو مجھے بتاؤ میں ازالہ کروں گا پر یہ خواہش پوری کرنا میرے بس میں نہیں۔" وہ خاموشی سے اس کے انکار کو سنتی رہی' اس کے عزم مصمم کو توڑنا واقعی اس کے ہاتھ میں نہیں تھا۔ گاؤں میں کسی غریب لڑکی کی شادی ہوتی یا کوئی بڑی ضرورت ٹرسٹ سے رجوع کرنا اسی کا کام تھا۔

کوئی اچھی چیز پکاتی تو بہانے سے اس سے پیک کروا لیتا کہ دوپہر کو کھاؤں گا اسے پتا چل جاتا کہ اس میں اصل کہانی کہاں تک ہے؟ ایک روز اس نے اپنے تئیں خوش خبری سنائی۔

"کل گاؤں میں ڈاکٹرز کی ٹیم آ رہی ہے۔" میڈیکل کیمپ لگے گا۔ تم چلی جانا کسی مدد کی ضرورت ہو تو کر دینا' اچھا لگے گا تمہارے شوق کو تسکین ملے گی۔"

"تسکین ملے یا زخم ہرے ہوں گے۔" وہ سوچ کر رہ گئی نہ جانے کا قصد کیا تھا لیکن اپنی سوچوں پر بند نہ باندھ سکی اور پہنچ گئی' وہ گاؤں کا ایک گورنمنٹ ہاسپٹل تھا جہاں یہ لوگ پہنچے تھے۔ ہاسپٹل کیا تھا' وہاں پہ تعینات اکلوتے ڈاکٹر اور اکلوتے کمپوڈر کی آرام گاہ تھا۔ ہاسپٹل میں آنے والی اکثر ادویات بیچی جاتیں جو عوام کے لیے فری بھیجی جاتی تھیں اور یہ ڈاکٹرز اور کمپوڈر زیادہ تر آپس میں بیٹھ کر ملکی سیاست' منڈیوں کے ریٹ کے اتار چڑھاؤ پر باتیں کیا کرتے تھے چند عام سی ادویات مریضوں کو دی جاتیں اور مخصوص ادویات پر ان کی اجارہ داری ہوتی۔ کوئی پرسان حال نہ تھا۔ ٹیم اس کے خیالات اور تعلیم کے بارے میں جان کر بہت خوش ہوئی۔

"یہی تو المیہ ہے ہمارے معاشرے کا جن کے پاس ڈگری ہے ان کے پاس احساس نہیں اور جنہیں احساس کی دولت ملی

ہے وہ ڈگری سے محتاج ہیں۔" ڈاکٹر علوی نے تاسف سے اس سلجھی ہوئی نفیس سی لڑکی کے جذبات کی قدر کی۔

اس نے ساتھ مل کر دوائیاں مریضوں کے لیے پیک کیں، پرچیاں بنائیں ایک نامعلوم سی خوشی اور ایک کمی کا احساس گھیرے میں لیے ہوئے تھا۔

"کیا ہوا جب سے وہاں سے آئی ہو چپ چپ سی ہو۔" رات میں ارتضٰی نے اس کا رخ اپنی طرف کیا اس کے آنسو بہہ نکلے۔

"آپ نے دیکھا تھا وائٹ گاؤن میں ڈاکٹرز کتنے اچھے لگ رہے تھے۔ ایک الوہی سی چمک ہوتی ہے ان کے چہروں پر، ایک مقدس پیشے میں ملوث یہ لوگ فرشتہ صفت ہوتے ہیں۔"

"ہاں...... صحیح کہہ رہی ہو...... لیکن منال زندگی میں ضروری نہیں جو ہم چاہیں وہ پا بھی لیں۔" آہستگی سے اس کے آنسوؤں کو صاف کیا۔

"میں نے کوئی لمبی چوڑی تمنا کی بھی نہیں۔ نہ میرے پاس آرزوؤں کی کوئی لمبی لسٹ تھی، ایک خواہش تھی وہ بھی اختیار میں نہیں۔" آواز دوبارہ رندھ گئی تھی۔

"سب اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے سمجھو خدا کو ہی منظور نہیں تھا۔ اور ویسے بھی جب تمہیں پتا ہے اس پیشے کے لیے تمہارے پاس وسائل نہیں تھے تو کیسے یہ سب کچھ ممکن ہوتا۔ اللہ نے اس خواہش کا اجر لکھا ہوگا۔ زندگی اسی کا نام ہے، تم میری خدمت کرو، میری ہاں میں ہاں ملاؤ بہت ثواب ملے گا تمہیں۔" اس نے ماحول کو خوش گوار بنانا چاہا۔ وہ ہنس دی ارتضٰی نے ساون میں دھوپ دیکھی۔

......☆☆☆......

اس کے شب و روز ایسے ہی مصروف گزرتے۔ حسب معمول وہ گاؤں والوں کی آنکھوں کا تارا تھا۔ اس کے پیچھے جو محرک تھا اس سے وہ باخبر تھی۔ کوئی شکوہ نہ ہوتا اگر وہ اپنی ضروریات کی اشیاء بھی لوگوں کو نوازنے سے باز نہ آتا۔ اس دن بھی بڑی چاہتوں سے اور ڈھیروں لوازمات ڈال کر بادام کا حلوہ پکایا تھا۔ خوش بو سے گھر مہک اٹھا تھا چونکہ مقدار میں کم تھا اس لیے رات کے لیے اٹھا رکھا کہ ارتضٰی کے ساتھ ہی کھائے گی ویسے بھی وہ اپنے کھانے پینے پر دھیان ہی کب دیتا تھا، جو وہ پکاتی خوش ہو کر تعریف کرکے کھاتا، کوئی اچھی چیز ہوتی تو دوپہر کے لیے بہانے سے لے جاتا۔ رات بھی یہی ہوا۔ ایک

چمچ کھا کر اپنا پیالہ سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر ڈھک دیا۔

"بہت مزے کا ہے کل لے کر جاؤں گا اور وہیں کھاؤں گا۔" غصہ کی ایک لہر اسے چھو گئی۔

"آپ کی ڈرامے بازیاں بند نہیں ہوسکتیں۔ صاف کیوں نہیں کہتے اپنے کسی پیٹو دوست کی پیٹ پوجا کے لیے رکھ چھوڑا ہے۔ میں بھی نہیں کھاؤں گی یہ بھی لے جائیں اپنی قدردانیوں میں اضافہ کروانے۔" اس نے پیالہ پٹخا۔ معاملہ سنگین ہو چلا تھا۔

"ارے یار...... ابھی ابھی چاچی رشیدہ نے پائے اور تندور کی روٹی کھلا دی بہت اصرار کر رہی تھیں دل توڑنا مناسب نہیں سمجھا اس لیے کھا لیا۔ اب یہ بھی کھا لوں گا تو پیٹ خراب ہو جائے گا سمجھا کرو۔"

"یہ اچھی رہی...... میں انتظار میں بے حال ہوتی رہتی ہوں کہ کب آئیں گے اور محترم دوسروں کے دلوں کے توڑ جوڑ میں لگے رہتے ہیں۔" ایک نیا کیس تیار تھا۔

"بزرگ ہیں...... دل سے بیٹا مانتی ہیں، ان کے اصرار کو میں ٹھیس نہیں پہنچا سکتا تھا۔ بزرگوں کی دعائیں لینی چاہئیں اور یہ جان کر اندر تک شانتی اتر گئی کہ تم میرے انتظار میں بے حال ہوتی رہتی ہو۔" شرارت سے اس کی آنکھوں میں جھانکنا چاہا وہ جھینپ گئی۔

"لفظوں کی جادوگری تو کوئی آپ سے سیکھے۔ ارتضٰی کوئی وقت ایسا بتائیں جب میرے اور آپ کے درمیان بحث نہ ہوئی ہو۔ بس آپ کی باتیں ہی ہیں جو میری زبان مقفل کر دیتی ہیں ورنہ ہماری گفتگو تکرار سے شروع ہوتی ہے، کاش آپ میرے ہم مزاج بھی ہوتے اور اس ناہم آہنگی کا سارا محرک آپ کی رضاکارانہ ہمدردی ہے جو میرے لیے نہیں، آپ کے گاؤں والوں کے لیے ہے، اتنی محبت تو آپ خود سے بھی نہیں کرتے۔" اس کا چہرہ سرخ ہو چلا تھا۔

"خود سے کروں نہ کروں تم سے ضرور کرتا ہوں۔" بے حد سنجیدہ ہوتے ہوئے وہ رخ موڑ کر سوتا بن گیا گویا نہ کچھ کہنا چاہتا ہو نہ سننا۔

"ہنہ......" وہ پھنکاری ساتھ ہی چمچ بڑے زوروں سے ٹیبل پر پٹخ کر باہر نکل گئی۔

"بھی پروا ہے میری کہ کسی بات کا اثر ہی نہیں لیتے، چکنا گھڑا۔" آنکھوں میں نمی لیے چاندنی بکھیرتے چاند پر نظریں

جمادیں۔ اس رات ارتضٰی نے اسے منایا بھی نہیں۔ وہ بھی ضد میں باہر ہی پڑی چارپائی پہ سوگئی۔

دوسری صبح دونوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی‘ وہ چپ چاپ ناشتہ کرکے چل دیا اور جاتے ہوئے حلوے کا پیالہ بھی لے گیا جو اس کے غصے میں کئی گنا اضافہ کرگیا تھا۔

”میری پروا نہیں‘ ہوگی کسی ندیدے کی پروا۔“ جل بھن کر کام شروع کردیا۔ آج تو کسی کام میں بھی دل نہیں لگ رہا تھا۔

”پتا نہیں‘ شاید میری بات بری لگی ہو اس لیے منایا نہیں۔“ آنکھیں نم ہوگئی تھیں اس کی بے رخی یاد کرکے۔

دنیا بیوی بچوں کی خوشی تودی کے لیے سرگرداں ہے شب وروز ایک کیے ہوئے ہے اور انہیں ایک اکیلے دل کی پروا نہیں۔

جیسے تیسے کام کرکے باہر نکل آئی آج مختلف گھروں میں جاکر دل بہلانے کا ارادہ تھا جو اسے مسلسل رلانے پر کمربستہ تھا۔ چمکیلی دھوپ میدان اور کھیتوں کو جگمگا رہی تھی۔ گرمی میں اضافہ ہوچکا تھا۔ کھلی کھلی جگہ تھی اس لیے ہوا کا احساس بھی فرحت بخش رہا تھا۔ چھوٹے چھوٹے بچے دوڑ بھاگ میں مصروف تھے وہ چلتے چلتے کھیتوں کی طرف نکل آئی یہ سوچ کرکہ جس کے گھر جاؤں گی وہ لوگ کیا سوچیں گے۔ دل کی بے کلی تو کوئی نہیں جانے گا‘ سرسبز فصلیں سر اٹھائے کھڑی تھیں‘ کچے راستوں سے ہوتی ہوئی ذرا اونچائی پر آئی تو کسی کی مانوس سی پشت اور جانا پہچانا سراپا بڑے سے پتھر پہ بیٹھا نظر آیا۔ آگے جو بڑھی تو گمان حقیقت میں بدل گیا۔ وہ ارتضٰی ہی تھا لیکن یہ نہیں پتہ چل سکا کہ وہ کر کیا رہا تھا‘ یہی تجسس اسے آگے کھینچے لے گیا۔

کچھ ہی دیر بعد وہ اس کی پشت پر کھڑی تھی اور سامنے کا جو بھی منظر تھا وہ ارتضٰی کو عظمت کے بلند مینار پر ایستادہ کرنے کے لیے کافی تھا۔ مسیحائی یا نیک صفتی ڈگریوں کی محتاج ہوتی تو یہ کون سا درجہ تھا مسیحائی کا جس کی پاسداری وہ کررہا تھا۔ وہ جو اس پیشے کی نارسائی پر صبح وشام دل گرفتہ رہتی تھی‘ اس کی عملی صورت وہ بنا اپنے کام میں مصروف تھا۔ اسے تو کسی ڈگری کی کمی کا احساس نہ تھا۔ وہ شاد وآباد بندہ تھا‘ جس کے دل کو خدا نے بے حد حساس بنایا تھا۔ دوسروں کے دکھوں کا مداوا کرنے والے مسیحا ایسے ہی ہوتے ہیں۔ سفید گاؤن پہنے بغیر ان کی روح ایسے ہی اجلی ہوتی ہے جیسے ارتضٰی کا باطن تھا۔ سامنے ایک نحیف ونزار بوڑھے کا زخم وہ صاف کررہا تھا۔ جسے شاید اپنے وجود پہ بیٹھی مکھی بھی اڑانے کی سکت نہ ہو۔ اس کی انگلیوں کا زخم بتارہا تھا کہ وہ کوڑھ زدہ ہے‘ سامنے حلوے کا پیالہ پڑا تھا جس میں پڑا حلوہ اب نصف ہوچکا تھا۔ وہ اپنے کام میں اس حد تک منہمک تھا کہ اپنے سامنے پڑے اس کے سائے پر بھی غور نہ کرسکا تھا۔ اگر اس ضعیف کا وسیلہ وہ نہ بنتا تو شاید اب تک وہ زمین پر ڈھیر ایک لاش کی صورت اختیار کرچکا ہوتا‘ لیکن ایک زندہ انسان کو زندگی کا احساس دلانے کے لیے وہ گھن اور تکبر کے احساس سے بہت دور جاچکا تھا۔

وہی غلط تھی جو اس کی نیک نیتی سے بدگمان تھی۔ اس کے خمیر میں جو حساسیت رچی بسی تھی وہ اس سرور سے بھی نہ نکل پائے گا‘ اسے احساس ہوچکا تھا اس لیے اب اسے بھی اس کے رنگ میں رنگ جانا ہوگا۔ دنیا دکھاوے کی مسیحائی نہ ملی تو کیا ہوا‘ آخرت کی سرخروی اس کے دامن گیر تھی وہ کیسے نہ ہاتھ تھامتی آگے بڑھ کر دوسرے ہاتھ کا زخم وہ صاف کرنے لگی تھی۔ ارتضٰی کی نظریں اٹھیں تو اٹھی رہ گئیں اس نے دیکھا پھر نظریں جھکالیں۔

”آپ نے کہا تھا نا میری ناتمام خواہش کا اللہ نے اجر رکھا ہوگا‘ میرے اس اجر کا نام ارتضٰی ہے۔ جس کی نیک دلی میرے وہم وگمان کی سرحدوں سے کہیں بالا ہے۔ جس کی وسعتوں میں گم ہوجانا ہی مناہل کی ذات کی تقویت ہے‘ آپ میرے ہم مزاج ہو بھی نہیں سکتے ارتضٰی‘ آسمان اور زمین میں یہی خاصہ تو ہے لیکن کہیں نہ کہیں دونوں کے کنارے ضرور ملتے ہیں بس یہی ایک آس میری بدگمانی حذف کرنے کے لیے کافی ہے۔ میں خود آپ کی ہم مزاج ہوجاؤں گی بجائے اس کے کہ آپ کو بدلوں۔“

دھیمے سروں میں وہ اس کے اردگرد کتنے ہی جلترنگ چھیڑ رہی تھی۔ وہ تو اس کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر ہی حیران تھا۔ ساتھ شانت بھی کہ اب کوئی ناراضگی ان کے مابین کبھی نہ در آئے گی۔ اس نے پیش قدمی کی ہے تو جواباً اسے بھی بھرپور طریقے سے خوش آمدید کہنا پڑے گا۔ شرارت سے زیرلب مسکرایا تو وہ نظریں جھکا کر کام میں مصروف ہوگئی۔ اس کی ہر ادا سے واقف جو ہوگئی تھی۔

بہاریں جھوم کے آئیں

عروسہ عالم

سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر

انداز کہ رنجیدہ ہوئے جاتے ہیں
اطوار کے پیچیدہ ہوئے جاتے ہیں
دیکھے کوئی چاہت کے کرشمے آ کر
ہم جیسے بھی سنجیدہ ہوئے جاتے ہیں

"تم اتنی دیر سے کیوں آئی ہو۔" اس کے اتنی دیر سے آنے پر ندا نے پوچھا۔

"منگنی کی رسم ہوگئی کیا؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"بس ہونے والی ہے چلو جلدی سے آؤ۔ اب تو دولہا بھی اسٹیج پہ آ کے بیٹھ گیا ہے۔" چاروں سہیلیاں جلدی جلدی اسٹیج کی طرف چل دیں۔ جہاں ان کی دوست رانیا اسٹیج پر دلہن بنی بیٹھی تھی۔ وہ سب جا کے اسٹیج کے سامنے کھڑی ہوگئیں۔

"اوہ مائی گاڈ' دولہا کتنا برا ہے۔" اس نے نہایت ناگواری سے کہا تو ثمرہ نے تیزی سے اس کے کہنی ماری۔

"پاگل تو نہیں ہوگئی ہو منہ بند رکھو اپنا' کس کے سامنے کہہ رہی ہو کسی نے سن لیا تو ابھی نکالی جاؤ گی یہاں سے۔" ثمرہ نے اسے ٹوکا۔

"ارے واہ ایسے ہی نکالی جاؤں گی' میں نے کون سا غلط کہا ہے۔" اس نے تڑخ کر کہا۔

"ہاں بڑی کمال کی بات کی ہے تم نے' اگر تمہیں ایسا دولہا مل گیا تو کیا کرو گی؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا میں تو کسی بہت ہی خوب صورت اور ڈیشنگ قسم کے بندے سے شادی کروں گی جو میرے ساتھ چلتا ہوا اچھا لگے اور جس کے ساتھ میں آتے جاتے ہوئے فخر محسوس کروں۔"

"اچھا اچھا فی الحال تم کہیں نہیں جا رہی اس لیے اسٹیج پر چلو۔"

"ہرگز نہیں' میں اتنے برے دولہا کے قریب بالکل نہیں جاؤں گی۔ مجھے تو حیرت ہے کہ رانیا اس کے برابر میں بیٹھی کیسے ہے؟"

"تم حیران ہوتی رہو' اسے دیکھو وہ کتنی خوش ہے۔"

"ہاں...... یہ مجھے بھی حیرت ہو رہی ہے کہ وہ اتنے معمولی آدمی کے ساتھ خوش کیسے بیٹھی ہے۔"

"وہ معمولی نہیں ہے امریکن ڈاکٹر ہے' بہت قابل آدمی ہے۔"

"وہ تو بیوقوف ہے صرف قابلیت پہ مرمٹی' شکل صورت بھی کچھ ہونی چاہیے۔"

"یہاں بہت سے خوب صورت لڑکے ہیں تم کسی کو اپنے لیے تیار کرلو جب تک ہم اسٹیج کی سیر کر کے آتے ہیں۔" وہ تینوں اسے چھوڑ کر اسٹیج پر چلی گئیں۔ وہ وہیں کرسی پہ بیٹھ گئی۔

منگنی کے بعد کھانا شروع ہوا تو سب کے ساتھ وہ بھی ٹیبلز کی طرف آ گئی' وہ کھانا پلیٹ میں لے کر پلٹی ہی تھی کہ دوپٹہ کہیں اٹک گیا اس نے مڑ کے دیکھا تو دوپٹہ کسی کے کوٹ کے بٹن میں اٹکا تھا۔

"اف کیا مصیبت ہے' آپ کوئی اور سوٹ نہیں پہن کر

آ سکتے تھے؟" اس کی بولڈنیس پر وہ بری طرح چونکا۔

"محترمہ آپ بھی تو کوئی اور دوپٹہ اوڑھ کر آ سکتی تھیں' آپ کے دوپٹے کی وجہ سے میرا قیمتی کوٹ خراب ہوگیا۔"

"ہوں......" اس نے جھٹکے سے اپنا دوپٹہ کھینچا اور منہ بناتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

ثمرہ اور شاداب نے جلدی جلدی کھانا کھایا کیونکہ ان کے گھر خاصے دور تھے اور ان کی واپسی کی ذمہ داری رانیا کی تھی۔ وہ دونوں جلدی سے کھانا کھا کے رانیا کے پاس پہنچ گئیں۔

"رانیا پلیز اب تم ہمیں جلدی سے گھر چھڑوا دو پہلے ہی بہت رات ہوگئی۔" ثمرہ نے کہا تو اس نے اپنے ملازم کو آواز دی' وہ فوراً ہی اس کے سامنے حاضر ہوگیا۔

"حمید ذرا ثوبان بھائی کو بلانا۔" تھوڑی ہی دیر میں ثوبان بھائی آگئے۔

"ثوبان بھائی آپ پلیز میری ان دونوں فرینڈز کو چھوڑ آیئے۔ دیکھیے پلیز انکار مت کیجیے گا۔" اس نے نہایت ملتجی لہجے میں کہا تو ثوبان نے مسکرا کر گردن ہلا دی' رانیا نے ان کے ایڈریس بھی بتادیئے۔

"مجھے لگتا ہے ثمرہ کہ رانیا اس شخص کے ساتھ خوش نہیں رہ سکے گی۔"

"اللہ نہ کرے' کیسی باتیں کر رہی ہو۔ اس کے منگیتر کی شکل اتنی بھی بری نہیں ہے جتنا تم کہہ رہی ہو۔"

"اب بری شکل تو بری ہی ہوتی ہے اتنی ہو یا اس سے زیادہ ہو۔"

"اللہ کا خوف کرو شاداب ابھی تمہاری شادی نہیں ہوئی ہے۔" ثمرہ نے ناگواری سے کہا۔

"میری شادی بھی دیکھنے والی ہوگی اور میرا دولہا بھی دیکھنے کے لائق ہوگا۔" اس نے اکڑ کر کہا اتنے میں ثمرہ کا گھر آگیا تو وہ اتر گئی۔

"آپ تو رانیا کے فیانسی سے خاصی ناراض نظر آرہی ہیں۔" ثوبان نے گفتگو کا آغاز کیا۔

"پتہ نہیں لیکن میں اس بات پہ ضرور حیران ہوں کہ وہ ایسے آدمی سے رشتہ جوڑنے پر کیسے راضی ہوگئی۔ ان دونوں کا تو کوئی میچ ہی نہیں ہے۔ رانیا کیوٹ سی ہے اور وہ اتنا عام سا آدمی۔"

"میرے خیال سے تو اچھا کپل ہے۔"

"اوہ مائی گاڈ آپ کا ٹیسٹ تو کافی خراب ہے۔" شاداب نے حیرت سے کہا۔

"میرے خیال سے تو آپ کا ٹیسٹ کچھ اپ سیٹ ہے۔ ایک ہائی کوالیفائیڈ لڑکا ہر لڑکی کا آئیڈیل ہوسکتا ہے۔"

"لیکن اگر وہ خوب صورت ہو تو۔" اس کی سوئی ابھی تک خوب صورتی پر ہی اٹکی ہوئی تھی۔

"اگر آپ کو کوئی خوب صورت مرد نہ ملا تو۔"

"یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ شادی کروں گی تو کسی ہینڈسم اور ڈیشنگ بندے سے ورنہ ہرگز نہیں۔" اس نے جوش سے کہا۔

"اور اگر اس کے الٹ ہوگیا تو آپ کیا کریں گی؟"

"اول تو ایسا ہوگا ہی نہیں اور اگر اتفاقاً ایسا برا حادثہ ہوگیا تو میں اسے چھوڑ دوں گی۔"

"اور اگر وہ آپ کو نہ چھوڑنا چاہے تو۔"

"تو ضرور میں ایسا کچھ کروں گی جس کے بعد ہم دونوں کو ساتھ نہ رہنا پڑے۔" اس نے اعلیٰ خیالات اس کے گوش گزار کیے۔ "اب پلیز لیفٹ پہ ٹرن کرلیجیے۔ تیسرا گھر میرا ہے۔"

ثوبان نے گلی میں گاڑی لا کے اس کے گیٹ پر روک دی' وہ تھینکس کہہ کر اتر گئی۔ اس کے اندر جاتے ہی اس نے گاڑی آگے بڑھالی۔

.......☆☆☆.......

صبح اس نے ممی اور پھپھو کے سامنے بھی رانیا کے منگیتر کی برائیاں شروع کردیں۔

"چپ ہو جاؤ خبردار جو منہ سے کوئی بری بات نکالی۔" پھوا نے اسے ڈپٹ دیا۔

"برے دولہا کے لیے بری باتیں ہی منہ سے نکلیں گی ناں۔" اس نے بدتمیزی سے کہا۔

"تمہارا دولہا ایسا ہوا تو کیا کرلوگی' اس کے ٹکڑے کردو گی کیا؟" ممی پھپھو بھتیجی کی باتوں پر مسکراتی رہیں۔

دو ہفتے بعد وہ اور ثمرہ رانیا کی منگنی کے فوٹو دیکھنے اس کے گھر گئیں۔

"شاداب تمہارے ڈیشنگ دولہا کا بندوبست ہوگیا ہے۔" ثمرہ نے اسے خوش خبری سنائی۔

"اچھا کون ہے وہ خوش قسمت۔" اس نے جوس کا سپ لیتے ہوئے کہا۔

"ماشاء اللہ بڑی خوش فہمیاں ہیں اپنے بارے میں۔"

"خوش فہمیاں نہیں ہیں یہ سب صحیح فہمیاں ہیں۔"

"میرے فیانسی کے کزن ثوبان بھائی جو تمہیں میری منگنی والے دن گھر چھوڑنے گئے تھے۔" رانیا نے چہکتے ہوئے بتایا۔

"وہ تو ایسے نہیں ہیں کہ میں ان سے شادی کروں۔" شاداب نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"ارے آہستہ بولو وہ باہر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اتنے اسمارٹ اور ڈیسنٹ سے ہیں اور تم ان کے بارے میں ایسے کہہ رہی ہو۔"

"بہرحال وہ کسی اور کے لیے تو اچھے ہو سکتے ہیں' لیکن میرے لیے قطعی نہیں۔"

"مجھے تو لگتا ہے کہ تم لڑکے ریجیکٹ کرتے کرتے بوڑھی ہو جاؤ گی۔" ثمرہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"پھر کسی خوب صورت بڈھے سے شادی کر لینا۔" رانیا نے جل کے کہا تو وہ ہنس دی۔

......☆☆☆......

ڈیڈی ایک ماہ کے لیے بزنس ٹور پر ملائشیا جا رہے تھے' ممی کا بھی ان کے ساتھ جانے کا پروگرام بن گیا۔ شاداب پڑھائی کی وجہ سے نہیں جا رہی تھی' ویسے بھی وہ ایک دفعہ ملائیشیا ہو آئی تھی۔ اچانک ہی اس کا بہت اچھا رشتہ آ گیا۔ وہ لوگ ڈیڈی کے جاننے والے ہی نکل آئے۔ اس لیے زیادہ چھان پھٹک کی ضرورت نہیں پڑی۔ بہت اچھی فیملی تھی اس لیے انکار کی کوئی گنجائش ہی نہیں تھی۔ اپنا کاروبار تھا' کھاتے پیتے لوگ تھے۔ لڑکے کے والدین باہر اپنے بڑے بیٹے کے پاس رہتے تھے لہٰذا انہیں بھی شادی کی جلدی تھی۔

"ممی میں نے لڑکا دیکھا نہیں' اور آپ لوگوں نے ہاں بھی کر دی۔"

"ارے کیا کرو گی دیکھ کے اب تمہیں زندگی بھر اسی کو دیکھنا ہے۔" پپا نے کہا تو اس کا منہ بن گیا۔

"بیٹا ان کے یہاں لڑکی لڑکے کا شادی سے پہلے ملنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ لڑکا بہت اچھا ہے' ہم نے دیکھ بھال کے سوچ سمجھ کے ہی فیصلہ کیا ہے۔"

ممی کی بات پہ اس کا دل کچھ مطمئن سا ہو گیا یہ بات تو واقعی میں صحیح ہے کہ والدین اولاد کے لیے کبھی غلط اور برا فیصلہ نہیں کر سکتے۔

"ٹھیک ہے ممی' لیکن میری شادی میں ساری رسمیں ہوں گی۔"

"بیٹا یہ تو بالکل ممکن نہیں ہے کیونکہ اگلے ہفتے اس کے والدین اور بھائی بھابی واپس جا رہے ہیں۔ لہٰذا دونوں طرف سے شادی نہایت سادگی سے ہوگی کیونکہ میں اور تمہارے پاپا بھی جا رہے ہیں۔" شاداب نے تھوڑا سا احتجاج کیا پھر خاموش

ہوگئی۔ کیونکہ اس سے حاصل وصول تو کچھ تھا نہیں۔ بس اس کے لیے یہی کافی تھا کہ اس کی شادی بہت اچھے لڑکے سے ہو رہی تھی۔ وہ سپنوں کی دنیا میں کھوگئی اور آئندہ زندگی کے سپنے پلکوں پہ سجا کے پیا دیس سدھاری اور اسی رات ممی پاپا ملائشیا چلے گئے۔

وہ حجلہ عروسی میں بیٹھی اپنے خوابوں کے شہزادے کا بے چینی سے انتظار کررہی تھی۔ دروازے پہ ہلکی سی دستک ہوئی تو اس نے اپنا سر جھکالیا' حالانکہ اسے اپنے شوہر کو دیکھنے کی بہت جلدی تھی۔ اس کا دولہا اس کے روبرو آ کے بیٹھ گیا۔

ایک کالے بھدے اور بھاری ہاتھ نے اس کا انگوٹھیوں اور چوڑیوں سے سجا مہکتا ہوا حنائی ہاتھ تھام لیا۔ اس نے تیزی سے اپنا ہاتھ کھینچا اور گھبرا کے سامنے دیکھا تو وہاں لمبی سی داڑھی بکھرے ہوئے بال اور میلے کپڑے پہنے ایک گندا سا شخص بیٹھا ہوا تھا' شاداب اس شخص کو دیکھ کر کچھ کہہ ہی نہ سکی' حیرت' خوف اور پریشانی سے اس کی آنکھیں ابل پڑیں اور وہ ایک طرف کو ڈھیر ہوگئی۔

......☆☆☆......

اگلے دن صبح اس کی آنکھ کھلی تو آہستہ آہستہ رات کے مناظر اس کے ذہن کی اسکرین پر چلنے لگے۔ اس کے پورے بدن میں ایک پھریری سی دوڑ گئی اور اس کے نین کٹورے چھلک پڑے روتے ہوئے اس نے اپنا جائزہ لیا تو وہ ابھی تک اپنے عروسی لباس میں تھی۔ وہ واش روم میں گئی نہا دھو کے دوسرے کپڑے پہنے اور اس جنگلی کی نظروں سے بچ بچا کے بوا کے پاس پہنچ گئی اور آتے ہی بوا کے گلے لگ کے جھکوں پھکوں رونے لگی۔

"بوا یہ ممی ڈیڈی نے میرے ساتھ کیا کردیا؟"

"شادی کی ہے بیٹا اور کیا کردیا۔" بوا نے اسے پیار سے بٹھاتے ہوئے کہا۔

"یہ شادی ہے...... ایسی ہوتی ہے...... میرے تو نصیب پھوٹ گئے۔"

"اے بیٹا یہ بات تو اس کے کہنے کی تھی۔"

"ارے وہ کیوں کہے گا اس کے تو نصیب کھل گئے۔ مجھ سے شادی کر کے۔"

"اچھا۔" بوا نے خوش گوار سی حیرت سے کہا۔ "ورنہ تم سے شادی ہونے کے بعد تو میں اسی کو بدنصیب سمجھ رہی تھی۔"

"بوا آپ کیسی باتیں کررہی ہیں' یہاں میری تقدیر پھوٹ گئی اور آپ اس جنگلی کو دکھیا کہہ رہی ہیں۔" وہ تپ کے ان پر چڑھ دوڑی۔ "میری تو زندگی داؤ پر لگ گئی۔"

"اے لو کل شادی ہوئی اور آج داؤ پیچ بھی چل گئے۔" بوا نے آنکھیں پھیلا کے ہونٹوں میں انگلی دبالی۔ "اچھا یہ بتاؤ تم اکیلی کیوں آئی ہو۔ تمہارے دولہا کیوں نہیں آئے؟"

"بھاڑ میں گئے دولہا۔" اس نے جل کے کہا۔

"اے بیٹا' بھاڑ میں تو وہ تم سے نکاح کرتے ہی چلا گیا تھا۔" بوا کو بھی غصہ آ گیا۔

"مجھے اس کے ساتھ نہیں رہنا' وہ آئے تو اسے بھگا دیجیے گا۔"

"ہائیں وہ کیوں۔" بوا نے حیرت سے آنکھیں پھاڑیں۔

"میرا تو دل چاہ رہا ہے کہ اس کا قلع قمع کردوں۔"

"خبردار جو شوہر کو ایسے کہا' اب وہ تمہارے سر کا تاج ہے۔" بوا نے اسے ڈپٹا۔

"وہ سر کا تاج نہیں ہے سر پہ عذاب ہے۔" وہ بھی کلس کے بولی۔

"بری بات ہے آدمی کو ایسے نہیں کہتے ہیں۔"

"وہ آدمی ہے کہاں۔" اس نے تیزی سے کہا۔

"اے ہے تو کیا عورت ہے؟" بوا نے پوچھنے میں اس سے زیادہ تیزی دکھائی۔

"وہ عورت بھی نہیں ہے' وہ تو کوئی اور ہی مخلوق ہے۔ بہرحال وہ آئے تو اسے لوٹا دیجیے گا۔"

"اسے کیا لوٹانا ہے' یہاں تو تمہارا ہی دماغ لوٹا ہوا ہے۔ جانے کیا واہی تواہی بک رہی ہو۔ یہ بتاؤ کچھ کھایا بھی ہے یا خالی پیٹ آئی ہو۔"

"میں آ گئی ہوں' یہی بہت ہے ورنہ اس جن کے چنگل سے نکلنا آسان نہ تھا۔ میں تو بس اپنی عقل سمجھ سے آ گئی۔"

"ایک تو تمہاری سمجھداری سے میں بہت پریشان رہتی ہوں۔ لوگ عقل سے نجانے کیا کیا کام لیتے ہیں اور تمہاری عقل ہر چیز کو نیست و نابود کر کے رکھ دیتی ہے۔" بوا نے اسے سمجھا بجھا کر زبردستی واپس بھیج دیا۔

......☆☆☆......

اس دن وہ ٹی وی دیکھ رہی تھی کہ علی اس کے برابر آ کے بیٹھ گیا۔ وہ کرنٹ کھا کر ایک دم سے کھڑی ہوگئی۔ علی نے بھی اسی تیزی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ کر اپنے برابر بٹھالیا۔

"چھوڑو میرا ہاتھ۔" شاداب نے ہاتھ کو جھٹکا دیا۔ لیکن گرفت سخت تھی۔ اس لیے ناکام رہی۔ "میں تمہاری شکل نہیں

دیکھنا چاہتی اور تم ہو کہ میرے برابر آ کے بیٹھ گئے ہو۔"
"شوہر ہوں میں تمہارا زیادہ تین پانچ کرنے کی ضرورت نہیں۔" علی نے تیزی سے کہا۔
"ہاں تم صرف ممی ڈیڈی کے نہ آنے تک میرے شوہر ہو وہ آجائیں تو پھر فیصلہ ہوگا۔"
"فیصلہ ہونے کے بعد ہی میں تمہیں بیاہ کے لایا ہوں۔ تمہارے ماں باپ کی مرضی سے ہی یہ کام ہوا۔ اب انہیں میرے معاملات میں بولنے کا کوئی حق نہیں۔"
"انہیں تمہارے نہیں میرے معاملات میں بولنے کا حق ہے۔"
"انہوں نے ہی نکاح کر کے تمہیں میرے سپرد کیا ہے۔"
اس کی بات پہ شاداب سناٹے میں آ گئی۔ بات تو اس کی بھی ٹھیک تھی۔ شادی تو ماں باپ کی مرضی سے ہوئی ہے پھر وہ علی کو کیسے مورد الزام ٹھہرا سکتی تھی لیکن یہ بھی طے تھا کہ وہ علی کی ساتھ بھی نہیں رہ سکتی تھی۔
شاداب کا کبھی علی سے بات کرنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ اس کے حلیے سے ہی شاداب کو کوفت ہوتی تھی۔ اس نے ابھی تک اس کے کام کے بارے میں نہیں پوچھا تھا۔ علی اس وقت بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا۔
"تم کام کیا کرتے ہو؟"
"مرغیاں بیچتا ہوں۔"
"وھاٹ......؟" وہ بری طرح چیخی۔ "میری شادی ایک مرغی بیچنے والے سے ہوئی ہے۔ ممی نے تو کہا تھا کہ تمہارا بہت اچھا کاروبار ہے سارے شہر میں پھیلا ہوا ہے۔"
"ہاں تو کیا مرغیاں بیچنا اچھا کاروبار نہیں اور کیا مرغی بیچنے والوں کی شادیاں نہیں ہوتی؟" علی نے آنکھیں نکال کے پوچھا۔
"ہاں ہوتی ہیں لیکن مجھ جیسی لڑکیوں کے ساتھ نہیں ہوتیں۔" اس نے جل کے کہا۔
"کیوں تم میں کون سے ہیرے جڑے ہوئے ہیں اور مجھ میں کیا کمی ہے؟"
"تم میں کوئی کمی نہیں...... تم میں تو بہت سی زیادتیاں ہیں۔" وہ روتی ہوئی کمرے میں گھس گئی۔
اس کی ممی ڈیڈی سے بہت سرسری سی بات ہوئی تھی۔ اس نے علی کے بارے میں بات کی تو انہوں نے اس کی تعریفوں کے پل کھڑے کر دیئے۔

اے گل

اے گل!
میں تیری شاخِ گل
مجھے پروان چڑھنا ہے
اعتبار کا پانی برسا مجھ پر
ہو جاؤں جل تھل جس سے
محبت کا وہ بادل برسا مجھ پر
ہو چاہت کی دھوپ بھی شامل
اور احساس کا سایہ مجھ پر
سنو اے گل!
میں تیری شاخِ گل
تیری محبت کے سائے میں
مجھے پروان چڑھنا ہے
تیرے آنگن کو پھولوں سے
مہکانا ہے
اور تیری زندگی کو گل سے
گلزار کرنا ہے
اے گل میں تیری شاخِ گل
مجھے پروان چڑھنا ہے

ام غزل جنت...... منڈی بہاؤالدین

اس نے یونیورسٹی جانا بھی چھوڑ دیا تھا۔ اب تو وہ شکر ادا کر رہی تھی کہ جلد بازی میں شادی ہونے کے سبب وہ اپنی فرینڈز کو نہیں بلا سکی تھی وہ آتیں تو اس کا کتنا تماشا بنتا۔ اب تو وہ ان کا سامنا کرنے کی ہمت ہی نہیں رکھتی تھی۔ وہ خوب صورت مرد سے شادی کرنے کے کتنے دعوے کرتی تھی۔ اس چکر میں اس نے کئی اچھے رشتے نکال دیئے تھے۔ شاید اس لیے اس دفعہ ممی ڈیڈی نے اسے لڑکا نہیں دکھایا تھا۔ شاید یہ اس کے تکبر کی سزا تھی۔
علی صبح کا گیا رات دیر سے گھر لوٹتا تھا۔ شاداب کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ تو اس کی شکل دیکھنا پسند نہیں کرتی تھی۔ وہ سارا دن گھر میں بولائی بولائی سی پھرتی یا بھاگ کر بوا کے پاس چلی جاتی۔ آج بھی وہ نہایت بگڑے موڈ کے ساتھ ان کے پاس آئی تھی۔
"اے خیر سے آئی ہو ناں نہ سلام نہ دعا۔" بوا نے اس کا بغور جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"میری زندگی میں اب خیر کہاں، وہ ہوتی تو آتی کیوں۔"
اس نے جل کے کہا۔
"ہاں ٹھیک ہی کہتی ہو جہاں تم ہوگی وہاں بھلا خیر کا کیا کام۔" بوا نے جل کے کہا۔
"کچھ کھا کے آئی ہو یا یونہی بھوکے پیٹ چلی آئیں۔"
"میں شکل سے آپ کو کھائے پیے لگ رہی ہوں۔ دو دن سے دانہ اڑ کے منہ میں نہیں گیا۔"
"ہاں اس پہ یہ حال ہے کہ تم گھوڑے والی چال چلتی ہوئی یہاں آگئیں۔" بوا چڑ کے بولیں۔ بوا نے کچھ دیر میں اس کے آگے سینڈوچ اور کباب لا کے رکھ دیئے۔
"تمہاری شکل سے تو بالکل نہیں لگ رہا ہے کہ تم دو دن کی فاقہ زدہ ہو۔ تمہارے دولہا تو خیریت سے ہیں۔" انہوں نے کھوجتی ہوئی نظروں سے پوچھا۔
"لو بھلا اسے کیا ہونا ہے۔ ایسوں کو کچھ نہیں ہوتا۔" وہ تپ کے بولی۔
"کیسوں کو......؟" بوا نے حیرت سے پوچھا۔
"اسی جن کے بارے میں آپ پوچھ رہی ہیں۔ ایسوں پر تو آفتیں بھی اثر انداز نہیں ہوتی ہیں۔"
"ہائیں تو کیا تم بھی ان پر اثر انداز نہیں ہوئیں۔" بوا نے حیرت سے آنکھیں پھاڑیں۔
"میں کوئی ایسی ویسی لڑکی نہیں ہوں۔" اس نے ہاتھ نچاتے ہوئے تیزی سے کہا۔
"ارے رہنے دو، تم تو ایسی ہو نہ ویسی ہو...... جانے کیسی ہو؟" بوا نے جھنجلا کے کہا اور اٹھ کے کچن میں چلی گئیں۔ واپسی پر وہ ٹیکسی کے انتظار میں کھڑی تھی کہ ایک گاڑی اس کے قریب آ کے رکی۔
"ہیلو کیسی ہیں آپ؟" کسی اجنبی کے اس طرح پوچھنے پر وہ ایک دم سے چونک کر پیچھے ہوئی۔ اس اجنبی کو پہچاننے میں چند ہی لمحے لگے وہ رانیا کے فیانسی کا کزن ثوبان تھا۔ "کہاں جانا ہے آپ کو آیئے میں ڈراپ کردوں......؟"
"نہیں شکریہ میں چلی جاؤں گی۔" اس نے جان چھڑاتے ہوئے کہا۔
"ارے شکریہ گاڑی میں بیٹھ کر ادا کردیجیے گا۔ فی الحال تو آپ بیٹھ جایئے اس طرح روڈ پر کھڑے ہو کر باتیں کرنا اچھا نہیں لگ رہا۔" اس کی بات بھی ٹھیک تھی لہٰذا وہ مزید بحث کیے بنا خاموشی سے گاڑی میں بیٹھ گئی۔
"میں نے سنا ہے آپ کی شادی ہوگئی ہے؟"
"ج...... جی...... جی ہاں۔" شادی کے نام پر اس کے پسینے چھوٹ گئے۔
"آپ کے شوہر تو یقیناً بہت خوب صورت ہوں گے؟"
خوب صورت شوہر کے نام پر اس کا دل بند ہونے کے قریب پہنچ گیا۔
"بس بس آپ پلیز مجھے یہیں اتار دیجیے۔ مجھے یہیں آنا تھا۔" اس نے شاپنگ سینٹر کے سامنے سے گاڑی گزرتے ہوئے دیکھ کر تیزی سے کہا تو ثوبان کا پیر بھی ایک دم سے بریک پر جا پڑا اور وہ تیزی سے اس کا شکریہ ادا کیے بغیر گاڑی سے اتری اور وہ زن سے گاڑی آگے بڑھا کے چلا گیا۔
اس نے فوراً ہی ایک رکشہ کیا اور گھر آ گئی۔ ثوبان کو دیکھ کے اس کے زخم رسنے لگے۔ شاداب نے تو آج ہی اسے غور سے دیکھا تھا۔ کتنا ڈیشنگ اور اسمارٹ لگ رہا تھا وہ اس نے ثوبان کو ٹھکرا کے اپنی زندگی برباد کرلی تھی۔ اس کی آنکھوں میں کنکر سے بھر گئے تھے۔ اپنی بیوقوفی سے اس نے اپنے نصیب برباد کرلیے تھے دکھ اور تکلیف کے احساس سے اس کا دل پھٹا جارہا تھا۔

......☆☆☆......

اس دن بوا اس کے گھر چلی آئیں۔ کچھ دیر نماز کا وقت ہوا تو وہ وضو کرنے چل دیں۔
"اس گھر میں کوئی جاء نماز بھی ہے یا نہیں۔" انہوں نے وضو کرنے کے بعد پوچھا۔ "تم تو نماز روزے کی ہو نہیں، کیا تمہارے میاں بھی تمہاری طرح بے دین آدمی ہیں۔"
"میں بے دین ہرگز نہیں ہوں۔ مجھے سارا دین معلوم ہے۔" اس نے تیزی سے کہا۔ "دن میں پانچ نمازیں ہیں، سال میں دو عیدیں ہوتی ہیں، ایک مہینے کے روزے ہوتے ہیں۔ طبیعت صحیح ہے تو رکھو خراب ہے تو چھوڑ دو۔ دین میں بہت لچک ہے کوئی سختی نہیں ہے۔"
"ارے ہٹو بھی، میری جان نہ جلاؤ۔ دین کی ذرا سی بھی لچک تم میں تو آئی نہیں۔" بوا نے جھنجلا کے کہا اور آگے بڑھ گئیں۔
"ارے سنیں تو سہی بوا، علی پر آپ ذرا کچھ پڑھ کے پھونک دیں کہ وہ انسان بن جائے۔"
"ارے بیٹا میری پھونکیں تو تم پر کام نہ آئیں اس پر کیا اثر کریں گی۔"

"میری بات چھوڑیں۔" اس نے بیچارگی سے کہا۔
"رہنے دو۔ مجھے تو رہ رہ کے اس دکھیا کا خیال آتا ہے اس کی تو جھولی دکھوں سے بھر گئی ہے۔ کیسا اچھا لڑکا ہے۔"
"کوئی اچھا نہیں ہے۔ اس کے اندر تو جھول ہے جھول اور اس کی جھولی دکھوں سے نہیں مجھ سے بھری ہے۔"
"ہاں ایک ہی بات ہے۔" بوا نے جل کے کہا اور نماز پڑھنے چل دیں۔
شام کو علی آیا تو اپنے ساتھ چار مرغیاں بھی لے کے آیا اس نے آتے ہی چاروں مرغیوں کو تیزی سے ذبح کیا۔ ان کی کھالیں اتاریں اور کھچا کھچ بوٹیاں بنا ڈالیں۔ شاداب آنکھیں پھاڑے ہونق سی اسے دیکھتی چلی گئی۔ اسے لگا اس نے مرغیوں کی نہیں بلکہ اس کی کھال اتاری ہو اور اس کی بوٹیاں بنا ڈالی ہوں۔
"ممی پیا آپ نے کیا کردیا کس آدمی کو میرے پلے باندھ دیا۔" اس کی آنکھوں میں مرچیں سی بھر گئیں۔ "آج شام کو میرے دوست کی بہن کی شادی ہے تیار رہنا۔"
"کیا شادی میں، میں تمہارے ساتھ جاؤں گی۔" وہ بری طرح چیخ پڑی۔ "تم نے اپنا حلیہ اور اپنا کام دیکھا ہے۔ میں اس بگڑے حلیے اور مرغی والے کے ساتھ جاؤں کی شادی میں۔"
"کیوں کیا خرابی ہے میرے حلیے میں اور کیا مرغی والے شادیوں میں نہیں جاتے؟"
"جاتے ہوں گے اور ان کی بیویاں بھی تمہارے جیسی ہوتی ہوں گی۔"
"اے زوجہ محترمہ زیادہ گرمی سردی دیکھنے سننے کا عادی نہیں ہوں میں۔ میرا ہر حکم ماننے کی تم پابند ہو۔" اس نے شاداب کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔
"چھوڑو میرا ہاتھ۔" شاداب کو لگا لوہے کے پنجے میں اس کا ہاتھ جکڑ گیا ہو۔
"یہ ہاتھ چھوڑنے کے لیے نہیں پکڑا شام کو تیار ہو جانا ورنہ اسی حلیے میں لے جاؤں گا۔" اس نے جھٹکے سے شاداب کا ہاتھ چھوڑا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔
شام کو شاداب بڑی بے دلی سے تیار ہوئی لیکن پھر بھی غضب کی لگ رہی تھی۔ وہ علی کو اپنے اوپر بولنے اور حاوی ہونے کا مزید موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔ وہ کمرے سے باہر آئی تو علی اسے دیکھتا رہ گیا وہ اس کے ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے پر کچھ نروس سی ہونے لگی۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟"
"جیسے بھی دیکھوں اپنی بیوی کو دیکھ رہا ہوں کوئی پابندی تھوڑی ہے۔"
"ہونہہ...... بیوی......" اس نے نخوت سے سر جھٹکا اور آگے بڑھ گئی۔
"تم اندر چلو میں ایک ضروری کام نمٹا کے ابھی آتا ہوں۔" شادی ہال کے سامنے گاڑی روک کر علی نے اسے اترنے کے لیے کہا تو وہ خاموشی سے اتر گئی۔
"اللہ کرے شادی میں آ ہی نہ سکے۔" وہ یہ دعا کرتی ہوئی اندر آ گئی۔ یہاں وہ کسی کو نہیں جانتی تھی۔ لہٰذا خاموشی سے آ کے بالکل خالی میز پر بیٹھ گئی وہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی اس سے بات کرے اور اسے علی کی وجہ سے شرمندگی اٹھانی پڑے۔
لباس اور وضع قطع سے یہاں پر آئے ہوئی سبھی لوگ ویل مینرڈ اور ویل ایجوکیٹڈ لگ رہے تھے۔ اسے حیرت ہو رہی تھی کہ علی جیسے آدمی کی ان لوگوں کے ساتھ دوستی کیسے تھی۔ ابھی وہ یہی سوچ رہی تھی کہ سامنے کے منظر نے اس کے اندر پھول سے کھلا دیئے۔ سامنے ثوبان بلیک ڈنر سوٹ پہنے بڑی شان سے چلا آ رہا تھا۔ اب کسی اور مرد کے بارے میں سوچنا بھی اس کے لیے گناہ تھا اس وقت یہ خیال اس کے دل سے نکل چکا تھا۔ اگر میں سمجھداری سے کام لیتی تو یہ شخص میرا ہو سکتا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ یہیں بیٹھ کر رونا شروع کر دے یا یہاں سے بھاگ جائے۔
"کہاں ثوبان جیسا شاندار بندہ اور کہاں وہ جنگلی مرغیاں بیچنے والا۔" اس کا کلیجہ کٹ کے رہ گیا۔ اس نے ثوبان کو دیکھ کے پیٹھ موڑ لی، وہ اس سے ہرگز نہیں ملنا چاہتی تھی۔ اس نے علی کے بارے میں پوچھ لیا تو وہ کیا جواب دے گی یا اگر علی نے اسے ثوبان کے ساتھ بات کرتے ہوئے دیکھ لیا تو اس کا کیا ردعمل ہو گا۔ ویسے علی اسے ادھر ادھر کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ اپنی سوچوں میں غلطاں و پیچاں تھی کہ سلام سن کر چونکی۔
"السلام علیکم!" کی آواز پہ چونک کے گردن گھمائی اور دل دھک سے رہ گیا۔ سامنے ثوبان کھڑا مسکرا رہا تھا۔ "کیسی ہیں آپ؟"
"جی ٹھیک ہوں۔" اس نے مری مری آواز میں کہا۔
"کافی دن کے بعد آپ سے ملاقات ہو رہی ہے۔ آپ اپنے ہسبینڈ سے تو ملوایئے وہ بھی تو آئے ہوں گے ناں۔"
ہسبینڈ کے نام سے اس کا دل بند ہونے کے قریب پہنچ گیا۔
"جی وہ ادھر ہی ہوں گے اتنے لوگوں میں مجھے اس وقت نظر نہیں آ رہے۔"
"جب بھی آپ سے ملاقات ہوئی آپ اکیلی ہی ہوتی ہیں۔ آپ نے بڑا چھپا کے رکھا ہوا ہے، لگتا ہے بڑی خاص چیز ہیں وہ۔" خاص چیز کے نام پہ اس کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ وہ تو واقعی میں خاص چیز ہی ہے۔ تھوڑی سی بات چیت کے بعد ثوبان ہٹ گیا۔
کھانے کے بعد کسی بچے نے بتایا کہ آپ کو کوئی علی انکل باہر بلا رہے ہیں۔ اس نے شکر کیا کہ علی اس کے ساتھ ہال سے باہر نہیں نکلا۔ اس شادی میں آئے ہوئے سارے مرد اسے اچھے لگ رہے تھے اب تو عام سی صورت کے مرد بھی اسے اچھے لگنے لگے تھے۔
"بوا ٹھیک کہتی ہیں مرد کا حسن اس کی شکل میں نہیں کام اور مقام میں ہوتا ہے۔" اسے یہ بات اب سمجھ میں آ رہی تھی۔ جب اسے کام اور مقام والا شوہر نہیں ملا تھا۔ وہ سارے راستے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتی رہی۔ اپنے تکبر پر توبہ کرتی رہی۔ اس نے تکبر کیا تھا جبھی ثوبان جیسا اچھا مرد اس کے ہاتھوں سے نکل گیا تھا۔ ثوبان کو دیکھ کے وہ بہت بے چین ہو گئی تھی۔ واپسی میں علی نے ایک اسٹور سے کون آئس کریم خریدیں اور گاڑی میں آ کے بیٹھ گیا۔
"مجھے آئس کریم نہیں کھانی۔" علی نے آئس کریم اس کی طرف بڑھائی تو اس نے لینے سے انکار کر دیا۔
"لے لو تم نے شادی میں بھی سوئٹ ڈش نہیں کھائی تھی۔" اس کی بات پہ وہ حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ تو اسے کہیں نظر نہیں آیا تھا اور اس نے شاداب پر اتنی نظریں رکھی ہوئی تھیں کہ اس کے کھانے کو بھی نوٹ کر لیا تو یقیناً ثوبان سے بات کرتے ہوئے بھی دیکھا ہو گا۔ اس سے پہلے کہ وہ ثوبان کے بارے میں کوئی بات کرتا اس نے آئس کریم لے لینا ہی مناسب سمجھا۔
علی گاڑی چلاتے ہوئے آئس کریم کھا رہا تھا کہ روڈ کراس کرتے ہوئے اچانک ایک خاتون سامنے آ گئیں۔ اس نے تیزی سے بریک لگایا تو خاتون تو بچ گئیں لیکن کون اس بری طرح منہ سے ٹکرائی کہ جھٹکا لگنے سے اس کی داڑھی نیچے گر گئی۔ شاداب جو اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

ہک دک رہ گئی۔

"آ.....آپ.....!" اس کے منہ سے الفاظ نہیں نکل رہے تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ثوبان بیٹھا تھا۔

"جی محترمہ یہ میں ہی ہوں۔"

"آپ نے میرے ساتھ اتنا بڑا دھوکہ کیا؟"

"اونہوں...... دھوکہ نہیں تھوڑا سا سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ انسان شکل سے نہیں کردار اور رویوں سے پہچانے جاتے ہیں۔"

"ایسے سمجھاتے ہیں کیا قتل کرڈالا آپ نے مجھے......"

"قتل تو تم نے مجھے کردیا تھا میری جان جبھی تو تم سے شادی کی۔" ثوبان نے رومینٹک ہوتے ہوئے اس کا ہاتھ تھامنا چاہا تو اس نے تیزی سے کھینچ لیا۔

"اگر سمجھانے کا یہ طریقہ پسند نہیں آیا تو گھر چلو کسی اور طریقے سے سمجھا دیتا ہوں۔" اس نے گہری سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"گھر چل کے تو میں آپ کو سمجھاؤں گی۔" وہ گاڑی کا دروازہ کھول کے اترنا ہی چاہتی تھی کہ ثوبان نے جلدی سے اس کا ہاتھ تھاما اور گاڑی تیزی سے آگے بڑھادی۔

"آپ نے میرے ساتھ اتنا برا کیا۔ میں نے بالکل صحیح کیا تھا آپ کے ساتھ شادی سے انکار کرکے۔" اس نے نہایت بگڑے ہوئے موڈ کے ساتھ کہا۔

"اور دیکھ لو میں نے پھر بھی کرکے دکھادی۔" وہ شوخ ہوا۔

"لیکن پھر بھی آپ نے میرے ساتھ تو اچھا نہیں کیا ناں۔" شاداب نے رندھے ہوئے گلے سے کہا۔

"میں ہر بات کا ازالہ کردوں گا میری جان۔" وہ بھی بات بڑھانا نہیں چاہتی تھی' غلطی اس کی تھی اس نے تکبر میں آکے ثوبان جیسے اچھے آدمی کو ٹھکرایا تھا۔ اس کے باوجود ثوبان نے اس کی گستاخی کو نظر انداز کرتے ہوئے اسے اپنالیا تھا۔

آگے کے سفر میں بہاریں اس کی منتظر تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کرکے ایک لمحے میں ہی اس کی تقدیر بدل دی تھی' اس کے لیے وہ اپنے رب کی شکر گزار تھی۔ آنسو اس کے دل پر پھوار بن کر گرنے لگے۔ اسے لگا وہ ریگستان سے نخلستان میں آگئی۔ اس نے پرسکون ہو کے آنکھیں موندلیں۔

باہر ہلکی ہلکی بارش شروع ہوچکی تھی۔ اسے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے خوشیوں کے ساتھ ساتھ اس پر باران رحمت بھی برسادی۔ اندر کا موسم بدلا تو باہر کا موسم بھی خوش گوار ہوگیا۔

☺

حافظ عائشہ ستار

مجھے کر عطا اے میرے خدا تو بہت بندہ نواز ہے
میری ہر صبح محتاج ہے تیری رحمتوں کے نزول کی

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! آپ کی خیریت کے طالب بخیریت ہیں ڈھیروں پر خلوص دعاؤں کے ساتھ آپ کی پررونق محفل میں حاضر ہوں میرا نام عائشہ ستار ہے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ جس نے حافظہ بنایا اب آپ سب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ محافظہ بھی بنائے قرآن پاک کی۔ ہم چار بہنیں اور دو بھائی ہیں میں سب سے بڑی ہوں۔ ایف ایس سی میڈیکل کے بعد ایک سال کا وقفہ دیا۔ اس دوران اللہ پاک نے قرآن پاک حفظ کرنے کی توفیق دی اب انٹری ٹیسٹ کی تیاری کررہی ہوں۔ یعنی کہ مستقبل کی ڈاکٹر ہوں میں بہت شرارتی ہوں ایسی شرارتیں کرتی ہوں جس کو سب انجوائے کرتے ہیں اپنی فرینڈز اور کزنز میں ہنس مکھ عائشہ کے نام سے مشہور ہوں کچھ دوستیں تو مجھے محفل کی رونق بھی کہتی ہیں خامیاں یہ ہیں کہ جلدی اعتبار کرلیتی ہوں پھر بعد میں دھوکا کھاتی ہوں اکثر بغیر سوچے سمجھے بات کہہ دیتی ہوں جس پر پچھتاتی ہوں اس عادت سے جان چھڑانا چاہتی ہوں خوبیاں یہ ہیں کہ بہت صبر اور شکر گزار ہوں کوئی میرے ساتھ برا کرے تو اسے معاف کردیتی ہوں اور بھول جاتی ہوں کھانے میں بریانی' چکن پلاؤ اور کیک پسند ہیں پھلوں میں آم اور انگور پسند ہیں کپڑوں میں فراک اور قمیض شلوار اچھی لگتی ہے رنگوں میں سرخ اور گلابی بہت پسند ہیں شربت میں ریڈ انار اور کوک شوق سے پیتی ہوں موسم بہار کا اچھا لگتا ہے۔ رسالہ آنچل پسند ہے جو ہم سب کے اوپر ایک خوب صورت جھاڑ کی طرح بندھا ہے اور ہماری حفاظت کرتا ہے زمانے کی برائیوں سے ہمیں بچاتا ہے آخر میں آپ سب کو یہ پیغام دینا چاہتی ہوں نماز اور تلاوت قرآن پاک کی پابندی کریں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کمائیں۔ اب اجازت دیں۔

شب ہجر کی پہلی بارش
نازیہ کنول نازی
READING
Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

کب نظر میں آئے گی بے داغ سبزے کی بہار
خون کے دھبے دھلیں گے کتنی برساتوں کے بعد
دل تو چاہا پر شکست دل نے مہلت ہی نہ دی
کچھ گلے شکوے بھی کر لیتے مناجاتوں کے بعد

صمید حسن اور ان کی فیملی کی کہانی ہے، جنہیں ان کے والدین کی رحلت کے بعد کرنل شیر علی اپنا بیٹا بنا کر گھر لے آتے ہیں اور بعدازاں اپنی بھتیجی مریرہ رحمان کی شادی ان کے ساتھ طے کردیتے ہیں۔ مریرہ رحمان کی بڑی بہن بریرہ رحمان کی شادی ان کے سگے بیٹے سکندر علوی کے ساتھ طے ہوتی ہے مگر سکندر علوی بیرون ملک اپنی ایک کلاس فیلو کے ساتھ شادی رچا کر وہیں کے ہو رہتے ہیں، جس کی خبر بریرہ کو ہوتی ہے تو وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے۔ صمید حسن اور مریرہ رحمان کے دو بچے زاویار صمید اور درمکنون صمید ہیں۔ بعدازاں دونوں کے راستے ایک چھوٹی سی غلط فہمی سے الگ ہوجاتے ہیں تو زاویار، صمید حسن صاحب کے پاس رہ جاتا ہے جبکہ درمکنون کو مریرہ بیگم اپنے ساتھ لے جاتی ہیں۔ ادھر بیرون ملک سکندر علوی کثرت شراب نوشی کے سبب جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے تو کرنل شیر علی اس کی بیٹی عائلہ علوی کو اپنے ساتھ پاکستان لے آتے ہیں۔ زاویار بے حد الجھے مزاج کا شخص ہے لندن میں اس کا سارا وقت اپنے انگریز دوستوں جولی، رابرٹ اور ایبک کے ساتھ گزرتا ہے وہیں اسٹور پر کام کرنے والی ایک لڑکی ہوزان اس کی دیوانی ہے۔ درمکنون اپنی ماں مریرہ کا بزنس سنبھال لیتی ہے اس کے آفس میں صیام آفندی جو اس کا پرسنل سیکرٹری ہے اس سے محبت کرتا ہے مگر اظہار نہیں کرتا۔ صمید حسن کی زندگی میں نامساعد حالات کے سبب دوسری آنے والی عورت سارا احمد ہے، جن کے والد صمید حسن صاحب کے بزنس پارٹنر ہیں اور انہی کے بھتیجے کے ساتھ سارا بیگم کا نکاح ہوچکا ہے مگر وہ آوارہ مزاج انسان ثابت ہوتا ہے اور سارا بیگم کے طلاق کے مطالبے پر ان کی عزت برباد کرکے انہیں طلاق دے دیتا ہے۔ سارا بیگم کی بیٹی پر ہیان اس حقیقت سے بے خبر ہے اور اپنی ماں کو گناہ گار سمجھتی ہے کیونکہ اس کا منگیتر ساویز آفندی جو صمید حسن صاحب کے قریبی دوست احمد آفندی کا اکلوتا بیٹا ہے اسے ناجائز سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے۔ اسی لیے وہ بھی لندن اپنے یونیورسٹی فیلوز کے پاس آجاتی ہے۔ ساویز آفندی کی ماں سعدیہ آفندی کرنل شیر علی کی پوتی عائلہ علوی کے منگیتر سدید علوی کی بھی حقیقی ماں ہیں۔ سدید کرنل شیر علی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آرمی جوائن کرلیتا ہے۔ دوسری طرف کرنل شیر علی کے جگری دوست ملک اظہار اور زلیخا بی بی کا بیٹا عمر عباس مریرہ رحمان سے عشق کرتا ہے مگر مریرہ کو اس کے سچے جذبوں کی خبر نہیں۔ ملک اظہار کی ساری فیملی ان کی حویلی میں دفن ہے اسی حویلی کے راز جاننے کے لیے ان کی پوتی اور عمر عباس کی بھتیجی شہرزاد پاکستان آتی ہے۔ صمید کے آنے کے بعد مریرہ کا اس کی طرف بے قراری سے بڑھنے پر عمر کے اندر کچھ ٹوٹتا ہے۔ عمر اداس ہوکر گزرے ہوئے وقت کو یاد کرنے لگتا ہے عمر شروع سے ہی غصہ کا تیز رہا ہے۔ کرنل صاحب کو بھائی اور بھابی کی اچانک رحلت نے توڑ کر رکھ دیا ہے، بریرہ اور مریرہ کی ذمہ داری ان پر آگئی ہے اس صدمے سے ابھی ابھی نکلے ہی نہیں کہ اکلوتے بیٹے نے ملک سے باہر جانے کی ضد باندھ لی اور گھر سے زیور اور نقدی چرا کر ملک سے باہر چلا گیا۔ کرنل صاحب بریرہ اور مریرہ کو لے کر گاؤں آجاتے ہیں۔

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

صیام شہرزاد کے سوال پر اپنی محبت کا اقرار کرتا ہے، جس پر شہرزاد خوش ہوجاتی ہے۔
سدید سرینگر سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر ایک گاؤں میں طیب احمد کے گھر میں رہائش پزیر ہوتا ہے اس نے وہاں اپنا نام صدید

بتایا تھا کیونکہ سدید وہاں مجاہد کی حیثیت سے آیا تھا۔
صمید حسن بیٹے زاویار کے پیچھے لندن پہنچ گئے تھے زاویار شراب کے نشے میں اپنے اپارٹمنٹ پہنچا تھا تب صمید حسن زاویار کو اپنی سچی جھوٹی کہانی سناتے ہیں۔
شہرزاد صیام کی محبت میں در مکنون کا آفس جوائن کر لیتی ہے۔ عمر بھی اب واپس پاکستان آ کر اپنا بزنس اسٹارٹ کرنا چاہتا ہے اور شہرزاد صیام کو وہاں اپنے ساتھ لے کر جانا چاہتی ہے لیکن صیام وہاں جانے سے معذرت کر لیتا ہے۔
ایلی پریہان کو صمید حسن کا انگلینڈ آنے اور زاویار سے صلح ہو جانے کا بتاتا ہے زاویار پریہان کو ڈھونڈتا ہوا مارتھا کے گھر گیا تھا وہاں اتیل سے پریہان کی ایلی کے پاس ہونے کی اطلاع ملی تھی تب زاویار ایلی کے پاس آتا ہے لیکن ایلی اسے ٹال دیتا ہے۔ ایلی کی ملاقات ساویز آفندی سے ہو جاتی ہے وہ یہ سب پریہان کو بتا دیتا ہے۔ نورین نے ملک ریاض کو اپنی چھوٹی محبت میں پھانس کر قمر عباس کے قاتل پر اکسایا تھا۔ قمر عباس زمینوں پر اکیلا کھڑا تھا تب ملک ریاض نے موقع دیکھ کر اس پر فائر کر دیا تھا حویلی کے دوسری طرف ایک اور قبر کا اضافہ ہو گیا تھا۔
مریرہ نے خود کو ننھے زاویار میں مصروف کر لیا تھا اسے اب صمید حسن کی سرگرمیوں سے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی حمنہ کا بھی ٹرانسفر ہو گیا تھا۔ صمید عمر کو لے کر مریرہ پر الزام لگاتا ہے جسے سن کر وہ ششدر رہ جاتی ہے۔ حنان کی شادی کی تاریخ رکھی جا چکی تھی صیام آفس سے نکل کر حنان کے پاس آتا ہے تب حنان اس سے شہرزاد کے حوالے پوچھتا ہے جس پر صیام باس اور ملازم کا رشتہ بتا کر حنان کو خاموش کروا دیتا ہے۔

(اب آگے پڑھیں)

❀......♥......❀
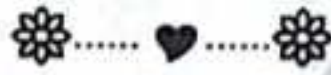
اداس موسم میں زرد پتے!
یہاں تم کو بلا رہے ہیں
نجانے کتنی رتوں سے پیاسے!!
یہ دشت تیرے منتظر ہیں
کبھی تو لوٹو کبھی تو پلٹو
کہ زندگی میں ویرانیاں ہیں
بنا تمہارے......!!
یہ موسموں کی ادائیں دیکھو
کبھی ہنسائیں کبھی رلائیں......
تم ہی کہو اب کیا کریں ہم؟
یاد رکھیں کہ بھول جائیں؟

اس رات جھیل مانسبل سے اٹھنے والی سرد ہواؤں کے تھپیڑوں نے سدید کو بے ساختہ کپکپانے پر مجبور کر دیا تھا۔ دن بھر اپنی سرگرمیوں میں مصروف رہنے کے بعد رات کو وہ گھر آیا تو سب بڑے ہال نما کمرے میں بیٹھے آگ تاپ رہے تھے۔ وہ بھی فریش ہو کر سب کو سلام کرتا اپنے بستر میں گھس گیا تھا۔
فاطمہ اس کے لیے گرما گرم کھانا اور کشمیری چائے لے آئی تھی۔ سدید نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ٹرے تھام لی۔ فاطمہ کی ماں بے پناہ حسن کی مالک ایک سادہ اور پرہیز گار خاتون تھیں۔ سدید نے انہیں اب تک بہت کم بات چیت کرتے دیکھا تھا۔ وہ اپنا زیادہ تر وقت اللہ رب العزت کے ذکر میں بسر کیا کرتی تھیں یا پھر گھر کے کام کاج میں...... سدید ان کا بے حد احترام کیا کرتا تھا۔ وہی اس وقت اسے کہہ رہی تھیں۔
”تم ابھی یہاں کشمیر کی سردی کے عادی نہیں ہو بیٹا اس لیے بہتر ہے تم آج اپنے بستر کو کانگڑی سے گرم کر لو۔“ سدید انہیں بتانا چاہتا تھا کہ وہ کارگل اور سیاچن کے برف پوش پہاڑوں پر کئی ہفتے گزار چکا ہے چیوا پہنچنے تک بھی اس کا مقابلہ برفانی سرد ہواؤں اور تھپیڑوں سے رہا تھا سردی اس کے حوصلے کمزور نہیں کر سکتی تھی مگر...... اس پرنور چہرے والی مشفق خاتون کے خلوص کا احترام

کرتے ہوئے اس نے آہستہ سے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ "چیوا" میں گزرے پچھلے چند دنوں نے اسے کسی حد تک کانگڑی کے استعمال سے استفادہ کرنا سکھا دیا تھا۔ رات میں سردی کے مزید بڑھ جانے کا امکان تھا۔ عائشے اسے کانگڑی دے گئی تھی۔ کانگڑی پیش کرنے کے دوران اس نے سدید سے پوچھا تھا۔

"ایک بات پوچھوں صدید بھائی۔"

"ہوں پوچھو۔" وہ اس ننھی سی پری کو دیکھ کر مسکرایا تھا۔ عائشے کچھ پل سوچ میں ڈوبی رہی پھر قدرے یاسیت سے بولی۔

"آج پھر دوپہر میں ادھر وہ آرمی والے آئے تھے ان کے پاس بہت بڑی بڑی بندوقیں تھیں' پتہ ہے آج وہ سنگھاڑوں والی اماں کے بیٹے کو مار کر پھینک گئے' فاطمہ کہتی ہے یہ لوگ ادھر ہمارے کشمیر پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ سارے لوگوں کو مار کر یہاں خود رہنا چاہتے ہیں' کیا ان کے پاس رہنے کے لیے اپنا گھر نہیں ہے؟" وہ اتنی معصومیت سے سوال پوچھ رہی تھی کہ سدید بے ساختہ شاکڈ انداز میں اس کے معصوم سے چہرے پر بکھری فکرمندی کے احساس کو دیکھتا رہ گیا تھا۔ وہ کن لوگوں کی بات کر رہی تھی سمجھنا مشکل نہیں تھا۔ تبھی اس نے نرمی سے اس کا گال چھوا۔

"کیا وہ لوگ روز ادھر آتے ہیں؟"

"ہاں...... کبھی کبھی روز' کبھی کچھ دنوں کے بعد آپ کو پتہ ہے انہوں نے طلحہ کا بازو بھی توڑ دیا تھا' ابا کو بھی بہت مارا تھا۔ یہ لوگ ہمیں ہمارے ہی کشمیر میں کیوں نہیں رہنے دیتے صدید بھائی' ہم نے ان کا کیا بگاڑا ہے؟" کتنی پریشانی سے وہ پوچھ رہی تھی۔ سدید نے بے ساختہ چہرے کا رخ پھیر لیا۔

اب وہ اس ننھی کلی کو کیا بتاتا کہ جن قوموں کے حکمران خود بک جائیں اور اپنی ریاست کے ایک ایک فرد کی بولی لگا کر اس کے دام وصول کرلیں' وہاں سالوں انسانیت منہ چھپائے بلکتی پھرتی ہے' اس سے پہلے کہ وہ عائشے کو کوئی جواب دیتا وہاں فاطمہ چلی آئی۔

"تم سوئی نہیں اب تک؟" عائشے شاید فاطمہ سے ڈرتی تھی تبھی فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔

"سو رہی ہوں' میں تو بس صدید بھائی کو کانگڑی دینے آئی تھی۔"

"ٹھیک ہے اب چلو۔"

بناء سدید کی طرف دیکھے وہ عائشے کو بازو سے پکڑ کر لے گئی تھی۔ سدید اس رات بہت دیر تک جاگتا رہا۔ گھر کے تمام افراد تھوڑی دیر میں سو گئے تھے سوائے طیب احمد کے جو کبھی کبھار چھپ چھپا کر گھر آتا تھا۔

رات کے سناٹے میں پہاڑ سے گرنے والے جھرنے اور آبشاروں کی چھم چھم بند کمروں کے کواڑوں سے اندر آتی گویا واقعی پریوں کی لوری سنا رہی تھی۔ سدید کی کب آنکھ لگ گئی اسے پتہ ہی نہ چلا۔ سونے سے پہلے وہ کانگڑی کو بھی بستر سے نکالنا بھول گیا تھا۔ نتیجتاً اگلے روز جب ابھی صبح پھوٹنے ہی والی تھی اسے طیب احمد کے گھر والوں کے سامنے سخت شرمندہ ہونا پڑا۔ رات نیند میں کانگڑی بستر میں الٹ گئی تھی۔

فاطمہ کی آنکھ کھلی تو وہ دونوں ہاتھوں سے جلتے بستر کی آگ بجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ بے ساختہ اس کے گلابی لبوں پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ عائشے سپارہ پڑھنے جا چکی تھی۔ اس کے والد اللہ یار مسجد اور والدہ نور بانو بھی فجر کی نماز کے بعد حسب معمول ذکر واذکار میں مصروف تھیں۔ تبھی وہ جو ناشتہ بنانے کی غرض سے باورچی خانے کی طرف جا رہی تھی پلٹ آئی۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟" سدید نے اس کے سوال پر پلٹ کر دیکھا اور قدرے شرمندگی سے چہرہ موڑ لیا۔

"معافی چاہتا ہوں رات میں نیند کے دوران پتہ ہی نہیں چلا کہ کب......"

"کوئی بات نہیں آپ نماز پڑھ لیں' میں بستر بدل دیتی ہوں۔"

"مگر...... میں واقعی بہت شرمندہ ہوں۔"

"نہیں اس میں شرمندہ ہونے والی کوئی بات نہیں' اجنبی لوگوں کو تھوڑا ٹائم لگتا ہے یہاں سیٹ ہونے میں' آہستہ آہستہ آپ بھی سب سیکھ جائیں گے آپ ہمارے مہمان ہیں' ہمارے لیے اتنی مشکلات اٹھا کر یہاں تک پہنچے ہیں آپ کے لیے تو کشمیریوں کی جان بھی حاضر ہے ایک بستر کی تو کوئی اوقات ہی نہیں۔" وہ شکل وصورت میں جتنی حسین تھی اس کی آواز اور لب ولہجہ اس سے بھی

پارس شاہ

ڈیئر آنچل فرینڈز السلام علیکم! مابدولت موسم بہار میں 7 اپریل کو اس دنیا کی بزم کو رونق بخشنے کے لیے آئے (آہم) ہمارا اسٹار Aries ہے۔ جس کی بہت سی خوبیاں اور خامیاں مجھ میں پائی جاتی ہیں۔ ایف ایس سی میڈیکل کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ بچپن میں بہت شرارتی تھی مگر اب تھوڑی سی سنجیدہ مزاج میں آ گئی ہوں۔ خامیوں کی بات کی جائے تو غصہ بہت آتا ہے بقول تابندہ تمہیں لوگوں کی سمجھ بہت دیر سے آتی ہے خوبیاں بقول ثناء کے تم کمپرومائز کر جاتی ہو۔ بقول فائزہ تم سر سے دوپٹہ نہیں اتارتی، فضول نہیں بولتی، دوسروں کے معاملات میں ٹانگ نہیں اڑاتی، نرم اور دھیمے لہجے میں بولتی ہو۔ خوددار ہو اور بقول تابندہ تمہاری آنکھیں بہت پیاری ہیں۔ کھانے میں کباب، برگر بریانی پسند ہے میٹھے میں آئس کریم، قلفہ بہت پسند ہے۔ کلرز میں پنک اور بلیو فیورٹ ہیں۔ ڈریس میں فراک، چوڑی دار پاجامہ اور لمبا سادوپٹہ پسند ہے اس کے علاوہ ٹراؤزر اور لانگ شرٹ بھی پسند ہے۔ اور شلوار قمیص پہننا بھی اچھا لگتا ہے۔ شاعری سے بہت زیادہ لگاؤ ہے، کتابوں کے بغیر میری زندگی ادھوری ہے کتابوں میں قرآن مجید، قطرہ قطرہ قلزم اور دل دریا سمندر فیورٹ ہیں۔ ہم پانچ بہنیں ہیں، میرا نمبر دوسرا ہے، جیولری پسند نہیں، کانچ کی چوڑیاں اور مہندی لگانا پسند ہے، آرمی جوائن کرنے کا شوق ہے یا پھر ڈاکٹر بننے کا۔ فرینڈز بہت زیادہ نہیں ہیں، پھولوں میں گلاب اور ٹیولپ پسند ہیں۔ گھر میں رہنا اچھا لگتا ہے، گیلی مٹی کی خوشبو اور شام کو گھروں کو لوٹتے پرندے دیکھنا پسند ہے۔ بہت حساس اور موڈی ہوں۔ فیورٹ رائٹرز نمرہ احمد، ام مریم، نازجی جی، نبیلہ عزیز، سمیرا، عفت سحر طاہر ہیں۔ فیورٹ ناول "جنت کے پتے"، محبت دل پہ دستک، جھیل کنارہ کنکر، دردل ہیں۔ شاعری میں جون ایلیا، علامہ اقبال، بھولے شاہ کی شاعری پسند ہے۔ عابدہ پروین کو سننا اچھا لگتا ہے اور انگلش میوزک بھی پسند ہے اوکے جی اب اجازت دیں اللہ حافظ۔

نہیں زیادہ دلنشین تھا۔

سدید شرمندہ شرمندہ سا اثبات میں سر ہلاتا وضو کرنے چل دیا۔ آج دوپہر گیارہ بجے اسے اپنے ایک ساتھی سے ملنا تھا۔ وہ ناشتے کے بعد گھر والوں کو سلام کر کے گھر سے نکل گیا۔ عائشے اسکول گئی تھی جبکہ اللہ یار صاحب کسی ضروری کام سے "چیوا" سے باہر گئے ہوئے تھے۔ گھر پر صرف نوربانو اور فاطمہ ہی تھی جب انڈین آرمی کی بکتر بند گاڑیاں اس علاقے میں گھس آئیں۔

طلحہ کو بخار تھا وہ اس کے لئے دودھ گرم کر رہی تھی جب اس کے کانوں میں دروازے کے اس پار باہر گلی میں اٹھنے والے شور کی آوازیں پڑیں۔ شراب کے نشے میں مست بتوں کے پجاری اپنی طاقت کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے اس علاقے کے ہر گھر پر چھاپہ مار رہے تھے اور چھوٹا بڑا نوجوان جوان کے ہاتھ لگتا اسے گھسیٹ کر ساتھ لے جا رہے تھے۔ فاطمہ کا دل ایک بار پھر بے ساختہ دھڑکا۔

"یااللہ خیر۔" کہتے ہوئے اس نے اپنے گھر کے بیرونی دروازے کو فوری لاک کیا مگر ابھی وہ پلٹی ہی تھی کہ وحشی درندوں نے اس کے گھر کی چوکھٹ کو بھی ٹھڈے اور ٹھوکروں پر رکھ لیا یوں لگتا تھا جیسے وہ لوگ دروازہ توڑ دینے کا عزم رکھتے ہوں۔ فاطمہ کو مجبوراً لاک گرانا پڑا۔

"طیب کہاں ہے؟" جیسے ہی اس نے لاک کھولا کئی فوجی ایک ساتھ دندناتے ہوئے گھر میں داخل ہوئے تھے۔ فاطمہ بے ساختہ دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔

"وہ گھر پر نہیں ہیں۔"

"ہٹو پیچھے جیسے ہمیں پتہ ہی نہیں تم جیسی مکار قوم کا، پتہ نہیں کتنے ملی ٹینٹ گھر میں گھسا رکھے ہوں گے۔" ایک فوجی غصے سے کہتا اسے بازو سے پکڑ کر سائیڈ پر دھکیلتے ہوئے اندر کمرے کی طرف بڑھا تھا۔ فاطمہ تیر کی طرح اس کے پیچھے لپکی۔

"میں نے کہا ناں وہ گھر پر نہیں ہیں انہیں پکڑنا ہے تو وہاں کرشن ٹاپ کی پہاڑی پر جاؤ اور پکڑ لو۔"

"چٹاخ۔" اس کے بولنے پر اندر کمرے کی طرف بڑھتا فوجی پلٹا اور پھر رک کر ایک تماچہ اس کے گال پر جڑ دیا۔

"زیادہ بک بک کرنے کی ضرورت نہیں۔"

فاطمہ جانتی تھی کہ مجاہدین کے ٹھکانے کا پتہ ہونے کے باوجود وہ لوگ کرش ٹاپ کی پہاڑی کا رخ نہیں کرتے تھے تبھی اس نے طعنہ مارا تھا۔ جواب میں انڈین فوجی کا ردعمل اس کی توقع کے عین مطابق تھا۔
اندر کمرے میں سویا طلحہ بھارتی فوج کو اپنے گھر کے آنگن میں دیکھ کر بری طرح گھبرا گیا تھا۔ تبھی بھارتی فوجی آگے بڑھا اور اسے گریبان سے پکڑ لیا۔
"چلو وہ نہیں ہے تو اس کا بھائی سہی۔"
باقی فوجی اس کے گھر کا کونہ کونہ چھان چکے تھے۔ فاطمہ تڑپ اٹھی جبکہ اس کی ماں بھی کمرے سے نکل کر صحن میں چلی آئی تھی۔
"اسے چھوڑ دو، یہ بیمار ہے۔"
"چھوڑ دیں گے جب تمہارا بڑا بیٹا ہاتھ چڑھ گیا۔"
"یہ ظلم ہے خدا سے ڈرو کافرو وہ بچہ ہے۔" مگر ان لوگوں نے اس کی صدا نہیں سنی تھی۔ وہ قطعی بے دردی سے طلحہ کو گھسیٹ رہے تھے جو اس سے پہلے بھی ان کے عتاب کا شکار ہو چکا تھا۔ اب بھی وہ فوجی اسے مکے اور گھونسے مارتا لے جا رہا تھا۔ فاطمہ نے جو اسے روتے اور تڑپتے دیکھا تو فوراً ایک کراس کی طرف گئی اور اسے ان درندوں سے چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔
ایک بھارتی فوجی کے ہاتھ میں موٹا سا ڈنڈا تھا اس نے وہ بے تحاشا اس کے نازک بازوؤں پر برسانا شروع کر دیا مگر اس نے اپنے بھائی کا بازو نہیں چھوڑا۔ گاڑی کے قریب پہنچ کر دوسرے فوجیوں نے بھی اس پر ڈنڈے اور گنوں کے بٹ برسانے شروع کر دیئے تھے۔ ساتھ ہی ایک فوجی نے جھٹکے سے طلحہ کو کھینچ کر گاڑی میں دھکیل دیا۔ فاطمہ کی حالت عجیب ہو گئی تھی اس نے سڑک کنارے پڑے پتھر اٹھا اٹھا کر ان پر پھینکنے شروع کر دیئے ساتھ ساتھ وہ غم و غصے سے چلا بھی رہی تھی۔
"کتو، کافرو، حرام زادو، خدا بیڑا غرق کرے تمہارا۔" مگر وہ ہنستے، قہقہے لگاتے، سیٹیاں بجاتے گاڑی لے کر نکل گئے تھے۔ فاطمہ آنسو بہاتی دھندلی نگاہوں سے دیر تک اس سڑک کو دیکھتی رہی۔ طیب احمد کو اس واقعے کی خبر پہنچ گئی تھی۔
پچھلے تین چار روز سے اس کی طبیعت بے حد خراب تھی مگر اس کے باوجود طلحہ کی گرفتاری کا سنتے ہی وہ فوراً بستی کی طرف نکل پڑا۔ سرد موسم اور خود سے لاپروائی کے باعث راستے میں ہی اس کی طبیعت کافی خراب ہو گئی تھی۔ سر بھی بری طرح چکرانے لگا۔ ادھر قریب ہی پہاڑ کے دامن میں ان کے سیبوں کے باغات تھے۔ اس وقت طبیعت کی خرابی کے باعث وہ باغ کے اندر جا کر لیٹ گیا۔ بخار کی شدت نے جلد ہی اسے ہوش و حواس سے بیگانہ کر دیا تھا۔
انڈین آرمی کو بدقسمتی سے اسی وقت اس کا سراغ مل گیا اور وہ فوراً پہاڑ کے دامن میں "وڑز" باغ کے اندر گھس گئی۔ طیب احمد بے ہوشی کی حالت میں گرفتار ہو چکا تھا۔

❁......♥......❁

زاویار کو ڈاکٹر سے چیک کروانے کے بعد جس وقت وہ گھر آیا مریرہ گم سم سی دہلیز پر بیٹھی تھی۔ صمید کو رکشے سے اترتے دیکھ کر جیسے اس کی جان میں جان آئی۔
"کیسا ہے میرا بیٹا؟" جیسے ہی وہ قریب آیا اس نے جھپٹنے والے انداز میں زاویار کو اس کی بانہوں سے نکال لیا تھا یوں جیسے اسے خدشہ ہو کہ وہ اس کے بیٹے کو کہیں لے نہ جائے۔ صمید نے اس کے اس انداز پر قدرے تاسف سے اسے دیکھا تھا۔
"ٹھیک ہے اب۔" واقعی وہ ٹھیک تھا اس کا بخار بھی پہلے کی نسبت بہت کم تھا۔ مریرہ نے بے ساختہ اسے سینے میں بھینچ لیا۔
صمید اس رات بھوکا سو گیا تھا۔ اگلی صبح زاویار کی طبیعت بالکل ٹھیک تھی۔ وہ بیڈ پر لیٹا کھیل رہا تھا۔ صمید نے اسے اٹھا کر سینے پر لٹا لیا۔ وہ اسے پیار کر رہا تھا۔ مریرہ نے ایک نظر اسے زاویار سے کھیلتے ہوئے دیکھا پھر اٹھ کر کچن میں چلی آئی۔ تھوڑی دیر کے بعد صمید بھی زاویار کو جھولے میں لٹا کر اس کے پیچھے ہی کچن میں چلا آیا۔
"ابھی تک ناراض ہو میرو۔" اس کے پیچھے وہ بالکل اس کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا تھا۔
مریرہ کا غصہ پھر بڑھنے لگا۔
"نہیں۔" مختصر کہہ کر وہ اپنے کام میں مصروف رہی تھی جب وہ اس کے سامنے آ گیا۔

غزل

آدمی آدمی سے ملتا ہے
دل مگر کم کسی سے ملتا ہے
بھول جاتا ہوں ستم اس کے
وہ کچھ اس سادگی سے ملتا ہے
آج کیا بات ہے کہ پھولوں کا
رنگ تیری ہنسی سے ملتا ہے
سلسلہ، فتنہ قیامت کا
تیری خوش قامتی سے ملتا ہے
مل کے بھی جو کبھی ملتا نہیں
ٹوٹ کر دل اسی سے ملتا ہے
کاروبار جہاں سنورتے ہیں
ہوش جب بے خودی سے ملتا ہے
روح کو بھی مزا محبت کا
دل کی ہمسائیگی سے ملتا ہے

سوفی خان......چھترو ہ

"میرو تم ناراض نہیں ہو پھر بھی میں تم سے سخت شرمندہ ہوں' کہ میں نے تمہارے لیے اتنے گھٹیا الفاظ استعمال کیے۔ میرا یقین مانو میرے دل میں تمہارے لیے ایسا ویسا کچھ نہیں ہے' بس وہ سب میرا وقتی غصہ تھا' غلط فہمی تھی۔"

"ٹھیک ہے' مجھے آپ کی کسی وضاحت سے کوئی سروکار نہیں۔"

"یہ تو غلط بات ہے میرو' ہم دو لوگ ہی تو ہیں اس گھر میں' اگر ہم بھی ایک دوسرے کے ساتھ یوں اجنبی بن کر رہیں گے تو بتاؤ بھلا ایسا کیسے چلے گا؟"

"اچھا...... اب آپ کو احساس ہوا ہے کہ ہم اس گھر میں دو ہی لوگ ہیں' ہمیں اجنبی بن کر نہیں رہنا چاہیے۔" طنزیہ لہجے میں پھنکارتے ہوئے وہ پلٹی تھی۔

"یہ احساس اس وقت کہاں جا سویا تھا جب بزنس کا بہانہ بنا کر پرائی عورتوں کے ساتھ عیش کر رہے تھے۔ اس وقت مریرہ کیوں دل سے اتر گئی تھی؟ رات بھر موبائل فون پر اجنبی عورتوں کے ساتھ چیٹ کرتے مریرہ کا خیال کیوں نہیں آیا؟ کس کا بچہ ہے وہ؟ جس کا چیک اپ کروانے کے لیے ہسپتالوں کے دھکے کھاتے ہیں اور اپنی بیوی کی پروا نہیں ہوتی کہ وہ کہاں کس اسپتال میں اکیلی دھکے کھاتی بچے جن رہی ہے۔ اگر مجھ سے محبت نہ سہی ہمدردی کا بھی تعلق ہوتا تب بھی آپ میرے ساتھ ایسا نہ کرتے۔" وہ رو رہی تھی۔ صمید نے ہونٹ بھینچ لیے۔

"تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو میرو۔"

"جی نہیں' میں آپ کو ابھی صحیح سمجھی ہوں آپ یہ مت سمجھیں کہ میں بے خبر ہوں' مجھے کسی بات کا پتہ نہیں' میں نے وہ سب میسجز پڑھ لیے تھے جو آپ کی کسی خیر خواہ نے آپ کو بھیجے تھے اور بعد میں آپ نے وہ حذف کر دیئے تھے تاکہ میں نہ دیکھ لوں۔" وہ ہر بات سے باخبر تھی اس لیے اس سے کوئی بھی جھوٹ بولنا ممکن نہیں تھا۔ تبھی وہ گہری سانس بھرتے ہوئے بولا تھا۔

"میں جانتا ہوں تم ہر بات سے باخبر ہو' خدا شاہد ہے میں تم سے کچھ بھی چھپانا نہیں چاہتا تھا مگر حالات ہی کچھ ایسے بن گئے میرو' میں چاہتے ہوئے بھی تم سے کچھ شیئر نہ کر سکا' بہت الجھ گیا تھا میں۔"

”مجھے کوئی جھوٹی کہانی نہیں سننی۔“
”میں کوئی جھوٹی کہانی نہیں سنا رہا‘ جن حالات کا میں شکار رہا ہوں تم ان سے باخبر نہیں ہو۔“ جتنی قطعیت سے وہ بولی تھی اس سے کہیں زیادہ تیز لہجے میں صمید نے اس کی بات کاٹی تھی۔
”میں مانتا ہوں تم نے جو کچھ سنا یا دیکھا وہ غلط نہیں ہے‘ مگر وہ ویسے بھی نہیں ہے جیسے تم سمجھ رہی ہو وہ میسج جو تم نے پڑھے وہ منیر صاحب کی بیٹی کے میسجز تھے‘ جن کے ساتھ گھومنے پھرنے کا تم نے سنا یا دیکھا وہ بھی منیر صاحب کی بیٹی تھی۔ منیر صاحب کو تو جانتی ہو ناں تم‘ بزنس پارٹنر ہیں میرے‘ جس روز میں تمہیں ہسپتال سے ڈسچارج کروا کر گھر لایا‘ اسی روز ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ تمہیں گھر چھوڑ کر میں ان کے کفن دفن کے انتظامات میں لگ گیا تھا‘ کیونکہ دنیا میں ایک بیٹی کے سوا ان کا اور کوئی بھی نہیں تھا۔“ قدرے رسان کے ساتھ وہ اس کو اعتماد میں لے کر بالآخر سارا سچ بتانے پر تیار ہو گیا تھا۔
”پچھلے ایک ماہ سے منیر صاحب ہسپتال میں داخل تھے‘ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے سگے بھتیجے نے ان کی بیٹی کی عزت برباد کر کے اسے طلاق دے دی تھی‘ کیونکہ منیر صاحب کو اس کے برے کرتوتوں کی خبر ہو گئی تھی۔ اس روز میں منیر صاحب کے ساتھ آفس کے کسی ضروری کام سے ان کے گھر گیا تھا جب وہاں کمرے میں ان کی بیٹی نہایت برے حال میں بے ہوش پڑی تھی۔ ایک ہفتے کے بعد اسے ہوش آیا تھا اور اس ایک ہفتے میں منیر صاحب جیسے ٹوٹ کر رہ گئے تھے۔ جب تم نے مجھے ہسپتال جانے کے لیے کالز کیں تب میرا سیل بغیر چارج کے میری پاکٹ میں بند پڑا تھا۔ میں اتنا پریشان تھا اس وقت کہ تمہیں کال کر کے نہ اطلاع دے سکا نہ ہی گھر آسکا‘ مگر پھر بھی میں تم سے شرمندہ ہوں میرو کیونکہ واقعی میری وجہ سے ہمارے درمیان بہت غلط ہوا ہے‘ جو کہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔“ اس کا لہجہ اس کے سچ کی گواہی دے رہا تھا۔ مریرہ نے آنسو پونچھ لیے۔
”اب کہاں ہے ان کی بیٹی؟“ مریرہ کا سوال غیر متوقع نہیں تھا مگر پھر بھی صمید پریشانی کا شکار ہوا تھا۔
سچ ابھی وہ بتانا نہیں چاہتا تھا اور جھوٹ بولنے کی ہمت نہیں تھی۔ تبھی نظریں چراتے ہوئے بولا تھا۔
”یہ نہیں‘ میں تمہاری وجہ سے اتنا اپ سیٹ تھا کہ منیر صاحب کی رحلت کے بعد ان کے گھر جانے کا موقع ہی نہیں ملا۔“
”ٹھیک ہے‘ مگر منیر صاحب کے ساتھ جو بھی ہوا اس میں میرا قصور کہاں نکلتا تھا جو تم نے ان کی پریشانی میں میرے ساتھ اپنا رویہ مکمل طور پر تبدیل کر لیا؟“
”ان کی وجہ سے نہیں کیا تھا وہ کوئی اور غلط فہمی تھی۔ مجھے لگا شاید تم اور عمر عباس ایک دوسرے میں انٹرسٹڈ تھے اسی لیے حویلی میں وہ مجھ سے ٹھیک سے نہیں ملا۔“ عمر عباس اور قمر عباس کے درمیان ہونے والی گفتگو جو اس نے خود اپنے کانوں سے سنی تھی‘ اس وقت وہ مکمل طور پر چھپا گیا تھا۔ مریرہ کے دل کو کسی طور اطمینان ہوا۔ وہ بولی تو اس کا لہجہ قدرے نم تھا۔
”میرا اس کے ساتھ کبھی ایسا کوئی خاص تعلق نہیں رہا اگر ہوتا تو چاہے کچھ ہو جاتا میں اسی سے شادی کرتی‘ عمر عباس نے بھی کبھی مجھے ایسا کوئی تاثر نہیں دیا‘ ہوسکتا ہے اگر وہ پرپوز کرتا تو میں اس کے بارے میں سوچتی‘ مگر اس نے ایسا نہیں کیا اور میں کبھی نہیں چاہوں گی کہ میں جس معاملے میں قطعی بے قصور ہوں‘ اسی معاملے میں بار بار مجھے گھسیٹا جائے‘ ڈسکس کیا جائے۔“
”ایم سوری دوبارہ ایسا کبھی نہیں ہوگا‘ مگر تم بھی پلیز کبھی میری محبت پر شک مت کرنا‘ میرا اول‘ میری محبت‘ میری زندگی صرف تمہارے وجود سے ہے میرو۔“ مریرہ کے خشک لہجے پر اس نے پھر لجاجت سے کہا تھا۔ جواب میں وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے رخ پھیر گئی۔
گزرے دنوں کی اذیت کے بادل چھٹنے میں ابھی کچھ وقت تو لگنا تھا!!

❀......♥......❀

ملک وقار کے بیٹے کے قتل کے جرم کے عینی شاہدین‘ ملک وقار کی ہدایت پر حویلی حاضر کر دیئے گئے تھے۔ مگر ان عینی شاہدین میں ”مائی جیراں“ نہیں تھی۔ جس وقت ملک ریاض حیوانیت کا شکار ہو کر قمر عباس کی جان لے رہا تھا مائی جیراں اپنے گھر کے قریب فصلوں کے دوسری طرف کھڑی یہ تماشہ دیکھ رہی تھی مگر جس وقت گاؤں میں اس قتل کا شور مچا مائی جیراں اس وقت گاؤں میں نہیں تھی۔

ملک وقار کے کارندوں کو خبر ہی نہ ہو سکی کہ وہ بوڑھی عورت بھی ملک ریاض جیسے درندے کے کرتوتوں کی چشم دید گواہ ہو سکتی ہے۔
نئی حویلی میں اس وقت عدالت لگی تھی۔ ملک ریاض کے جرم کے عینی شاہدین سر جھکائے ہاتھ باندھے خاموش کھڑے تھے اور ملک وقار اپنی گھنی مونچھوں کو بل دیتے ہوئے ان سب کا تفصیلی نگاہوں کے ساتھ جائزہ لے رہا تھا۔
سب سے پہلے اس نے جس شخص کو مخاطب کیا' وہ گاؤں کا ماچھی تھا اور جس وقت وہ حادثہ ہوا اس وقت وہ دن بھر کی مشقت کے بعد اپنے گھر کو لوٹ رہا تھا' تبھی اس نے وہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔
''ہاں بھئی کرم دین بتاؤ کیا دیکھا تم نے کل شام؟'' اس کا لہجہ کرخت نہیں تھا۔ ماچھی کرم دین نے سچ اگلنا شروع کردیا۔
''میں کھیتوں کے قریب سے گزر رہا تھا سرکار' تبھی میں نے کسی کی دبی دبی آواز میں چلانے کی صدا سنی' میں آواز کی طرف لپکا تو دیکھا کہ چوھدری ریاض صاحب قمر عباس صاحب کے سینے پر بیٹھے' بڑے شکاری چاقو سے ان کی گردن اور سینے......''
''باس......'' اس سے پہلے کہ کرم دین ماچھی اپنا بیان مکمل کرتا ملک وقار نے غصے سے اسے خاموش کروادیا۔ ''یہ وہ بیان ہے جو تم نے یہاں آنے سے پہلے پولیس کو دیا ہے' مگر یہاں سے جانے کے بعد تم پولیس اور پنچائیت کے سامنے جو بیان دوگے اس میں چوھدری ریاض کا نام نہیں ہوگا سمجھے تم۔'' وہی جو ہمیشہ ہوتا آیا تھا ہو رہا تھا' ماچھی کرم دین نے سر جھکالیا۔
''مت بھولو کہ تمہارے گھر میں تمہاری دو جوان بیٹیاں ہاتھ پیلے ہونے کے انتظار میں بیٹھی ہیں' بیٹا تمہارا چھوٹا ہے ابھی' یہ نہ ہو کہ اظہار ملک کے ساتھ ہمدردی تمہیں آٹھوں پہر سر پیٹنے پر مجبور کردے۔ تھانیدار صاحب سے میری بات ہو چکی ہے' جو بیان تم سب نے یہاں آنے سے پہلے وہاں لکھوائے ہیں' کسی کھاتے میں نہیں آئیں گے' سنا تم نے......'' وہ اب بوڑھے شیر کی مانند دھاڑ رہے تھے۔ کرم دین ماچھی نے فوراً اثبات میں سر ہلادیا۔
''شاباش' اب جاؤ' تمہاری بیٹیوں کے لیے کچھ سوچتا ہوں میں۔''
''مہربانی سائیں' مہربانی۔'' الجھے دل ودماغ کے ساتھ وہ جس عاجزی سے آیا تھا اسی عاجزی کے ساتھ واپس چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ملک وقار نے ان دونوں جوان لڑکوں کی طرف توجہ کی تھی' جن کا نام تھانے میں عینی شاہد کی لسٹ میں درج تھا۔
''ہاں بھئی یقیناً تم نے بھی وہی دیکھا ہوگا جو ماچھی کرم دین نے دیکھا؟''
''جی سائیں۔''
''پھر کیا خیال ہے آج پنچائیت میں کیا وہی بیان دہراؤ گے جو کل تھانے میں لکھوا کر آئے ہو؟'' اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی' سامنے کھڑے لڑکوں میں سے ایک بول اٹھا۔
''آپ کے بیٹے نے ظلم کیا ہے سائیں' قمر عباس سائیں سارے گاؤں کی جان تھے' اپنی زندگی میں اپنے ہاتھ سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی انہوں نے' جتنے آپ ہمارے مائی باپ ہیں' اتنا ہی ہم اظہار ملک سائیں کو مانتے ہیں' اس بار ہم سے جھوٹ نہیں بولا جائے گا۔''
''اچھا......!'' ملک وقار اپنے ہی مزارعے کے لڑکے کی جرات پر حیران ہوا تھا۔ مگر پھر فوراً ہی لہجے میں نرمی اختیار کرتے ہوئے بولا۔
''میں جانتا ہوں ریاض نے کوئی اچھا کام نہیں کیا' اظہار بھائی ہے میرا' اپنے بھتیجے کی موت کا مجھے بھی دکھ ہے مگر بابا تم لوگ یہ بھی تو دیکھو کہ ریاض کی کوئی ذاتی دشمنی تو نہیں تھی ناں قمر کے ساتھ' ضرور قمر نے اس کے ساتھ کچھ ایسا کیا ہوگا کہ بات یہاں تک آ پہنچی' اب حویلی کا ایک بیٹا تو مارا گیا' دوسرا تو نہیں مارا جاسکتا ناں۔''
''کچھ بھی ہو سائیں آج چوھدری صاحب کے ہاتھ سے قمر عباس سائیں کی جان گئی ہے' کل ہماری بھی جاسکتی ہے۔ اس سلسلے کو کہیں رکنا ہوگا۔''
''ٹھیک ہے جاؤ تم لوگ۔'' شدید اشتعال نے ملک وقار کا چہرہ غصے سے سرخ کردیا تھا۔
وہ دونوں لڑکے اپنی دانست میں حق اور سچ کا ساتھ دینے کی خوشی میں سرشار حویلی سے نکل آئے۔ ٹھیک آدھے گھنٹے کے بعد ان دونوں کے باپ ملک وقار کے سامنے پیش تھے۔

''کچھ سنا تم نے تمہارے بیٹے کیا کرتے پھر رہے ہیں گاؤں میں؟''
''جی سائیں! جوان اولاد ہے پھر شہر میں چار جماعتیں پڑھ بھی آئے ہیں' کسی کی نہیں سن رہے وہ۔''
''ہوں...... کتنے بچے ہیں تمہارے حق نواز؟'' ان دونوں میں سے ایک کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے پوچھا تھا' جب وہ بولا۔
''چار بچے ہیں سائیں' یہ کملا شہزاد سب سے بڑا ہے' اس سے چھوٹی تین بیٹیاں ہیں۔''
''ہوں' بیٹیوں کے گھر آباد دیکھنا چاہتے ہو کہ نہیں؟'' وہ جو کہہ رہے تھے اسے سمجھنا گاؤں کے ان غریب محنت کشوں کے لیے مشکل نہ تھا۔ تبھی حق نواز کا سر جھکا تھا۔
''دیکھنا چاہتا ہوں سرکار' برسوں آپ کا نمک کھایا ہے' بڑے احسان ہیں آپ کے مجھ غریب پر۔''
''بڑے احسانوں کا بدلہ تمہارا کمینہ بیٹا میرے بیٹے کی جان لے کر ادا کرنا چاہتا ہے؟'' اس بار وہ دھاڑے تھے۔ حق نواز مزارعے کی زبان جیسے تالو سے چپک گئی۔
''بڑا سمجھایا ہے سرکار' بڑے واسطے دیئے ہیں مگر وہ ناخلف کچھ سمجھنے اور سننے کو تیار نہیں۔'' تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد اس نے بے حد عاجزی سے کہا۔ وہ پھر دھاڑ اٹھے۔
''ایسے ناخلف بیٹے پیدا ہی کیوں کرتے ہو تم لوگ جو ہمارے منہ کو آئیں؟'' حق نواز مزارعے کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا سو وہ خاموش کھڑا رہا۔
''اور تم...... کیا نام ہے تمہارے سنپولے کا؟'' اب وہ حق نواز کے ساتھ کھڑے شخص کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ لہجے کا غضب برقرار تھا۔
''جی ارشد۔''
''ہوں' کتنا پڑھ لیا ہے اس نے شہر میں؟''
''پتہ نہیں جی' بس اتنا پتہ ہے کہ لڑکیوں کے ساتھ پڑھتا ہے کسی بڑے اسکول میں' اس کی ماں بتا رہی تھی پندرہ کرلی ہیں اس نے۔''
''ہوں' تم وہی ہونا ں جس کی تین سال پہلے ایک رات اچانک کھڑی فصل کو آگ لگ گئی تھی۔ ڈاکو ڈھور ڈنگر بھی لے گئے تھے۔''
''جی سائیں۔''
''کھڑی فصلوں کو آگ ایسے ہی نہیں لگتی ارشاد حسین' بڑے راز ہوتے ہیں اس آگ کے پیچھے۔ کسی مائی کے لعل کی جرأت نہیں کہ وقار ملک کے ہوتے ہوئے اس کے بیٹے پر ہاتھ ڈالے' کان کھول کر سن لو تم لوگ' تمہارے بیٹے چوہدریوں کے باغی ہیں اور باغیوں کے لیے ہمارے پاس موت سے کم کوئی سزا نہیں' اگر اپنی اور اپنے باقی گھر والوں کی سلامتی چاہتے ہو تو دونوں اپنے اپنے بیٹوں کے حق میں دستبردار ہو جاؤ' تھانے کچہری کے معاملات میں خود سنبھال لوں گا' جیسے ہی بات آئی گئی ہوئی' تمہارے بیٹے بھی گھر آجائیں گے مگر ابھی ان کا خون ٹھنڈا کرنا ضروری ہے۔''
''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مائی باپ؟''
''فارسی میں نہیں کہا میں نے' میرے آدمیوں نے تم دونوں کے بیٹوں کو خود قمر عباس کو قتل کرتے ہوئے دیکھا ہے' اظہار ملک معاف کر بھی دے مگر میں ان کی یہ جرأت معاف نہیں کروں گا' اب جاؤ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔'' اپنی بات مکمل کرنے کے بعد وہ وہاں ٹھہرے نہیں تھے۔ پیچھے حق نواز اور ارشاد حسین پر جیسے آسمان ٹوٹ پڑا تھا۔
قمر عباس کی تدفین ہو چکی تھی۔ پرانی حویلی کے پچھواڑے میں شگفتہ اظہار کے ساتھ دوسری بننے والی آرام گاہ اسی کی تھی۔ عمر عباس ملک ریاض کی بو سونگھتا پھر رہا تھا مگر جانے وہ کہاں روپوش ہو گیا تھا کہ کہیں بھی اس کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔
بے جی کی حالت بے حد نازک تھی' جبکہ شہر بانو کو ہوش ہی نہیں آ رہا تھا۔ خضر عباس اور نظر عباس کی آنکھوں میں انتقام کی

آگ دہک اٹھی تھی مگر اس وقت حالات ایسے تھے کہ وہ دونوں چاہتے ہوئے بھی کچھ نہیں کر پا رہے تھے۔ ملک وقار کے دو بیٹے ملک سے باہر تھے۔ ریاض ملک سے چھوٹا شہر میں پڑھ رہا تھا' لہٰذا بدلے کی آگ میں گھر کی عورتوں پر بندوق چلانا ان کے ضمیر نے گوارہ نہیں کیا تھا۔

ملک وقار قمر کے جنازے پر دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اگر واقعی ان کے بیٹے نے یہ حرکت کی ہے تو وہ خود اپنے ہاتھوں سے اسے پورے گاؤں کے سامنے گولی ماریں گے۔ ملک اظہار کو ان کی زبان اور آنسوؤں کا اعتبار تھا۔

قمر عباس اپنی تمام تر شوخیوں' ذہانت اور خوابوں کے ساتھ اپنی آخری آرام گاہ میں جا سویا تھا۔ نورین بیگم جو اس کے جنازے پر دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی "شہر بانو" کو ہوش و حواس سے بیگانہ دیکھ کر اس کے کلیجے میں جیسے ٹھنڈ پڑ گئی۔

اگلے روز عصر کے قریب قمر عباس کی قل خوانی کے بعد گاؤں کی پنچائیت بلائی گئی تھی جس میں وقار ملک اور اظہار ملک کے ساتھ ساتھ علاقے کا تھانیدار اور تمام معزز بزرگ افراد موجود تھے جنہوں نے اس کیس کا فیصلہ کرنا تھا۔ پنچائیت بیٹھ گئی تھی۔ قتل کے عینی شاہدین کو بھی حاضر کیا گیا تھا۔ سب سے پہلے وقار ملک صاحب نے ماچھی کرم دین کو آواز دی۔

"ہاں بھئی' بتاؤ پنچائیت کے سامنے تم نے اس روز کھیت میں کیا دیکھا؟ یاد رکھنا میں اس وقت ریاض کا باپ بن کر نہیں بلکہ اس گاؤں کا نجات دھندہ اور منصف بن کر یہ سوال پوچھ رہا ہوں اگر ذرا سی بھی نمک حرامی کی میرے بھائی کے ساتھ تو زندہ زمین میں گاڑ دوں گا۔"

"جی سائیں۔" اس کے پراشتعال لہجے پر کرم دین ماچھی نے ہاتھ جوڑے تھے۔

"میں غریب مزدور آدمی سائیں' قمر عباس سائیں کے بہت احسان ہیں میرے اوپر' میں بھلا کیوں جھوٹ بولوں گا' اللہ کو حاضر ناظر جان کر میں نے جو دیکھا وہی بتاؤں گا۔" دونوں ہاتھ عاجزی سے جوڑے اس نے بے ساختہ کندھے پر گرے صافے سے اپنی آنکھوں کی نمی صاف کی تھی۔

"میں نے تھانے دار صاحب کو اس قتل کے فوری بعد اپنا بیان لکھوا دیا تھا اس روز میں وکیل صاحب کے گھر پانی پہنچا کر اپنے گھر واپس آ رہا تھا کہ قریب کے کھیت سے کسی کی دبی دبی چیخوں کی آواز سنی' میں بہت گھبرا گیا تھا سائیں' اسی لیے فوراً اسی کھیت کی طرف بھاگا' جب میں تھوڑا قریب گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک آدمی قمر عباس سائیں کی چھاتی پر بیٹھا ان کے سینے میں چاقو اتار رہا ہے جبکہ ایک دوسرے آدمی نے ان کی ٹانگیں اور ہاتھ قابو کیے ہوئے تھے' پہلی نظر میں مجھے لگا جیسے وہ ریاض سائیں ہیں مگر ایسا نہیں تھا سرکار اس شخص نے جیسے ہی میرے قدموں کی آہٹ سنی فوراً پلٹ کر میری طرف دیکھا اور تبھی مجھے پتہ چلا کہ وہ ریاض سائیں نہیں بلکہ حویلی کے مزارعے حق نواز کا بیٹا شہزاد تھا اور اس کے ساتھ جس شخص نے قمر عباس سائیں کی ٹانگیں اور ہاتھ قابو کیے ہوئے تھے وہ ارشاد حسین کمی کمین کا بیٹا ارشد تھا۔ دونوں مجھے دیکھ کر گھبرائے اور فوراً میری طرف بھاگے' مگر بھلا ہو ریاض سائیں کا کہ اسی وقت ان کی گاڑی وہاں پہنچ گئی اور ان کے دو آدمی میرے اور ان کے درمیان آ گئے' جس سے یہ دونوں گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔"

"کیا بکواس ہے یہ' میں اس بیان کو نہیں مانتا' یہ سراسر جھوٹ ہے۔" ماچھی کرم دین کا بیان مکمل ہوتے ہی عمر غصے سے کھڑا ہوا تھا' جب وقار ملک صاحب نے اسے جھڑک دیا۔

"چپ کر کے بیٹھا رہ عمر' پنچائیت یہاں سچ جھوٹ کا پتہ لگانے کے لیے ہی بٹھائی گئی ہے' بہتی گرمی نہ کھا' پنچائیت کو اس کا کام کرنے دے۔" وقار ملک صاحب کی دیکھا دیکھی باقی بزرگوں نے بھی اسے سمجھانا شروع کر دیا۔ اظہار ملک صاحب بت بنے بیٹھے رہے۔

"ہاں بھئی حق نواز' تو بتا سچائی کیا ہے کہاں ہے تیرا بیٹا؟" وقار ملک ماہر کھلاڑی تھے چن چن کے پتے پھینک رہے تھے۔ ساری پنچائیت کی نظریں حق نواز پر جم گئیں۔ تھانے دار خاموشی سے سارا ڈرامہ دیکھ رہا تھا' نئے بیان' ریکارڈ کرتا گیا۔ حق نواز کہہ رہا تھا۔

"پتہ نہیں سرکار' جب سے یہ شرمناک واقعہ ہوا ہے وہ ناخلف گھر سے غائب ہے' میں بس اتنا جانتا ہوں کہ جس شام قمر عباس سائیں کا قتل ہوا اس شام میرا بیٹا بہت گھبرایا ہوا تھا' اس کی آنکھوں میں خوف تھا اور کپڑوں پر تازہ خون کے نشان' وہ بہت عجلت میں تھا فوراً ہی گھر سے نکل گیا تب سے اب تک اس کا کچھ پتہ نہیں۔"

"ہوں! اور ارشاد حسین تو کیا کہتا ہے؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں سرکار! میری تو کمر ہی ٹوٹ گئی ہے رب سوہنے سے دعا ہے وہ ایسی ناخلف اولاد کسی کو نہ دے' پتہ نہیں کیا بیر تھا اس کا قمر عباس سائیں کے ساتھ' میں سوچتا ہوں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے' کیا کہوں میں' مجھے تو میری نافرمان گندی اولاد نے گاؤں میں سر اٹھا کر چلنے کے قابل بھی نہیں چھوڑا۔"

"ہوں' کیا ارشد بھی شہزاد کے ساتھ تھا اس شام؟" یہ سوال علاقے کے تھانے دار کی طرف سے ہوا تھا۔ ارشاد حسین کی جھکی گردن مزید جھک گئی۔

"جی سرکار' دونوں عصر کے قریب اکٹھے ہی میرے گھر سے نکلے تھے کرکٹ کھیلنے کے لیے' مجھے بخار تھا میں چارپائی پر پڑا انہیں باہر جاتے دیکھتا رہا' مجھے کیا خبر تھی سائیں کہ دونوں کرکٹ کا بہانہ بنا کر کیسا کھیل کھیلنے جا رہے ہیں۔"

"ہوں' یہ بتاؤ ان دونوں کی قمر عباس سائیں کے ساتھ دشمنی کی کوئی وجہ تمہارے علم میں ہے کہ نہیں؟"

"کوئی پتہ نہیں تھانے دار صاحب' بس اتنا پتہ ہے کہ قمر عباس سائیں نے جس لڑکی کے ساتھ دوسری شادی کی تھی وہ لڑکی میرے اور حق نواز کے بیٹے کے ساتھ انہی کی جماعت میں پڑھتی تھی۔"

"ہوں' یعنی یہ معاملہ رقابت اور لڑکی کا تھا۔" تھانے دار نے ہنکارہ بھرتے ہوئے وجہ قتل کا سراغ لگا لیا تھا کہ یہ اس کیس میں بے حد ضروری تھا۔ عمر کی رگیں غصے کی شدت سے تن گئیں۔

"یہ سب بکواس کر رہے ہیں' حقیقت کو غلط رنگ دے کر ریاض جیسے غنڈے کو بچانے کی کوشش کر رہے ہیں مگر میں ایسا نہیں ہونے دوں گا' میرے بھائی کا خون اتنا سستا نہیں ہے کہ یوں اصل قاتل صاف بچ جائے' یقیناً یہ سب بک گئے ہیں یا ڈر گئے ہیں۔"

"اپنی حد میں رہ عمر' تم قانون کے معاملات کو اپنی نظر سے دیکھ کر سچ اور جھوٹ کا سراغ نہیں لگا سکتے' یہ جن کا کام ہے انہی کو کرنے دو تو بہتر ہے' ویسے بھی اولاد سے پیاری کوئی چیز نہیں ہوتی' یہ دونوں جو کہہ رہے ہیں اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس کا انجام کیا ہو سکتا ہے' جان بوجھ کر اپنے جوان بیٹے کو کوئی باپ سولی پر لٹکا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔" ملک وقار کا غصہ اس بار دیکھنے لائق تھا۔ عمر تنفر سے سر جھٹکتا وہاں سے چلا گیا۔ پنچائیت اور قانون کی کارروائی پوری ہو چکی تھی۔

گواہ اپنا حلفیہ بیان درج کروا چکا تھا' قاتلوں کے ورثا کی طرف سے بھی اقرار جرم کی کارروائی مکمل ہو چکی تھی۔ اب کوئی شک باقی نہیں رہا تھا' تبھی وہاں ملک ریاض کو قطعی بے قصور اور بری الزماں قرار دے دیا گیا تھا اب جو ہونا تھا شہزاد اور ارشد کے ساتھ ہونا تھا جو اس وقت بھی تھانے میں بند پولیس والوں کا بدترین ٹارچر سہہ رہے تھے۔ مگر اس سے پہلے کہ ابھی پنچائیت اپنا فیصلہ سناتی' اچانک مائی جیراں وہاں آ پہنچی تھی۔

"مجھے بھی اپنا بیان ریکارڈ کروانا ہے کیونکہ میں بھی اس انہونی کی چشم دید گواہ ہوں۔" اس نے کہا تھا اور ملک وقار کے حامیوں کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔

❀ ...... ♥ ...... ❀
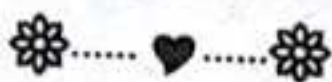
اس رات سدید کی واپسی قدرے لیٹ ہوئی تھی۔ وہ گھر آیا تو ایک عجیب سے سناٹے نے اس کا استقبال کیا۔ نور بانو بخار میں پھنک رہی تھی جبکہ ننھی عائشے آگ کی انگیٹھی قریب رکھے اپنا دوپٹہ سینک سینک کر فاطمہ کے سوجھے ہوئے بازوؤں پر رکھ رہی تھی جہاں انڈین آرمی کے بے رحم درندوں نے نہایت بے دردی سے ڈنڈے اور گنوں کے بٹ برسائے تھے۔ سدید اس کا حال دیکھ کر چوکھٹ پر ہی ٹھٹک گیا۔

"السلام علیکم!" اس کے سلام پر فاطمہ اور عائشے نے ایک ساتھ اس کی طرف دیکھا تھا۔

"وعلیکم السلام۔" جواب عائشے نے دیا تھا۔ فاطمہ نے چپکے سے اپنے آنسو چھپا لیے۔

"کیا ہوا...... کیا کوئی آیا تھا ادھر اور طلحہ کہاں ہے؟" ایک ہی سانس میں اس نے کئی سوال پوچھ لیے تھے' تبھی عائشے بولی تھی۔

"طلحہ بھائی کو انڈین آرمی اٹھا کر لے گئی ہے بھائی! انہیں بہت تیز بخار تھا' وہ بہت رو رہے تھے' فاطمہ کے بازوؤں پر بھی بہت

زریں اقوال

☆زندگی ایک کشکول ہے، جس میں مقدر کی خیرات ملتی ہے۔

☆نمک میں ضرور کوئی تقدس ہے ورنہ یہ ہمارے آنسوؤں اور سمندر میں نہ ہوتا۔

☆کائنات ایک ایسی کتاب ہے، جس کا مصنف خدا ہے۔

☆مور کے پاؤں بھی اس کے پَروں کی طرح خوب صورت ہوتے تو وہ کبھی زمین پر نہ چلتا۔

☆عورت دنیا کی شاعری ہے بالکل ایسے جیسے ستارے آکاش کی۔

حریم فاطمہ......کراچی

ڈنڈے مارے ہیں انہوں نے۔"

"کیوں؟"

"پتہ نہیں، شاید وہ لوگ طیب بھائی کی تلاش میں آئے تھے۔" سدید کو اپنے کیوں پر بے حد شرمندگی ہوئی۔

کیا وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ لوگ یہاں کیوں آتے تھے؟ کشمیر کی کوئی بھی گلی، گھر، محلّہ بھلا ان سے محفوظ تھا؟ کوئی ایسی بستی تھی جو بے گناہوں کے خون سے سرخ نہ کی گئی ہو؟ کیا انڈین آرمی کی طرف سے کشمیریوں کی نسل کشی کے لیے روزانہ درجنوں نوجوانوں کو بے قصور پکڑ کر انہیں ابدی نیند سلا دینا نئی بات تھی؟

کیا وہ اس بات سے واقف نہیں تھا کہ چپوا سمیت کشمیر کے چپے چپے میں کتنی ہی بے گوروکفن لاشیں کھیت کھلیانوں میں پڑی ملتی تھیں، جن کے بارے میں یہ پتہ لگانا بھی مشکل ہوتا تھا کہ وہ بدنصیب کس کشمیری ماں کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور کس کشمیری بہن کے دل کا سکون ہیں۔ آئے روز انہیں لاوارث سمجھ کر مقامی قبرستانوں میں منوں مٹی تلے سپرد کر دیا جاتا تھا۔

مٹی میں ملے خواب، خواہشات، تمنائیں، سب خاک ہو جاتی تھیں اور ان بدنصیب لاشوں کے ورثاء کی ساری زندگی ان کی واپسی کے انتظار میں دہلیز کی چوکھٹ سے چپکی رہ جاتی تھیں۔ اپنے ملک کے میڈیا کی سنگ دلی اور بے حسی کے باوجود وہ جانتا تھا کہ کشمیر میں درجنوں کشمیری نوجوان جو لاپتہ تھے ان کی اکثریت گمنام قبروں میں سو رہی تھی جبکہ ان شہیدوں کے گھر والوں کو ان کی قبریں تک دیکھنی نصیب نہیں ہوئی تھیں۔

عائشے کی آنکھوں میں آنسو تھے، سدید کا دل کٹ کر رہ گیا۔ وہ وہاں مجاہد کی حیثیت سے رہ ضرور رہا تھا مگر اسے کام وہی کرنا تھا جس کا اس کے افسران اسے حکم دیتے۔ وہ یہاں جس خاص مقصد کے تحت آیا تھا، اس مقصد کے حصول تک وہ چاہتے ہوئے بھی اپنی جان کو کسی خطرے میں نہیں ڈال سکتا تھا۔ بھی دہلیز سے پلٹ گیا۔ مگر اس رات وہ ایک پل کے لیے بھی سکون سے نہیں سو سکا تھا۔

❁......♥......❁

ستاروں سے کہو اب رات بھر
ہم ان سے باتیں کر نہیں سکتے
کہ ہم اب تھک گئے جاناں
ہمیں جی بھر کے سونا ہے
کسی کا راستہ تکنے کا یارا بھی نہیں ہم میں
مسافر آ گیا تو ٹھیک ہے لیکن
نہیں آتا تو نہ آئے
ان آنکھوں میں ذرا بھی روشنی باقی نہیں شاید
وگرنہ تیرگی ہم کو یوں گھیرے میں نہیں لیتی

مگر یہ سب ازل سے لکھ دیا تھا لکھنے والے نے
ستاروں سے کہو بہتر ہے، ہم کو بھول ہی جائیں
ہمیں آرام کرنا ہے، ضروری کام کرنا ہے!!

رات وہ ایلی کی آپا کے پاس بیٹھی ان کی تنہائی بانٹ رہی تھی جب انہوں نے اسے بتایا۔

”ایلی بہت پیارا اور حساس انسان ہے پری! اس نے رشتوں کے تاریک پہلوؤں کو بہت قریب سے دیکھا ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ آج یہاں اسے سمیٹنے کے لیے، میں اس کے ساتھ رہ رہی ہوں۔“

”جی...... مجھے بتایا تھا ایلی نے، وہ خود بھی آپ سے، بہت محبت کرتا ہے۔“

”جانتی ہوں، وہ خود سے جڑے ہر رشتے سے محبت کرتا ہے، مگر بدلے میں اسے صرف دکھ ملے ہیں، میری طرح وہ اپنی ماں سے بھی، بہت اٹیچ تھا مگر اس کی ماں نے اس کی زندگی بکھیرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔“

”کیوں ایسا کیا، کیا اس کی ماں نے؟“

”کیا...... کیا نہیں بلکہ کیا نہیں کیا اس بدبخت نے، پہلے اپنی تفریح کے لیے چھوٹے سے بچے کو چھوڑ کر چلی گئی، باپ نے پال پوس کر جوان کیا تو دوبارہ اس کی زندگی میں آ کر اسے اپنے ہی باپ کے خلاف کھڑا کر دیا، یہی نہیں بلکہ انڈیا سے اپنی بھتیجی یہاں بلا کر اسے ایلی کی زندگی میں اس کی سب سے بڑی خواہش بنا دیا، مگر ایلی نے جب اسی بھتیجی سے شادی کی خواہش کی تو وہ مکار عورت ایک دم سے بدک گئی۔ شاید اس کے ارادے کچھ اور تھے، دونوں پھوپی بھتیجی کب لندن سے روپوش ہوئیں پتہ ہی نہیں چلا، بہت ٹوٹا ہے میرا ایلی، میں نے راتوں کے سردسناٹوں میں اس کی سسکیاں گونجتی سنی ہیں۔“ وہ آدھا سچ جو اسے مارتھا کی زبانی پتہ چلا تھا مکمل ہو گیا تھا۔ پرہیان کو بے حد دکھ ہوا۔

”ایلی ایک بہترین انسان ہے آنٹی! پھر اس کی ممی نے اپنی بھتیجی کی شادی اس کے ساتھ کیوں نہیں کی؟“

”پتہ نہیں، شاید وہ ابھی اپنی بھتیجی کو بیاہنا ہی نہ چاہتی ہو۔“

”ہوں، یہ ہو سکتا ہے۔“ اس نے تائید کی۔ تبھی ایلی چلا آیا۔

”ہیلو ایوری باڈی، کیا چل رہا ہے؟“

”کچھ نہیں، تمہارا ذکر ہو رہا تھا۔“

”ہم...... پھر تو یقیناً میری عمر بڑی لمبی ہو گی۔“

”بے شک۔“

”کافی کا موڈ ہے کہ نہیں؟“

”بالکل ہے اگر تم بھی ساتھ پیو گے تو؟“

”ٹھیک ہے، میں فریش ہو کر آتا ہوں، پھر اکٹھے پیتے ہیں۔“ اس کا موڈ بے حد خوش گوار تھا۔ پرہیان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تقریباً بیس منٹ کے بعد وہ فریش ہو کر آیا تو پرہیان کافی بنا چکی تھی۔

”آج بہت خوش ہو ایلی، خیریت؟“ کافی پھینٹتے ہوئے اس نے پوچھا تھا جب وہ بولا۔

”ہوں...... آج میرا آفس مکمل ہو گیا ہے۔ تمہارا وہ فیانسی ہے ناں ساویز، وہ بھی میرے ساتھ کام کر رہا ہے۔“

”اوہ......“

”پتہ ہے پری میرے ذہن میں کیا ہے؟“

”کیا؟“

”میں ایک اسٹوری ترتیب دے رہا ہوں۔“

”کیسی اسٹوری؟“

”لو اسٹوری۔“

"میں بھی نہیں ایلی؟"

"میں سمجھا دیتا ہوں' دیکھو تم ساویز سے پیار کرتی ہو پہلے وہ بھی تم سے پیار کرتا تھا' مگر اب اس کا دماغ خراب ہو چکا ہے' تو اس کے خراب دماغ کو ٹھیک کرنے کے لیے ہم ایک کھیل کھیلیں گے لو اسٹوری کا میں اس پر یہ ظاہر نہیں کروں گا کہ مجھے تم دونوں کی ناکام محبت کا پتہ ہے نہ ہی تم اس کے سامنے یہ ظاہر کرنا کہ تم میری اور اس کی پارٹنر شپ کا جانتی ہو' ہم اسے سب اتفاق ہی شو کروائیں گے' تم دیکھنا پری وہ شخص کچھ ہی وقت میں واپس پلٹ کر تم تک نہ آئے تو کہنا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے ایلی' مگر تم یہ سب کیوں کر رہے ہو؟" وہ جتنا پر جوش تھا پر ہیان کا لہجہ اتنا ہی الجھا ہوا تھا۔ تبھی وہ مسکرایا۔

"میں نہیں چاہتا پری کہ جو تکلیف میرے دل نے سہی ہے تم اس تکلیف کے حصار میں رہو۔"

"ہوں...... تم بہت اچھے ہو ایلی۔"

"اتنا بھی اچھا نہیں ہوں' تم ساتھ رہو گی تو پتہ چل جائے گا۔"

"او کے...... مگر میرے لیے اس وقت ساویز آفندی کی واپسی سے بھی زیادہ وہ مقصد اہم ہے۔ جس کا خواب لے کر میں یہاں لندن میں آئی ہوں۔"

"کیسا مقصد؟" اب ایلی اسے توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ پر ہیان نے کافی کا خالی مگ سائیڈ پر رکھ دیا۔

"میں چاہتی ہوں ایلی' میں ایک ایسا ادارہ بناؤں جو بڑے پیمانے پر ان بچوں کو تحفظ اور خوشیاں فراہم کرے کہ جن کے والدین انہیں کچرے کے ڈھیر پر پھینک کر چلے جاتے ہیں یا پھر وہ بچے جن کی ماں تو ہوتی ہے مگر باپ کے نام کا خانہ ہمیشہ خالی رہتا ہے' تم نہیں جانتے چھوٹی سی عمر میں ماں اور باپ کے وجود سے محرومی کا دکھ ایک بچے کے لیے کتنا اذیت ناک ہوتا ہے' لاشعور کی عمر میں ہر بچے کی بہترین تفریح اس کی ماں کا وجود ہوتا ہے' جو اس کے ساتھ کھیلتی ہے' اس کے لاڈ اٹھاتی ہے' فرمائشیں پوری کرتی ہے' اپنے سینے پر اپنی آغوش میں لوری دے کر سلاتی ہے' میں سوچتی ہوں' جن بچوں کے پاس یہ بہترین تفریح نہیں ہوتی ان کا بچپن کیسا گزرتا ہوگا؟ وہ تو لاشعور کی عمر میں ہی بوڑھے ہو جاتے ہوں گے' ہے ناں؟" زخمی نگاہوں سے وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ ایلی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"میرے اندر بہت بے چینی ہے ایلی' جب سے مجھے اپنی حیثیت کا پتہ چلا ہے' میں ایک رات بھی سکون سے نہیں سو پائی' حالانکہ میری ماں نے زندگی میں بھی مجھے کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہونے دی' باپ کے پیار کی بھی نہیں' مگر وہ بچے جنہیں ماں کا وجود بھی میسر نہیں' وہ کیسے زندہ رہتے ہوں گے ایلی' یہ معاشرہ اس معاشرے کے بے رحم لوگ' روزان کی کھال ادھیڑ کر انہیں کانٹوں پر گھسیٹتے ہوں گے' روز انہیں اس گناہ اس جرم کی سزا ملتی ہوگی جو انہوں نے کبھی کیا ہی نہیں' کیوں؟" اب وہ رو رہی تھی۔ ایلی نے رخ پھیر لیا۔

"تم مجھے دکھی کر رہی ہو پری۔"

"ایم سوری' مگر میرے اندر بہت غبار ہے ایلی' میں ٹھیک سے سانس بھی نہیں لے پا رہی ہوں' اس دنیا کے تمام لاوارث اور ناجائز بچے میرا دکھ ہیں اور میں چاہتی ہوں میں یہ دکھ بانٹ لوں' کیا تم اس کام میں میری مدد کرو گے؟"

"شیور' تم جو بھی کرو گی مجھے ہمیشہ اپنے ساتھ پاؤ گی پری۔"

"تھینک یو' مجھے یقین تھا تم مجھے مایوس نہیں کرو گے۔"

"ہوں...... مگر تم نے مجھے بہت مایوس کیا ہے۔"

"ہاں...... وہ کیسے؟"

"ایسے۔" شہادت کی انگلی کی پور سے اس کا آنسو چن کر اس کے سامنے کرتے ہوئے اس نے منہ بنایا۔ پر ہیان مسکرا دی۔

"میں تمہیں اتنی کمزور لڑکی نہیں سمجھتا تھا پری۔"

"سوری...... دوبارہ کوشش کروں گی کہ اپنے جذبات پر قابو رکھ سکوں۔"

"گڈ گرل۔" وہ مسکرائی تھی ایلی بھی مسکرا دیا۔

غزل

دل میں بے قراری کا سلسلہ بڑھاتی ہے
نیند آتے آتے بھی کتنے غم جگاتی ہے
روشنی مہکتی ہے اور ستارے کھلتے ہیں
رات میرے آنگن میں باغ سا بناتی ہے
تیری میری حمایت کی داستانیں چھڑتی ہیں
شام زرد پتوں سے ہاتھ جب ملاتی ہے
جب یقین ہوتا ہے تم نہیں ہو میرے ساتھ
چاند رونے لگتا ہے چاندنی رلاتی ہے
میں نوید برسوں سے اس نشے کا عادی ہوں
جام تیری یادوں کا تیرگی پلاتی ہے

سائبہ کنول.....سیالکوٹ ڈسکہ

❀.....♥.....❀
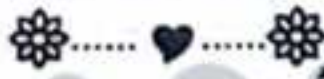
اس روز موسم بہت خوب صورت تھا۔ درمکنون سو کر اٹھی تو سر بے حد بھاری ہو رہا تھا۔ ہلکا ہلکا بخار بھی تھا مگر اس نے پروا نہیں کی، آج اسے بہت سے ضروری کام نپٹانے تھے۔ لہٰذا ناشتے کے بعد مریرہ بیگم سے کال پر بات کرتی وہ آفس کے لیے نکل آئی تھی۔

ابرآلود موسم کے باوجود صیام اس سے پہلے آفس میں موجود تھا۔ وہ اپنے کمرے میں جانے کی بجائے اسی کے کیبن میں چلی آئی۔

"السلام علیکم!" صیام اسے دیکھتے ہی اپنی سیٹ سے کھڑا ہوا۔ سی گرین کرتا شلوار میں درمکنون کا نازک سا سراپا آج نظر لگ جانے کی حد تک پیارا لگ رہا تھا۔

"وعلیکم السلام! میں چاہتی ہوں آج آپ مسز ہمدانی کے ساتھ میٹنگ رکھ لیں، کل ہمیں اسلام آباد کے لیے نکلنا ہے۔"

"ٹھیک ہے میں ابھی مسز ہمدانی کو کال کر دیتا ہوں۔"

"جی..... اور آپ نے گھر میں بتا دیا کہ آپ تین دن کے لیے اسلام آباد جا رہے ہیں میرے ساتھ؟"

"جی مادام میں نے ذکر کر دیا تھا۔"

"گڈ..... میرے روم میں آیئے۔" خالصتاً پروفیشنل لہجے میں کہتی وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ صیام اثبات میں سر ہلا کر سامنے کمپیوٹر پر کھلی ہوئی فائل کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اگلے دو منٹ کے بعد وہ درمکنون کے کمرے میں اس کے مقابل تھا۔

"جی میم!"

"بیٹھیے۔" میز کے دوسری طرف دھری کرسیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے صیام پر نگاہ ڈالی۔

ڈارک گرے ڈریس پینٹ پر وائٹ فل شرٹ میں بازو کہنیوں تک فولڈ کیے وہ بے حد خوب صورت لگ رہا تھا۔ اسے توجہ ہٹانی پڑی۔

"میں سوچ رہی تھی مسٹر صیام کہ گاؤں میں رہائش کی وجہ سے آپ کو کافی مشکلات کا سامنا ہے، پھر وہاں زیادہ سہولیات بھی نہیں، ایسے میں گھر سے آپ کی عدم موجودگی گھر والوں کے لیے اور بھی مشکلات کا باعث بن سکتی ہے، میری ایک دوست ایبر وڈ میں رہتی ہیں ان کا یہاں گھر خالی پڑا ہے، کافی مہینوں سے اگر آپ چاہیں تو میں وہ گھر مناسب کرائے پر آپ کے لیے ہائیر کر سکتی ہوں، کیونکہ آپ کی سفری مشکلات دیکھتے ہوئے میں بعض اوقات ضرور تاً بھی آپ کو آفس میں نہیں روک سکی۔" وہ پوائنٹ جس پر وہ پچھلے ایک ہفتے سے سوچ رہی تھی اس وقت اس نے صیام کے سامنے رکھ دیا اور اب وہ اس کے

چہرے پر بکھرنے والے رنگ دیکھ سکتی تھی۔
''شکریہ میم کہ آپ نے اتنا سوچا میرے لیے' میں آج کل خود بھی اسی کام میں لگا ہوا ہوں' ابو کے بعد میرا گاؤں میں رہنا بہت مشکل ہے۔''
''تو ٹھیک ہے پھر آپ تیاری کیجیے' مسز ہمدانی کے ساتھ ملاقات سے پہلے میں چاہوں گی آپ وہ گھر دیکھ لیں۔''
''جی ٹھیک ہے' مگر اس کا کرایہ؟''
''اس کی آپ فکر نہ کریں' وہ میں طے کرلوں گی ان شاء اللہ آپ کے بجٹ کے اندر اندر ہی ہوگا۔''
''شکریہ۔''
''کوئی بات نہیں' اب آپ جاسکتے ہیں۔'' مصروف سے انداز میں سر ہلا کر اس نے اسے جانے کا عندیہ دیا۔
صیام چاہتے ہوئے بھی اس کے دل کے راز سے آگاہ نہ ہوسکا۔ وہ ابھی اسلام آباد والی میٹنگ کا جائزہ لے رہی تھی جب شہزاد حسب عادت بنا دستک دیئے اس کے کمرے میں چلی آئی۔
''السلام علیکم باس کیسی ہیں آپ؟''
''وعلیکم السلام! تمہیں کیسی لگ رہی ہوں؟''
''بہت پیاری۔'' مسکرا کر کہتے ہوئے وہ اس کے سامنے ٹک گئی۔
''سوری میں تھوڑی لیٹ ہوگئی' اصل میں رات سے طبیعت بہت خراب ہے' فلو اور بخار نے مت ماری ہوئی ہے۔''
''ہوں' وہ تو نظر بھی آرہا ہے' چھٹی کرلیتی آج۔''
''نہیں یار' چھٹی نہیں کرسکتی' تمہیں تو وجہ پتہ ہے' رخ محبوب دیکھے بغیر چین کہاں ملتا ہے' ویسے صیام تمہارے ساتھ اسلام آباد جارہا ہے؟''
''ہوں...... میٹنگ ہے وہاں' اس کا جانا ضروری ہے۔''
''میں بھی چلوں ساتھ؟''
''کیوں تم کیا کروگی ساتھ چل کر؟''
''کچھ نہیں' بس صیام کے ساتھ ساتھ رہوں گی۔''
''پاگل مت بنو' اسے وہاں کام کرنا ہے' کوئی سیر و تفریح کے لیے نہیں جارہا وہ۔''
''پتہ ہے' مگر اسے دیکھے بغیر میرے تین دن کیسے گزریں گے؟''
''گزر جائیں گے' تھوڑا کام کی طرف توجہ بھی دے دیا کرو آفٹر آل تمہیں عمر انکل کے ساتھ ایک بڑا بزنس سنبھالنا ہے۔''
''پتہ ہے یار' پتہ نہیں تمہارے اندر کی لڑکی اتنی پتھر دل کیوں ہے' کاش کوئی تو تمہارے دل کی سلطنت پر بھی حکومت کرے' پھر میں پوچھوں ہاں بی بی اب بتاؤ عشق کس بلا کا نام ہے۔''
''فضول کم بولا کرو آئی سمجھ؟''
''نہیں آئی' تم یہ بتاؤ مریم آنٹی کا کب تک دوبئی کا پروگرام ہے؟''
''پتہ نہیں' ابھی چند دن تو رکیں گی۔''
''او کے پھر کرو کام' میں ذرا آفس کا جائزہ لے لوں۔''
''ٹھیک ہے۔'' نظریں مسلسل کمپیوٹر اسکرین پر چپکائے اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ شہزاد اپنا پرس سنبھالتی اس کے کمرے سے نکل گئی۔

❀......♥......❀

بارش شروع ہوچکی تھی جب صیام نے اسے مسز ہمدانی کے ساتھ ملاقات کا وقت طے کرکے اطلاع دی۔ شام چار بجے کا وقت ملاقات کے لیے طے ہوا تھا اور اس وقت دن کے اڑھائی بج رہے تھے۔ درمکنون نے ایک نظر کلائی پر بندھی ریسٹ واچ پر ڈالی پھر

اسے گاڑی نکالنے کا حکم دے دیا۔ اگلے بیس منٹ میں بنا بارش کی پروا کیے وہ آفس سے نکل آئی تھی۔
صیام خاصی توجہ کے ساتھ ڈرائیو کررہا تھا۔ جب اس نے ایک خوب صورت مکان کے سامنے اس سے گاڑی رکوائی۔
"آئیں۔" اپنی سیٹ چھوڑتے ہوئے اس نے کہا اور گاڑی سے باہر نکل آئی تھی۔
صیام بناء کچھ سمجھے اس کے حکم پر گاڑی ایک سائیڈ میں کھڑی کرکے اس کے پیچھے چلا آیا۔ درمکنون نے سامنے موجود گھر کا لاک کھولا اور بے حد اعتماد سے قدم اٹھاتی اندر چلی آئی۔
"یہی وہ گھر ہے جس کے لیے میں آپ کو بتا رہی تھی۔" مین ہال کی لائٹ روشن کرتے ہوئے اس نے صیام کو بتایا۔ تین بیڈ رومز ایک کچن تین عدد اٹیچ باتھ ایک ڈرائنگ روم اور ہال کمرے کے ساتھ وہ خاصا خوب صورت گھر تھا جو مریہ نے اسے یونیورسٹی میں ٹاپ کرنے پر گفٹ کیا تھا۔ مگر اس نے صیام پر یہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ گھر اس کی ملکیت ہے۔ صیام سرسری سا گھر کا جائزہ لینے کے بعد نظریں جھکاتے ہوئے بولا۔
"میں یہ گھر افورڈ نہیں کرسکتا میم۔"
"کیوں؟"
"کیونکہ ابھی میری پوزیشن اتنی اچھی نہیں ہے کہ میں یہاں اپنی فیملی کو رکھ سکوں۔"
"یہ آپ کا مسئلہ نہیں آپ ایسا کیجیے کہ اسلام آباد جانے سے پہلے آج شام تک یہاں شفٹ ہوجائیں یہ ایک محفوظ گھر ہے جہاں آپ کی عدم موجودگی میں بھی آپ کے گھر والے سکون سے رہ سکتے ہیں۔ میرا گھر بھی یہاں سے قریب ہے میں چوکیدار کو کہہ دوں گی وہ آپ کے جانے کے بعد تین دن یہاں ڈیوٹی کرلے گا۔" کسی آنسرنگ مشین کی طرح وہ اسے بہت روانی سے بتا رہی تھی۔ صیام خاموش نگاہوں سے اسے دیکھے گیا۔
وہ پری تو پہلے ہی دل میں بہت اونچی مسند پر بیٹھی تھی یہ سب کرکے تو اس نے اسے بے مول خرید لیا تھا۔
"آپ یہ مت سمجھیے گا کہ یہ سب میں اپنی طرف سے کررہی ہوں ان فیکٹ یہ میری مما کا حکم ہے اور میں کبھی اپنی مما کے حکم سے پہلوتہی نہیں برت سکتی۔" اب وہ وضاحت دے رہی تھی۔ مگر صیام کے لب اب بھی خاموش تھے۔
وہ اسے بہت سپاٹ نگاہوں سے بے خودسا دیکھے جارہا تھا۔ درمکنون ایک نظر اس کی آنکھوں میں دیکھنے کے بعد سٹ پٹا کر رخ پھیر گئی تھی۔
"اب چلیں مسز ہمدانی ہمارا انتظار کررہی ہوں گی۔"
"جی۔" گہری سانس بھرتے ہوئے وہ ہوش میں آیا۔
درمکنون اس کے چہرے کی طرف نہ دیکھتے ہوئے بھی اس کی آنکھوں کی خاموشی دیکھ سکتی تھی۔ جس وقت اس نے گاڑی مسز ہمدانی کے گھر کے قریب روکی بارش تھم چکی تھی۔
"آپ اب گھر جاسکتے ہیں میں نے گھریلو ملازمین کو کہہ دیا ہے وہ گاؤں سے یہاں شفٹنگ میں مدد کردیں گے آپ کی۔"
"شکریہ۔" شاید وہ اس کی نوازشات کو ہمدردی سمجھ رہا تھا درمکنون اثبات میں سر ہلاتی گاڑی سے نکل آئی۔ مسز ہمدانی کے ساتھ اس کی ملاقات بے حد کامیاب رہی تھی۔ رات وہ جس وقت دنیا کے جھمیلوں سے فارغ ہوکر گھر پہنچی اس کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔
اگلے روز اس نے آفس سے چھٹی کرلی۔ پورا دن سوکر گزارنے کے بعد شام کے چار بجے جب وہ بیدار ہوئی تو شہرزاد اس کے گھر پر موجود تھی۔
"السلام علیکم!" وہ اسے لاؤنج میں ٹیلی ویژن کے سامنے براجمان دیکھ کر مسکرائے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔ جواباً شہرزاد نے ریموٹ اٹھا کر ٹیلی ویژن آف کردیا۔
"وعلیکم السلام! ہوگئی نیند پوری؟"
"ہوں۔"
"شکر ہے میں نے کل کہا بھی تھا کہ زیادہ خوب صورت نظر نہ آیا کرو نظر لگ جائے گی دیکھا لگ گئی ناں نظر آنکھیں سرخ

ریحانہ حیدر بفہ تحصیل وضلع مانسہرہ

ڈیئر سٹ قارئین اور اسٹاف پیار بھرا سلام۔ میرا نام ریحانہ حیدر ہے مگر سب پیار سے ریانہ بولتے ہیں ہم ماشاء اللہ سے نو بہن بھائی ہیں تین بھائی بالترتیب طارق حیدر خالد حیدر عارف حیدر اور چھ بہنیں ہیں جن کے نام رخسانہ حیدر رضوانہ حیدر روبی نوشی اور روما حیدر اور مابدولت کو ریحانہ کہتے ہیں میرا نمبر چھٹا ہے دو بھائی دو بہنیں مجھ سے بڑی ہیں تین مجھ سے چھوٹے ہیں دو بھائی اور دو بہنیں شادی شدہ ہیں میرے بھتیجے علی قاسم ریحان ہیں۔ بھتیجی عمارہ ہے بھانجے شاویز احمد بھانجیاں بختاور بسمہ فاطمہ منائل میرب حنفاء ہیں سب جوائنٹ فیملی سسٹم کے تحت رہتے ہیں بفہ تحصیل وضلع مانسہرہ میں رہائش پذیر ہیں میں یکم اکتوبر کو دنیا کی رونقوں میں اضافہ کرنے کے لیے جلوہ افروز ہوئی۔ یوں میرا اسٹار لبرا ہے اور لبرا کی ساری خصوصیات مجھ میں موجود ہیں ۔میری تعلیم ایف اے ہے۔ پسندیدہ ہستی اول وآخر ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ ہیں۔ پسندیدہ کتاب اول قرآن پاک ہے اس کے بعد جو کتاب بھی مل جائے پڑھ لیتی ہوں۔ لباس شلوار قمیض پسند ہے کھانے میں ہر قسم کی چیزیں کھا لیتی ہوں۔ پھولوں میں موتیا کا پھول پسند ہے۔ کلر مجھے بلیک پسند ہے خوشبو سب اچھی ہوتی ہیں مگر چمبیلی کی خوشبو میری کمزوری ہے۔ خواتین، شعاع، کرن، حنا، سچی کہانیاں، سسپنس اور جاسوسی بھی پڑھ لیتی ہوں مگر آنچل ڈائجسٹ دل سے اچھا لگتا ہے۔ غالباً میں 6th کلاس میں پڑھتی تھی تو ڈائجسٹ پڑھنا شروع کیا تو الحمدللہ آج تک پڑھتی ہوں۔ ایک مرتبہ تو میرے بڑے بھائی نے سب کزنز کو گھر میں ڈائجسٹ لانے سے منع کیا۔ مگر پھر بھی کوئی نہ کوئی چھپ چھپا کر لے آتا ہے اور میں پڑھ لیتی ہوں۔ خوبی میری پڑھنا ہے بس دل چاہتا ہے پڑھتی رہوں کوئی بھی کتاب کوئی بھی رسالہ، کوئی کسی کام کا کہے تو انکار نہیں کرسکتی، خامی میری یہ ہے کہ مجھے غصہ بہت آتا ہے۔ جتنا جلدی آتا ہے اتنا جلدی اتر بھی جاتا ہے۔ دوسری خامی یہ ہے کہ میں ہنستی بہت ہوں اس لیے سب کہتے ہیں کہ مجھے اپنی عادتوں پر کنٹرول کرلینا چاہیے۔ اصل میں مجھے ہنسنا مسکرانا بہت اچھا لگتا ہے تعارف بہت لمبا ہوگیا آخر میں اس دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گی کہ آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے۔ آمین

ہو رہی ہیں تمہاری۔"

"ہوں...... غلطی ہوگئی مادام آئندہ احتیاط کروں گی۔"

"او کے مریہ پھوپو کی کال آئی تھی تمہارا پوچھ رہی تھیں میں نے بتادیا کہ سو رہی ہو شاید وہ رات میں دوبارہ کال کریں۔"

"ٹھیک ہے تم کب آئیں؟"

"ابھی پندرہ بیس منٹ پہلے ملازمہ نے بتایا کہ تم سو رہی ہو لہٰذا میں یہاں بیٹھ گئی۔"

"چلو اچھا کیا آفس میں دن کیسا گزرا آج۔" وہ اس کے قریب صوفے پر ٹک گئی۔

شہزاد نے دونوں ٹانگیں اوپر کرکے ایک بازو صوفے کی پشت گاہ پر رکھ لیا۔

"بے حد بورانیڈ ڈل۔"

"کیوں؟"

"تم جو نہیں تھیں آفس میں، پھر صیام بھی جلدی چلا گیا تھا شاید کوئی ضروری کام تھا اسے۔"

"ہوں چائے پیوگی؟"

"شیور اگر تم کہوگی تو ضرور پیوں گی۔" وہ آج فرصت میں دکھائی دے رہی تھی۔ درمکنون کچن میں چلی آئی ساتھ ہی شہزاد بھی اٹھ آئی۔

"ایک مزے کی خبر سناؤں تمہیں؟"

"ہوں۔"

"صیام کی فیملی شہر شفٹ ہوگئی ہے کل رات۔"

"اچھا؟" چائے کا پانی چولہے پر رکھتے ہوئے اس نے دلچسپی شو کی تھی۔ شہزاد نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ہاں یار آج ہی صیام نے بتایا آفس میں، یہیں پاس میں شفٹ ہوئے ہیں وہ لوگ، میں تو مل بھی آئی ہوں جا کر۔''

''گڈ......''

''اور تمہیں پتہ ہے دری، صیام بھی مجھ سے محبت کرتا ہے۔'' اگلے ہی پل اچانک اس نے کہا اور درمکنون کو لگا جیسے اسے چکر آ گیا ہو۔

''اس نے کہا تم سے؟'' چھوٹی سی پتیلی میں پانی کھول رہا تھا، اسے پتہ بھی نہیں چلا کہ وہ کتنی چینی ڈال چکی ہے۔ شہرزاد اب اسے بتا رہی تھی۔

''ہاں اس نے خود بتایا ہے۔''

''گڈ پھر تو تمہاری لاٹری نکل آئی؟''

''ظاہری بات ہے، میں نے مما کو بھی بتا دیا ہے اس کے بارے میں اور صیام سے اپنے نئے پروجیکٹ پر بات بھی کر لی ہے، جیسے ہی عمر انکل پاکستان آئے اور انہوں نے بزنس اسٹارٹ کیا میں صیام کو ہتھیا لوں گی تم سے۔'' وہ بے نیازی سے اس پر اپنا ارادہ ظاہر کر رہی تھی۔ درمکنون نے کھولتے ہوئے پانی میں دودھ ڈال دیا۔

''اچھی دوست ہو یار میرے ورکرز کی چین توڑ رہی ہو وہ بھی میرے آفس میں گھس کر۔''

''ایم سوری، دل کا معاملہ ہے یار، سمجھا کرو۔''

''ٹھیک ہے۔''

''تم کچھ پریشان ہو، کیا بات ہے دری؟''

''کچھ نہیں بس یونہی تھوڑی سی تھکن ہے اور کچھ ہلکا ہلکا بخار بھی، تم پریشان مت ہو۔''

''او کے اسلام آباد کتنے دن کا قیام ہے تمہارا؟''

''کچھ پتہ نہیں شاید دو تین دن لگ جائیں۔'' وہ اب چائے کپوں میں انڈیل رہی تھی۔ شہرزاد نے بسکٹ نکال لیے۔

''ہوں...... واپسی کتنے دن تک ہوگی؟''

''کچھ پتہ نہیں یار، بتایا تو ہے، تمہیں اتنی بے چینی کیوں ہو رہی ہے؟'' اب کے وہ پلٹی، شہرزاد مسکرا دی۔

''تمہیں پتہ تو ہے میرا دل نہیں لگتا صیام کے بغیر۔''

''اوہ فار گاڈ سیک شہرزاد، تم تو بالکل ہی عقل سے پیدل ہو گئی ہو، ایسے بھی ہیرے نہیں جڑے صیام میں جو تمہیں اس کے سوا کچھ اور نظر ہی نہیں آتا۔'' وہ اس کی ہمہ وقت صیام کی تکرار پر چڑ گئی تھی۔ شہرزاد ڈھٹائی سے ہنس دی۔

''تمہیں کیا پتہ، کبھی اسے میری آنکھ سے دیکھو تو پتہ چلے۔''

''او کے، لیکن خدا کا واسطہ ہے میرے سامنے ہر وقت صیام صیام کی تسبیح مت کیا کرو، مجھے یہ پسند نہیں۔''

''تم ہو ہی سڑیل۔'' اس کی بیزاری پر شہرزاد نے تنگ کر کہا۔ درمکنون خاموشی سے چائے کی چسکیاں لیتی رہی۔

''اچھا سنو تمہاری اسلام آباد سے واپسی تک میں گاؤں میں پرانی حویلی کے راز حل کرنے کی کوشش کروں گی۔''

''پرانی حویلی کی بچی، تم میری غیر موجودگی میں آفس کو ٹائم دو گی، سمجھی؟''

''ہوں...... سمجھ گئی باس۔'' درمکنون کے ڈپٹ کر کہنے پر اس نے شرارت سے مسکرا کر کہا۔ جواباً درمکنون بھی مسکرا دی۔

(ان شاء اللہ تعالیٰ باقی آئندہ ماہ)

کیک اور سالگرہ

سمیرا غزل صدیقی

سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر

چھپائیں گے کہاں تک راز محفل شمع کے آنسو
کہے گی خاک پروانہ کہ پروانے پہ کیا گزری

مرا دل جانتا ہے دونوں منظر میں نے دیکھے ہیں
ترے آنے پہ کیا گزری ترے جانے پہ کیا گزری

اب کہاں میں اداس رہتی ہوں
اب تو ہر درد کو متانت سے اپنے اندر اتار لیتی ہوں
اپنی زیبائی کے قرینے سے نت نئے زاویوں سے بجتی ہوں
ہر نئے دن تمہارے چہرے کو
کتنی وارفتگی سے تکتی ہوں
ہر نئی شب تمہارے لمس کے ساتھ
کس قدر سادگی سے جچتی ہوں
اور ہر کیفیت کی شدت پر
صرف آہستگی سے ہنستی ہوں
تم بھی اب خوشگوار رہتے ہو
میں بھی کب پہلے جیسی لڑکی ہوں
ایسا لگتا ہے جیسے اب شاید
اپنے دل میں تمہاری مرضی کی
کوئی گڑیا بنا کے رکھ دی ہو......!

وہ نجانے کب سے آئینے میں ابھرتے اپنے دل سوز چہرے کو عجیب ملال سے تک رہی تھی۔ ایک انجانہ سا دکھ اس کی گہری جھیل نما آنکھوں میں ابھرا تھا اپنی سونی کلائی پر نظر پڑتے ہی اس کی آنکھوں سے سیل رواں جاری ہو گیا تھا۔ بڑے ہی کرب سے اس نے اپنے ہاتھ سے چہرے کے ایک ایک خدوخال کو بڑی ہی حسرت سے تکا تھا پھر خود ہی گھبرا کے فخنی سے آنکھیں بھینچ لی تھیں مبادا اس کا دکھ کوئی جان لے۔

وہ اپنی سوچوں میں گم سود و زیاں کے حساب میں مصروف تھی اسی اثناء میں گاڑی کا ہارن بجا اور وہ جیسے کسی خواب سے جاگی تھی جلدی سے اس نے اپنا چہرہ صاف کیا اور تیزی سے کمرے سے نکل آئی۔ کمرے سے نکلتے ہی وہ وہاج حیدر سے بُری طرح ٹکرائی تھی نتیجتاً وہاج کے ہاتھ میں موجود کچھ پیپرز بُری طرح ہوا میں لہرائے اور پھر زمین بوس ہو گئے تھے۔

"فار گاڈ سیک روشانے! کبھی تو دیکھ کے چل لیا کرو پتا نہیں کب تمہارا یہ بچپنا رخصت ہوگا۔ ساری فائلز میں نے گھنٹوں لگا کے ارینج کیں تھیں۔ ایک پل میں تم نے ساری محنت برباد کر کے رکھ دی۔" نہ سلام نہ دعا حسب معمول اس کے عزیز از جان شوہر نے آج بھی گھر آتے ہی اس کی عزت افزائی کرنے کا تہیہ کر رکھا تھا۔

"بندہ کبھی تو کسی غلطی کو نظر انداز کر سکتا ہے۔" وہ کلس کے یہی سوچ کے رہ جاتی تھی مگر وہ وہاج ہی کیا جو کبھی کوئی بات نظر انداز کرے۔

''آئی ایم سوری میں ابھی اٹھا دیتی ہوں' آپ فریش ہوجائیں۔'' روشانے نے بجھے دل کے ساتھ فقط اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

''رہنے دو تم کیا ارینج کرو گی الٹا اور ہی خراب کردو گی۔ تم بس کافی بنادو میرے لیے۔'' روشانے جو زمین پر بیٹھی پیپرز اکٹھے کررہی تھی' وہاج نے بڑی ہی بے دردی سے اس سے پیپرز چھینے تھے وہ شکوہ کناں اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

''کافی کیوں' کھانا نہیں کھائیں گے آپ؟'' ایک اور گستاخی اس سے لب کھولنے کی ہوگئی تھی۔

''نہیں کھانا' کھا کے آیا ہوں میں اور پلیز یار! ذرا کم بولا کرو' کتنا بولتی ہو' سوال جواب ہی ختم نہیں ہوتے۔'' بڑی ہی بے رخی سے وہاج نے کہا اور روشانے کسی روبوٹ کی طرح اپنے مجازی خدا کے حکم کی تعمیل کے لیے کچن میں چلی آئی تھی۔

❀......❀......❀

روشانے احمد وہاج حیدر کی زندگی میں کوئی زبردستی وارد نہیں ہوئی تھی یا وہاج حیدر کی امی نے اسے زبردستی اس کے پلے باندھ دیا تھا کہ وہ وہاج حیدر کے اس سلوک کی حق دار ٹھہرتی بلکہ وہاج حیدر نے اسے خود پہلی نظر میں ایک عزیز کی شادی میں پسند کیا تھا۔ عقیلہ بیگم جو نجانے کب سے وہاج کے سر پر سہرا باندھنے کی کوششوں میں سرگرداں تھیں' وہاج کے ایک اشارے پر نہال ہوچلی تھیں روشانے ان کی دور پرے کی رشتہ دار کی بیٹی ہی نکلی تھی انہیں بھی روشانے ایک نظر میں ہی پسند آ گئی تھی۔ رائل بلیو کلر کے سوبر سے ڈریس میں ہلکی سی تیاری کے ساتھ وہ کافی اچھی اور سادہ لگی' عقیلہ نے تو فوراً ہی جا کے روشانے کے گھر بار کا پتا کیا اور اگلے دن ہی رشتہ لے کے پہنچ گئیں۔ وہاج کی جاب کافی اچھی تھی وہ خود بھی خاصا خوش شکل تھا سو انکار کی گنجائش ہی کب نکلتی تھی' ضروری چھان بین کے بعد روشانے کے ابا اماں نے جیسے ہی ہاں کا عندیہ دیا عقیلہ چٹ منگنی پٹ بیاہ رچا بیٹھیں یوں بھی اڑتی اڑاتی ایک خبر روشانے کے دل کی سرزمین تک آ پہنچی تھی کہ وہاج نے اسے خود پسند کیا ہے سو وہ بھی اپنی سونی آنکھوں میں محبت کے دیپ جلائے اپنوں کی دعاؤں کے سنگ رخصت ہوکر چلی آئی تھی۔

''تمہیں پاکے تمہارا ساتھ پا کے زندگی اتنی حسین ہوجائے گی میں نے کبھی نہیں سوچا تھا' تھینک یو سو مچ میری جان!'' روشانے کے مخملی ہاتھ میں خوب صورت کنگن پہناتے ہوئے وہاج حیدر نے دھیمے و محبت بھرے لہجے میں سرگوشی کی تھی اور روشانے خود اپنے حسن پر نازاں اپنے آپ میں سمٹ گئی تھی۔ شادی کے اولین دن محبت کے نشے و خمار میں ہی گزر رہے تھے ابھی تو وہ صحیح طرح سے وہاج کے مزاج سے بھی آشنا نہیں ہو پائی تھی۔ وہاج کے ابا حیات نہیں تھے ایک بہن تھی وہ بھی اپنے گھر بار کی تھی۔ عقیلہ بھی کوئی سخت قسم کی ساس ثابت نہ ہوتی تھیں بلکہ وہ محبت و قربانی دینے والی خاتون تھیں۔

''بیٹا! وہاج ذرا غصے کا تیز ہے تم کبھی اس سے بحث نہ کرنا۔'' وہ اکثر اسے یہی سمجھاتیں اور وہ مسکرا کر رہ جاتی اس کی شادی کو ایک ہفتہ ہوچلا تھا وہاج ابھی تک اسے کہیں گھمانے نہیں لے گیا تھا اس روز وہ آفس سے آیا تو نک سک سی تیار بیٹھی روشانے نے اسے جالیا تھا۔

''آج تو آپ جلدی آ گئے ہیں' باہر ڈنر کرنے چلیں کیا؟'' اپنے ہاتھ میں موجود نازک سی گولڈ کی رنگ اس نے گھمائی تھی۔

''یار بہت تھکا ہوا آتا ہوں آفس سے پھر گھر آ کر میری کہیں جانے کی ہمت نہیں ہوتی اور ویسے بھی مجھے باہر کھانا کھانا پسند نہیں ہے۔ تمہیں کیا پسند ہے مجھے بتادو کل آفس سے آتے وقت تمہارے لیے پیک کروالاؤں گا۔'' ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے وہاج حیدر نے بڑی ہی بے زاری سے جواب دیا تھا۔ روشانے کی خواہش دل میں ہی رہ گئی تھی۔ مزید وہ کچھ بول ہی نہ پائی تھی اور ایسا صرف اسی دن تک نہ رہا' روشانے جب بھی کہیں جانے کا کہتی وہاج کا یہی جواب ہوتا تھا۔ وہ تو دنیا گھومنے کی شوقین تھی اور اب یوں گھر میں مقید رہنا بھلا کہاں اس سے برداشت ہونا تھا اسے امی کے گھر جانا ہوتا جب بھی وہاج بڑی ہی مشکل سے صبح آفس جاتے وقت چھوڑ جاتے اور شام میں لے آتے' وہ چڑ سی جاتی آفس سے آتے ہی آفس کے کام لے کے بیٹھ جاتے وہ کام وغیرہ سے فارغ ہوکے آتی تو وہاج ذرا سی بات کرتے اور بات کرتے کرتے سو جاتے' ان کی باتیں کافی پریکٹیکل ہوتی تھیں۔ شادی کی اولین رات جو اس کا رومینٹک انداز و مزاج تھا وہ کہیں دور ہی جا سویا تھا اس روز روشانے نے

وہاج کی خبر لینے کا سوچ لیا تھا وہ کچن وغیرہ صاف کرکے آئی تو وہاج لیپ ٹاپ گود میں رکھے اپنی ای میلز چیک کرنے میں مصروف تھے۔

''اف او...... کتنے بورنگ ہیں آپ بس کام کام کام...... جناب کبھی ہمیں بھی ٹائم دے دیا کریں۔'' چہکتی ہوئی آواز میں مسکراتے ہوئے روشانے نے وہاج کے ہاتھ سے لیپ ٹاپ چھینا تھا اور بند کردیا۔

''کیا یار تم بھی دیکھ نہیں رہی تھیں کتنا امپورٹنٹ کام کررہا تھا میں ایک تو تم لڑکیاں بھی نہ شادی کے بعد سب ایک جیسی ہوجاتی ہو۔ میں تو تمہیں سب سے الگ اور سنجیدہ سمجھتا تھا۔'' وہاج کا انداز سخت اور غصیلا تھا پل بھر میں روشانے کی ہنسی کو بریک لگے اور وہ منہ پھلا کے کروٹ بدل کے لیٹ گئی تھی۔ پوری رات وہ وہاج کی پیش رفت کی منتظر رہی مگر کمرے میں گونجتے وہاج کے خراٹے اس بات کا ثبوت تھے کہ اسے اس کی ناراضگی کی کوئی پرواہ ہی نہیں ہے اگلے کئی روز تک وہ منہ پھلائے وہاج سے ناراض رہی تھی۔ اس روز وہ الماری صاف کررہی تھی کہ وہاج نے اتنے دن بعد اس سے بات کی تھی۔

''ویسے کافی سمجھ دار نکلیں تم تو اس دن کے سمجھانے کے بعد سے ہی سنجیدہ ہوگئی ہو آئم ایمپریسڈ۔'' انداز طنزیہ تھا روشانے کلس کے رہ گئی۔

''آپ کو کیا کوئی ناراض ہو یا جیے یا مرے۔'' وہ بھی اپنے نام کی ایک تھی۔

''افوہ یار! اب غصہ تھوک بھی دو میں ان سب جھنجھٹ میں نہیں پڑتا کے روٹھو اور مناؤ پلیز تم تو مجھے سمجھو۔'' وہاج نے اس کے گرد اپنی گرفت تنگ کردی تھی۔ روشانے نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا جہاں کہیں بھی ندامت نہ تھی روشانے کا دل بجھ سا گیا۔ بس اسی دن سے روشانے نے وہاج حیدر کے سنگ زندگی گزارنے کا سلیقہ سیکھ لیا تھا۔ اپنا دل مار کے خاموش رہ کے بنا مسکرائے کسی روبوٹ کی مانند اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ساس نہال تھیں کہ بہو بیٹے کی نبھ گئی مگر بہو کی سونی آنکھوں کا دکھ کوئی محسوس نہ کرپایا تھا۔

❀......❀......❀

دھوپ چھاؤں جیسی زندگی گزارتے روشانے کو ایک سال ہونے کو آیا تھا ایسا نہ تھا کہ وہاج اس سے پیار نہیں کرتا

تھا یا اس کا خیال نہیں رکھتا تھا ہاں اسے جتانا نہیں آتا تھا' منانا نہیں آتا تھا' وقت دینا نہیں آتا تھا بس اسی لیے وہ کمزور سی لڑکی دن بہ دن ٹوٹتی چلی جا رہی تھی۔

آج صبح سے ہی اس کا دل کافی اداس ہو رہا تھا نجانے کیوں اسے آج امی بہت یاد آ رہی تھیں۔ صبح سے وہ کوئی تین بار ان کو فون بھی کر چکی تھی مگر دل تھا کہ ان سے ملنے کو مچل رہا تھا' اپنی ساس کے ساتھ کھانا کھا کے وہ کچن وغیرہ صاف کر کے اپنے کمرے میں چلی آئی تھی۔ نماز پڑھ کے اس نے بے تحاشا دعائیں مانگ ڈالی تھیں وہ ابھی اپنے رب سے شکوہ ہی کر رہی تھی کہ خلاف توقع ہارن کی مخصوص آواز اسے سنائی دی اور کچھ ہی دیر بعد وہاج حیدر کمرے میں چلا آیا تھا۔ روشانے نے دعا مانگ کے اپنے دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے تھے پھر جا نماز تہہ کر کے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''یار پلیز مجھے کھانا دے دو بہت بھوک لگ رہی ہے' ضروری کام سے باہر نکلا تھا تو سوچا گھر میں ہی کھانا کھالوں۔'' بیڈ پر دراز ہوتے ہوئے اس نے حکم صادر کیا۔

''آپ باہر آ جائیں میں لگا دیتی ہوں۔'' وہ ہمیشہ امی اور اپنی ہی روٹی پکاتی تھی' آج پہلی دفعہ ایسا ہوا تھا کہ وہاج کھانا کھانے گھر آیا تھا سو اب اسے روٹی پکانے کی فکر تھی مبادا وہاج برا نہ مان جائے اس نے جلدی سے فریج سے آٹا نکالا اور پیڑہ بنا کے روٹی بیلنے لگی۔ امی نماز کے بعد تسبیح میں مصروف تھیں' خاموش فضا میں چوڑیوں کی چھن چھن کی آواز نے اپنے ڈیرے ڈال لیے تھے۔ روٹی بیلنے تک چوڑیوں کی آواز نہایت پر اثر سا ماحول بنا چکی تھی۔

''افوہ یار ایک تو سر میں اتنا درد ہو رہا ہے اوپر سے تمہاری ان چوڑیوں کی مسلسل بجتی آواز ذرا جلدی دے دو کھانا۔'' وہاج اس وقت کسی بھی قسم کے شور سے سخت بے زار ہوا تھا یوں بھی اسے شور شرابا پسند نہ تھا۔

''کبھی تو یہ خوش ہو جائیں اب کیا چوڑیاں پہننا بھی چھوڑ دوں۔'' روشانے ویسے ہی اداس تھی' وہاج کی اس بات سے اس کا دماغ بھک رہ گیا تھا سو دل ہی دل میں کلسی تھی۔

''نہ بیٹا نہ یہ چوڑیاں تو سہاگ کی نشانی ہوتی ہیں اور یہ بجتی ہیں تو میرے گھر میں بھی رونق رہتی ہے۔'' امی اسی وقت تسبیح سے فارغ ہو کے اندر آئی تھیں' وہاج کی بات انہیں کافی ناگوار گزری تھی۔ روشانے نے چپ چاپ کھانا ٹیبل پر لگا دیا وہ بھی اب وہاج کے مزاج میں ڈھل گئی تھی لب اب خاموش رہنے لگے تھے۔ امی کو شدید کوفت ہونے لگی تھی بہو کی اداسی سے۔

''وہاج بیٹا! کافی دن ہو گئے ہیں روشانے اپنی امی کی طرف نہیں گئی' کل صبح اسے چھوڑ آنا کچھ دن وہ رہ لے گی۔'' بیٹے کو بیوی کا میکے رکنا پسند نہ تھا اور امی کو بہو کی اداسی کی یہی وجہ سمجھ میں آئی تھی سو فوراً حکم صادر کیا تھا روشانے کی تو دل کی مراد جیسے بر آنے والی تھی۔

''مگر امی رکنے کی کیا ضرورت ہے شام میں لے آؤں گا ویسے بھی آپ اکیلی ہوں گی۔'' وہاج کے ماتھے پر فوراً بل پڑے تھے۔

''اگر مگر کچھ نہیں جو کہہ دیا ہے وہی کرنا۔'' اماں کا فیصلہ اٹل تھا وہاج نے کھانے سے ہاتھ روک لیا جبکہ روشانے کا دل ایک دم سکون میں آ گیا تھا ماں جیسی ساس کے لیے اس کے دل سے بے تحاشہ دعائیں نکلی تھیں۔

❁......❁......❁

آج روشانے کو میکے گئے دوسرا دن تھا اور گھر اتنا سونا سونا لگ رہا تھا نہ چوڑیوں کی آواز تھی نہ روشانے کی فرمائشی باتیں وہ واقعی اسے مس کر رہا تھا۔ کبھی کبھی رشتوں میں فاصلے بھی ضروری ہوتے ہیں' قریب آنے کے لیے یہ بات اماں بھی بخوبی سمجھ گئی تھیں۔ وہ کب سے لیپ ٹاپ پر کام میں مصروف تھا مگر دل تھا کہ کہیں لگ ہی نہیں رہا تھا ویسے تو وہ روشانے سے بات نہیں کرتا تھا مگر آج جب وہ نہیں تھی تو یہ خاموشی اسے بری طرح کھل رہی تھی۔ اس نے گھبرا کے لیپ ٹاپ بند کیا تھا کہ اماں اس کے لیے چائے لے آئیں۔

''ارے امی آپ نے کیوں تکلف کیا' میں خود بنا لیتا۔'' وہ فوراً کھڑا ہوا' اماں مسکرا کے وہیں بیٹھ گئی تھیں وہاج نے چائے کا کپ تھام لیا۔

''میں جانتی ہوں میرا بیٹا بہت سمجھ دار اور سنجیدہ ہے مگر بیٹا! تم نے اپنی پسند سے شادی کی اور سچ پوچھو تو روشانے بہت اچھی لڑکی ہے' تمہیں اسے تھوڑا ٹائم دینا چاہیے' میں کافی دن سے دیکھ رہی ہوں تم آتے ہو کام میں لگ جاتے ہو۔ ایک سال ہونے کو آیا ہے تم لوگوں کی شادی کو نہ کہیں گھومنا نہ کچھ اور بیٹا اس کا بھی دل کرتا ہوگا۔ تھوڑا بدلو اپنے مزاج کو۔'' اماں نے کافی رسانت سے بیٹے کو سمجھایا۔

''مگر امی میں تو اس کا اتنا خیال رکھتا ہوں ہر چیز جو اسے لینی ہو خرچہ دیتا ہوں' اس نے کوئی شکایت کی ہے کیا آپ سے؟'' وہاج کافی حیران ہوا۔

''بیٹا خرچہ دیتے ہونا' ساتھ جا کے دلاتے تو نہیں نہ اپنی پسند سے عورت ہمیشہ محبت اور توجہ کی طالب ہوتی ہے نہ کہ پیسوں کی۔ تمہیں اسے وقت دینا چاہیے کچھ بات کیا کرو اس سے تاکہ تم دونوں کی انڈرسٹینڈنگ بڑھے' آپس میں۔'' اماں نے دھیرے سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ ''میری بات پر غور کرنا۔'' اماں چائے کا خالی کپ اٹھا کے چلی گئی تھیں مگر وہ پوری رات سو نہیں پایا تھا' دو شکوہ کرتی آنکھیں پوری رات اس کا چین و سکون برباد کیے ہوئے تھیں۔

❀......❀......❀

''یار میرا ایک کام کردے گا۔'' وہاج حیدر کا آفس کولیگ و دوست بڑی ہی مخلصی سے اس سے مخاطب ہوا تھا۔

''بول یار تجھ سے زیادہ ہے کیا کوئی کام۔'' وہاج جو کب سے فائلز میں سر کھپا رہا تھا اسد کی بات پر سر اٹھا کے مسکرایا۔

''یار یہ فائل رکھ لے' کل لازمی ٹینڈر جمع کروانا ہے کمپنی میں تو کروا دینا یار پلیز' میں کل آفس نہیں آؤں گا۔'' اسد نے فائل اس کے سامنے رکھی۔

''مگر کیوں یار! تو نے آج تک ایک بھی چھٹی نہیں کی باسوائے شادی کے' سب خیریت تو ہے نا؟'' اسد کبھی چھٹی نہیں کرتا تھا سو وہاج کی حیرانی فطری تھی۔

''کیا بتاؤں یار! شادی بھی تو ایک ہی دفعہ کی ہے نہ دراصل کل میری شادی کی سال گرہ ہے اور کل کا دن میں گھر پر ہی رہوں گا۔'' اسد کا لہجہ شوخ ہوا۔

''ہاہاہا...... ابے بچہ مت بن یار! یہ سال گرہ والگرہ کے چکر میں چھٹی کم از کم تجھ جیسے کام کے بندے سے ایسی بات سننے کی توقع نہیں تھی مجھے۔'' وہاج نے مذاق اڑایا۔

''میری جان مذاق نہ اڑا میں ہر فیلڈ میں کافی ایمان دار ہوں' تو شوہر کی ڈیوٹی میں خیانت کیسے کروں۔ تجھے پتا ہے یہ لڑکیاں بہت ہی ہمت والی ہوتی ہیں ایک شوہر کے لیے اپنا گھر بار سب چھوڑ کے چلی آتی ہیں' ہماری پسند ناپسند میں ڈھل جاتی ہیں پھر کیا ہم شوہر ان کے لیے خود کو نہیں بدل سکتے۔ وہ بے چاری مانگتی ہی کیا ہیں ہم سے صرف ''محبت' وقت' اور بس سارا سال تو کام ہی کرتے ہیں۔ یہ چھوٹی چھوٹی خوشیاں اگر ہم انہیں دیں گے اپنی استطاعت میں رہ کے تو ان کے دل میں ہماری عزت کتنی بڑھے گی اور ویسے بھی یہ لڑکیاں ان معاملوں میں بہت بچی ہوتی ہیں۔'' اسد کی بات سیدھا وہاج کے دل کو لگی تھی کچھ اماں کی باتوں کا بھی اثر تھا کہ اسے ہر جگہ اپنی ہی غلطی دکھائی دے رہی تھی۔

اسے یاد آ رہا تھا کس طرح روشانے تیار ہوئی تھی' ضد کرتی تھی گھومنے کی اس سے ڈھیروں باتیں کرنے کی اور وہ ہمیشہ اسے منع ہی کر دیتا تھا۔ اس کا پھر اداس رہنا' تیار نہ ہونا ایک ایک کر کے اسے شرمندگی کی گہرائیوں میں دھکیل رہا تھا اسے یاد آ رہا تھا کہ پرسوں 14 اپریل ہے اور اس کی بھی شادی کی سال گرہ ہے جو کہ وہ یقیناً بھلا چکا تھا مگر اسد نے آج اس کی آنکھیں کھول دی تھیں۔ ایک فیصلہ اس کے دل نے ابھی ابھی کیا تھا پھر وہ پرسکون ہو کے جلدی جلدی آفس کے کام نمٹانے لگا تھا۔

❀......❀......❀

صبح سے ہے بے تابی جی کو آہ نہیں کچھ بھاتا ہے
دیکھیے کیا ہو شام تلک' جی آج بہت گھبراتا ہے

آج چودہ اپریل تھی صبح سے ہی اس کا دل بے حد اداس تھا' وہاج کے۔ ویسے سے اسے اتنا تو اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کے لیے سال گرہ وغیرہ گھومنا پھرنا وقت کے زیاں کے مترادف ہے مگر آج ان کی شادی کی پہلی سال گرہ تھی۔ دل کے نہاں خانوں میں کہیں ایک چھوٹی سی امید دبی بیٹھی تھی کہ شاید وہاج اسے وش کرے لیکن یہ اس کی خرابی قسمت تھی کہ صبح سے وہاج حیدر کا کوئی ایک بھی میسج نہیں آیا تھا اسے یہاں آئے پانچ دن ہو گئے تھے وہاج اسے لینے نہیں آیا تھا وہ کب سے بے کلی سی ادھر سے اُدھر گھوم رہی تھی۔ ہاں اس کی ساس کا فون ضرور آیا تھا ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ انتظار کے کانٹوں پر سفر کرتے کرتے شام ہو چلی تھی یوں بھی اپریل کی شامیں اب اپنے اندر ہلکا ہلکا حبس سمیٹے ہوئی تھیں۔ کمرے میں اس کا دل نہیں لگ رہا تھا تو گھر کے اندر موجود چھوٹے سے لان میں ادھر سے اُدھر ٹہلنے لگی جب ہی مین ڈور کی بیل متواتر سے بجتی چلی گئی تھی۔

''افوہ صبر نہیں ہے کیا بھئی آ رہی ہوں۔'' سادہ سے حلیے میں ڈھیروں اداسی لیے وہ دروازے کی جانب بڑھی تھی۔

''آپ......!'' سامنے وہاج حیدر کو دیکھ کے اس کی

آنکھیں جھپکنا بھول گئی تھیں۔

"کیوں بھئی آپ کو لینے میرے علاوہ کوئی اور آنے والا ہے کیا؟" وہاج حیدر کا لہجہ شوخ تھا وہ اسے لے کر اندر آ گئی تھی اس کی اماں اور بہن بھائیوں نے اپنے گھر کے بڑے داماد کو ہاتھوں ہاتھ لیا تھا۔ اماں داماد کی خاطر داری میں لگ گئی تھیں اور وہ گھر جانے کی تیاریوں میں اگلے آدھے گھنٹے میں تیار کھڑی تھی۔

"آہم آہم...... آج تو وہاج بھائی کو قتل کرنے کا ارادہ ہے کیا ویسے میں نے کہا تھا نہ کہ آج وہ ضرور آئیں گے بھئی پہلی سالگرہ جو ٹھہری پہلے پیار کی۔" اس کی چھوٹی بہن ثمینہ سدا کی شوخ و چنچل تھی۔ مدھم سی مسکراہٹ روشانے کے لبوں پر آئی تھی پھر شام کی چائے پی کے وہ دونوں گاڑی میں آ بیٹھے تھے سارے راستے وہاج نے اس سے کوئی بات نہیں کی نہ ہی اس کوشش کیا تھا وہ جو وہاج کی آمد سے خوش ہو بیٹھی تھی اس کی مسلسل چپ سے پل بھر میں اداس ہو گئی تھی اپنے خیالوں میں گم اسے اتنا بھی اندازہ نہ ہوا تھا کہ گاڑی گھر کے راستے کے بجائے انجان راستوں پر سفر کر رہی تھی' ٹھٹکی تو وہ تب تھی جب گاڑی شہر کے پوش علاقے کے ایک خوب صورت سے ریسٹورنٹ کے سامنے رکی وہ ہکا بکا سی رہ گئی تھی۔

"چلو بھئی اب اندر یا باہر ہی کھڑی رہو گی۔" وہاج ہنسا تھا مکمل ہنسی روشانے کے لیے یہ کسی سرپرائز سے کم نہ تھا وہ اس کے ساتھ چلتی ہوئی اندر آ گئی تھی۔ دونوں نسبتاً کونے کی ٹیبل پر بیٹھ گئے تھے۔

"جناب شادی کی پہلی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔" وہاج نے پہلے کوٹ کے اندر سے چھوٹا سا سرخ گلاب اور ایک پیارا سا کارڈ نکال کے اس کے سامنے رکھا۔

یہ وہی دن تھا
جب آج سے چار سال پہلے
اسی روش پر بنفشی بیلوں کے نرم سائے میں ہم ملے تھے
وہ لمحہ جب کہ ہمارے جسموں کو اپنے ہونے کا
حیرت آمیز' راحت افزا' نشاط اثبات مل چکا تھا
ہماری روحوں نے اپنا اپنا سنہری جنم لیا تھا
وہ ایک لمحہ
میں بہتی جائے......
قطروں کی سی ہی دھڑکن......
زیر زباں کچھ کہتی جائے
روزن اب تک جاگ رہا ہے
جیسے تو آنے والی ہو
جیسے تیرے نرم لبوں کی ریشم کرنیں
اپنے دامن میں تیری آواز سمیٹے
میری بند آنکھوں پر دونوں ہاتھ رکھیں اور پوچھیں
"بوجھو"
کس کی یاد کا لمس تمہارے گرم لبوں کو چوم رہا ہے
اک زمانہ گھوم رہا ہے
جاناں ایک پل آنکھیں کھولو
دیکھو آج ہمارے پیار کی پہلی سالگرہ کا
پہلا دن ہے......!

کارڈ پر پروین شاکر کی خوب صورت نظم درج تھی اتنی محبت پر اس کی پلکیں بھیگ چلی تھیں۔

"روشی پلیز مجھے معاف کردو' میں نے بہت دل دکھایا ہے تمہارا' پر اب دیکھنا سارے ازالے کردوں گا' کبھی تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں آنے دوں گا۔ تم جب بولوں گی جہاں بولو گی گھمانے لے کر جاؤں گا۔ ساری شاپنگ بھی خود کراؤں گا اور تم سے ڈھیروں باتیں کروں گا' کبھی غصہ نہیں کروں گا پلیز مجھے معاف کردو اور ابھی تمہیں گفٹ بھی تمہاری مرضی کا دلاؤں گا پلیز معاف کردو اور یہ کیک کاٹو پھر گھر جا کے بھی تو کیک کاٹنا ہے نہ' امی کے ساتھ۔" روشانے کے سامنے ہتھیلی پھیلائے وہ بڑی محبت سے اس کا ساتھ مانگ رہا تھا۔ روشانے کو بھلا اس کی محبت کے ساتھ کیا چاہیے تھا اس نے مسکرا کے اس کی ہتھیلی پر اپنا نازک و مخملی ہاتھ رکھ دیا۔ ٹیبل پر رکھا کیک اور اس پر جلتی کینڈل دونوں کے پیار کی محبت کی گواہ تھی۔ دونوں کی ہستی آج مکمل ہو گئی تھی' کیک کاٹتے ہوئے روشانے کے ہاتھوں میں محبت کا فخر تھا۔

گڈی کی ڈھال

شبینہ گل

کوئی درد آشنا ملتا نہیں ہے
اگرچہ آشنا ہر سو بہت ہیں
دھلے گی اپنے دامن کی سیاہی
منور آنکھ میں آنسو بہت ہیں

فائزہ نے چار سالہ عائزہ کو امریکن اسکول میں ڈالا تھا جس کی ماہانہ فیس اور دیگر اخراجات ملا کر اس کے ماہانہ گھریلو بجٹ سے کچھ ہی کم بنتے تھے لیکن اسٹینڈرڈ بھی کوئی چیز ہے' اس سے پہلے جس اسکول میں اس نے پلے گروپ کیا تھا اس کے معیار سے فائزہ مطمئن نہ تھی بقول اس کے......

''میں گھر میں اتنی محنت کر کے اسے انگلش سکھاتی ہوں اور وہاں اسکول میں ٹیچرز ایک لفظ بھی انگلش کا نہیں بولتیں نہ کوئی فیشن کی سمجھ ہے نہ ڈھنگ اس طرح کے ماحول میں میری بیٹی دبو اور کمزور سی ہوگئی ہے۔ بچے کے کانفیڈنس پر کوئی محنت نہیں' کانسپٹ سکھانے کے لیے کوئی ایکٹویٹی نہیں۔''

اس کی تقریر خاصی لمبی تھی لب لباب یہ کہ انگلش بولنا معیار ٹھہرا سو اس نے پلے گروپ کے بعد امریکن اسکول کا انتخاب کیا جہاں ایڈمیشن کے مراحل آئی ایس ایس بی سے زیادہ کڑے تھے اور جہاں اردو کی ٹیچر اردو کا مضمون بھی انگلش میں پڑھاتی تھی ویسے بھی آج کل کے دور میں خراب اردو بولنے والا ماڈرن اور خراب انگلش بولنے والا دقیانوسی سمجھا جاتا سو فائزہ بے حد طرح مرغوب ہو کر گھر لوٹی اور پھر اگلے کئی روز تک اس کی ساس اور دیور اس اسکول کی پروموشنل کمپین سے گھر بیٹھے مستفید ہوتے رہے۔

جی ہاں' فائزہ کی زبانی' دیور ہنستا رہتا اور سنتا رہتا' شوہر کو فرصت کہاں تھی جو سنتا اسی لیے فائزہ من مانی کرتی اور رہیں ساس تو انہوں نے ذرا سا ٹوکا۔

''چار دن ہوئے بچی کو اسکول جاتے اور ضرورت سے زیادہ ہی تیز کردیا ہے بچی کو' ایسے اسکول تو بچوں کی معصومیت ہی چھین لیتے ہیں بے مہار اور بے حیا بنا کر۔'' ناشتے کے آخری لقمے بدمزہ ہوگئے فائزہ بمشکل برداشت کر کے بولی۔

''اسکول کے ماحول سے کوئی فرق نہیں پڑتا' گھر میں تربیت اور ماحول اچھا ہو تو اسکول کی منفی باتیں اثر نہیں کرتیں۔ یہ بے حیائی نہیں کانفیڈنس ہے جو وہ بچی کو دے رہے ہیں' یہی آگے چل کر زندگی کی کٹھن راہوں میں اس کے کام آئے گا اور بس یہی تو ذرا سا لفظوں کا ہیر پھیر ہے' بے حیائی اور بدلحاظی کو کانفیڈنس کا نام دے کر لوگوں کے دماغوں اور سوچوں پر خوش نما رنگ برنگے کاغذ لپیٹ دو جن کے پار وہ اپنی مرضی سے دیکھ ہی نہ پائیں حتیٰ کہ تلخ تجربے کی پھوار اس گڈی کاغذ کو گلا کر دماغ اور سوچ کے روزن کھول دے تب حقیقت کے اصل رنگ نظر آئیں گے۔

ساس بھلا کیا کہتیں کہ گھر میں کون سا مولوی بٹھا رکھے ہیں جو حیا کی تربیت دیں اور دین سکھائیں۔ آدھا دن تو بچی

ان ٹیچرز کے ساتھ گزارتی ہے جو اسکول کے نافذ کردہ اصولوں کے مطابق نیم عریاں ڈریسنگ کرتی ہیں اور ان ہی کی تربیت کے نتیجے میں کانفیڈنس کے نام پر عائزہ ہر آئے گئے کی گود میں چڑھ کر کس کرتی تو اپنی ننھی بچی کے گڈمینرز پر فائزہ نہال ہوجاتی۔

❀.......❀.......❀
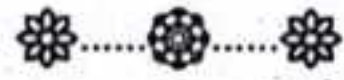
ویک اینڈ تھا' شہیر کاروباری دورے پر شہر سے باہر تھے اور اس کا دیور عباد اپنے کسی دوست کی عیادت کے لیے ہسپتال گیا ہوا تھا۔ وہ کچن میں بزی تھی اور عائزہ مسلسل اپنے فیورٹ کارٹون کی سی ڈی دلانے پر بضد تھی جو اس کی ٹیچر روز کلاس میں لگاتی تھی۔ اتنے ہائی فائی اسکول کی ٹیچر کی چوائس پر اسے ذرہ بھر بھی شک نہ تھا لیکن وہ کچن میں بری طرح مصروف تھی اور مارکیٹ جانا ممکن ہی نہ تھا جبکہ عائزہ شام کے وعدے پر کسی طور پر نہیں بہل رہی تھی۔ ایسے میں اظفر کی آمد اسے نعمت سے کم نہیں لگی' وہ اس کے دیور کا گہرا دوست تھا اور محلے میں ہی رہتا تھا۔ ان لوگوں کے گھر اس کا بہت آنا جانا تھا اس لیے عائزہ اس سے مانوس بھی تھی اور وہ بھی عائزہ سے بہت پیار کرتا تھا اسے دیکھتے ہی عائزہ بھاگ کر اس کی گود میں چڑھ گئی اور چاچو چاچو کہتی چٹاچٹ اس کے گالوں اور ماتھے پر پیار کرنے لگی۔ فائزہ ہنس پڑی البتہ اس کی ساس نے انتہائی ناگواری سے اس منظر کو برداشت کیا۔ عائزہ کو اظفر کے ساتھ سی ڈی لینے بھیج کر وہ پلٹی تو ساس کے تیوروں پر نظر پڑی۔

"فائزہ! کچھ شرم حیا کرو' لڑکی ذات ہے اسے کوئی تہذیب سکھاؤ' ایسے چٹاچٹ ہر کسی کو چومتی ہے بڑی ہونے پر بھی یہ عادت پختہ ہوجائے گی' حیا کے معنی نہ سمجھے گی۔" اوپن کچن کے لاؤنج کے رخ بنے کاؤنٹر پر رکھی سبزیاں اٹھاتی فائزہ نے انتہائی برا منہ بنایا۔

"او ہو امی اتنی سی بچی ہے وہ اور اظفر بھی گھر کا لڑکا ہے ابھی اتنی سی بچی پر یہ سب پابندیاں لگا کر کیوں پریشان کریں۔ سمیرا کے بچوں کو دیکھا ہے کیسے ڈرپوک اور دبو سے ہیں ذرا کسی اجنبی کو دیکھا تو ماں کی گود میں منہ چھپالیتے ہیں۔ ہماری عائزہ تو اتنی بولڈ ہے کہ اکیلے میں مہمان بھی ہینڈل کرلے۔" اس کے غرور پر ساس دہل سی گئیں پھر بھی لہجہ مزید نرم کرکے بولیں۔

"ماں کی گود بچے کی پناہ گاہ ہوتی ہے بیٹا! اس میں منہ چھپانے والا بچہ دبو نہیں ہوتا۔ یہ اس کا اپنی ماں پر کانفیڈنس ہوتا ہے' آج کل کا دور بڑا خراب ہے بچوں کی اتنی بولڈنیس بھی خطرناک ہے۔" فائزہ ساس کا غصہ سبزیوں پر نکال رہی تھی' جب ہی بولی۔

"ماں ساری عمر میں گودی لیے نہیں رکھ سکتی' بچے میں اتنا کانفیڈنس ضرور ہونا چاہیے کہ وہ اکیلا بھی ہو تو ہر مشکل میں اپنا دفاع کرسکے۔" ساس خاموش ہوگئیں۔

لاؤنج میں اب صرف گھڑی کی ٹک ٹک کی بازگشت تھی یا کھٹا کھٹ سبزیاں کاٹتی چھری کی کاؤنٹر سے ٹکرانے کی آواز۔ ساس کا دل ان سبزیوں کے ساتھ ہی کٹتا جارہا تھا' ان کے لب خاموش تھے مگر دل چلا رہا تھا۔

"جس بچی کو تم صحیح غلط کی پہچان ہی نہیں کرواؤ گی وہ اکیلے میں اپنا دفاع بھی کیسے کرے گی' وہ کیسے سمجھ پائے گی کہ اس صورت حال کو صحیح سمجھ کر جھیلنا ہے یا غلط سمجھ کر رد کرنا ہے۔" فائزہ بگڑے تیوروں کے ساتھ سبزیاں فرائی کرنا شروع کرچکی تھی اب اس کی ساس کی طرف پشت تھی وہ گہری سانس بھرتی اپنے کمرے کی طرف چل دیں۔

❀.......❀.......❀

اظفر' عائزہ کے روم میں کمپیوٹر میں کارٹون سی ڈی لگا کر کچھ دیر اس کے پاس بیٹھا دیکھتا رہا پھر واپس گھر چلا گیا۔ فائزہ کا کام آسان ہوگیا' اس نے سکون سے کچن کے کام ختم کیے اور کپڑے پریس کرنے لگی۔ لنچ کا ٹائم ہوا تو وہ استری چھوڑ کر کھانا لگانے کی غرض سے باہر آئی۔

کھانا لگا کر اس نے عائزہ کو آوازیں دیں لیکن وہ کارٹون میں اس بری طرح محو تھی کہ سنا ہی نہیں۔ فائزہ دائیں بائیں سر ہلاتی اس کے روم میں داخل ہوئی۔ وہ کہنیاں میز پر ٹکائے کارٹون میں غرق تھی۔ فائزہ مسکراتی ہوئی آگے بڑھی اور اسی پل اس کی نظر اسکرین پر چلتے منظر پر پڑی' اس کی مسکراہٹ سکڑ گئی۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا' اس کی پلک جھپکنے سے انکاری ہوگئی۔ اس کی امریکن اسکول کی ماڈرن ٹیچر کی کارٹون سلیکشن پر اسے کبھی بھی شبہ نہ ہوتا لیکن یہ جو منظر کے سامنے تھا۔ اس کی موجودگی میں تو وہ شہیر کے زیادہ قریب بیٹھتی بھی نہ تھی اور اس کی بیٹی روز اسکول میں ایسے اخلاق باختہ کارٹونز دیکھ رہی تھی اسے لگا وہ خلا میں معلق ہوگئی ہو' اس کے ہاتھ پیر سن ہوگئے۔ اسی پل عائزہ نے مڑ کر دیکھا شاید اس کی

حیات نے کسی کی موجودگی کا سگنل دیا تھا۔
"ممی......" اس کی کانفیڈنٹ بیٹی کے چار سالہ معصوم چہرے پر چالیس سالہ عورت کی سی پختگی تھی یا اسے ایسا لگا۔ وہ تڑپ کر آگے بڑھی، جھپٹ کر ماؤس ہلایا اور ویڈیو بند کی۔ ہاتھ بٹن پر مار کر سی ڈی روم سے سی ڈی نکالی اور اس کے دس ٹکڑے کر کے کارپٹ پر پٹخ دیئے، عائزہ ہراساں ہوئی لیکن چپ رہی۔

"یہ سب دیکھتی ہو تم اسکول میں؟" اس کا لہجہ ایسا تھا جیسے اس کی مخاطب بیٹی چوبیس برس کی میچور لڑکی ہو اب پردہ بھی کیا رہ گیا تھا۔

"یس ممی!" اس نے دھیرے سے کہا تو تردید کی آس لیے وہ اندر تک ٹوٹ گئی۔ باہر ڈرائنگ ٹیبل پر بیٹھی ساس کو کیا منہ دکھاتی، مضمحل چہرے کی کیا توجیہہ دیتی۔ اسے زیادہ فکر تو اب بھی اپنا انا کی تھی، بمشکل تمام خود کو کمپوز کرتی وہ عائزہ کو لیے ٹیبل تک آئی۔ عائزہ الجھی ہوئی تھی لیکن وہ معصوم حقیقتیں کیا جانے سو کھانا کھاتی رہی۔ آج اس کی الجھی بکھری ممی کو انگلش ٹیبل مینرز دہرا کر اسے یاددہانی کرانا بھی بھولا ہوا تھا۔ ساس نوٹ کر رہی تھیں مگر خاموشی بہترین حل ہوتا ہے ہر مسئلے کا۔ اس عمر میں آ کر بالآخر انسان یہ بات سمجھ ہی جاتا ہے۔

فائزہ محض پلیٹ میں چمچ گھما کر ساس کے کھانا ختم کرنے کا انتظار کرتی رہی اور پھر سب کچھ سمیٹ کر کمرے میں بند ہوگئی۔ شہیر کے واپس آنے سے پہلے اسے خود کو نارمل کرنے کے ساتھ ساتھ کل کا لائحہ عمل بھی طے کرنا تھا کہ وہ عائزہ کے اسکول جا کر کس طرح بات کرے گی لیکن کئی گھنٹوں کی پلاننگ کے باوجود اس کی بات سن کر عائزہ کی سلیولیس ٹاپ اور ٹائٹس پہنی ماڈرن سی ٹیچر نے زوردار قہقہہ لگایا تو وہ ہونق ہوگئی۔

"آپ کس دنیا میں رہتی ہیں مسز شہیر! یہ سب ہم ان ہی بچوں کی ڈیمانڈ پر لگاتے ہیں، بچے گھروں میں والدین کے بیڈ رومز اور پھر کیبل پر اس کارٹون کی حدوں سے بہت آگے کی چیزیں دیکھ لیتے ہیں۔ یہ گھر کے ماحول کی بات ہے اس میں ہمارا کوئی رول نہیں، آج کا بچہ آپ کی سوچ سے زیادہ بولڈ ہے پھر بھی میں ٹرائی کروں گی کہ اس کارٹون کو اوائڈ کر سکوں ویسے بچوں کو جتنے بھی کارٹونز پسند ہیں وہ بھی اس قسم کے ہیں آج کل تو ٹام اینڈ جیری بھی کلین اینڈ پیور نہیں رہا۔" عائزہ کی ٹیچر فراٹے سے انگلش میں اسے مہذب الفاظ سے لتاڑتی رہی اور

وہ سنتی رہی۔

امراء وزراء کے بچوں کے ساتھ اس امریکن اسکول میں اپنی بچی کو پڑھتا دیکھنے کی بے وقوفانہ خواہش الگ بات لیکن یہ سب کر کے بھی وہ اپنی اور ان کی اقدار میں حائل وسیع وعریض خلیج کو چاہ کر بھی پاٹ نہ سکتی تھی۔ اتنی حیا تو اس میں باقی تھی بس ذرا نادان تھی' ماڈرن ازم کی تقلید میں پاگل تھی۔ سطحی سوچ کی حامل جذباتی سی عورت تھی' چمکتی چیز کو سونے کی بجائے ہیرا سمجھ کر اپنے ہاتھ کٹوانے چلی تھی لیکن مسئلہ تو یہ تھا کہ یہ سب قبول کر کے وہ اپنی ناک نیچی ہونا کیسے برداشت کرے۔

❀......❀......❀

موسم بدلا تو عائزہ کو شدید فلو نے جکڑ لیا' اس کی ناک اس قدر تیزی سے بہہ رہی تھی کہ فائزہ نے ٹھنڈ میں اسکول بھیج کر مزید بیمار کروانے سے چھٹی کروانا بہتر سمجھا۔ چھٹی لینے کے مراحل سے گزرنے کے لیے اس نے شہیر کو بھیج دیا۔ وہ وہیں سے آفس کے لیے نکل گئے ان کا بزنس اس قدر پھیلا ہوا تھا کہ وہ گھر کو کم ہی توجہ دے پاتے تھے اور فائزہ ٹھہری سطحی سی مادہ پرست عورت' اس کے ہاتھ میں اختیار تھا اور پیسہ بھی۔ ڈرائیونگ جانتی تھی سو شوہر کی مصروفیات سے اسے کوئی خاص فرق نہ پڑتا تھا وہ اپنے لیے ہزار مشاغل ڈھونڈ لیتی تھی۔ کوکنگ کے معاملے میں اس کی ساس کی سختی سے تاکید تھی کہ نوکروں سے نہیں کروانی اور کچھ اسے کوکنگ کا شوق بھی تھا سو یہ کام وہ کر لیتی تھی باقی وہ تمام ذمہ داریوں سے آزاد تھی حتیٰ کہ نوکروں سے کام بھی ساس لیتی تھیں۔ عباد اسٹڈیز میں مصروف رہتا تھا سو گروسری اسے خود کرنا پڑتی تھی۔ یہ کام بھی چونکہ ایک طرح کی تفریح ہی تھا سو وہ بخوبی سرانجام دیتی تھی۔

یہ محض تین چار دن بعد کی بات ہے جب فلو کی وجہ سے اس نے عائزہ کو چھٹی کروائی تھی۔ ساس لانڈری میں تھیں جو گھر کے پچھلے حصے میں واقع تھی وہاں وہ نوکرانی کے سر پر کھڑی کپڑے دھلوا رہی تھیں۔ عائزہ کو کمرے میں لٹا کر وہ گروسری کے لیے نکل رہی تھی جب اظفر آیا۔ وہ عباد سے چند سال بڑا تھا سو تعلیم مکمل کر کے اب جاب تلاش کر رہا تھا۔ اسے جاتا دیکھ کر وہ مسکراتا ہوا پاس آیا اور خوش دلی سے سلام کیا' وہ بھی جواب دے کر مسکرائی۔

''اظفر تھوڑی دیر عائزہ کے پاس بیٹھ جاؤ' میں بس آدھے گھنٹے میں آتی ہوں' اس کی طبیعت ٹھیک نہیں اور امی لانڈری میں بزی ہیں پلیز اظفر......!''

''ارے بھابی اٹس اوکے میں دیکھ لیتا ہوں عائزہ کو۔'' وہ خوش اخلاقی سے کہتا اندر چل دیا تو فائزہ قدرے پرسکون ہو کر گاڑی لیے نکل گئی۔ وہ مین روڈ تک ہی پہنچی تھی کہ یکایک اسے یاد آیا ساس نے بھی اپنے کچھ سامان کی لسٹ دی تھی وہ سر پر ہاتھ مار کر رہ گئی۔

''شکر ہے زیادہ دور نہیں آئی تھی۔'' اس نے خود کلامی کرتے ہوئے یوٹرن لیا۔ ساس کا سامان دوسری مارکیٹ سے لینا تھا اس میں وقت لگ جاتا سو اس نے سوچا عائزہ کو ساتھ ہی لے لیتی ہوں۔

''ویسے بھی اب دھوپ نکل آئی ہے وہ بہتر محسوس کرے گی۔'' یہی سوچتے ہوئے وہ گھر تک آئی اور گاڑی باہر ہی چھوڑ کر گھر کے اندر آ گئی۔

عائزہ کے روم سے نرسری رائمز کی آواز آ رہی تھی جو عباد نے اس کے لیے کمپیوٹر میں ڈاؤن لوڈ کی تھیں' وہ مسکرا دی۔ یہ یقیناً اظفر نے اسے بہلانے کے لیے لگائی ہوں گی' اپنی روم سے ساس کی دی ہوئی لسٹ اٹھا کر اس نے عائزہ کے روم کا دروازہ کھولا اور...... اور دنیا اس کے آگے گول گول گھوم گئی۔ آسمان بگولے بنتا محسوس ہوا' زمین شق ہوتی محسوس ہوئی۔ اسے لگا کسی نے اس کے دل کے وسط میں چیرا لگا کر دونوں ہاتھوں سے کھینچ کر پھاڑ دیا ہو۔

اظفر کی گود میں بیٹھی اس کی بولڈ کانفیڈنٹ چار سالہ بیٹی کا چہرہ مردے جیسا سفید تھا اور آنکھیں دہشت سے پھٹی پڑ رہی تھیں اسے دیکھ کر اظفر اچھل کر کھڑا ہوا۔ عائزہ لڑکھڑا کر کارپٹ پر گر پڑی' فائزہ میں اتنی ہمت بھی نہ تھی کہ وہ آگے بڑھ کر اظفر کو ایک تھپڑ ہی رسید کر دیتی۔ وہ موقع غنیمت جان کر سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا اور تھپڑ تو فائزہ کے منہ پر پڑا تھا' کانفیڈنس اور بولڈنیس کا......

بیٹی بیٹی ہوتی ہے بچی نہیں ہوتی
عورت ہوتی ہے ننھی نہیں ہوتی
کم عمر نہیں ہوتی...... عزت دار ہوتی ہے

ہم یہ کیوں سمجھ لیتے ہیں کہ کم عمر بچی کی عزت کوئی اہمیت نہیں رکھتی اس کے لیے شرم وحیا کے کوئی اسٹینڈرڈ بچپن میں مقرر کرنے ضروری نہیں ہوتے۔ ہم یہ کیوں سوچ لیتے ہیں کہ بچی چھوٹی ہے تو کسی کی بھی گود میں چڑھ کر التفات ظاہر کرنے

فرحت اشرف جٹ

کیسی ہو سسٹرز (آہم آہم) مجھے ویلکم بولیے!

جی مجھے کہتے ہیں فرحت اشرف جٹ۔ بھائی اصغر علی گھمن مجھے فرو کہتے ہیں۔ جٹ گھمن ہماری کاسٹ ہے میں قصبہ سید والا ضلع ننکانہ صاحب میں رہتی ہوں 5 فروری کو تمام رعنائیوں سمیت جلوہ افروز ہوئی تو گویا دنیا سج گئی ہم تین سسٹرز اور ایک بھائی ہے بڑی دونوں سسٹرز میرڈ ہیں۔ بھائی عدیل اشرف گھمن ٹو کلاس کا اسٹوڈنٹ ہے۔ بہت شرارتی ہے یہ اور بات ہے کہ میری کبھی اس کے ساتھ بنی نہیں بڑی آپی مسز اصغر کے تین بچے ہیں دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے اسد اصغر گھمن، عبدالصمد اصغر گھمن اور علیشاء اصغر جٹ۔ عبدالصمد میں تو میری جان ہے۔ میں بی اے کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ ہر انسان کی طرح میں بھی خوبیوں اور خامیوں کا مجموعہ ہوں۔ خوبی یہ ہے کہ بہت حساس دل ہوں کسی کا دکھ برداشت نہیں کرسکتی فرینڈلی ہوں۔ خامی یہ ہے کے ہر کسی پر بہت جلد بھروسہ کرلیتی ہوں اور ذات پرست بھی ہوں۔ اب آتے ہیں پسند اور ناپسند کی طرف۔ سردیوں کی بارش اور دسمبر کی راتوں کو آئس کریم کھانے کا مزا ہی کچھ اور ہے۔ بہت شوق سے کھاتی ہوں۔ رات کی خاموشی اور پورے چاند کی روشنی اٹریکٹ کرتی ہے۔ سادہ اور نفیس لوگ پسند ہے، بناوٹی قسم کے شو آف کرنے والوں کے درمیان طبیعت اکتانے لگتی ہے، کھانے میں مجھے بریانی، فرائیڈ رائس، شیر خورما بے حد پسند ہے۔ کوکنگ کرنا بے حد پسند ہے نئی نئی ڈش بنانا اچھا لگتا ہے۔ ڈریسنگ میں جینز کے ساتھ لانگ فراک، شرارہ قمیض، سادہ شلوار قمیص شوق سے پہنتی ہوں۔ ہائی ہیل سینڈل پسند ہیں رنگوں میں مجھے اسکائی بلیو اور بلیک اچھے لگتے ہیں جیولری میں مجھے ایرنگز اور گولڈ کی چین اچھی لگتی ہے کانچ کی چوڑیاں بھی پسند ہے۔ کاسمیٹک میں لپ اسٹک اور کاجل پسند ہے لمبے بال بہت پسند ہیں اور میرے بال لمبے اور خوب صورت ہیں۔ میری فیورٹ ٹیچرز مس تنویر، مس یاسمین اور مس نازیہ بانو ہیں۔ شاعری میں وصی شاہ اور مرزا غالب فیورٹ ہیں۔ گلوکار عاطف اسلم، راحت فتح علی خان اور ہمیش ریشمیا پسند ہیں۔ تاریخی مقامات کی سیر کرنے کا بہت شوق ہے۔ فرینڈز سرکل بہت وسیع ہے۔ بشریٰ بیسٹ فرینڈ ہے۔ اور معاملات کا ذکر صرف اللہ سے کرتی ہوں اور اللہ سے اپنے تعلق بہتر رکھنے کی کوشش کرتی ہوں۔ اور آخر میں ایک بات گرلز! ان عیبوں سے دور رہو جو تمہیں بدکرداری کا تحفہ دے کر زمانے میں رسوا کردیتے ہے۔ ایسے محبت نما دھوکوں سے خود کو دور رکھو کہ تم اپنے گھر کی چاردیواری کی ہی نہیں اس وطن کی بھی عزت ہو۔ مجھ سے ملنا کیسا لگا؟ اگر دل چاہے تو ضرور بتائے گا۔ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں تو مجھے بھی شامل دعا کیجیے گا۔ خدا حافظ

لگ جائے۔ بچی تو کم عمر ہے معصوم ہے لیکن ہوس پرستوں کا نہ کوئی دین ہوتا ہے نہ ہی احساس۔ بچیوں کو بے مہار چھوڑنا ایسا ہی ہے جیسا کھلے آسمان تلے گوشت رکھ کر توقع کرنا کہ چیل، کوا یا بلی منہ نہیں مارے گی۔

آج اسے ساس کی بہت سی باتیں اور دبے لفظوں میں ٹوکنا یاد آ رہا تھا۔ آج...... اتنا بڑا نقصان اٹھانے کے بعد وہ جو بچی کے کانفیڈنس اور بولڈنیس کے لیے ہلکان ہوئی پھرتی تھی اب اس کی نفسیاتی بربادی اور جسمانی و روحانی پامالی کا سوچ سوچ کے پاگل ہو رہی تھی۔

❀......❀......❀

اس کی ساس نے اندر آتے ہوئے اظفر کو حواس باختہ سا بھاگتے ہوئے دیکھا پھر لاؤنج سے گزر کر اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے عائزہ کے بند کمرے کے اندر سے ماں بیٹی کے بلکنے کی آوازیں باہر آتی سنی تھیں ان کا دل پھٹنے لگا وہ بھانپ گئیں۔ وہ پتھر دل نہیں تھیں لیکن یہ وقت کسی بھی نصیحت کا نہیں تھا اس وقت اسے اکیلا چھوڑ کر کتھارسس کا موقع دینا اہم تھا۔ وہ کمرے میں چلی گئیں اور جائے نماز بچھا کر نفل کی نیت باندھ لی پھر تڑپ کر روئیں، گڑگڑا کر اپنے گھر کی سلامتی کی دعا مانگی۔

آنے والے دنوں میں انہوں نے فائزہ میں واضح بدلاؤ دیکھا' کتنے دن دونوں ایک دوسرے سے کتراتی پھریں پھر ایک روز انہوں نے فائزہ کو جائے نماز پر سر جھکائے زاروقطار روتے پایا تو ان سے رہا نہ گیا۔ وہ اس کے پاس جاکر بیٹھ گئیں اس کے سر پر ہاتھ رکھا تو اس نے چونک کے سر اٹھایا اور ساس کو دیکھ کر ضبط کے بندھن پھر سے بکھر گئے۔ کتنی دیر دونوں ایک دوسرے کے گلے لگی روتی رہیں پھر انہوں نے ہی

اس کے آنسو پونچھے اور دونوں ہاتھ تھام کر بولیں۔
"عائزہ کو تمہاری ضرورت ہے بیٹا! تم اپنے غم میں اسے فراموش کر رہی ہو جبکہ اصل غم تو اس کا ہے۔" ان کے دھیمے انداز پر فائزہ کے دل کو قرار سا آ گیا پھر بچی کا سوچ کے تڑپ کر ساس کو دیکھا تو انہوں نے اپنی بات جاری رکھی۔
"اپنی بیٹی کو اپنی ایسی دوست بناؤ جو تمہاری گود میں پناہ لے کر تمہیں اپنے دل کی ہر بات بتانے میں اور ہمہ وقت تمہارے قریب رہنے میں خود کو محفوظ جانے۔ تمہاری گود اس کی ڈھال بنے' اسے ایسا کانفیڈنس مت دو کہ وہ تمہارے بغیر جینا بچپن میں ہی سیکھ جائے کیونکہ ابھی اسے صحیح غلط کی تمیز نہیں اور اسے یہ تمیز سکھائے بنا خود سے الگ مت کرنا بیٹی' ماں اور بیٹی کو ایک ذات ہونا چاہیے' دو الگ ذات نہیں۔"
آج مادہ پرستی اور مغربی تقلید کی عینک ٹوٹی تو حقیقی تجربات کے نچوڑ پر اسے اعتبار آنے لگا۔ اس کے رکے آنسو پھر بہہ نکلے تو اماں نے اس کا سر اپنے کندھے پر رکھ لیا۔ وہ اسے رونے دینا چاہتی تھیں تاکہ ان آنسوؤں میں اس کی ساری کثیف سوچیں بہہ جائیں اور اس کے بعد نکھرے ستھرے دماغ میں ستھری سوچیں اور مثبت عزائم کا حوصلہ بیدار ہونے لگے۔ فائزہ ہٹ دھرم نہیں تھی' جذباتی اور بے وقوف تھی اور جذبات کا ریلا بہہ جانے کے لیے ہی ہوتا ہے اسے بہنے دینا چاہیے تاکہ عقل و دانش کو جگہ مل سکے۔

❁ .... ❁ .... ❁

"پیارے اللہ جی! نماز سکھادیں' مجھے نماز نہیں آتی۔ جیسے دادی نماز میں بہت سارا رو رو کر آپ سے دعا کرتی ہیں ایسے میں نے بھی کرنی ہے۔ اللہ جی میری ممی ہر وقت روتی ہیں بس ان کو چپ کرادیں اور اظفر چاچو بہت گندے ہیں۔ اللہ جی مجھے بہت رونا آتا ہے مجھے بھی چپ کرادیں میری ممی مجھے چپ نہیں کرواتیں' اللہ جی میرا اسکول چینج کروادیں یہ بالکل بھی اچھا نہیں یہاں پر آیا جی بھی اظفر چاچو جیسی ہوتی ہیں اور وہ میرے چاچو نہیں سوری اللہ جی...... میرے عباد چاچو تو بہت نائس ہیں۔" وہ بہت دیر سے کمرے میں بند تھی تو فائزہ اسے بہلانے کے لیے آئی تھی تاکہ اسے باہر لے جا کر تھوڑا انجوائے کرا سکے۔ اس کی ننھی گڑیا کارپٹ پر اس کا دوپٹہ بچھائے اسکارف سر پر لپیٹے زار و قطار رو رو کر اپنے پیارے اللہ جی سے جو فریادیں کر رہی تھی وہ اسے سن کر دہلیز میں گڑ کر رہ گئی۔ بہت مشکلوں سے خشک کیے آنسو پھر بہہ نکلے۔ وہ تڑپ کر آگے بڑھی اور کارپٹ پر بیٹھ کر اپنی ننھی منی سی عائزہ کو بھینچ لیا اور تڑپ تڑپ کر رو دی۔
"میری بیٹی نے نماز سیکھنی ہے' میں اپنی بیٹی کو سکھاؤں گی۔" وہ ہذیانی انداز میں اسے چومے جارہی تھی۔
"میری بیٹی دعا مانگے گی نا' میں اپنی بیٹی کو دعا کرنا سکھاؤں گی۔" اس نے عائزہ کے بالوں کو چوما پھر گالوں کو۔
"میری بیٹی کا اسکول گندا ہے میں اسکول چینج کروادوں گی' جیسا میری بیٹی کہے گی میں بالکل ویسا کروں گی۔ میں اپنی بیٹی کو وضو کرنا سکھاؤں گی' نماز سکھاؤں گی' دعا مانگنا سکھاؤں گی۔ میری بیٹی دنیا کی سب سے پیاری بچی ہے اسے میں اللہ جی کی سب سے پیاری بندی بناؤں گی' ٹھیک ہے نا عائزہ!" اس کے الفاظ بے ربط تھے سانس پھول رہی تھی' عائزہ نے روتے روتے معصومیت سے اثبات میں سر ہلایا۔
"آؤ ہم وضو کریں' ممی اپنی عائزہ کے ساتھ مل کر نماز پڑھیں گی۔"
پہلے اس نے خود وضو کر کے عائزہ کو دکھایا پھر اسے وضو کروایا' پھر جائے نماز بچھا کر اسے ساتھ کھڑا کیا اور اسے نماز پڑھوانے لگی۔ ان دونوں کو یوں مگن دیکھ کر اس کی ساس کے بھی آنسو بہہ نکلے۔ انہوں نے بھی وضو کیا اور اپنی جائے نماز لا کر عائزہ کے برابر بچھادی' فائزہ اور عائزہ نے بیک وقت ان کی طرف دیکھا اور تینوں کھل کر مسکرادیں۔
"بے شک دلوں کا سکون اللہ کے ذکر ہی میں ہے۔"

پیار کی بازی

عالیہ حرا

کچھ بھی کر گزرنے میں دیر کتنی لگتی ہے
برف کے پگھلنے میں دیر کتنی لگتی ہے
اس نے ہنس کے دیکھا تو مسکرا دیے ہم بھی
ذات س نکلنے میں دیر کتنی لگتی ہے

"ماما......" ارسلان صوفے کے قریب گھٹنوں کے بل جھکا۔ رعنا اسی صوفے پر دم بخود بیٹھی تھیں، ان کی نظریں خطرناک حد تک سنجیدہ ارسلان پر تھیں۔ کوئی خاص بات کرنی ہو تو وہ ایسے ہی سنجیدہ ہوتا تھا۔ ان کے اندر ہول اٹھنے لگتے تھے۔

"ما...... ما...... ماما۔" ان کے گھٹنوں پہ ہاتھ رکھ دیئے۔ اس کے ہاتھ ٹھنڈے ہو رہے تھے۔ اس کا سر مزید جھکا اور ان کے گھٹنوں پر ٹھہر گیا۔ ان کے گرم ہاتھوں کو اپنے سرد ہاتھوں میں تھام لیا۔

"ماما...... آ...... پ...... آپ شادی کر لیں۔" زمین آسمان بھک سے اڑ گئے۔ دھویں کے بادل ہر سو پھیلنے لگے سرمئی دھویں نے انہیں اپنے حصار میں لے لیا۔

ان کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ ماحول میں ایسا سناٹا تھا جیسے موت کے بعد سکوت ہو۔ ان کا وجود گنگ تھا۔ ارسلان نے سر نہیں اٹھایا۔ رعنا نے اس کے سر پر ہاتھ نہیں رکھا۔ وقت ٹھہر ارکا اور...... اور پھر گھڑی کی ٹک ٹک شروع ہو گئی۔

❁ ...... ○ ❁

"پھر......" سلمان کا لہجہ سنجیدہ تھا۔

"میں نے بال ماما کے کورٹ میں پھینک دی ہے انہیں شاید اس تھرو کی امید نہیں تھی۔" ارسلان کتاب کے صفحے پلٹ رہا تھا۔

"وہ ایک دم سے چپ ہوئیں اور پھر اٹھ کر کمرے سے نکل گئیں۔ سکینہ نے بتایا کہ ماما آج آفس نہیں گئیں۔ دوپہر کو کمرے سے باہر بھی نہیں نکلیں اور رات کو بھی ہم نے اکیلے ہی کھانا کھایا۔ تم دیکھ کر تو آئے ہو کہ وہ سو رہی ہیں۔" ارسلان نے تفصیل سے بتایا۔

"اور درحقیقت وہ سو نہیں رہیں۔" سلمان نے کہا۔ "وہ ناراض ہو گئی ہیں۔"

"اور ان کی ناراضگی مسئلے کا حل نہیں ہے۔"

"شاید ہمارا انداز غلط ہے۔" ارسلان گلٹ فیل کر رہا تھا۔

"ہوں...... مجھے بھی یہی لگتا ہے۔ بہر حال دیکھیں کیا ہوتا ہے۔"

"ماما کی ناراضگی طویل ہو گئی تو؟"

"ہو جائے مگر ہمیشہ کی نہ ہو۔"

"ہوں۔"

"تم صبح کالج ضرور جانا، بالکل روزمرہ کی طرح ان سے بات کرنا، یہ پوز مت کرنا کہ تمہیں سب معلوم ہے۔"

"ہوں۔"

"اور اگر ماما نہیں مانی تو......" سلمان کشن کے سہارے لیٹا۔
"انہیں منانا ہی تو ہے سلمان۔" ارسلان نے گہرا سانس لیا۔
"ویسے انکل شہریار علی اتنے برے نہیں۔"
"اور ان کی بیٹی فریحہ مجھے بہت پسند ہے۔"
"ہے......" ارسلان نے آنکھیں نکالیں۔
"حدادب' رشتہ بن جائے تو......" سلمان نے تھوک نگلا۔
"تم نے یہ دیکھنا ہے جہاں بال میرے کورٹ سے نکلے گی وہاں تم نے شارٹ لینا ہے' ماما ایکسپرٹ نہیں ہیں۔" ارسلان آئندہ کا لائحہ عمل بنا رہا تھا۔

❁......○......❁

اپنے کمرے میں بند رعنا علی رضوی' گم صم' خاموش' سوگوار سی اپنے بیڈ پر لیٹی تھیں' بے آواز ٹی وی چل رہا تھا' دکھ اور تکلیف کے مراحل سے گزر رہی تھیں۔
"ارسلان......ارسلان نے یہ کیا کہہ دیا؟" کس چیز کی کمی دی انہوں نے اپنے بچوں کو' کیا نہیں دیا' اپنی عمر' پیسہ' زندگی' تنہائی' خوشیاں' مرضی' حیات نو' خواب' سب سب کچھ تو ان کے بچوں کے آگے نثار تھا۔ پھر......پھر! ارسلان نے یہ کیا کہہ دیا۔ انہوں نے تو اپنے کردار کی کتنی حفاظت کی تھی' کسی کی مجال نہیں تھی کہ کوئی ان کے لیے غلط سوچ' غلط رویہ رکھتا' تکریم و تعظیم دیتے تھے انہیں آفس میں عزت تھی' خاندان میں توقیر تھی' اقبال مندی سے سراہتے تھے۔
"رعنا نے زندگی قربان کردی بچوں کے لیے......عظیم عورت ہے۔" انہوں نے گہرا سانس لیا۔
"ارسلان کہہ رہا ہے ماما آپ شادی کرلیں کیوں؟ اس نے ایسا کیا دیکھا' کیا سمجھا مجھے......؟" ان کی پلکیں بھیگنے لگیں۔
انہیں تو اپنے اردگرد کسی اور کو دیکھنے کی فرصت نہ تھی۔ آفس سے گھر' گھر میں کام' کام سے بچے' بچوں کی مصروفیت' رات میں بچوں کے خواب' خواب میں ان کا شاندار مستقبل' ان کے آگے تو اپنے مستقبل کا سوچا ہی نہیں تھا اور اپنا مستقبل کیسا؟ ان بچوں کا مستقبل ہی تو ان کا مستقبل تھا۔ ارسلان نے سی اے کرنے باہر جانا تھا' یہ طے تھا۔ سلمان کو انجینئر بننا تھا اور اعلیٰ تعلیم کے لیے باہر جانا تھا۔ سب ان کی مرضی ومنشاء سے ہو رہا تھا پھر......! پھر آنسو تیزی سے بہنے لگے۔ دھیرے سے اٹھ بیٹھیں۔ ارسلان نے ایسے کیوں کیا؟ وہ تو آفس میں بھی اپنے کام سے کام رکھتی تھیں۔
گھر آ کر ان کی زندگی گھر و بچوں کے گرد گھومتی تھی۔ ان کی تو کوئی سوشل ایکٹوٹیز ہی نہیں تھی۔ خاندان کی گیدرنگ میں بھی بہت کم جاتی تھیں۔ ان کے تو سیل میں بھی کوئی غیر ضروری نمبر نہیں تھا۔ کبھی سیل چھپانے کی نوبت ہی نہیں آئی انہوں نے تو بچوں سے کبھی کچھ نہیں چھپایا تھا اور نہ ہی چرایا تھا۔ پھر......! آنچل منہ پر رکھا۔ کیسے ارسلان نے اتنی بڑی بات کردی۔ باہر خاموشی تھی۔ ارسلان تو وجہ تنازعہ تھا سلمان بھی نہیں آیا۔ ان لوگوں نے ایسا کیوں سوچا؟
انہیں کوئی وجہ سمجھ نہیں آرہی تھی۔ ان کا کردار صاف وشفاف تھا' کردار آئینہ تھا۔ بچوں کو غلط فہمی ہوئی ہوگی۔ ان کی زندگی میں کوئی دوسرا آیا ہی نہیں تھا۔ انہیں ارسلان سے پوچھنا چاہیے اس نے ایسا کیوں سوچا۔ بھلا...... بھلا ماں سے کوئی ایسی بات کرتا ہے۔ انہیں گلہ آمیز ملال ہوا۔ بچوں اور جاب کی مصروفیات' نے انہیں سوچنے ہی نہیں دیا۔ آفتاب کے انتقال کے بعد انہوں نے ذمہ داریاں سنبھال لیں تھیں انہیں اپنا کوئی قصور کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔
ارسلان نے ایسے کیوں کیا؟ کس بات کی کمی تھی ان کی زندگی میں؟

❁......○......❁

"ماما کہاں ہیں؟" کالج سے آتے ہی نیوز دیکھتے سلمان سے سرگوشی میں پوچھا۔
"آفس۔"
"شکر ہے کمرے سے باہر نکلیں' تم سے بات ہوئی۔"
"نہیں میں سو رہا تھا۔"
"تمہیں کہا تھا کہ ماما کی رائے لو ان سے باتیں کرو وہ ہرٹ ہیں۔"
"ہوں۔"
"یہ......ہوں کے علاوہ بھی کچھ کرلیا کرو۔" پاؤں پھیلا کر سامنے ٹیبل پر رکھے۔
"ماما نہیں مانیں گی۔"
"انہیں ہی تو منانا ہے۔ ہرٹ کرکے' ضرب لگا کر' غصہ دلا کر۔" سلمان اس کی شکل دیکھنے لگا۔
"ہمیں اتنا خود غرض نہیں بننا چاہیے کہ ہمارے شاندار

مستقبل کے بعد ہماری ماں تنہا رہ جائے سلمان!'' ارسلان شدت ضبط سے کہہ رہا تھا۔

''قسمت نے ان کو بیوہ بنادیا ہے تو شعور ہمیں بھی دیا ہے۔ اسلام ہمیں کہتا ہے کہ بیوہ عورت کی شادی جلد سے جلد کردو ورنہ گناہ گار ہوگے' یہ حق ہے ان عورتوں کا۔''

''جب سے میں نے لیکچر سنا ہے میں بہت ہرٹ ہوں۔'' ارسلان تحمل سے کہہ رہا تھا۔ سلمان سنجیدگی سے سن رہا تھا۔

''انکل شہریار سے ملے۔''

''نہیں..... ملنا مقصد نہیں ہے' مسئلے کا حل مقصد ہے۔ ماما کی خاموشی کا قفل توڑنا ہے۔ نانو ہوتیں تو ان سے کہتے' مگر اب لالہ جان اور بڑے ماموں سے بات کریں گے' ان کو یہ خیال کیوں نہیں آیا۔''

''معاملہ بہت گھمبیر ہے۔''

''سامنے ارسلان بن محمد ہے۔ دیکھنا فتح ہماری ہوگی۔'' شانے جھاڑے۔ ''کیا پکا ہے؟''

''آج کھانا باہر سے آئے گا۔ سکینہ چھٹی پر ہے اور ماما کا آج اور ٹائم ہے۔''

''یعنی کہ ماما کو کھیلنا سکھانا پڑے گا۔ لہٰذا اور سنو..... سلمان ماما کو ٹائم دو' میں ناراض رہوں گا تم دوست رہو گے' وہ اکیلی نہ ہوجائیں۔''

''ہوں۔'' سلمان نے اثبات میں سر ہلایا۔

ارسلان اٹھ گیا اسے کچن میں جا کر سب کے لیے کچھ پکانا تھا۔

❀ ...... ○ ...... ❀

''میرے خیال میں تم نے بال غلط کورٹ میں پھینکی ہے۔ بال دوبارہ نہ آئے اس لیے ضبط کرلی گئی ہے اور احتیاط کرنے کی ہدایت دی جارہی ہے۔'' انکل یاور علی نے تفصیل سے بتایا۔

''مگر انکل یہ مذاق نہیں ہے' اس مسئلے کو حل ہونا ہے۔''

''ہاں..... مگر رعنا نہیں مانے گی۔''

''انہیں ہی تو منانا ہے۔''

''ہاں میں وحید اور اعظم سے بات کرتا ہوں۔''

''ماموں نے کبھی ماما کے متعلق سوچا ہی نہیں ورنہ کب کا یہ کام ہوچکا ہوتا۔''

''اس وقت تم لوگ چھوٹے تھے اگر عقد ثانی کردیا جاتا تو زیادتی ہوتی اب تم لوگ سمجھدار ہو اور سائبان کی تمہاری ماں کو بھی ضرورت ہے۔ حق و عمر ہے اور اسلام بھی کہتا ہے۔''

''یس..... آپ نے منانا ہے۔''

''پہلے تم لوگ اپنی کوشش کردیکھو پھر میں وحید اور اعظم سے بات کرکے عابدہ اور نرجس سے بھی مشورہ کرتا ہوں۔ جب تک ان شعلوں کو ہوا دیتے رہو۔''

❀ ...... ○ ...... ❀

مگر شعلوں کو ہوا کی ضرورت نہیں تھی وہ سرد تھے۔ ارسلان بظاہر سنجیدہ اور اعتماد سے بیٹھا تھا مگر چور نظروں سے کچن میں کام کرتی ماما کو دیکھ رہا تھا۔ آفس جانے میں آدھا گھنٹہ تھا۔ سلمان ناشتہ کرکے اٹھ کر لاؤنج میں ٹی وی آن کرکے اپنی فائلیں چیک کررہا تھا جو آج کالج میں جمع کروانی تھیں۔

''ماما۔'' وہیں بیٹھے بیٹھے انہیں پکارا۔ رعنا کے ہاتھ رک گئے۔

''میں نے آپ کو ایک آفر کی ہے۔''

''اسٹاپ.....'' ان کا لہجہ سخت تھا' تاہم رخ نہیں پھیرا۔

''تھوڑی دیر میں جاؤں گا میں' دراصل.....''

''ارسلان.....'' اس کی جانب گھومی۔

''میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں' آئندہ اس ٹاپک کے متعلق سوچنا اور نہ ہی میرے ساتھ بات کرنا' شرم آنی چاہیے تمہیں۔'' ان کے اعصاب تن گئے۔

''ماما..... یہ آپ کا حق ہے۔''

''یہ میں تم سے بہتر جانتی ہوں مگر اب مجھے کوئی حق استعمال نہیں کرنا۔'' انگلی اٹھا کر وارن کیا۔

''مگر مجھے اپنا حق اور فرض..... دونوں ہی ادا کرنا ہے۔''

تھوڑا سا پیچھے ہوکر ان کے سامنے ہوا اور ان کی انگلی نیچے کرکے پلٹا اور اپنی فائل اٹھا کر فلیٹ کے دروازے سے نکلا' پھر سرپٹ سیڑھیاں اتری۔ اس کا دل اچھل کر حلق میں آیا۔

اتنی بدتمیزی..... یار ارسلان..... پیچھے کوئی مصیبت نہ آئے۔ 'جل تو جلال تو آئی بلا کو ٹال تو.....' کا ورد جاری تھا۔ کمپاؤنڈ میں آکر اوپر دیکھا کوئی موسل راکٹ کی شکل میں نہیں آرہا تھا۔

''اف..... اب خیر نہیں۔ ماما گم سم کھڑی ہوں گی' ارسلان کیا کہہ گیا۔'' جلدی سے اوپر کاؤچ پہ بیٹھے سلمان کو میسج بھیجا۔

''کیا ردعمل ہے؟''

''ماں شانت کھڑی ہیں گم سم سی..... اب آفس کے لیے

نکلنے والی ہیں...... مجھ سے کوئی بات نہیں کررہیں...... کوئی کمنٹس نہیں...... بائے بھی نہیں کہا۔" سلمان رپورٹ دے رہا تھا اور ارسلان کالج کے رستے پہ چل رہا تھا۔

❁...... ○ ...... ❁
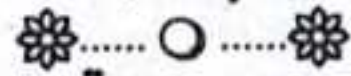
رعنا شدید ترین ذہنی خلجان میں مبتلا تھیں' یہ ایسا مسئلہ تھا کہ کسی کو بتا نہیں سکتی تھیں۔ ارسلان ایسا کیوں کہہ رہا تھا؟ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ ان کا ذہن الجھا ہوا تھا ہاف لیو لے کر آفس سے باہر نکلیں اور اپیا کی جانب آگئیں۔ اپنا ذہن بٹانے کے لیے۔ اپیا کے گھر دعوت تھی' رامین کے سسرال والے آرہے تھے۔ وہ اس میں مصروف تھیں۔

"ارسلان' سلمان بھی آئے ہیں؟"

"نہیں ان کی اسٹڈی ہی اتنی ہارڈ ہے۔"

"لاؤ میں ہیلپ کروادوں۔"

"نہیں رامین اور صفیہ ہیں' آدھا تو میں نے کرلیا ہے تم کیسے آئیں؟"

"بازار جانا تھا' سوچا آپ کو لیتی چلوں۔" اپنی اداسی پہ کنٹرول کیا۔

"فون کرلیتا تھا۔"

"ہاں بس خیال نہیں رہا' میں چلتی ہوں' شاپنگ کرکے ارسلان کو بلالوں گی۔" جانے کے لیے کھڑی ہوگئی۔

"ارے بیٹھو نا۔ کچھ ٹھنڈا گرم' کھانا تیار ہے۔"

"نہیں کھانا میں نے آفس میں کھالیا تھا' میں چلوں۔" وہ اپنی کتھارس کے لیے آئی تھیں' ارسلان کو کیا ہوگیا تھا اس سلسلے میں مشورے کے لیے آئی تھیں پر اپیا مصروف تھیں' رعنا کا دل گھبرانے لگا۔

"آپ نے کچھ منگوانا ہے۔"

"نہیں کل ہی تو مارکیٹ سے ہوکر آئی ہوں۔ پیسے بہت لگتے ہیں۔"

"اوکے...... بائے۔" بیگ لے کر باہر نکل گئی۔

اس کا دل کہیں نہیں لگ رہا تھا۔ ارسلان کا رویہ' اس کا انداز' اس کا لہجہ...... فٹ پاتھ پہ بائیں جانب چلنے لگی۔ دھوپ چھاؤں کا سلسلہ جاری تھا۔ قطار در قطار لگے درخت تھے۔ دل بے حد اداس' تنہا اور اکیلا ہورہا تھا' آنکھ تھی کہ بھر بھر آرہی تھی۔ ارسلان کو کیا ہوگیا ہے؟ کس چیز کی کمی رہ گئی انہیں؟ کس چیز کی طلب کررہا تھا وہ...... ایسا ممکن تھا بھلا؟ بچوں کو چھوڑنا سوہان روح تھا۔

نکاح اگر کرنا ہوتا تو بہت پہلے کرلیتی' جب امی ابو تھے۔ مگر آفتاب کے بعد بچوں کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آیا۔ اپنی زندگی تھی ہی کب۔ بے مقصد چل رہی تھی۔ بلا ارادہ موڑ مڑ رہی تھی۔ اور...... اور...... رعنا کے قدم ٹھٹک گئے۔ ارسلان نے ایسا سوچا کیوں' اسے محسوس کیسے ہوا میں تو...... میں نے تو بچوں کے علاوہ کبھی کچھ سوچا ہی نہیں اور...... اور بھلا سوچ بھی کیسے سکتی ہوں۔ خوامخواہ ہی بس اسٹاپ پر کھڑی ہوگئیں تو انائی گویا ختم ہوگئی تھی آگے چلنے کی سکت نہیں رہی تھی۔

یہ راستہ گھر کو جاتا تھا' نہ سڑک گھر کی جانب گامزن تھی مگر وہ انتظار کا عکس بنی کھڑی تھیں۔

❁...... ○ ...... ❁

گھر کا ماحول آج کل بہت خاموش سا تھا۔ سلمان کا ٹی وی ان کی گھر کی مصروفیات اور ارسلان کا کمرہ...... سب اپنی اپنی جگہ مصروف تھے۔ کس سے بات کریں ارسلان ضدی اور خودسر ہورہا تھا' نرمی کے بعد وہ دلائل پر اس کے بعد ضد پر اور اب خاموشی پر اتر آیا تھا۔ اس کی ضد فضول تھی۔

بھلا...... کیسے......؟ جب عمر تھی' ان کا حق تھا' امی ابو کے پاس رشتہ بھی تھا۔ خود ارسلان کے دادا نے بھی کہا تو انہوں نے اپنی خوشی پر اپنے بچوں کی کمسنی' کم عمری' ان کے مستقبل کو ترجیح دی۔ ان کے آگے سینہ سپر رہیں۔ تو...... اب کیسے؟ اب تو نہ عمر تھی' نہ خواہش اور نہ کوئی دوسرا...... آفتاب کے بعد تو کوئی دوسرا آیا ہی نہیں۔ مگر...... انہیں کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔

انہیں گھر کی خاموشی اور بوجھل فضا اچھی نہیں لگ رہی تھی۔ بچے ہی ان کے دوست تھے اور بچے ہی ہمراز۔ ان بچوں نے ہی تو انہیں جینے کا ہنر دیا تھا' اب کیسے انہیں چھوڑنے کا تصور کرلیں؟ قطعی نہیں...... امی ابو کے بعد تو بالکل نہیں...... انہیں کتنی خواہش تھی کہ رعنا کی دوسری شادی ہوجائے۔

❁...... ○ ...... ❁
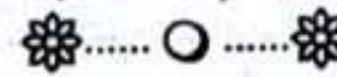
"ارسلان تمہارے پاسپورٹ کا کیا ہوا؟ آسٹریلیا سے کوئی ای میل آئی؟" بڑے خشک سے رویے میں انہوں نے ارسلان کو مخاطب کیا۔

"میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں' پاکستان میں بھی بہت اچھی اچھی یونیورسٹیز ہیں میں آسٹریلیا میں اپنا ایڈمیشن کینسل کروا رہا ہوں۔ چاچو کو میل کردی ہے۔" ان کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"اتنی خودسری...... تم میں اتنی جرات کیسے آئی؟" ان کا انداز جارحانہ ہوا۔

"جب آپ میری بات نہیں مانیں گی تو میں اپنے فیصلے خود کروں گا۔" وہ بھی سنجیدہ تھا۔

"یہ تمہارا فیوچر' میری خواہش اور تمہارا خواب ہے۔"

"خواب بار بار دیکھنے چاہیے اور بدل بدل کر دیکھنے چاہیے۔" ذومعنی انداز تھا۔

"نہیں' انسان کو مستقل مزاج ہونا چاہیے۔ اتنا پیسہ لگا ہے اس لیے تم ایسی کوئی حرکت نہیں کرو گے' تیاری کرلو جانے کی۔ سمجھے تم۔" وارن کیا۔

"نہیں...... مجھے کچھ نہیں سمجھنا۔ پہلے میری بات ہوگی پھر آپ کی۔"

"پاگل مت بنو۔" رسان بھرے انداز میں کہا۔

"پاگل پن نہیں حقیقت ہے۔ اسے تسلیم کریں۔"

"نہیں...... وقت نکل چکا ہے۔ میرے پاؤں مضبوط ہیں' تم چلے جاؤ' میرے پاس سلمان ہے تم آؤ گے تو تمہاری شادی ہوجائے گی۔ یہ گھر بہو اور بچوں سے بھر جائے گا۔" ان کی آنکھوں میں آئندہ کے لیے خواب اور چہرے پر روشنی تھی۔

ارسلان نے نگاہیں چرالیں۔

"اگر آپ کی بہو سڑیل اور بانجھ ہوئی تو......!"

"اللہ نہ کرے۔"

"آپ کا بیٹا' یہ خوشی نہ دے سکا تو۔"

"ارسلان!"

"میں باہر ہی نکاح کرکے وہاں کی شہریت اختیار کرلوں تو......" ایک اور آئینہ دکھایا۔

"سلمان کو اپنے پاس بلالوں' مزید تعلیم کے لیے......" ان کے مقابل آ گیا۔

"ارسلان کیا تمہارے برائٹ فیوچر پلاننگ میں میری گنجائش نہیں ہوگی۔" انہیں تاسف ہوا۔

"ہاں ہوسکتا ہے کیونکہ میں امریکہ میں رہائش اختیار کرسکتا ہوں وہاں کی ٹھنڈک اور ماحول آپ سے برداشت نہ ہو......" وہ ہنسا۔

"مجھے اپنی زندگی سے نکال پھینکو گے۔" دکھ ہوا۔

"ماما...... بہوئیں آج کل ساسوں کو کہاں برداشت کرتی ہیں۔ میں گھر میں کشیدگی نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہوں گا کہ آپ کسی کا درد سر بنیں۔" وہ سنگین ہوا۔

"ارسلان......" ان کا شفیق' فرماں بردار لائق بیٹا کس نہج پہ جارہا تھا...... بھلا یوں بے حس کوئی ہوتا ہے۔ ان کے گرد سرمئی بادل اڑنے لگے۔ دھواں سا پھیلنے لگا...... وہ بھی ماں کے لیے۔

"ارسلان...... کیا بکواس ہے یہ؟"

"یہ بکواس نہیں حقیقت ہے۔"

"اگر جاؤں گا تو سلمان کو لے کر جاؤں گا' یہاں وہ اکیلا ہوجائے گا' اس کی نگرانی کون کرے گا؟ یا پھر اسے ہوسٹل میں شفٹ کردوں گا' وہ فضائیہ جوائن کرنا چاہتا ہے۔" رعنا کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

"میں' میں یہاں کس مرض کی دوا ہوں' بڑے ہونے کا کیا مطلب ہے؟ شتر بے مہار ہوجاؤ' اور سلمان نے کب فیصلہ کیا؟" خود کو سنبھالا۔

"ساری عمر ہم آپ کی گود میں تو نہیں رہ سکتے۔" منہ پھیر کر خود پر لاحول بھیجا' کیسے ماں سے دوبدو ہورہا تھا۔

"ماما یہ اس دنیا کی حقیقت ہے اس لیے کہہ رہا ہوں کہ آپ شادی کرلیں تاکہ ہمارے جانے کے بعد آپ تنہا نہ ہوجائیں۔" خود پر کنٹرول رکھ کر سنجیدہ ہوا۔ رعنا ہونق ہورہی تھیں۔

"میں نے اس دن کے لیے تم لوگوں کی تربیت کی ہے۔"

"یہ آپ کا احسان ہے' ہم مانتے ہیں' مگر......"

"بکواس بند کرو...... تمہاری ہمت کیسے ہوئی اپنے بارے میں سوچنے کی۔"

"ہمت میں نے کی ہے۔" وہ پلٹا۔

"دنیا کے رنگ دیکھ کر قرآن وحدیث کی روشنی میں' آپ کے مستقبل کے لیے۔"

"ارسلان...... تم پاگل ہوگئے ہو' دماغ خراب ہوگیا ہے' کس قسم کی گیدر رنگ میں بیٹھ رہے ہو۔" ارسلان نے پلٹ کر رعنا کو دیکھا بیگ اٹھایا اور کوچنگ کے لیے نکل گیا۔ رعنا ہکابکا کھڑی رہ گئیں۔

بیڈروم کے دروازے کی جھری سے جھانکتا سلمان چھلانگ مار کر بستر میں چھپا...... توپوں کا رخ اس کی جانب گھومنے والا تھا۔ وہی ہوا۔ اگلے پل دروازہ دھماکے سے کھلا۔

"یہ تو سو رہا ہے' گویا یہ اس سارے قصے سے لاعلم ہے۔ یہ ارسلان کے اکیلے دماغ کا فتور ہے۔" سلمان کو سوتا دیکھ کر دل

کو تسلی ہوئی' سلمان ابھی ان کے پاس ہے' تاہم اس سے پوچھیں گی ضرور۔ ارسلان کے دماغ میں جو چل رہا ہے وہ کیوں چل رہا ہے؟

"مجھے نہیں معلوم ماما۔ بھائی کے دماغ میں کیا چل رہا ہے؟" سلمان صاف بری الذمہ ہوا' وہ ماما کو خفا نہیں کر سکتا تھا۔

"آج کل اس کی گیدرنگ کیسی ہے۔ فون کالز نوٹ کرو۔ کون آتا ہے دن میں؟"

"زبیدہ خالہ!" فرائز کھاتے ہوئے اپنا کام کیا۔ کباب فرائی کرتے رعنا کے ہاتھ رکے۔

"وہ کیوں آتی ہیں' میری غیر موجودگی میں؟"

"جب بھائی نہیں جاتے تو وہ آجاتی ہیں۔" اب کے رعنا پورا گھوم گئیں۔

"ارسلان کیوں جاتا ہے؟"

"ماما یہ آپ ان سے پوچھیں۔" اٹھ کر ان کے پاس آیا' کباب پلیٹ میں رکھا سلائس اٹھائے ٹیبل پر بیٹھ کر کیچپ نکالنے لگا۔

"اور...... تم کہاں ہوتے ہو؟"

"میں زری آپی سے بات کرتا ہوں۔"

"اوہ...... مائی گاڈ...... کیوں آتی ہیں وہ؟ کب سے چل رہا ہے یہ؟"

"جب ان کا دل چاہے۔"

"مجھے کیوں نہیں بتایا؟"

"خیال نہیں رہا۔" بے فکری سے جواب دے کر لاعلمی اختیار کر رہا تھا۔ یہ لمحہ فکریہ تھا رعنا کے لیے۔

خیال بدلے تو کچھ رجحانات اور میلانات بھی ہوتے ہیں۔ کوئی نہ کوئی بات ہے ضرور۔ دوسری نہج پر سوچنا شروع کر دیا۔

"ماما...... میں نے ایئر فورس جوائن کرنا ہے کیڈٹ کالج میں ایڈمیشن ہو رہے ہیں۔" وہ جو ارسلان کو سوچ رہی تھیں' سلمان کی بات نے بوکھلا دیا۔

"کیا؟"

"جی ماما' اس روز لالہ جانی کہہ رہی تھیں کہ تمہارے پاپا کی بڑی خواہش تھی کہ ان کا بیٹا ایئر فورس آفیسر بنے۔" رعنا کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"اسی لیے میں ایئر فورس کی کسی بھی فیلڈ میں جانا چاہتا ہوں۔" وہ اپنا پروگرام وارادہ بتا رہا تھا۔ ارسلان نے بھی بتایا تھا' ان کی پلاننگ میں رعنا شامل نہیں تھیں۔

"کب کیا یہ فیصلہ؟"

"بتایا نا خالہ زبیدہ کی بات سننے کے بعد۔"

"اور میں...... میں کیا کروں گی تمہارے ہوسٹل اور ارسلان کے آسٹریلیا جانے کے بعد۔" سلمان کندھے اچکا کر رہ گیا۔ وہ اب لق ودق صحرا میں تنہا کھڑی تھیں۔

"تم لوگ اپنی زندگی سے مجھے نکال رہے ہو۔" کرسی پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھیں۔

"اللہ نہ کرے ماما...... آپ تو ہمارا مستقبل ہیں۔" آگے بڑھ کر انہیں گلے لگا لیا۔ بھائی کی طرح پلٹ کر نہیں جا سکتا تھا۔

"سلمان......" اس کے بازو سے سر لگایا۔ "تم لوگ اپنا فیصلہ سنانے لگے ہو اب...... کیا میں نے تم لوگوں کی تربیت میں کوئی کمی چھوڑ دی ہے۔"

"ماما ہمیں پڑھنا تو ہے نا...... ہوسٹل میں...... اب میں کسی رئیس باپ کی اولاد تو نہیں ہوں کہ ایئر فورس اکیڈمی ادھر لے آؤں۔" وہ ہنسا۔ مگر رعنا ہنس بھی نہ سکیں۔

انجینئرنگ تو سلمان کا خواب تھا' یہ ایئر فورس کہاں سے آ گئی بیچ میں۔ ان کا دماغ سن ہو رہا تھا۔ ان دونوں کا لائحہ عمل جان کر۔ سلمان انہیں تسلی تشفی دے کر اندر چلا گیا۔ وہ سن سی بیٹھیں رہیں۔ زندگی پہلے مشکل تھی جو وہ گزار آئیں تھیں یا اب...... جو گزرنے والی تھی۔ آنکھیں نم ہونے لگیں۔ سامنے آفتاب کا فوٹو فریم تھا۔ دونوں بیٹوں کو بازوؤں کے حلقے میں لیے مسکراتے ہوئے انہیں دیکھ رہے تھے۔

یقین بھرا اعتماد تھا ان آنکھوں میں ان کا اعتبار بکھرنے لگا۔ مگر ان بچوں کے سامنے رو کر کمزور نہیں ہونا تھا۔

❀......○......❀

گھر کا ماحول خاموش' افسردہ اور کچھ ہٹ دھرم سا ہو گیا تھا۔ ارسلان کا انداز اور رویہ روڈ ہو رہا تھا۔ اس مسئلے کو کیسے حل کریں' سمجھ سے باہر تھا۔ زندگی پہلے مشکل نہیں تھی اب مشکل ترین لگنے لگی تھی۔ انہوں نے آپی کو فون ملایا۔

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔"

"کس بارے میں؟"

"ارسلان کے بارے میں۔"

"کہو...... مجھے بھی تم سے بات کرنی ہے۔"

"کیجیے۔"

"میرے خیال میں، میں تمہاری طرف آتی ہوں۔ ارسلان بھی ہوگا تو سامنے بات ہوگی' وہ بھی پریشان ہے آج کل۔"

"کیوں؟"

"میں آتی ہوں۔" فون بند ہوگیا۔

انہوں نے دونوں ہاتھوں میں سر گرالیا۔ الٰہی یہ کیا ہورہا ہے؟ کون سی مسٹری ہے' ارسلان کو کیا ہوگیا ہے؟ آپی کیا کہہ رہی ہیں؟ ایک گھنٹے بعد وہ آگئیں۔ رعنا سنجیدگی سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔

"ارسلان چاہتا ہے کہ تمہارا نکاح ہوجائے اس کے آسٹریلیا جانے سے پہلے۔" آپی نے بغور اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ ان کے سر پہ بم پھٹا آپی کو بھی پتہ ہے۔

"دماغ خراب ہوگیا ہے اس کا۔"

"ظہیر بھائی کی بھی مرضی یہی ہے' اور معیدہ بھی ٹھیک ہی کہہ رہی تھیں۔" رعنا کا منہ کھلا رہ گیا۔

"سب..... سب شامل ہیں اس میں۔"

"نہیں۔ سب کو شامل کیا ہے اور ہمیں شرم دلا رہا ہے کہ ہم نے اس بارے میں پہلے کیوں نہیں سوچا۔"

"وہ..... وہ....." ان کے لفظ بکھرنے لگے۔

"ہمیں قرآن حدیث کے حوالے دے رہا ہے' ہم کیا کریں؟ ہمیں شرم دلا رہا ہے۔ پاپا کا جب انتقال ہوا ہم چھوٹے تھے ماما کم عمر اور خوب صورت تھیں اسی وقت نانا ابو اور نانو نے کیوں نہ سوچا..... میں نے انہیں سمجھایا ہے اماں بابا کی بہت خواہش تھی رشتہ بھی تھا مگر تمہاری ماما کی ضد نہیں کرنا' بچے چھوٹے ہیں' مجھے ضرورت نہیں ہے' پگلا کہہ رہا تھا زبردستی کردیتے۔" رعنا دم بخود سن رہی تھیں۔

"ارسلان کہہ رہا ہے مجھے اپنا مستقبل بنانا ہے' پڑھنا ہے اور ماما کو بھی اکیلے نہیں چھوڑنا' سلمان ہوسٹل میں رہے گا ایئر فورس جوائن کرے گا ہم ماما کو تنہا نہیں چھوڑ سکتے۔"

"آپا.....!" رعنا کی آنکھیں بھر آگئیں۔

"اب اس عمر میں جگ ہنسائی' اب بڑے ہوگئے ہیں بچے' میں معاشی طور پر بھی خود کفیل ہوں۔ ارسلان کو میری محنت' میری قربانی نظر نہیں آتی۔" آپا مسکرائیں۔

"تم عمر چور ہو' عمر تمہاری کتنی ہی کیوں نہ ہو تمہارا فیگر' چہرہ' تمہارا وجود تمہیں اپنی عمر سے بہت کم بتاتا ہے اور میرے خیال میں یہ برا نہیں ہے اور نا باعث شرمندگی ہے اور یہ زیادہ بہتر ہے کہ بچے چاہ رہے ہیں۔"

"آپا!" ان کا لہجہ بھرانے لگا۔

"اور..... رشتہ بھی انہوں نے تلاش کر رکھا ہے۔" آپا ہنس رہی تھیں۔ چونک کر انہیں دیکھنے لگیں۔

"ک..... کون؟"

"کہہ رہے ہیں پہلے ماما کو راضی کریں' میں نے ساری معلومات کر رکھی ہیں۔"

"اف....." سر ہاتھوں میں جھکالیا۔ "اے اللہ.....!"

"تمہارے بچے بہت اچھے ہیں ان کی بات مان لو۔ ہم گھر والوں کی تو تم نے مانی نہیں۔" آپا بہت خوش لگ رہی تھیں۔

"سب گھر والے بھی راضی ہیں۔"

"م..... مگر' میں راضی نہیں ہوں۔"

"تمہیں بھی راضی ہونا پڑے گا رعنا۔" آپا سنجیدہ ہوئیں۔ "باقی زندگی تنہائی میں گزارنے سے بہتر ہے کہ کسی کا ساتھ مل جائے۔ بیٹوں کی شادی کے بعد بھی تو تم اکیلی ہوگی نا۔ ظاہر ہے بیٹوں کی اپنی زندگی ہوگی۔"

"جب قربانی دینے کا وقت تھا میں نے دی۔ میں سنگ دل و خود غرض نہیں بنی کیا وہ اب میرے لیے وقت نہیں نکالیں گے۔ میں ان کی زندگی کا حصہ نہیں رہوں گی۔" وہ افسردہ' روہانسی' زود رنج ہورہی تھیں۔ "ٹھیک ہے' اگر وہ مجھے اپنی زندگی سے نکال دیں گے تو گھر آفتاب نے میرے نام کیا تھا میں رہ لوں گی' نہیں ضرورت مجھے کسی کی۔ اب زندگی رہ کتنی جائے گی۔" وہ بے آواز رو رہی تھیں۔

"رعنا عقل مندی کا تقاضا یہی ہے کہ تم شادی کرلو۔" آپا اپنی جگہ سے اٹھیں اور رعنا کے برابر میں آبیٹھیں۔ انہیں اپنے ساتھ لگالیا۔

"آپا..... میں جوان ہوتے بچوں کی ماں ہوں' خیال کریں۔" سر اٹھایا' روشن آنکھیں سرخ ہورہی تھیں۔

"جب انہیں اعتراض نہیں ہے تو تم کیوں کررہی ہو۔" رعنا نے زچ ہوکر انہیں دیکھا۔

"شادی ہر مسئلے کا حل نہیں ہوتا۔"

"بعض دفعہ ہوتا ہے ماما..... کل کو یہ فلیٹ نہیں رہا' مجھے میرا اور سلمان کو اس کا حصہ چاہیے ہوگا پھر کیا کریں گی۔" ارسلان

جانے کب آیا تھا۔ سنجیدگی سے ان کے وجود پر لفظوں کی ضرب لگا رہا تھا۔

"میں اس کو بیچنے کے حق میں نہیں ہوں۔"

"مگر میں قانون کا سہارا لے کر بیچ سکتا ہوں۔" اس کے لفظ دل چیر رہے تھے، وجود اماوس کا شجر بن گیا۔ خزاں رسیدگی میں زرد، پیلے دکھ رنج کے پتے نکلتے چلے جا رہے تھے۔

"ارسلان......!" اذیت بھرے احساس سے ہاتھ تھاما۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے میرے بچے۔" کھینچ کر اپنے قریب بٹھایا۔ "میں تمہاری ماں ہوں، ماں کے لیے کوئی ایسے سوچتا ہے، تم لوگ میری بہادری، میرا سایہ، میری ہمت، میری تنہائی، میری رونق، میرا میلا ہو، تم لوگوں کے بغیر میں ادھوری، اکیلی، تنہا ہوں۔" لاچاری بے بسی و بے چارگی کی تصویر اس کی ماں...... ارسلان کا دل چاہا انہیں گلے سے لگا لے...... مگر نہیں یہ وقت نہیں تھا، ماما کی ضرورت تھی، کسی کی توجہ تھی، کسی اور کی ضرورت تھی۔

"جب سب خوش اور مطمئن ہیں آپ کو اپنی زندگی گزارنے کا حق ہے تو پھر کترا کیوں رہی ہیں؟" ارسلان سنجیدہ تھا۔

"لالہ جان آپ اگلے ماہ کی کوئی تاریخ رکھ لیں بہت اچھے انسان ہیں وہ...... ماما جانتی ہیں۔" رعنا نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔

"کون ہیں وہ؟"

"پروفیسر شہریار علی۔"

"کیا......!"

"تم...... تم!" ہکا بکا ہوئیں۔

"میرے پاس وقت کم ہے لالہ جان کل میں نے انہیں گھر بلایا ہے تاکہ دونوں کی ملاقات ہو جائے، اعتراضات، شرائط طے ہو جائیں۔" بڑے بزرگانہ انداز اختیار کر رہا تھا، اپیا کو ہنسی آ گئی۔ ارسلان نے مٹھی بند کر کے انگوٹھے سے بات کو یقینی شکل دی اور کمرے سے نکل گیا۔ کمرے میں سناٹا گھومنے لگا۔

"یہ...... یہ پاگل ہو گیا ہے کیا؟" جھٹکے سے سر اٹھایا۔

"بچوں کی بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو کسی عمر میں جا کر ضرور پوری ہوتی ہیں۔" اپیا سنجیدگی سے کہہ رہی تھیں۔ رعنا چپ کی چپ تھیں۔

"اب تم نے فیصلہ کرنا ہے آر یا پار...... رعنا ہر کام میں اللہ کی مصلحت ہوتی ہے تم سوچ ہو سکتا ہے، اللہ کی بہتری بھی اسی میں ہو۔" دھیرے سے رعنا کا ہاتھ تھاما۔ رعنا گم صم تھیں۔

"زندگی کے کس موڑ پہ لا کے کھڑا کیا تھا ارسلان نے بھلا یوں...... یوں......" کمرے کی فضا بوجھل اداس اور زود رنج سی ہو رہی تھی۔

"میں چلوں رعنا!" اپیا بیگ لے کر کھڑی ہو گئیں۔

"تمہارے بھائی سے بھی مشورہ کروں گی اور بھائی جان سے بھی...... یا ور بھائی تو پہلے ہی بہت خوش ہیں سب سے پہلے انہوں نے ہی مجھے اطلاع بہم پہنچائی تھی۔" اپیا بظاہر سنجیدہ مگر اندر سے خوش تھیں۔ خدا حافظ کہہ کر باہر نکل گئیں۔

سلمان نے دروازہ بند کر لیا تھا اب کمپیوٹر پہ جا کر بیٹھ گیا ان کے پاس نہیں آیا۔ ارسلان شاید گھر میں نہیں تھا گھر کی فضاؤں میں ساکت سا سناٹا تھا۔

"ماما میں کھیلنے جاؤں گا واپسی میں شہریار انکل کی طرف سے ہوتا ہوا آؤں گا۔" بہت دور سے ارسلان کے لفظوں کی بازگشت ان کے وجود کے گنبد میں اتری۔

"ماما میں نے شہریار انکل سے ٹیوشن پڑھنی ہے...... دیر ہو گئی ماما...... میں انکل کی طرف تھا...... ماما...... فریحہ کو بخار تھا اس کی ماما بھی نہیں ہیں دلیہ بنا دیں اس کے لیے...... فریحہ کو چوٹ لگ گئی ہے ماما میں نے پٹی کروا دی تھی میری سائیکل سے لگی ہے چوٹ...... فریحہ کی ماما مر گئی ہیں وہ اپنی پھپھو اور پاپا کے ساتھ رہتی ہے...... ماما ہی از ویری نائس...... وہ بہت اچھے پاپا ہیں، کیا میرے پاپا ہوتے تو اتنے ہی اچھے ہوتے؟ (سب کے پاپا بہت...... بہت اچھے ہوتے ہیں) انکل شہریار کے گھر کوئی نہیں ہے، میں ان کے لیے کھانا لے کر جا رہا ہوں...... اور وہ جوان کی بہن ساتھ رہتی ہیں؟ ماما وہ پنڈی گئی ہوئی ہیں فریحہ کو لے کر۔" سات سال کی عمر سے جو شہریار نام ارسلان کے ساتھ چلا وہ آج تک جاری تھا۔

شہریار سے ارسلان کو انسیت، محبت، لگاوٹ تھی۔ ارسلان کی پرسنلٹی میں ان کی تربیت کے ساتھ ساتھ شہریار کا بھی عکس تھا۔ رکھ رکھاؤ، نپا تلا انداز، گفتگو میں مہارت کام سے لگاؤ، علم سے محبت، غیر محسوس طریقے سے اس کی تربیت میں شہریار کا بھی حصہ تھا۔ انہوں نے اتنی ٹف ٹائمنگ رکھی تھی کہ ارسلان بگڑا نہیں تھا۔ اب وہ بھائی کی تربیت کر رہا تھا۔ مگر...... یہ تو انہوں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ارسلان اتنا بڑا فیصلہ کر سکتا ہے، یا ان کے لیے اتنی بڑی بات کہہ سکتا ہے؟

"اف!" سر میں درد ہونے لگا۔

شہریار نفیس اور نائس نیچر کے مالک تھے، کالج میں لیکچرار

تھے اپنے بچوں کے حوالے سے کبھی خوف ہی محسوس نہیں ہوا۔ اب اس عمر میں انجانا سا خوف وجود کو حصار میں لے رہا تھا۔

"بھلا یوں...... یوں کیسے...... ارسلان پاگل ہے۔" پاؤں اوپر کر کے کشن پہ سر رکھ کر لیٹیں اور تھکے ہوئے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔

"یہ ناممکن ہے......" آنکھیں بند کرلیں۔

❀......○......❀
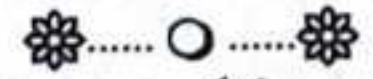
"ماما میں ایئر فورس جوائن کررہا ہوں فارم آگئے ہیں۔" سلمان نے ٹی وی دیکھتے ہوئے اطلاع دی۔

"مجھے دے دو میں فل کردوں گا" ماما کا جواب انکار میں ہوگا۔ میں بھی اپنا کام کروا رہا ہوں یہاں بیٹھ کر اپنا فیوچر تو خراب نہیں کرسکتا۔" ماما کو تیکھی نگاہ سے دیکھا۔

"اور میں...... میں کیا کروں گی؟" رعنا نے غم و غصے سے دیکھا۔

"آسٹریلیا ماموں کے پاس بھیجنا آپ کا ہی فیصلہ تھا۔"

"مگر...... سلمان کا فیصلہ کس کا ہے؟ اس نے تو میرے ساتھ رہنا تھا تم واپس آجاتے تو پھر سلمان نے جانا تھا۔ یہ طے تھا۔"

"ایئر فورس جوائن کرنا سلمان کا شوق ہے۔"

"کب سے ہوگیا یہ شوق؟"

"ماما...... بحث فضول ہے۔ میں جارہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے میں رہ لوں گی اکیلے اب تک اکیلی ہی تو رہتی آئی ہوں۔" جذباتی بلیک میلنگ۔

"جی نہیں آپ کبھی اکیلی نہیں ہوئیں ہم آپ کے ساتھ ساتھ تھے۔ آفس میں آپ کے کولیگ آپ کی فرینڈ" گھر میں ہم اور سنڈے کو سب رشتے داروں کے گھر کا وزٹ یا انہیں گھر پہ بلالینا۔ اصل میں اکیلی آپ اب ہوں گی جب ہم نظر نہیں آئیں گے جاب آپ سے ہوگی نہیں اور آپ کو ریزائن کرنا پڑے گا۔" لاؤنج کے دروازے پہ رک کر ارسلان نے سنجیدگی سے کہا۔ رعنا ہکا بکا تھیں۔

"بس بہت ہوگیا" ارسلان کہہ کر ماں کی شکل دیکھتا دم دبا کر بھگا کہیں جوتا نہ آجائے۔ سلمان نے ٹی وی کی جانب منہ گھمالیا۔ رعنا کے حواس مختل ہورہے تھے۔

❀......○......❀
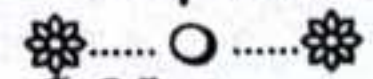
"یاور بھائی اس عمر میں شادی کرتی اچھی لگوں گی لوگ...... لوگ کیا کہیں گے؟"

"لوگوں کو کہنے دیں بھابی شہریار بہت اچھا ہے اور لوگ کب مذاق نہیں اڑاتے بس چار دن کی کہانی ہوتی ہے پھر سب معمول پر آجاتا ہے۔"

"نہیں یاور بھائی یہ ناممکن ہے۔"

"ارسلان کا ردعمل آپ کے سامنے ہے۔"

"وقتی جوش و جذبہ ہے شہریار سے کہیے کہ اپنی پوسٹنگ کہیں اور کروالیں۔ شروع ہی سے یہ شخص میرے لیے وبال جان تھا۔"

"ہاہاہا!"

"میری جان پہ بنی ہے یاور بھائی۔" روہانسہ انداز تھا۔

"وہ تو میری بھی نہیں سن رہا۔ اٹل فیصلہ کربیٹھا ہے۔"

"آپ کی تو مان لیتا ہے نا۔"

"اب کے نہیں مان رہا آپ کو ہی فیصلہ لینا ہے اگر آپ نے اپنے بچوں کو نہیں کھونا۔"

"کیا...... کیا مطلب؟" تیکھے ابرو سے ان کی جانب دیکھا۔

"میرا مطلب ہے کہ بچے دور ہوجائیں گے۔" قریب بیٹھے ارسلان کو دیکھا...... جو ان کے کان سے کان جوڑے مائیک سے سب سن رہا تھا۔

"پلیز یاور بھائی ارسلان کو سمجھائیں۔ نکاح کی صورت میں بھی تو بچوں کو چھوڑنا پڑے گا۔"

"نہیں اس صورت میں صرف ارسلان جائے گا آسٹریلیا اسٹڈی مکمل کرنے سلمان آپ کے پاس رہے گا۔" کیسے فیصلے ہورہے تھے رعنا کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ فون بند ہوگیا۔ ارسلان پیچھے ہٹ کر بیٹھا وہ سنجیدہ تھا۔

"مان جائیں گی بھابی تھوڑی دیر بعد ظہیر بھائی فون کریں گے۔ میں پوسٹڈ ہو کے سینا در جارہا ہوں نکاح سے متعلق جو فیصلہ کرنا ہے جلدی کرلو میں جلدی واپس نہیں آسکتا۔"

"انکل!" ارسلان انگلیوں کو بے چینی سے مروڑ رہا تھا۔ "ماما ہرٹ ہورہی ہیں نا میری وجہ سے۔"

"نہیں! شاید یہ مشیت ایزدی ہے۔" ارسلان ان کی شکل دیکھے گیا۔

"پہلے تم لوگ چھوٹے تھے اب ذمہ دار ہوگئے ہو۔"

"ماما بہت رنجیدہ رہنے لگیں ہیں اور میں گلٹ فیل کررہا ہوں۔"

''ایسا نہیں ہے بچے! یہ ایک اچھا فیصلہ اور شرعی لحاظ سے مثبت عمل ہے۔'' اس کو تسلی دی۔

''ہوں!''

❀ ...... ○ ...... ❀

ماں بیٹوں میں ٹکری سی چل رہی تھی، گفتگو بند تھی، اک دوسرے کے کام ہو رہے تھے۔ ماحول میں زردی مائل آکسیجن شامل ہونے لگی تھی۔ گھٹن کا احساس بڑھ گیا تھا۔ زندگی بہت مشکل ہو گئی تھی۔ ان سے آفس میں کام بھی نہیں ہو پا رہا تھا۔ اس ماحول نے انہیں بیمار کر دیا تھا۔ اوپر سے اپیا کے فون اور وحیدہ کی رضامندی، ظہیر بھائی کا فیصلہ کن انداز...... اور...... ان سے چھوٹی دیبا کی شوخی و شرارت!

بنو تیرے ابا کی اونچی حویلی

بنو تجھے ڈھونڈتا میں آیا!!

فون پٹخ دیا۔

سر درد نے فلو اور فیور میں مبتلا کر دیا۔ سلمان نے دوا لا کر دی، انہوں نے رکھی رہنے دی۔ ارسلان نے کھلانا چاہی، رعنا نے ہاتھ مار کر پھینک دی۔

''جب اکیلا رہنا ہے، اکیلا کر دیا ہے تو احسان کیوں؟'' ارسلان کندھے اچکا کر باہر نکل گیا۔

❀ ...... ○ ...... ❀

''ٹھیک ہے تم انٹری ٹیسٹ دے آؤ، خرچہ کی فکر مت کرو۔'' چائے بناتے وقت پیچھے سے آتی آوازوں کو سن رہی تھیں۔

''مجھے پاور انکل پیسے دے رہے ہیں ٹکٹ کے، میری فیس بھی جانا تھی۔''

''ماموں بھی دے رہے ہیں پائی پائی ادا کر دوں گا۔'' ان کا وجود شل ہو گیا۔

اپنی زندگی سے ہی نکال پھینکا۔ سارے فیصلے سارے کام خود سے...... ڈائننگ ٹیبل کی کرسی پہ ڈھے گئیں، کافی کا بھاپ اڑاتا مگ، سامنے تھا آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ ارسلان کی خواہش میں یہ کیسی شدت تھی؟ کس قدر ہرٹ کر رہا تھا انہیں۔ ان کی اہمیت کو تسلیم ہی نہیں کر رہا تھا۔ شہر یار علی نے کتنا اسے اپنی جانب کر لیا تھا۔

''کیوں؟'' طبیعت بے حد خراب ہو رہی تھی، گھٹن کا احساس بڑھتا جا رہا تھا۔

''ارسلان......'' اٹھ کر سامنے آ کر بیٹھ گئیں۔ ''کیا ہو رہا ہے یہ سب؟''

''جو آپ کو بتایا ہے۔''

''م...... مگر...... یہ ناممکن ہے۔'' وہ رو دیں، کس جرم کی سزا ہے حوصلہ ہار دیا۔

''میری خطا!'' پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا لیا، آنسو ہتھیلیوں پہ کلائی پہ گرتے، پھسلتے گود میں گر رہے تھے۔ ارسلان نے سلمان کی جانب دیکھا اور اٹھ کر ماں کے پہلو میں بیٹھا...... انہیں اپنے ساتھ لگا لیا۔

''جاؤ ادھر سے میں بہت بری ہوں۔'' جھٹکا دیا۔ ماں کے آنسو ارسلان کی کمزوری تھے۔

''بس...... اب...... اور نہیں۔'' اٹھا اور ان کے قدموں میں آ بیٹھا۔

''ایم ساری امی!''

''نہیں ہوں تمہاری ماں......'' ہاتھ جھٹک دیئے۔

''ایم ساری...... پلیز ماما۔'' ان کے ہاتھ مضبوطی سے تھام لیے۔

''میں شہر یار صاحب سے ملوں گی ان کی اتنی عزت ہے میرے دل میں......''

''نا...... نا...... نہیں بالکل نہیں۔ انہیں تو بالکل نہیں پتہ۔'' ٹھٹک کر رعنا بوکھلائے ارسلان کو دیکھنے لگیں۔

''پہلے آپ کو راضی کرنا تھا۔''

''کیوں؟'' ارسلان نے گہرا سانس لیا۔

''ماما...... میں آپ کا بہت نالائق بیٹا ہوں، مگر مجھے آپ کا احساس بھی ہے۔'' ان کی گود میں سر رکھ دیا۔ ''مجھے آپ کی تنہائی اور اکیلے پن کا بھی احساس ہے، میرے آسٹریلیا جانے کے بعد آپ کیا کریں گی؟ ہمارے تحفظ، ہماری خوشیاں، ہمارا مستقبل، آپ نے قربانی دے کر محفوظ کیا ہے۔ اس لیے آپ مزید تنہا نہ رہیں، یہ خیال میرے دل میں آیا۔''

''کیوں؟''

''فریحہ کی پھوپھو کے انتقال کے بعد فریحہ اکیلی اور عدم تحفظ کا شکار ہو گئی ہے۔ وہ چھوٹی ہے ابھی، میٹرک کی اسٹوڈنٹ...... انکل اس کی شادی بھی نہیں کر سکتے۔ اس کے اکیلے پن سے خوف کا بھی شکار ہیں۔ انہوں نے اپنی شادی کے لیے اخبار میں ایڈ دیا ہے، تو...... تو میرے ذہن میں خیال آیا یہی پچویشن یہاں بھی ہے، ہمارے جانے کے بعد آپ بھی اکیلی ہوں گی،

آپ کو یہاں اور ہمیں وہاں رہنا مشکل ہوگا۔ شہریار انکل نے بھی اکیلے زندگی گزاری ہے ہم دونوں فیملیز کی زندگی ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ اس لیے میں نے یہ سوچا...... سب کو اپنے ساتھ ملایا راضی کیا یونین بنائی۔'' رعنا خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ سلمان نے ان کے گلے میں بازو ڈال کر سر شانے پہ رکھ دیا۔

''ماما...... اس میں برائی شرمندگی نہیں ہے اکیلے رہنے میں برائی ہے۔ فریحہ کے لیے عدم تحفظ ہے۔''

''اس کا یہ حل تو نہیں ہوسکتا نا۔'' آنسو صاف کیے۔

''امی فریحہ بہت معصوم سیدھی اور نیک لڑکی ہے میں اس سے شادی کرلیتا ہوں۔''

''کیا؟''

''مگر نہیں میں نے اسے بہن بنایا ہوا ہے اور میں اس کا بھائی جان ہوں۔''

''سلمان کی شادی کردیتے ہیں مگر وہ چھوٹا ہے۔ شہریار انکل کی زندگی انشور ہے سب خاندان والے لالچی۔ بس یہی حل مجھے نظر آرہا ہے۔ مکمل اور جامع۔'' سر اٹھایا۔

''اتنی جلدی...... افراتفری کیوں؟''

''ماما اتنی جلدی اس لیے کہ اخبار میں رشتے کے اشتہار پر رسپونس آرہے ہیں تو...... اس لیے......'' تذبذب سے انہیں دیکھا۔ رعنا خالی نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔ کس دوراہے پہ لاکر کھڑا کیا تھا ارسلان نے انہیں۔

❀......○......❀

''اپیا......!'' رعنا ان کے سامنے رو دیں۔

''اس میں رونے والی کوئی بات نہیں انسان کو اپنے لیے بھی جینے کا حق ہے اور یہ حق فطری ہے۔ ارسلان کی سوچ اتنی بری نہیں۔ امی ابو کو کتنی خواہش تھی تمہاری شادی کی...... خود کو راضی کرلو بس ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔'' رعنا کے آنسو صاف کیے۔

''شہریار بہت اچھے انسان ہیں۔ ان کے ساتھ ڈنر میں بہت مزہ آیا۔''

''جی......'' بھیگا ہوا چہرہ اٹھایا۔ اپیا خجل سی ہوگئیں۔ ''ہاں یہ سچ ہے یہ ڈنر ارسلان نے ارینج کیا تھا۔ میں یاور بھائی ظہیر بھائی وحیدہ اور ارسلان۔ بہت ہینڈسم پولائٹ اور ڈیسنٹ ہیں۔ کالج میں پروفیسر ہیں۔ اپنا گھر ہے خاندانی ہیں۔'' اپیا

نے تفصیل بتائی۔

"ساری تیاری مکمل ہے اور مجھے اندھیرے میں رکھا۔"

"اندھیرے میں کہاں تم تو سب سے زیادہ روشنی میں ہو۔ ہر بات تمہارے سامنے ہے بس تمہارے اقرار کی ضرورت تھی اور وہ......" رعنا نے منہ پھیر لیا۔

"کیا یہ سچ ہے؟ میں راضی ہو سکتی ہوں۔ بچوں پر اس کا اثر نہیں پڑے گا؟ ہمارے درمیان دوریاں نہیں ہو جائیں گی؟ بچوں کے لیے میں نے قربانی دی ہے اور...... اب......" آنکھیں رخسار چہرہ سب بھیگ رہے تھے۔ آپی نے اسے ساتھ لگالیا۔

"کوئی دور نہیں ہوتا اور زیادہ قریب ہو جائیں گے تم چاہو تو ان سے مل لو۔ ارسلان سلمان کی مرضی سے ہو رہا ہے ان کا ارادہ ان کا عمل ان کی خواہش پر اب ڈر کیسا بس اب خوش ہو جاؤ بیوگی کا لبادہ اتار پھینکو وقت تم پر مہربان ہو رہا ہے خوشیوں سے دامن بھر لو تم اپنے حصے کے سارے کام کر چکی ہو امی کی بے چین روح کو قرار مل جائے گا اس بے ماں کی بچی کو ماں......اور......!"

"اور......" رعنا نے اپیا کو دیکھا۔

"اور دو بے قرار اداس محروم زدہ لوگوں کو زندگی کی خوشیاں اور اس کے رنگ۔" رعنا نے سر جھکا لیا۔

"بولو راضی ہو۔"

"میرے بولنے کے لیے آپ نے چھوڑا ہی کیا ہے؟"

"شہریار سے مل لو۔"

"کیا ملوں...... اتنی بار مل چکی ہوں ان کی سچائی نیک نیتی سے مجھے انکار نہیں...... مگر مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ میرے اپنے ونچے ہی میرے لیے نئی راہیں بنا رہے ہیں مگر میری مرضی کبھی نہیں تھی۔"

"ہم جانتے ہیں۔" رعنا کو اپیا نے اپنے ساتھ لگالیا۔

"زندگی بہت مشکل نہیں ہو جائے گی الگ گھر ارسلان اور سلمان......"

"نہیں تمہارے بچے تمہارے ساتھ رہیں گے شہریار بھائی اپنا فلیٹ کرائے پہ دے کر تمہارے برابر والا فلیٹ کرائے پر لے لیں گے۔ تم جاب نہیں کرو گی بس اپنے فرائض ادا کرو گی۔" رعنا نے سر اٹھا کر خفگی بھرے انداز سے دیکھا۔

"آپ لوگ کہہ رہے ہیں انہیں پتہ نہیں۔"

"ہاں...... واقعی پتہ نہیں تھا مگر اب بتانا تو تھا نا ارسلان کی ضد کے آگے سب بے بس تھے تمہارے انکار کی صورت میں بھی اس نے لائحہ عمل تیار کر رکھا تھا تو ہم کیوں نہ تمہیں راضی کرتے ہمیں بھانجے بھی تو عزیز ہیں۔" اپیا بہت خوش تھیں۔

تبھی ان کا سیل بجا۔ دھیرے سے سیل اٹھا کر نمبر دیکھا اور لیس کا بٹن دبا کر کان سے لگایا۔

"ہیلو!"

"السلام علیکم!"

"رعنا!"

"جی......"

"کیا کہہ رہے ہیں یہ سب لوگ؟"

"وہی جو آپ چاہتے ہیں۔" خفگی بھرا انداز۔

"اور...... آپ!" رعنا خاموش رہیں۔

"رعنا مجھے آپ کا نام بہت پسند ہے مگر میں اس میں ذرا سا اضافہ کرنا چاہتا ہوں آپ کی مرضی سے۔ رعنا...... رعنائی کے بغیر نامکمل ہے میرے گھر کو آپ کی ضرورت ہے۔ آپ نے تو اپنے بچوں کی تنہا پرورش کر لی مگر باجی کے انتقال کے بعد میں فریحہ کی اکیلے پرورش نہیں کر سکتا مجھے آپ کی ضرورت ہے کیا آپ......؟"

"بڑے چالاک ہیں آپ بساط اپنی پسند کی مہرے بھی اپنے چالیں بھی اپنی اب جیت بھی اپنے نام کر لی میں بے چاری......"

"ہاہاہا...... گویا آپ راضی ہیں۔"

"پتہ نہیں یہ بھی دوسروں سے پوچھیں۔"

"کچھ باتیں آپ کے منہ سے اچھی لگتی ہیں آپ میرا آئیڈیل ہیں مکمل باپردہ باہمت باکردار باعزت اور میں اپنی بیٹی کو اسی روپ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔" رعنا چپ ہو گئیں۔ کچھ اقرار خاموشی کی زبان میں بھی ہو جاتے ہیں۔ اپیا نے انہیں ہاں کی خوش خبری دے کر سیل آف کیا اور اپنی بہن کو سینے سے لگالیا۔

رعنا نے آسودگی سے آنکھیں موند لیں انہیں اپنا فیصلہ برا نہیں لگ رہا تھا۔

❁

تیس ہزار روپے

نادیہ فاطمہ رضوی

سر میں پہر میں ڈھول میں تاشوں میں
ہم جیسے لوگ کھیل تماشوں میں بٹ گئے
پھول سے چوٹ کھائی تو پتھر بنے
پتھر بنے تو سنگ تراشوں میں بٹ گئے

''تم تو جانتی ہو کہ مہینے کا آخر چل رہا ہے اور یہ اخراجات بھی منہ پھاڑے کھڑے رہتے ہیں اب یہ خرچے تھوڑی دیکھتے ہیں کہ مہینہ ختم پر ہے بھلا پیسے کہاں سے آئیں گے۔'' نجمہ خالہ اپنی عادت کے مطابق بولے چلی گئیں یاسمین نے انتہائی بے بسی محسوس کرکے محض ''جی'' کہنے پر اکتفا کیا نجمہ خالہ کو شاید اس پل یاسمین کی لاچاری پر جیسے ترس سا آ گیا وہ بڑے احسان جتانے والے انداز میں اٹھتے ہوئے بولیں۔

''تمہاری ضرورت بھی تو بہت کڑی ہے آخر کو ماں کی زندگی کا سوال ہے تم ٹھہرو میں کچھ رقم لے کر آتی ہوں۔'' یاسمین کے لیے نجمہ خالہ کے ادا کیے گئے جملے انتہائی خوش کن تھے اس کے اندر طمانیت ومسرت ایک دم سرائیت کرگئی تھی۔

''نجمہ خالہ اماں کی سگی بہن ہیں یقیناً وہ ہماری مدد ضرور کریں گی مجھے تیس ہزار روپے دے دیں گی۔'' یاسمین ان کے اندر جانے کے بعد خود سے انتہائی خوش ہوکر بولی پھر بڑی بے تابی سے خالہ کے خوب صورت سے ڈرائنگ روم میں بیٹھی ان کا انتظار کرنے لگی کچھ ہی دیر میں خالہ واپس آ گئیں۔ یاسمین کی نگاہوں نے دیکھ لیا تھا کہ نجمہ خالہ کی مٹھی میں کچھ نوٹ دبے ہوئے ہیں وہ بے پناہ خوش ہوگئی۔

''لو بھئی یاسمین میں بس اتنا ہی کرسکتی ہوں۔ یہ رقم بھی میں نے بڑی مشکل سے گھر کے خرچے میں سے نکالی ہے۔'' نجمہ خالہ نے ہزار کے چند نوٹ اس کے ہاتھ میں دھرے تو یاسمین نے انتہائی اچنبھے سے پہلے ان کاغذی نوٹوں کو پھر نجمہ خالہ کی جانب دیکھا جنہوں نے تین ہزار روپے تھما کر جیسے اس کی سات نسلوں پر احسان کردیا تھا۔

''باقی تم دوسرے رشتے داروں سے مانگ لو آخر رشتے داروں کا بھی کچھ فرض ہوتا ہے۔'' نجمہ خالہ چہک کر بولیں تو یاسمین کا دل چاہا کہ یہ چند نوٹ بھی ان کے منہ پر مار کر لعنت بھیج کر چلی جائے یہاں سے مگر......!

''ٹھیک ہے نجمہ خالہ یہ بھی بہت ہیں۔'' وہ فقط اتنا ہی بول پائی پھر خاموشی سے اپنا بیگ کندھے پر ڈال کر دروازے سے باہر نکل آئی۔ جب ہی باہر نکلتے نکلتے عقب سے خالہ کی بیٹی سحرش کی جھنجھلائی ہوئی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔

''افوہ مما آپ نے اتنی دیر لگادی ڈیزائنر کے لان پرنٹس ہاتھوں ہاتھ بک جاتے ہیں میں آپ کو پہلے ہی بتارہی ہوں میں چار سوٹس سے کم نہیں لوں گی۔''

''اچھا بابا لے لینا ڈرائیور سے کہو جلدی سے گاڑی نکالے۔'' نجمہ خالہ بھی یک دم مستعد ہوگئی تھیں ایک تلخ سی مسکراہٹ یاسمین کے لبوں پر دوڑ گئی پھر وہ وہاں مزید نہیں

ٹھہری تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی۔

❀......☆......❀

یاسمین اور مہہ جبین دو بہنیں تھیں ان کے والد کا انتقال ان کی کم عمری میں ہی ہو گیا تھا یاسمین کی والدہ رضیہ خاتون نے فیکٹریوں میں چھوٹی چھوٹی نوکریاں کر کے ان دونوں بچیوں کو پالا تھا ایک مناسب رشتہ دیکھ کر انہوں نے مہہ جبین کی شادی کافی جلدی کر دی تھی جو اب چار بچوں کی ماں تھی جب کہ یاسمین کے لیے بھی سوالی ان کے گھر آتے مگر اب تک اس کی بات نہیں بن پائی تھی۔ جس کی ایک ٹھوس وجہ اس گھر کی غربت تھی۔ رضیہ خاتون کو ٹی بی کا مرض لاحق ہو گیا تھا جس کی بناء پر وہ بالکل بستر سے لگ گئی تھیں کیونکہ مناسب علاج اور اچھی غذا کی قلت نے انہیں بالکل ہی لاچار کر دیا تھا یاسمین انٹر پاس تھی وہ ماں کے علاج اور گھر کے اخراجات چلانے کی خاطر محلے کے بچوں کو ٹیوشن پڑھاتی تھی اور محلے کے ہی ایک چھوٹے سے اسکول میں نوکری کر رہی تھی جو صرف ڈھائی ہزار تنخواہ اس کے ہاتھ میں رکھتے تھے۔ رضیہ خاتون کی تیزی سے بڑھتی بیماری کے عوض ڈاکٹر نے یاسمین کو فوری مشورہ دیا تھا کہ انہیں ٹی بی سینی ٹوریم میں داخل کروا دیا جائے ورنہ ان کی جان کو خطرہ ہو سکتا تھا اسی عوض یاسمین کو تیس ہزار روپے کی اشد ضرورت تھی مگر اس کے پاس تیس تو کیا تین ہزار بھی نہیں تھے پھر یاسمین نے اپنی خودداری اور غیرت کو ایک جانب رکھ کر اپنے عزیز رشتے داروں کے دروازے کھٹکھٹانے شروع کر دیے اسے ہر صورت میں تیس ہزار روپے جمع کر کے اپنی ماں کا علاج کروانا تھا چاہے اس کی خوداری اس کا پندار ہی داؤ پر کیوں نہ لگ جائے۔

❀......☆......❀

"آپی کچھ تو رقم کا انتظام کر دو مجھے جلد سے جلد اماں کا علاج شروع کروانا ہے ورنہ......ورنہ وہ مر جائیں گی۔" یاسمین لجاحت سے بولتے بولتے آخر میں رو دی۔ مہہ جبین نے انتہائی بے بسی سے اپنی چھوٹی بہن کو آنسو بہاتے دیکھا اس کا شوہر انور ویسے ہی معمولی نوکری کرتا تھا پھر اس قدر منہ زور مہنگائی میں چار بچے ایک بیوی اور والدین کو کھلانا پلانا بڑے دل گردے کا کام تھا۔ مہہ جبین بہت مشکل سے گزارا کرتی تھی اس پر ساس صاحبہ کے الزامات کہ مہہ جبین چپکے چپکے اپنے میاں کی کمائی اپنی بہن ماں کے ہاتھوں میں تھما آتی ہے۔

"میں کیا کروں گڑیا خدا کی قسم اگر میرے پاس تھوڑے بہت پیسے ہوتے تو ابھی اسی وقت میں تیرے ہاتھوں میں رکھ دیتی مگر......!" وہ فقط اتنا بول کر خاموش ہوئی تو یاسمین نے اسے چونک کر دیکھا وہ اپنی بہن کے خستہ حالات سے بخوبی واقف تھی اسے اپنی بے خودی پر افسوس ہوا۔

"میں جانتی ہوں آپی تمہارے پاس کچھ ہوتا تو مجھے کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔"

"یاسمین تم آفاق ماموں سے کیوں نہیں پیسے مانگ لیتی سنا ہے وہ غریبوں کی بہت مدد کرتے ہیں اور تنویر مامی نے تو ایک فلاحی ادارہ بھی جوائن کیا ہوا ہے۔" مہہ جبین کو اچانک یاد آیا تو وہ جلدی جلدی بولی۔

"آپی کیا وہ ہماری مدد کر دیں گے۔" وہ بے یقین لہجے میں سوالیہ انداز میں بولی۔ اسی دم اس کا بہنوئی انور اندر آیا تو یاسمین نے سر پر دوپٹہ ڈال کر جلدی سے اسے سلام کیا جس کا اس نے انتہائی رکھائی سے جواب دیا۔ پھر بڑی بدمزاجی سے بیوی سے مخاطب ہو کر بولا۔

"آج کھانا ملے گا یا صرف چائے پر ہی گزارا ہو گا۔"

"مم......میں ابھی روٹیاں ڈالنے ہی جا رہی تھی۔" مہہ جبین گھبرا کر بولی تو یاسمین اسے خدا حافظ کہہ کر وہاں سے لوٹ آئی۔ پھر یاسمین نے آفاق ماموں تو کیا سراج چچا مختار تایا اور دیگر رشتے داروں کے در پر جا کر جھولی پھیلائی مگر سب بے حد مجبور لاچار نظر آئے۔

"بیٹا یہ رقم تو بہت زیادہ ہے تم جانتی ہو نا کہ تیس ہزار کتنی مشکل سے کمائے جاتے ہیں۔" آفاق ماموں بڑی بردباری سے اس کے مقابل بیٹھے بول رہے تھے جب کہ یاسمین کی نظر ان کے دو سالہ پوتے کے ہاتھوں پر تھی جو ایک مشہور برانڈ کا آئی فون بار بار زمین پر گرا رہا تھا۔

"جی بہت مشکل سے کمائے جاتے ہیں۔" وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولی۔ کوئی کہتا۔

"میں نے کل ہی غریبوں کے نام پر رقم بانٹی ہے تم پہلے آ جاتی تو......" کسی نے کہا۔ "اپنے ڈاکٹر سے کہو کہ کسی خیراتی ادارے کا تمہیں پتہ بتا دیں صرف تیس ہزار ہی خرچ تھوڑی ہوں گے آگے پھر دوائیں اور خوراک کے پیسے کس سے مانگو گی۔" ہر آن ہر پل اس کی عزت نفس کچلی گئی مگر پھر بھی اسے تیس ہزار کی رقم حاصل نہیں ہو سکی اپنی بے بسی اور

ذلت پر اسے بے پناہ رونا آیا وہ اپنے گھٹنوں پر سر چھپا کر بلک بلک کر رو دی۔
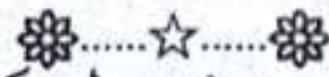
ڈاکٹر نے رضیہ خاتون کی رپورٹس دیکھیں تو چہرے پر تشویش کے رنگ بکھر گئے وہ اپنی کولیگ کے توسط سے ایک سرکاری اسپتال کے سینئر ڈاکٹر کو اماں کا چیک اپ کروانے لے آئی تھی اور اپنی کولیگ کی مہربانی سے اس کا نمبر بھی جلدی آ گیا تھا جبکہ ڈاکٹر بھی بڑی توجہ سے انہیں دیکھ رہے تھے ورنہ سرکاری اسپتالوں میں مریض کو توجہ سے دیکھنا تو دور ان سے سیدھے منہ بات بھی نہیں کرتے حالانکہ یہی ڈاکٹر اپنے پرائیویٹ کلینک میں خوش مزاجی وخوش اخلاقی کا اعلیٰ نمونہ بنے دکھائی دیتے ہیں۔

"آپ کی والدہ کا مرض خطرناک نوعیت اختیار کر گیا ہے آپ ایک بھی لمحہ ضائع کیے بناء انہیں جلد سے جلد ٹی بی سینٹوریم میں داخل کروا دیں ورنہ بہت مشکل ہو جائے گی۔" یاسمین کو ڈاکٹرز کی بات بے تحاشا ہراساں کر گئی تھی اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ سڑک پر اپنی ماں کی زندگی بچانے کے خاطر بھیک مانگنے کھڑی ہو جائے۔ شاید اب یہ واحد راستہ اس کے پاس بچا تھا۔

"گڑیا میری پیاری بچی مت ہلکان ہو میرے لیے، بھلا موت سے بھی کسی کو راہ فرار ملی ہے مرنے دے مجھے۔" اماں پیار سے اسے گڑیا کہتی تھیں وہ اس کی تمام تر کوششیں بخوبی ملاحظہ کر رہی تھیں اور اندر ہی اندر خون کے آنسو روتی تھیں کہ کس طرح ان کی بیٹی در در جا کر ذلیل ورسوا ہو کر آتی ہے یاسمین ان کی بات پر تڑپ اٹھی۔

"ایسی باتیں کیوں کرتی ہو اماں مرے آپ کے دشمن اچھا بتاؤ اگر تمہاری جگہ میں اس موذی بیماری میں مبتلا ہوتی تو تم میرے علاج کے لیے کوشش نہیں کرتی۔"

"اللہ نہ کرے جو تو اس مرض میں مبتلا ہو۔ کبھی سوچ سمجھ کر بھی بات کر لیا کر۔" اماں دہل کر بولیں پھر انہیں کھانسی کا دورہ پڑ گیا۔ یاسمین انہیں سنبھالنے میں لگ گئی۔
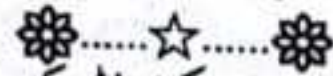
یاسمین ٹیچرز روم میں اکیلی بیٹھی کسی غیر مرئی نقطے کو گھورے جا رہی تھی اس وقت اسکول کی چھٹی ہو چکی تھی تمام بچے اور ٹیچرز اپنے اپنے گھروں کو جا چکی تھیں مگر وہ آج یہیں

بیٹھی رہ گئی تھی اس کی ماں کی زندگی بند مٹھی میں ریت کی طرح پھسلتی جارہی تھی اور وہ چاہ کر بھی کچھ نہیں کرپارہی تھی وہ یونہی ساکت و بے حس سی نجانے کتنی دیر سے بیٹھی تھی جب ہی کسی نے پانچ پانچ ہزار کے کرارے نوٹ اس کے سامنے دھرے تھے۔ یاسمین اپنے دھیان سے بہت زور سے چونکی تھی۔

نجانے کتنی ہی ساعت وہ ان رنگ برنگے کاغذ کے ٹکڑوں کو دیکھے گئی پھر یک لخت اس کے دل میں خیال آیا کہ وہ شاید کھلی آنکھوں سے خواب دیکھ رہی ہے یاسمین نے اپنی آنکھوں کو زور سے بند کرکے پوری طرح آنکھیں پھاڑ کر سامنے دیکھا تو نوٹ ہنوز پڑے ہوئے تھے اس کا مطلب تھا کہ یہ خواب نہیں بلکہ حقیقت ہے یہ خیال ذہن میں در آتے ہی اس کے اندر بجلی سی بھر گئی اس نے جونہی سر اٹھا کر دیکھا سامنے ہی ادھیڑ عمر کے مقبول آفتاب اسے بڑی تمکنت سے کھڑے دکھائی دیئے۔

جو اس اسکول کے مالک تھے جن کی آنکھوں کے پیغام کو پڑھ کر یاسمین کے جسم میں گردش کرتا خون گویا منجمد سا ہو گیا تھا مگر دوسرے ہی پل اماں کا کھانستا تکلیف سہتا چہرہ آنکھوں میں آسمایا اس نے ایک نگاہ چند نوٹوں پر ڈالی اور دوسری نظر معنی خیزی سے مسکراتے ہوئے مقبول آفتاب پر پھر ایک گہری سانس کھینچ کر یاسمین نے ٹیبل پر دھرے نوٹ اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور اسی دم اس کے سر پر جما دوپٹہ ڈھلک کر کندھے پر آ گیا۔

❋......☆......❋

آج کل ٹی وی، سوشل میڈیا، پرنٹ میڈیا غرض کہ ہر جانب مشہور و کامیاب ماڈل اور اداکارہ جیسمین خان کے چرچے ہو رہے تھے لوگ اپنی بڑی بڑی پارٹیز اور فنکشنز میں اسے بلانا اپنے لیے اعزاز سمجھتے تھے میڈیا ہمہ وقت اس کے آگے پیچھے بھاگتا پھرتا تھا اس کی ہم عصر اداکارائیں اور ماڈلز اس کی شہرت و کامیابی کو دیکھ کر جل جل کر کباب بن جاتی تھیں مگر اسے کسی کی مطلق پروا نہیں تھی وہ بس آگے بڑھتی چلی جارہی تھی۔

''مما جب میں نے اپنی فرینڈز کو بتایا کہ جیسمین خان میری کزن ہے تو پہلے تو انہیں یقین ہی نہیں آیا پھر وہ مجھ سے اتنا امپریس ہو گئیں کہ کیا بتاؤں۔'' سحرش نجمہ بیگم کو بتارہی تھی جب کہ نجمہ بیگم خوش ہوئے جارہی تھیں۔

''آپ کو پتہ ہے انہوں نے لندن میں فلیٹ لیا ہے اور چھٹیاں گزارنے وہ سوئزرلینڈ جاتی ہیں۔''

''میں کتنی کوشش کررہی ہوں کہ کسی بھی طرح میرا رابطہ جیسمین سے ہو جائے اور پھر میں اپنے گھر کی پارٹی میں اسے بلا کر لوگوں میں دھاک بٹھاؤں۔'' یہ نجمہ بیگم تھیں جو جیسمین خان سے ملنے کے اشتیاق میں مرے جارہی تھیں۔

''اور مما وہ وڈیرا ارحم شاہ جو مجھے گھاس بھی نہیں ڈالتا تھا وہ اب میرے آگے پیچھے پھرتا ہے کہ بس کسی طرح اسے جیسمین خان سے ملوادوں اسی بناء پر وہ مجھے دوبارہ شاپنگ پر بھی لے جاچکا ہے۔'' وہ مزید بھی کچھ بول رہی تھی اور اس پر نجمہ بیگم کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ جادو کی چھڑی گھما کر اسے یہاں حاضر کردیں۔

❋......☆......❋

''مہ جبین بیٹا یقیناً جیسمین تم سے تو ضرور بات چیت کرتی ہوگی پلیز اس سے ریکویسٹ کرنا کہ اپنے آفاق ماموں سے صرف ایک بار تو رابطہ کرے۔'' آفاق ماموں اپنی باچھیں کانوں تک چیرتے ہوئے انتہائی خوشامد سے بولے۔

''ماموں یقین کیجیے گڑیا سے تو بہت مہینوں کے بعد میری مختصر سی بات ہوتی ہے دراصل وہ اتنی مصروف رہتی ہے نا......''

''ہاں یہ بات تو ہے آخر کو اتنی کامیاب ماڈل اور ایکٹریس ہے! بیٹا میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ رامین کو بھی بہت شوق ہے ٹی وی ڈراموں میں کام کرنے کا اب یہ پروفیشن معیوب نہیں سمجھا جاتا بہت پیسہ اور شہرت ہے اس کام میں اب تم اپنی جسمین کو ہی دیکھ لو۔'' وہ اپنے مطلب کی بات اس کے گوش گزار کرتے ہوئے بولے تو وہ محض جی کہہ کر رہ گئی تقریباً روز ہی کسی نہ کسی رشتے دار کا فون آجاتا یا وہ خود آدھمکتا کہ جسمین سے یہ کام کرادو وہ کام کرادو اب تو اس کا شوہر بھی اس کے سامنے ہاتھ باندھے غلاموں کی طرح کھڑا رہتا جیسے وہ ملکہ عالیہ ہو اور وہ کیوں نہ اس کا غلام بنتا جسمین نے انہیں چار مرلے کے گھر سے اٹھا کر شہر کے معروف علاقے میں ہزار گز کی کوٹھی پر پہنچادیا تھا اسے کلرک کی پوسٹ سے ہٹا کر منیجر کی پوسٹ پر بٹھادیا تھا بچوں کو نچلے درجے کے اسکول سے اٹھوا کر مہنگے ترین انگلش میڈیم اسکول میں داخل کروادیا تھا۔ مہ جبین کی جب بھی گڑیا سے بات ہوتی وہ تمام رشتے داروں کی باتیں اس کے گوش گزار کردیتی جواباً وہ ایک قہقہہ لگا کر رہ جاتی۔

''اچھا آپی سیٹ تیار ہو چکا ہے میں فون بند کرتی ہوں۔''

اس نے موبائل بند کیا اور سہولت سے کیمرے کی تیز چبھتی ہوئی روشنیوں کے درمیان آن کھڑی ہوئی آنکھوں کو چکاچوند کردینے والی اس دنیا سے روشناس اسے مراد فاروقی نے کروایا تھا۔ مقبول آفتاب کے بعد اس کی کافی لوگوں سے شناسائی ہوئی جس میں ایک مراد فاروقی تھا جو پیشے کے اعتبار سے فوٹو گرافر تھا۔ یاسمین کے پوشیدہ حسن کو مراد فاروقی کی زیرک نگاہوں نے فوراً پہچان لیا تھا جو بظاہر غربت پریشانی اور مفلسی کے دھندلکوں میں چھپا ہوا تھا وہ بے پناہ سحرانگیز سراپے اور پرکشش چہرے کی مالک تھی۔ مراد فاروقی ہی وہ جوہری تھا جس نے یاسمین جیسے ہیرے کو تراش کر جیسمین خان بناڈالا تھا اور آج ایک عالم اس کا دیوانہ تھا۔

❀......☆......❀
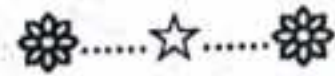
جیسمین ٹی وی واخباری انٹرویوز سے بہت دور بھاگتی تھی وہ شاذونادر ہی کسی کو انٹرویو دیتی تھی اور جس کو دیتی تو سمجھو اس کا نصیب کھل جاتا تھا۔ ایک بے پناہ معروف جریدے کا اسٹاف اس سے انٹرویو کا وقت لینے کے لیے مہینوں سے پیچھے پڑا ہوا تھا جب کہ اس کا سیکرٹری مسلسل انہیں ٹال رہا تھا اس وقت بھی وہ ان ہی سے نبرد آزما تھا جب ہی پاس کھڑی جیسمین نے اسے ٹائم دینے کا عندیہ دیا اور جب سیکرٹری نے یہ خوش خبری اس میگزین کو سنائی تو جیسے ان کی مراد برآئی تھی۔

انٹرویو لینے والا لڑکا کافی ذہین اور شارپ تھا وہ بڑی مہارت سے جیسمین کا انٹرویو لے رہا تھا جب ہی ایک لڑکی اس کے پاس آ کر بولی تھی۔ ”میڈم سیٹ تیار ہے۔“ یہ سن کر جیسمین نے کرسی سے اٹھنے کا قصد کیا تو وہ لڑکا تیزی سے بولا۔

”میڈم پلیز آخری سوال۔“ اس کی بات پر جیسمین نے اس کو گویا سر کے اشارے سے اجازت دی تو وہ گویا ہوا۔

”آپ کی نظر میں انسان کی کیا قیمت ہے۔“ جیسمین نے اس سوال پر اسے چند ثانیے دیکھا پھر انتہائی سپاٹ لہجے میں بولی۔ ”تیس ہزار روپے۔“

”تیس ہزار روپے۔“ وہ حیرت سے دہرا کر بولا۔

”ہوں تیس ہزار روپے۔“ یہ کہہ کر وہ اس لڑکے کو حیران و پریشان چھوڑ کر اس دنیا کی جانب قدم بڑھانے لگی جو محض اپنا آپ تیس ہزار میں فروخت کرنے کے عوض اسے ملی تھی یہ تو مراد فاروقی کی مہربانی اور اس کے حسن کا کمال تھا کہ وہ اس

مصنوعی تصنع سے بھرپور دنیا میں چلی آئی تھی ورنہ تو وہ اس بدبودار ماحول کا حصہ بن جاتی جہاں دن تاریک اور راتیں روشن ہوتی ہیں۔ مگر ان سب کے باوجود بھی وہ اپنی اماں کو بچا نہیں پائی تھی۔ شاید وہ کچھ بھی نہیں بچا سکی تھی۔ یاسمین سے جیسمین بننے کا سفر صرف تیس ہزار کے عوض ہی تو طے ہوا تھا۔ جیسمین جونہی کیمرے کے آگے آئی کھٹاکھٹ روشنیاں جل اٹھیں اور پھر اس نے چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ سجا کر اپنا کام شروع کردیا۔

ماں: مجھے نیند نہیں آتی ہے

ماں مجھے نیند نہیں آتی ہے
ایک مدت سے مجھے نیند نہیں آتی ہے
ماں مجھے لوری سناؤنا' سلادونا مجھے
ماں مجھے نیند نہیں آتی ہے
رتجگے اب تو مقدر ہیں میری پلکوں کا
نیند آئے تو لیے آتی ہے بغداد کی یاد
آنکھ لگتے ہی کوئی بیوہ اٹھادیتی ہے
پیٹ کتنا ہی بھروں بھوک نہیں مٹتی ہے
جلتے بصرہ کی مجھے پیاس جگادیتی ہے
کوئی قندھار کی وادی سے بلاتا ہے مجھے
ذکر قندوز کا آئے تو مجھے لگتا ہے
کاٹ کے سر کوئی ہنستا ہے' جلاتا ہے مجھے
بم کی آوازیں مجھے کچھ نہیں کہتی ہیں مگر
زخم ان بچوں کے سونے نہیں دیتے ہیں مجھے
ماں میری آنکھیں تو پتھر کی ہوئی جاتی ہیں
نوجوان لاشے پررونے نہیں دیتے ہیں مجھے
میرے سینے پر رکھو ہاتھ رلادونا مجھے
ماں مجھے لوری سنادونا' سلاؤنا مجھے
ماں مجھے نیند نہیں آتی ہے
ایک مدت سے مجھے نیند نہیں آتی ہے

شاعر: وصی شاہ

انتخاب: ملالہ اسلم...... خانیوال

ہومیو گائیڈ

ہومیو ڈاکٹر طلعت نظامی

"وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ"

یہ حقیقت ہے کہ عورت اس جہاں کا وہ خوش رنگ پھول ہے جس کی خوشبو سے فضا مسحور ہے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ "عورت" کو یہ احساس نہیں کہ اگر اس کی خوشبو بے کیف ہوجائے اور رنگ مدہم پڑ جائیں تو اس کی ذات کتنی بے رونق ہوجائے۔

عورت طبعی طور پر ناتواں ہوجائے تو گھر گرہستی کا نظام درہم برہم ہوجاتا ہے عورت ہی ہے جس کی ذات سے عالم وجود میں آیا لیکن اگر یہی ہستی کسی مرض میں مبتلا ہوجائے تو بے اطمینانی پورے نظام کو تہہ و بالا کردیتی ہے خود عورت ذات چڑچڑاہٹ میں مبتلا ہوجاتی ہے لیکن کہیں غربت، مفلسی، کہیں شرم و حیا اور کہیں اپنی ذات سے بے پروائی امراض کو بڑھانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

اسی صنف نازک سے وابستہ ایک مہلک بیماری "لیکوریا" ہے جس میں ہر تین میں سے ایک عورت اس کا شکار ہے اور یہ ہماری عورت کو گھن کی طرح کھا رہی ہے۔

لفظ (Leocorrhoea) دو یونانی الفاظ کا مجموعہ ہے۔ Leueo کے معنی سفید اور Rhoea کے معنی اخراج ہیں۔ طبی اصطلاح میں Vegina (رحم) سے رسنے والے ایک محدود اخراج کو لیکوریا کہتے ہیں جو اس حد تک ہو کہ رحم کو تر رکھ سکے۔ صحت مند لیکوریا سفید رنگ، بے بو ہوتا ہے اور اگر اس کا اخراج زرد اور گاڑھی شکل کا ہو اور اس میں سے بو آئے تو یہ مرض لیکوریا ہے یہ خارش دار بھی ہوتا ہے جس کے بہت سے اسباب ہیں، جن میں ایک خاندانی ہے اس کے علاوہ مندرجہ ذیل اسباب ہیں۔

اسباب لیوکوریا: کمی خون، سوزاک، آتشک، خنازیر، تپ دق، جوڑوں کا درد، عام کمزوری، حیض کا بند ہونا، رحم کا ورم، اندام نہانی کا ورم، اوائل عمری میں حمل قرار پانا، چوٹ، ایک طویل عرصے تک بچے کو دودھ پلاتے رہنا، صدمہ، ٹینشن، بچوں میں کم وقفہ ہونا، مقعد میں کیڑوں کا ہونا گردے کی مزمن سوزش، وغیرہ۔

علامات مرض

کمر درد، پیڑو میں بوجھ اور درد، کمزوری محسوس ہونا، چکر، بخار، رحم سے سفید، گاڑھا اور بدبودار، خراش دار اخراج یا پتلا پانی کی طرح جس میں زیادتی ہو، سستی، کسلمندی اگر یہ مرض زیادہ عرصہ تک رہے تو اکثر حمل قرار نہیں پاتا۔ بعض اوقات یہ مرض حمل کے دوران بھی ہوجاتا ہے۔ چہرے کا رنگ پیلا پڑ جاتا ہے ہاضمہ میں نقص ہوتا ہے۔ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں، بعض اوقات چھیلنے والی رطوبت کا اخراج ہوتا ہے۔ زیادتی اتنی کہ ٹانگوں تک قطروں کی طرح گرتی ہو، یہ سیلان آغاز میں پانی کا سا اور خون سا ہوتا ہے لیکن جلد ہی گاڑھا، زردی مائل یا سبزی مائل ہوجاتا ہے سوکھنے پر زردی مائل یا سبزی مائل داغ کپڑے پر رہ جاتے ہیں کچھ دنوں بعد یہ سیلان سفیدی مائل دودھ کی طرح کا ہوجاتا ہے اور مریضہ کمزور سے کمزور تر ہوتی جاتی ہے۔

طبعی تاثر اور مزاجی کیفیت رحم کے لیکوریا کا پیش خیمہ ہوتے ہیں بلغمی مزاج کی لڑکیاں اکثر اس مرض کا شکار ہوتی ہیں، یہ طبیعتیں ذرا سی سردی لگ جائے اور مرطوب موسم میں تکلیف دیتی ہیں۔

لیکوریا کی کئی قسمیں حیض کی بے قاعدگی کی وجہ خیال کی

جاتی ہیں۔

ایک نوجوان عورت جو نازک مزاج ہے اسے حیض سے قبل مسلسل دو تین مہینہ سیلان الرحم رہتا ہے یہ سیلان حیض کا پیش خیمہ خیال کیا جاتا ہے دوسری حالت میں حیض رک جاتا ہے اس کے بجائے سیلان الرحم شروع ہو جاتا ہے یہ سیلان ٹھیک ایک مہینے کے وقفے کے بعد شروع ہو کر اتنے ہی دن رہتا ہے جتنے دن حیض کو رہنا چاہیے اور حیض کے دنوں میں یہ سیلان حیض کی مقدار کے برابر کم وبیش ہوتا رہتا ہے ایسی بھی مریضائیں ہیں جن کے حیض بالکل درست اور باقاعدہ ہوتے ہیں ان میں لیوکوریا ٹھیک وقفے پر شروع ہو جاتا ہے جس کی مقدار حیض کی نمود سے قبل بڑھ جاتی ہے یا حیض کے بند ہونے کے بعد بڑھتی ہے۔ اس قسم کا سیلان ماہ بہ ماہ حیض پر حاوی ہوتا جاتا ہے اور وقت آتا ہے جب حیض کے بجائے صرف سیلان الرحم ہوتا ہے سخت حالات میں اس قسم کا لیوکوریا رحم سے سیلان خون کا باعث ہوتا ہے۔

ایسی بھی مریضائیں ملتی ہیں جن کو ہمیشہ حیض کے بجائے سیلان الرحم ہوتا ہے اور وضع حمل یا اسقاط کے بعد کئی کئی مہینے تک جاری رہتا ہے اسقاط کے بعد جب لیوکوریا شروع ہو کر کئی کئی مہینے تک جاری رہتا ہے تو یہ لیوکوریا بانجھ پن کا باعث بنتا ہے۔

حفاظتی تدابیر

صحت کے اصولوں پر سختی سے کاربند رہا جائے۔ متوازن خوراک کا استعمال کیا جائے قبض نہ ہونے دی جائے، مرچ، مصالحہ، کھٹی، ٹھنڈی، بادی اشیا کے استعمال سے پرہیز کیا جائے، پھلوں کا استعمال زیادہ کیا جائے رنج و غم و تفکرات سے دور رہا جائے۔

علاج بالمثل

ایلومینا:۔ حیض سے قبل اور بعد میں سیلان الرحم زرد چھیلنے والی رطوبت کے ساتھ اس قدر خارج ہو کہ ٹانگوں سے ایڑیوں تک پہنچ جائے۔

اووسٹا:۔ لیکوریا زیادہ مقدار میں اور بدبودار خارج ہو کر کمر میں درد کے ساتھ۔

بوریکس:۔ صاف رنگ کا گاڑھا پانی کی طرح مقدار میں زیادہ اور گرم ہو۔

پلساٹیلا:۔ رطوبت گاڑھی، انڈے کی سفیدی کی طرح، مریضہ کا رونے کی طرف رجحان، جلن دار لیکوریا۔

کریازوٹ:۔ مقدار میں زیادہ، خراش دار، بدبودار، جہاں لگے خراش پیدا کرلے۔

پیپا:۔ زرد سبزی مائل اور بدبودار لیکوریا حیض سے پہلے ہو، بلوغت کے وقت یا حمل کے دوران سیلان الرحم، پیڑو میں بوجھ، رحم میں نیچے کی طرف دباؤ، کمزور دبلی پتلی، چہرے پہ چھائیاں۔

سائنا:۔ چمونوں (پیٹ کے کیڑے) کی وجہ سے لیکوریا۔

سلفر:۔ خنازیری مزاج والی عورتیں جن کے ہاتھ اور پاؤں میں جلن ہو، رطوبت پتلی اور زردی مائل، جلد میلی کچیلی خارش زدہ۔

کمکلیریا کارب:۔ کم عمر لڑکیوں میں لیکوریا کی شکایت رطوبت دودھیاں رنگ کی، حیض آنے سے قبل، زیادتی اور خارش ہو ٹھنڈی ہوا سے زیادتی ہو۔

بیاض دل

میمونہ رومان

فضہ جٹ، مائرہ جٹ.....سرگودھا

یا مصطفیٰ ﷺ عطا کردو اذن حاضری کا
کرلوں نظارہ آکر میں آپ کی گلی کا
اک بار بس دکھا دو رمضان میں مدینہ
بے شک بنالو آقا ﷺ مہمان دو گھڑی کا

فراست علی سیال.....محمود پور

ہمیں معلوم تھا جام میں زہر ہے لیکن
خلوص اتنا تھا کہ ہم ٹھکرا نہ سکے

جاذبہ عباس.....مری

گلہ بنتا ہی نہیں ہے بے رخی کا
انساں ہی تو تھا بدل گیا ہوگا
ارے سنو! اتنے بھی پیارے نہیں ہو تم
بس میری چاہت نے تمہیں سر چڑھا رکھا ہے

فاطمہ.....وہاڑی

توجہ دے اپنی پڑھائی پر، نہ پڑ عشق کے عذابوں میں
برباد وہی ہوتے ہیں جو پھول رکھتے ہیں کتابوں میں

شاہی رحمان.....مانسہرہ

وہ آج بھی صدیوں کی مسافت پر کھڑا ہے
ڈھونڈا تھا جسے وقت کی دیوار گرا کر

سونا چوہدری.....شادیوال، گجرات

منزلوں کا غم کرنے سے منزلیں نہیں ملتیں
حوصلے بھی ٹوٹ جاتے ہیں اکثر اداس رہنے سے

رابعہ مبارک.....پتوکی

میری دیوانگی پہ اس قدر حیراں ہوتے ہو
میرا نقصان تو دیکھو محبت گم شدہ میری

ایس گوہر طور.....تاندلیانوالہ

میں زمین ہوں میرا ظرف آسمان کا ہے
کہ ٹوٹ کر بھی میرا حوصلہ چٹان کا ہے
قفس تو میرے مقدر میں تھا لیکن
ہوا میں شور ابھی تک میری اڑان کا ہے

فوزیہ تبسم.....گجرات

دائم آباد رہے گی دنیا
ہم نہ ہوں گے کوئی ہم سا ہوگا

نیلم شرافت.....جتوئی

ہم نفرت کے قابل تھے تو نفرت سے ہی مار دیتے
کیوں اپنی محفل میں بلا کر پیار سے کہا "جاناں کون ہو تم"

حنا فرحان.....حویلی لکھا

تیز بارش میں بھی سرد ہواؤں میں رہا
اک تیرا ذکر تھا جو میری صداؤں میں رہا
کتنے لوگوں سے میرے گہرے مراسم ہیں مگر
تیرا چہرہ ہی فقط میری دعاؤں میں رہا

عاصمہ اسلم.....ڈنڈہ شاہ بلاول

میں بلندیوں کا عروج تھا
میرا کیا تعلق تھا شام سے
تو جدا ہوا تو پتا چلا
میرا نام تھا تیرے نام سے

نورین مسکان سرور.....سیالکوٹ ڈسکہ

میں جب بھی ٹوٹ جاتی ہوں کسی سے کچھ نہیں کہتی
میں چکنا چور ہوکر بھی نئے منظر بناتی ہوں
مرے ہاتھوں میں قدرت نے ہنر کچھ ایسا رکھا ہے
کبھی کھوکر بناتی ہوں کبھی پاکر بناتی ہوں

کرن شہزادی.....مانسہرہ

میری طلب تھا ایک شخص وہ جو نہیں ملا تو پھر
ہاتھ دعا سے یوں گرا کہ بھول گیا سوال بھی

شمع مسکان.....جام پور

سیاہ شب اور تنہائی
دل معطر اور روح بے چین
سوغات عشق ملے
رم جھم رم جھم برسے نین

لبنیٰ شکیلہ.....سیالکوٹ

بڑے کٹھن عشق کے امتحان ہوتے ہیں
وسوسے رہتے ہیں اور گمان ہوتے ہیں
گھر تو بنتے ہیں لبنیٰ پیار بھرے رشتوں سے
اینٹ پتھر سے بنے خالی مکان ہوتے ہیں

اقراء ماریہ.....نامعلوم

اتنی وفاداریاں نہ کر کسی سے یوں مدہوش ہوکر دوست

یہ دنیا والے ایک غلطی کے بدلے ساری وفائیں بھلا دیتے ہیں
رابعہ عمران چوہدری...... رحیم یار خان

اس سے میں مشورہ نہیں لیتی
پھر بھی وہ فیصلوں میں بولتا ہے
نوشین...... حاجی شاہ

جفا کی آگ تھم جائے فخر ٹوٹے کبھی محسن
چلے آنا میرے ہوکر میں ماضی پھر بھلا دوں گا
ندا مسکان جٹ...... 133 جنوبی

بہت اداس ہے کوئی شخص تیرے جانے سے
ہوسکے تو لوٹ آ کسی بہانے سے
تو لاکھ خفا سہی مگر ایک بار تو دیکھ
کوئی ٹوٹ گیا ہے کس قدر تیرے جانے سے
فائقہ سکندر رفائی...... لنگڑیال

ہماری بھی سنیے بڑی مزے کی ہے
زندگی سے یوں کھیلے جیسے دوسروں کی ہے
بی بی اسماء سحر...... روات ڈھوک مجر

اتنا چپ کے رستے بھی رہیں لاعلم
چھوڑ جائیں گے کسی روز تیرا نگر شام کے بعد
لوٹ آتی ہے میری شب بھر کی ریاضت خالی
جانے کس عرش پر رہتا ہے خدا شام کے بعد
حمیرا قریشی...... لاہور

اس قدر ہے میرے دل کو تجھے پانے کی حسرت
جیسے دکھ کے بازار میں درد کی کثرت
فوزیہ سلطانہ...... تونسہ شریف

ہم تسلیم کرتے ہیں ہمیں فرصت نہیں ملتی
مگر جب یاد کرتے ہیں زمانہ بھول جاتے ہیں
سیدہ لوبا سجاد...... کہروڑ پکا

ہم بنے تھے تباہ ہونے کے لیے
اس کا ملنا تو ایک بہانہ تھا
سیدہ جیا عباس کاظمی...... تلہ گنگ

تمام عمر جو ہم سے خفا خفا تھے بہت
ہمیں اسی کے سہارے پہ آسرا تھا بہت
کھلی ہے آنکھ تو ایک چپ سی لگ گئی ہے اسے
یہ شخص رات کو خواب میں بولتا تھا بہت
ثمینہ ناز...... بستی غوث پور

دنیا ہے سچائی کی شیدائی بہت
لیکن ہر کسی کے دل میں ہے برائی بہت
سچ سچ کرتے ہیں جہاں والے
کیونکہ ناز اس سے ہوتی ہے واہ واہ بہت
ثناء اعجاز...... رجانہ

کون سا زخم تھا جو ترو تازہ نہ تھا
زندگی میں اتنے غم تھے کہ اندازہ نہ تھا
ہماری جھیل سی آنکھوں کا اس میں کیا قصور
ڈوبنے والے کو ہی گہرائی کا اندازہ نہ تھا
مدیحہ نورین مہک...... برنالی

تیری کمی بھی ہے تیرا احساس بھی ہے
تو دور بھی ہے تو پاس بھی ہے
خدا نے یوں نوازا تیری دوستی سے مجھے
خدا کا شکر بھی ہے خود پہ ناز بھی ہے
آمنہ سندس رفیق سندر...... عبدالحکیم

تجھے کیا بتاؤں میں ہم نشیں
میرے غم کا قصہ طویل ہے
میرے گھر کی لٹ گئی آبرو
ہوا جب سے غیر دخیل ہے
فیاض اسحاق مہیانہ...... سلانوالی

ہم عجب مسافر دشت تھے جو چلے تو چلے چلے گئے
کسی آب جو کی صدا میں کہیں راستے میں رکے نہیں
کئی اور اہل طلب ملے مجھے راہ شوق میں ہم قدم
جنہیں کر رہا تھا تلاش میں وہی لوگ مجھ کو ملے نہیں
عائشہ سلیم...... کراچی

لیتی ہے جلتی شمع بھی بجھنے میں کچھ تو وقت
ہے آدمی سا کوئی کہاں بے ثبات اور
سیلاب جیسے لیتا ہے دیوار کے قدم
کرتا ہے غم بھی دل سے کوئی واردات اور

biazdill@aanchal.com.pk

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

نٹس کیک

ضروری اشیاء:۔

گھی	آدھا کپ
چینی	آدھا کپ
میدہ	ڈیڑھ کپ
دودھ	آدھا کپ
نمک	ایک چوتھائی چائے کا چمچ
بیکنگ پاؤڈر	ڈیڑھ چائے کا چمچ
ونیلا ایسنس	آدھا چائے کا چمچ

فیلنگ کے لیے

شکر	آدھا کپ
میدہ	ایک کھانے کا چمچ
کھجوریں (چوپ کرلیں)	ایک چوتھائی کپ
نٹس (چوپ کرلیں)	ایک چوتھائی کپ
دار چینی	ایک چائے کا چمچ

ترکیب:۔

گھی، چینی، ونیلا ایسنس ملا کر پھینٹ لیں اس کے بعد انڈہ شامل کرکے پھینٹ لیں پھر میدہ، نمک، بیکنگ پاؤڈر ایک ساتھ ملا کر تین بار چھان لیں اور کیک مکسچر میں شامل کریں، ساتھ ہی دودھ بھی شامل کرتی جائیں۔ ایک آٹھ انچ کے چوکور سانچے کو تیل لگائیں، آدھا مکسچر ڈالیں۔ شکر، میدہ، مکھن، کھجوریں، دار چینی اور نٹس کو مکس کرکے اوپر ڈالیں اس کے بعد باقی کا مکسچر ڈالیں۔ اوپر دار چینی چھڑکیں، پہلے سے گرم اوون میں 350.c پر پینتالیس منٹ بیک کریں، تیار ہو جائیں تو اوون سے نکال کر مزے دار نٹس کیک سرو کریں۔

شمائلہ شفی...... کراچی

فرنچ ٹوسٹ ود کسٹرڈ

ضروری اشیاء:۔

بریڈ سلائسز	چار عدد
دودھ	آدھا کپ
ونیلا کسٹرڈ	دو کھانے کے چمچ
چینی	چار کھانے کے چمچ
انڈے	دو عدد
کافی	ایک چائے کا چمچ
گھی	فرائی کرنے کے لیے
زردے کا رنگ	چوتھائی چائے کا چمچ

ترکیب:۔

ایک کپ دودھ میں دو کھانے کے چمچ چینی اور کسٹرڈ پاؤڈر ڈال کر پکائیں۔ آدھا کپ دودھ میں بقیہ چینی، زردے کا رنگ اور انڈے ڈال کر اچھی طرح مکس کرلیں۔ گھی گرم کرکے بریڈ کے سلائس اس مکسچر میں ڈبو کر فرائی کرلیں اور ایک ٹرے میں رکھتے جائیں پھر اس پر تیار شدہ کسٹرڈ ڈال کر کافی چھڑک دیں اور فریج میں رکھ کر ٹھنڈا کرلیں۔ مزے دار اور منفرد فرنچ ٹوسٹ ود کسٹرڈ بچے بڑے سب شوق سے کھائیں گے۔

نزہت جبین ضیاء...... کراچی

کرنچ کیک

ضروری اشیاء:۔

انڈے	دو عدد
میدہ	چھ کھانے کے چمچ
شکر (پسی ہوئی)	چھ کھانے کے چمچ
ایسنس	چند قطرے
فریش کریم	دو پیکٹ
شکر	ایک چوتھائی کپ (پسی ہوئی)
کرنچ	آدھا کپ
بیکنگ پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ

ترکیب:۔

چینی کو فرائی پین میں پگھلا کر اس میں بادام یا مونگ پھلی ڈال دیں اس کے بعد ایک گریس کیے ہوئے برتن میں ڈال کر ٹھنڈا کرلیں اور ٹھنڈا ہونے کے بعد اس کو کرش کریں۔ انڈے اور چینی کو اچھی طرح بیٹ کریں اس میں ایسنس، بیکنگ پاؤڈر اور میدہ ڈال کر فولڈ کریں۔ اوون کو پہلے سے گرم کرلیں، کیک مکسچر کو سانچے میں ڈال کر بیک کرلیں، بیک ہو جائے تو اوون سے کیک نکال کر ٹھنڈا کرلیں۔ ٹھنڈا ہونے پر کیک کو درمیان سے کاٹ کر اس پر بیٹ کی ہوئی کریم ڈال دیں اس کے بعد کرنچ اور پھر کیک کا دوسرا حصہ رکھ کر اس کو کریم سے کور کریں اور اپنی پسند کے

مطابق ڈیکوریٹ کرلیں اور سرو کریں۔

طلعت نظامی...... کراچی

پیچ یوگرٹ کیک

ضروری اشیاء:۔

آڑو	100 گرام
دہی	300 گرام
تازہ کریم	500 گرام
شکر	150 گرام
انڈے کی زردی	دس عدد
جیلاٹن پاؤڈر	آدھا کھانے کا چمچ
اسفنج کیک	بیس بنانے کے لیے

ترکیب:۔

ایک سوس پین میں انڈوں کی زردی، دہی، شکر اور لیموں کا رس ڈال کر یکجان کرلیں پھر اس آمیزے کو ہلکی آنچ پر چولہے پر رکھ دیں۔ جیلاٹن پاؤڈر کو تھوڑے سے ٹھنڈے پانی میں گھول لیں، چولہے پر جو مکسچر رکھا تھا اس گرم مکسچر میں جیلاٹن ملادیں اور چولہے سے اتار کر اس آمیزے کو ٹھنڈے ہونے دیں۔ کریم کو پھینٹ لیں، کسی ڈونگے میں پہلے اسفنج کیک کی تہہ جمائیں اس پر کریم ڈال کر کیک کو کور کردیں اور آڑو کی قاشوں سے سجادیں۔ اس کے بعد انڈے کی زردی اور دہی وغیرہ کا جو آمیزہ تیار کیا تھا اسے بھی اسفنج اور کریم پر پھیلادیں اور اس پیالے کو ڈیپ فریزر میں تین گھنٹے کے لیے جمنے کے لیے رکھ دیں ٹھنڈا کرنے کے بعد سرو کریں۔

ارم ناز...... بہاول نگر

پیچ اینڈ کیوی کیک

ضروری اشیاء:۔

آڑو	آدھا کلو
کیوی	دو عدد
پی نٹ بسکٹ	ایک پیکٹ
مکھن	دو کھانے کے چمچ
دہی	250 گرام
کریم چیز	چار کھانے کے چمچ
چینی	چار کھانے کے چمچ
جیلاٹن پاؤڈر	آدھا کھانے کا چمچ

(جیلاٹن کو ایک چوتھائی کپ پانی میں گھول لیں)

ترکیب:۔

آڑو کو چھیل کر میش کرلیں اور کیوی کو بھی چھیل کر سلائسز کاٹ لیں ایک ڈش میں بسکٹ کی تہہ بچھادیں۔ کریم چیز کو بیٹر کی مدد سے پھینٹیں، ساتھ میں چینی اور دہی بھی ملادیں جب اچھی طرح مکس ہوجائے تو کریم، جیلاٹن پاؤڈر اور آڑو ڈال کر بسکٹ کے اوپر ڈال دیں۔ اسے فریج میں ٹھنڈا اور سیٹ ہونے کے لیے رکھیں، آخر میں آڑو اور کیوی سلائس کے ساتھ گارنش کریں اور سرو کریں۔

نازیہ عباسی...... ٹھٹھہ

سویوں کا قلفہ

ضروری اشیاء:۔

دودھ	دو کلو
سویاں	150 گرام

(تھوڑا سا پانی ڈال کر بوائل کر کے پیس کرلیں)

الائچی پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
کھوئے کی برفی	آدھا کلو
چاول کا آٹا	آدھا کپ
پستہ بادام	آدھا کپ

(ہم وزن لے کر پاؤڈر بنالیں)

کارن فلور	دو کھانے کے چمچ

(تھوڑے سے پانی میں گھول لیں)

قلفہ کے سانچے	حسب ضرورت
شکر دانے	حسب ضرورت

ترکیب:۔

ایک پتیلی میں دودھ گرم کریں اور اتنا پکائیں کہ وہ آدھا رہ جائے اس میں الائچی پاؤڈر کارن فلور اور چاول کا آٹا اور سویوں کا پیسٹ ڈال کر اتنا پکائیں کہ وہ گاڑھا ہوجائے۔ آخر میں بادام پستہ پاؤڈر ڈال کر اتار لیں، اب اس میں کھوئے کی برفی چورا کر کے ڈال دیں اور بیٹر سے اچھی طرح مکس کرلیں اور تین گھنٹے کے لیے کسی باؤل میں ڈال کر فریزر کردیں۔ تین گھنٹے بعد نکال کر دوبارہ بیٹر سے فلافی ہوجانے تک چلائیں اور فریز کردیں۔ اسی طرح دو دفعہ کریں، دوسری دفعہ میں بیٹر سے بیٹ کرنے کے بعد قلفہ سانچے میں بھر کر ڈھکن لگا کر فریز کردیں۔ نہایت نرم اور مزے دار سویوں کا قلفہ تیار ہے۔ ہر قلفہ سانچے میں چھ مہینے سے زیادہ مدت تک استعمال کرسکتی ہیں۔

سحرش فاطمہ...... کراچی

پائن ایپل کیک

ضروری اشیاء:

پائن ایپل	200 گرام
پائن ایپل جوس	200 گرام
فریش کریم	300 گرام
پائن ایپل	چند قطرے
آئسنگ شوگر	100 گرام
بنیادی سادہ اسفنج	ایک عدد

ترکیب:۔

8x8 کا سادہ اسفنج کا ٹکڑا بڑی اسفنج شیٹ میں سے کاٹ لیں۔ اسفنج کو درمیان سے ایک بڑی چھری کی مدد سے دو حصہ میں کاٹ لیں۔ ایک حصہ کو کیک پلیٹر (8x8 کارڈ بورڈ شیٹ) پر لگا دیں' پائن ایپل جوس کو برش کی مدد سے اسفنج پر لگائیں۔ کریم اور آئسنگ شوگر کو کریم مکسچر باؤل میں ڈال کر ٹھنڈے ماحول میں پانچ منٹ تک پھینٹ کر بنا لیں اور فلیور ڈال دیں۔ تیار کریم کو اسفنج پر پھیلا دیں اور دوسرے حصہ کو اس پر رکھ دیں۔ دوسرے حصہ کے اوپر سطح پر برش کی مدد سے پائن ایپل جوس لگائیں۔ بقیہ کریم ٹاپ پر لگائیں اور اسٹیل نائف سے صفائی سے پھیلا دیں اور ساتھ ہی کریم سے کور کر دیں۔ پائن ایپل کو کرش کر کے کریم پر پھیلا دیں' پیپر کون کی مدد سے پھول والے نوزل کے ذریعے کیک کے اوپر خوب صورت پھول بنائیں۔ پھول کے اوپر پائن ایپل پیس سے گارنش کر دیں لیجیے پائن ایپل کیک تیار ہے۔

حنا مہر......کوڑادو

بٹر کیک ود مینگو

ضروری اشیاء:۔

میدہ	بارہ کھانے کے چمچ
چینی (پسی ہوئی)	بارہ کھانے کے چمچ
انڈے	تین عدد
پھیکا مکھن	150 گرام
آئسنگ شوگر	آٹھ کھانے کے چمچ
بیکنگ پاؤڈر	ڈیڑھ کھانے کا چمچ
مینگو جیلی	ایک کپ
آم	حسب ضرورت
مکھن	ایک کپ
مینگو کے پیس	حسب ضرورت

(میدے کو چھان کر اس میں بیکنگ پاؤڈر ملا لیں)

ترکیب:۔

چینی اور ایک کپ مکھن کو اچھی طرح پھینٹیں' اس کے بعد اس میں ایک ایک کر کے انڈے ڈال کر پھینٹتی جائیں اس میں میدہ ڈال کر احتیاط سے مکس کریں اور پھر سانچے میں ڈال کر پہلے سے گرم اوون میں 140.c پر رکھ کر تیس سے پینتیس منٹ تک بیک کریں۔ جب کیک تیار ہو جائے تو اس کو ٹھنڈا کر لیں اس کے بعد کیک کے درمیان میں سے دو حصے کر لیں اس پر مینگو جیلی لگائیں اور آم کے پیس رکھ دیں جب پیالے میں پھیکا مکھن اور آئسنگ شوگر ڈال کر خوب اچھی طرح پھینٹ کر آمیزہ تیار کر لیں' تیار کیے ہوئے کیک پر مکھن اور آئسنگ شوگر کے آمیزے سے ڈریسنگ کریں' مزے دار بٹر کیک ود مینگو تیار ہے' سرو کریں۔

شبانہ حیدر......ملتان

پوٹیٹو چیز بالز

اجزاء:۔

آلو	آدھا کلو
چیڈر چیز (کدوکش کر لیں)	سو گرام
موزریلا چیز (کدوکش کر لیں)	سو گرام
سیاہ مرچ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
سویا سوس	ایک کھانے کا چمچ
چلی سوس	ایک کھانے کا چمچ
بریڈ کرمبز	ایک کپ
انڈے	دو عدد
تیل	حسب ضرورت

ترکیب:

آلو ابال کر میش کر لیں' ایک پیالے میں چیڈر چیز اور موزریلا چیز ڈال کر مکس کر کے چھوٹی چھوٹی چیز بالز بنا لیں' میش کیے ہوئے آلو میں سیاہ مرچ پاؤڈر سویا سوس اور چلی سوس ڈال کر مکس کریں۔ میش کیے ہوئے آلو کے درمیان میں پہلے سے بنائی ہوئی چھوٹی چھوٹی چیز بالز رکھ کر آلو کی گول بالز بنا لیں اور انہیں پہلے انڈے میں ڈپ کریں اس کے بعد بریڈ کرمبز سے کوٹ کر کے گرم تیل میں درمیانی آنچ پر گولڈن براؤن ہونے تک ڈیپ فرائی کریں۔ مزے دار پوٹیٹو چیز بالز تیار ہیں کیچپ اور چلی گارلک سوس کے ساتھ گرم گرم سرو کریں۔

آمنہ نور......کراچی

بنانا اینڈ لیمن کیک

ضروری اشیاء:۔

میدہ	دو کپ
بیکنگ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
مکھن	آدھا کپ
چینی	آدھا کپ
براؤن شوگر	آدھا کپ
انڈے	دو عدد
لیموں کی چھال	آدھا چائے کا چمچ
کیلے (چھیل کر میش کرلیں)	ایک کپ
ونیلا ایسنس	ایک چائے کا چمچ
دودھ	ایک چوتھائی کپ
اخروٹ (چوپ کیا ہوا)	ایک کپ

سجانے کے لیے:۔

مکھن	آدھا کپ
آئسنگ شوگر	چار کپ
لیموں کی چھال	ایک چائے کا چمچ
لیموں کا رس	چار کھانے کے چمچ

ترکیب:۔

میدے میں بیکنگ پاؤڈر اور نمک مکس کر کے چھان لیں، الگ پیالے میں مکھن اور چینی کو اتنا پھینٹیں کہ وہ کریم کی طرح سے ہو جائے پھر ایک ایک کر کے انڈا شامل کریں اور خوب پھینٹیں۔ کیلے میں براؤن شوگر، ونیلا ایسنس اور دودھ ملا دیں اب مکھن اور میدے کو تھوڑا تھوڑا کر کے مکس کریں۔ تمام اجزا کو اچھی طرح مکس کریں پھر اخروٹ ڈال دیں۔ نو انچ کا کیک کا سانچہ لے کر گھی یا مکھن سے چکنا کر لیں۔ اس میں کیک کا آمیزہ ڈال کر پہلے سے گرم اوون میں 250.c پر رکھ کر پینتیس منٹ کے لیے بیک کر لیں۔

سجاوٹ کے لیے مکھن کو اچھی طرح پھینٹیں اس میں آئسنگ شوگر اور لیموں کی چھال ملا کر مکس کریں آخر میں لیموں کا رس ڈالیں کہ یہ کریم کی طرح بن جائے۔ اس آمیزے کو کیک کے چاروں طرف لگا کر کیک کو کور کر لیں، کیلے اور لیموں کے قتلوں سے سجائیں۔ مزے دار بنانا اینڈ لیمن کیک تیار ہے۔

ندا حسنین...... کراچی

لیمن چیز کیک

ضروری اشیاء:۔

بسکٹ	170 گرام
مکھن	170 گرام
کریم چیز	130 گرام
جیلاٹن پاؤڈر	ایک کھانے کا چمچ
چینی (پسی ہوئی)	90 گرام
انڈا	ایک عدد
لیموں (رس نکال لیں)	ایک عدد
فریش کریم	200 گرام
آئسنگ شوگر	دو کھانے کے چمچ

ترکیب:۔

کیک ٹن میں بسکٹ کا چورا اور مکھن مکس کر کے لگا دیں اور فریزر میں رکھیں انڈے کی زردی اور سفیدی الگ کر لیں۔ اب ایک برتن میں پانی گرم کرنے رکھیں اس کے بعد زردی اور چینی ملا کر ایک پیالے میں ڈالیں اور گرم پانی پر رکھیں اور پکائیں۔ چمچ چلاتی رہیں تاکہ زردی پک جائے۔ جیلاٹن پاؤڈر گرم پانی میں مکس کر لیں، زردی اور چینی ٹھنڈی کر کے پھینٹیں۔ اس کے بعد چیز کریم ڈال کر پھینٹیں، جیلاٹن اور لیموں کا رس ڈال کر پھینٹیں، اب کریم پھینٹ کر اس آمیزے میں مکس کریں۔ اس کے بعد سفیدی الگ پھینٹ لیں کہ اچھی طرح پھول جائے اب اس آمیزے میں اس سفیدی کو فولڈ کر دیں، تیار آمیزے کو ٹن میں ڈال کر فریج میں رکھیں۔ سیٹ ہو جائے تو ٹن سے نکال لیں اور کریم اور لیموں کے سلائس سے سجا دیں۔

نادیہ احمد...... دوبئی

بیوٹی گائیڈ

روبینہ احمد

بالوں کی دلکشی بڑھائیں

بالوں کی حفاظت کے لیے نئے سنائے نسخوں کو اکثر خواتین بڑی اہمیت دیتی ہیں لیکن وہ یہ نہیں سمجھتیں کہ لازمی نہیں کہ کسی دوسرے کا آزمایا ہوا نسخہ ان کے بالوں کو بھی سوٹ کرے گا یا نہیں۔ اندازے کے مطابق بالوں کے لیے استعمال کی جانے والی ترکیبیں نقصان کا باعث بنتی ہیں۔ ان میں سرفہرست تو تیل کے حوالے سے پائے جانے والے شکوک وشبہات ہیں' تیل لگانے کے لیے ضروری نہیں کہ سر کو ہمیشہ سے چپڑا رکھا جائے بلکہ ہفتے میں دو یا تین بار تیل کا استعمال کافی ہوتا ہے۔ ایک غلط فہمی یہ بھی ہے کہ تیل کو بالوں پر کم از کم بارہ گھنٹے تک لگائے رکھنا ضروری ہے درحقیقت اس عمل سے تکیہ گندہ کرنے کے علاوہ کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ تیل دو گھنٹے میں بھی بالوں میں وہی اثر چھوڑتا ہے جو کہ بارہ گھنٹے میں ہوسکتا ہے۔ بالوں کی حفاظت کے لیے ضروری ہے کہ ہفتے میں انہیں تین یا چار بار کسی اچھے شیمپو سے دھویا جائے۔ کنڈیشنر کے بارے میں اکثر لوگوں کی رائے منفی ہوتی ہے حالانکہ یہ بالوں کو نئی زندگی دیتا ہے۔

بالوں کا رنگ خواتین کے مزاج کا عکاس

بال ڈائی کرنا خواتین کا مقبول عام فیشن ہے تاہم ماہرین کا دعویٰ ہے کہ درحقیقت بالوں کو رنگنے کے لیے مخصوص رنگ کا انتخاب بھی خواتین کے مزاج کی عکاسی کرتا ہے۔ علاوہ ازیں بالوں کی قدرتی رنگت بھی ہمارے مزاج پر نمایاں اثرات مرتب کرتی ہے۔ نیشنل اکیڈمی آف سائنس کے زیراہتمام ہونے والی تحقیق کے مطابق سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ سنہری یا سنہری مائل بالوں والی خواتین سرخ یا سرخی مائل بالوں والی خواتین سے نسبتاً زیادہ مسابقت پسند' جارح اور پختہ عزم ہوتی ہیں۔ سائنس دانوں کی تحقیقی نتائج کے مطابق ہلکے رنگ کے بالوں والی خواتین چاہے ان کے بال قدرتاً ایسے ہوں یا دہ انہیں اس رنگ کا رنگنا پسند کرتی ہوں جب اپنے راستے بنانے پر آتی ہیں تو جنگجویانہ فطرت پر اتر آتی ہیں۔ تحقیق سے اس بات پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ اکثر سرکردہ خواتین کے بال سنہری یا سنہری مائل کیوں ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں ماہرین نے یونیورسٹی آف کیلیفورنیا میں زیر تعلیم 156 طالبات سے ان کی عادات ومزاج اور خواہشات کے حوالے سے سوالنامہ پر کروایا تھا۔ اس مطالعے کے دوران یہ بات سامنے آئی کہ سنہرے بالوں والی طالبات زیادہ توجہ حاصل کرنے کی عادی ہوتی ہیں۔ علاوہ ازیں اگر وہ یہ کوشش نہ بھی کریں تو بھی دوسرے انہیں زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ محققین کا کہنا ہے کہ اس بات سے ان میں جو احساس پیدا ہوتا ہے وہ ان میں کسی معاملے پر اٹک جانے' بھڑ جانے پر یا جنگجویانہ طرز عمل پر اکساتا ہے۔ اس سلسلے میں سرکردہ محقق آرون سل کا کہنا ہے کہ تحقیق سے قبل ہم نے یہ مفروضہ قائم کیا تھا کہ سنہرے بالوں والی طالبات دوسری طالبات سے کہیں زیادہ خود پسند ہوں گی اور چونکہ ہم نے اس مقصد کے لیے لڑکیوں کا انتخاب بھی کیلیفورنیا سے کیا تھا ایسے میں ہمیں اپنے مفروضے کے ثابت ہونے کا پورا یقین تھا۔ واضح رہے کہ کیلیفورنیا میں سنہری بال والیوں کو زیادہ پسند کیا جاتا ہے اور اس خطے کی خواتین میں سنہری بالوں کو خوب صورتی کی علامت تصور کیا جاتا ہے۔ تحقیق کی روشنی میں ماہرین کا کہنا ہے کہ جتنے زیادہ کسی لڑکی کے بال سنہرے ہوتے ہیں اتنا ہی زیادہ وہ خود کو خاص محسوس کرتی ہے اور اسی قدر وہ اپنے سماجی مقاصد حاصل کرنے میں جلد بازی دکھاتی ہیں۔ یہاں تک کہ جو لڑکیاں اور خواتین اپنے بالوں کو رنگ

سے سنہرا کرتی ہیں ان میں بھی آہستہ آہستہ یہ خصوصیات اور مزاج پیدا ہوتا جاتا ہے تاہم اہم بات یہ ہے کہ سنہری بالوں والی لڑکیاں اور خواتین دوسرے رنگ کے بالوں والی لڑکیوں اور خواتین کے مقابلے میں آپس میں نسبتاً کم لڑتی ہیں۔

بالوں کو پرکشش بنائیں

بال عورت کی خوب صورتی کا اہم حصہ ہونے کے ساتھ ساتھ شخصیت میں بھی مقناطیسی کشش پیدا کرتے ہیں۔ جسمانی صحت اور حسن کی طرح بالوں کی حفاظت اور نگہداشت بھی بہت ضروری ہے تاکہ بالوں کو خوب صورت اور پرکشش بنایا جاسکے۔ بالوں کی طرف سے تھوڑی سی بھی بے پروائی برتی جائے تو بال جھاڑیوں کی طرح بدنما ہوجاتے ہیں یہی نہیں بلکہ بال جلدی سفید ہونے لگتے ہیں۔ بالوں کو بیماری سے بچانے اور انہیں صحت مند رکھنے کے لیے اپنی غذا میں پروٹین، وٹامن اور آئرن شامل کرنے پر خاص توجہ دیں تاکہ بالوں کی کشش ماند نہ پڑے اور بال پرکشش رہیں۔ ٹھنڈا پانی بالوں کے لیے آب حیات ہے اور اس پر بالوں میں مالش اکسیر کا کام کرتی ہے۔ سر کو ٹھنڈے پانی کے ساتھ دھوتے وقت بالوں کو انگلیوں کی مدد سے مسلنا اور رگڑنا بالوں کی صحت کے لیے بہت مفید ہے۔ رات کو سرسوں کے تیل سے مساج کریں اور صبح بالوں کو شیمپو کریں، بال پہلے سے زیادہ چمک دار اور ملائم ہوجائیں گے۔

کنڈیشنر

بالوں میں روزانہ کنڈیشنر کا استعمال بہت فائدے مند ہوتا ہے، بازار سے معیاری کنڈیشنر خریدیں مگر خواتین گھر میں بھی ایک بہترین اور قابل بھروسہ کنڈیشنر تیار کرسکتی ہیں۔ گرم پانی میں گلاب کے چند پتے ڈال کر کچھ دیر کے لیے چھوڑ دیں اب آدھا کیلا لیں اور اسے اچھی طرح کچل لیں ایک کھانے کا چمچ شہد اور کھانے کا چمچ زیتون کا تیل لیں۔ ان چاروں اشیا کو بلینڈر میں مکس کرلیں، اس آمیزے کا بالوں میں اچھی طرح مساج کریں اور اسے بالوں میں آدھے گھنٹے تک لگا رہنے دیں۔ اچھی طرح لگانے کے بعد بالوں کے گرد گرم تولیہ لپیٹ لیں تو یہ بالوں کے لیے زیادہ فائدے مند ثابت ہوگا بعد میں شیمپو سے بالوں کو اچھی طرح دھولیں، بال خوب صورت اور چمک دار ہوجائیں گے اگر تازہ آملے کا مساج بالوں میں باقاعدگی سے کیا جائے تو اس کے شاندار نتائج سامنے آسکتے ہیں۔

بالوں کی حفاظت

بالوں کو گھنگھریالے بنانے کے لیے سر کی چوٹی کے بالوں کو پونی ٹیل کی شکل میں اکٹھا کرکے ایک ربربینڈ سے باندھ لیں اور بالوں کے کچھ حصے کو کھلا چھوڑ دیں۔ پونی ٹیل میں باندھی ہوئی چٹیا کو تھوڑے تھوڑے بالوں میں تقسیم کرلیں، بالوں کے کھلے سروں کو برش میں لپیٹ لیں تاکہ برش سر کے ساتھ لگ جائے، اس پوزیشن میں بالوں کو پندرہ سیکنڈ تک رکھیں اور ساتھ ساتھ بالوں کو دباتے جائیں اور آہستہ آہستہ برش میں بل دیئے بالوں کو کھولیں لیکن بینڈ کو نہ کھولیں، جیسے ہی آپ نے پونی ٹیل کیے بالوں کو سیٹ کرلیا دوسرے بالوں کو بھی اسی طرح تھوڑا تھوڑا لے کر کے سیٹ کرتی جائیں۔ بالوں کو نقصان سے بچانے کے لیے پلاسٹک کے رولر کا استعمال نہ کریں اور ملائم دکھائی دینے والے بالوں کے سروں کو کاغذ سے لپیٹ دیں۔ یہ جان لیں کہ رولر نکالنے سے پہلے بال خشک ہوچکے ہیں۔ بالوں کو برش کرنے سے پہلے ٹھنڈا ہونے دیں۔

ثناء سعد......کراچی

نیرنگِ خیال

ایمن وقار

ممتاز حسین قادری تیری عظمت کے نام

آئیں سب کو سناؤں میں اک واقعہ
جو کہ سن 2011ء میں ہوا
اک تھی ملعون، جس کا تھا نام آسیہ
جرم اس کا تھا گستاخیِ مصطفیٰ ﷺ
اس پہ سارے ہی علماء نے فتویٰ دیا
بے حیا ہے یہ عورت نری بے حیا
قتل اس کا ہے ہر امتی پہ فرض
ہر محمد ﷺ کے عاشق پہ ہے یہ قرض
پھر ہوا یہ کہ علماء کے اصرار پر
عدلیہ اور ایوانوں کی تکرار پر
حاکمِ وقت نے کر دیا فیصلہ
ہو گئی موت کی آسیہ کو سزا
اس سزا کا پتہ جب امریکہ کو چلا
اس نے فوراً ہی ویزہ پھر جاری کیا
اک گورنر بھی تھا آسیہ کا اثیر
اعلیٰ عہدے پہ تھا پھر بھی تھا وہ حقیر
تھا وہ گستاخ یا تھا وہ روشن خیال
بن گیا آسیہ کی وہ مضبوط ڈھال
حبِ احمد ﷺ کو کہتا تھا کالا قانون
کرتا تھا مسلماں کے دلوں کا وہ خون
غازی اس کی حفاظت پہ معمور تھا
اور نبی ﷺ کی محبت میں مسرور تھا
اس کی شادی کو ہوا تھا ابھی ایک سال
فقط دو ماہ کا تھا اس کا ننھا سا لعل
ذات کا ملک تھا اور تھا کڑیل جواں
اس نے لکھی انوکھی ہی اک داستاں
ایک دن غازی نے دوستوں سے کہا
مجھ کو اک بات تو تم بتاؤ ذرا
میں کہ مفلس ہوں لاچار و مجبور ہوں
پر نبی ﷺ کی محبت میں مسرور ہوں
سامنے میرے کوئی نہیں راستہ
ذاتی رنجش کسی سے نہیں بخدا
یہ محبت کی بازی نہ ہاروں گا میں
جو نبی کا ہے گستاخ ماروں گا میں
اگر میں غلط ہوں جان لینا میری
اور اگر حق پہ ہوں کرنا دست گری
فکر مجھ کو نہیں گھر کے حالات کی
بیوی بچے کی نہ ہی کسی بات کی
ساتھیوں سے یہ سب کہہ کے ممتاز نے
وقت کے شیر نے قوی شہباز نے
حق نبی ﷺ سے وفا کا ادا کر دیا
منکرِ مصطفیٰ ﷺ کا کیا خاتمہ
نڈر رانہ وہ بھاگا نہ گھبرایا وہ
ظلم کے دشت میں بن کے ابر آیا وہ
شیر نے قفس میں کاٹے پھر چار سال
ایک لمحہ بھی اس کو ہوا نہ ملال
دشمنوں نے چلی پھر نئی ایک چال
مار ڈالیں اسے سب کا تھا یہ خیال
ایک شب سب سے چھپ کے بنایا پلان
چھین لی سب نے مل کے غازی کی جان
جو بنا تھا فقط اللہ کے نام پر
آئینِ مصطفیٰ دینِ اسلام پر
وہی اسلامی گلشن ہی مقتل بنا
عاشقِ مصطفیٰ ملک ممتاز کا
مر کے بھی ہو گیا وہ امر دوستو
مل گیا اس کو میٹھا ثمر دوستو
حشر تک روئیں گی یہ ہوائیں اسے
ڈھونڈتی ہی رہیں گی صدائیں اسے

نازیہ کنول نازی

خوشی کی بات کرنی ہے
سبھی کے ساتھ کرنی ہے
کہ اک دن خاص آیا ہے
بہاریں ساتھ لایا ہے
جو 38 سال سے ہم میں
یہ دلکش دلربا رنگوں کی
اک محفل سجائی ہے
کہ جو ہے زندگی کے سنگ
ملیں گے ہر خوشی کے رنگ
ہزاروں کاوشیں لے کر
کبھی اک رہنما بن کر
اجالے کرتا آیا ہے.....
سنو......
اس خاص موقع پر
تمناؤں دعاؤں کے
سبھی مل کے بہت دل سے
تحائف نذر کرتے ہیں
اور تم پہ فخر کرتے ہیں
نئے لمحے مبارک ہوں
نئی خوشیاں مبارک ہوں
آنچل خوب لہراؤ
39 سال کی آمد
سحر و شام کی آہٹ
سبھی رونق مبارک ہو
جنم دن کی مبارک ہو......

فرحین جعفری

آنچل کی خوش بو

تیرے آنچل کی خوشبو سے
ہوائیں جھوم جاتی ہیں
تم آنچل جب بھی پڑھتی ہو
ہمیشہ خوش ہی رہتی ہو
ہمیشہ مسکراتی ہو
مجھے اچھا سا لگتا ہے
تمہارا یوں مسکرا دینا
آنچل کی تحریروں سے
تمہیں خوشیاں جو ملتی ہیں
تم ہر دکھ بھول جاتی ہو
خوشی میں جھوم جاتی ہو
تب مجھے آنچل پر بہت پیار آتا ہے
اسے تم کبھی نہ چھوڑنا
نہ رخ تم اس سے موڑنا
اگر کبھی ضرورت ہو
ہمیشہ ساتھ دینا تم
یہ دعا ہے میری رب سے
کہ ہو تم بھی سب سے
ہمارا آنچل ہمیشہ
افق کی سربلندیوں پر گامزن رہے
یونہی جلوے بکھیرتا رہے
آمین

سید عبادت کاظمی......ڈیرہ اسماعیل خان

پیارے آنچل
آج پھر سے یہ دن آیا ہے
جب چار سو خوشیاں چھائی ہیں
رنگوں میں ڈوبی شام یہ پیاری
یہ کیسی بہار لائی ہے
رنگیں آنچل ہیں چار سو
سرخ گلابی دھانی آنچل
موسم کی خنکی سے بے نیاز
اس یخ سنہری ٹھنڈی شام میں
اک محفل سجی ہے آج پھر سے
ہماری پیاری مدیرہ کی ہیں سرگوشیاں
ہر فن مولا بنائے کچن، شاعری، بیوٹی ٹپس
مزے مزے کی کہانیاں سنائے ہے ہمارا آنچل
پھر وہ سمیرا ہو، ندا ہو، سحرش ہو یا ہو صدف، فاخرہ،

صائمہ

نازیہ، فرح، نزہت، سباس، عشنا سے مہکتا رہتا آنچل

عفت کو ہر پل ہم یاد کرتے، اب تو دے دو تم بھی دستک

دانش کدہ سے لے کر ہماری صحت اور آنچل ہم جولیوں سے ملاقاتیں

ہر سو بکھیر رہا اپنی خوشبو سے بھرا یہ آنچل

یہ ہے ہمارا آنچل، سب کی جان ہے اس میں

دعا ہے ہمیشہ خوشیاں بکھیرتا رہے ہمارا آنچل

سحرش فاطمہ...... کراچی

میرے آنچل

میرے آنچل کی آئی ہے سالگرہ

اپنی چھاؤں میں اس نے مجھے رکھ لیا

اس سے سالوں کا ہے میرا رشتہ جڑا

میرے آنچل تیرا صد شکریہ

علم و فن سے سدا یہ مزین رہا

مسکراہٹ، پیار، چاہت اور مسرت کی وجہ

اپنے پن سے، سادگی سے دلکشی سے ہر جگہ

سب کے دلوں میں گھر کیا

تجھ کو اے آنچل میرے

تیری سالگرہ پہ دوں دعا

سدا تو پر اثر ٹھہرے

نام ہو اونچا تیرا

تیرے دم سے ملے سب کو اچھی فضا

دہر ادب میں تو چمکے سدا

میرے آنچل رہے تو سدا خوش نما

سباس گل...... رحیم یار خان

غزل

میری چشم نم کو عشق تم سے ہو گیا ہے

ہر خوشی ہر غم کو عشق تم سے ہو گیا ہے

بھلے وہ تنہائیوں کا دور ہو یا زمانہ ہجوم

میری ہر اک بزم کو عشق تم سے ہو گیا ہے

خدا ہی جانے اس جنوں کا ماحصل کیا ہو

دل خوش فہم کو عشق تم سے ہو گیا ہے

میری دعائیں اگر تم کو گرنے سے تھام لیں تو

سمجھ لینا میرے دھرم کو عشق تم سے ہو گیا ہے

سنا ہے زندگی تو دم بھر کا تحفہ ہے

میرے اسی ایک دم کو عشق تم سے ہو گیا ہے

میرے آنچل کو دیکھ کر تم جان تو سکتے ہو

میری آبرو میرے بھرم کو عشق تم سے ہو گیا ہے

جب سے تم کو اپنا ہمدرد و مسیحا پایا ہے

میرے ہر درد و زخم کو عشق تم سے ہو گیا ہے

سجل کی ذات میں جو تم آن بسے ہو

یہ سچ ہے کہ عشق تم سے ہو گیا ہے

زینب سجل (زینب اصغر مغل)

دعا

اٹھا کر ہم ہاتھ

اپنے رب سے یہ دعا کرتے ہیں آج

خدا تم کو شاد رکھے ہمیشہ آباد رکھے

اونچا ہر وقت تیرا نام رکھے

تیرے عروج کو کبھی زوال نہ آئے

خدا یہ دن بار بار لائے

ہم سب مل کر تیری سالگرہ منائیں

جب چلے علم کی شمع روشن کرنے کا تذکرہ

سب سے پہلے آنچل کا نام لبوں پر آئے

افشاں شاہد

میرا آنچل

تو آسرا میرا سائباں ہے

تو راہ بر ہے میرا آنچل

تیری دعا میرے سنگ ہے تو

کوئی بھی شکوہ نہیں کسی سے

پکڑ کے تجھ کو جو میں چلوں تو

وہ شان مجھ کو نصیب ہو کہ

فلک کی وسعت بھی کم پڑے گی
تو عزتوں کا جہان جو ہے
میری دعا ہے کہ یوں ہمیشہ
تو نور بن کر اجالا کر دے
اندھیر راہوں کو روشنی دے
مسافروں کو تو راستے کے
نشان دے کر
منزلوں کو قریب کر دے
میرے فلک کے جو چاند ہیں
ان کو روشنی دے
سنوار دے زندگی
شعور اور آگہی دے
تو کہکشاؤں کو جگمگا دے
حیات فانی کی ہر ڈگر میں
تمام کردار جگمگائیں تیری کرن سے
تو راہ بر ہے تو میرا آنچل
مہک تمہاری چرا کے مہکائیں گی چمن کو
مصنفائیں نئی جہت کو تلاش کر کے
نئی صبح اک دکھائیں گی دلنشیں چمن کو
دعاؤں کا اک حسین تحفہ
تیرے جنم دن پہ دے رہی ہوں
کہ میں بھی برسوں سے فیض
تجھ سے جو لے رہی ہوں
تو راہ بر ہے تو میرا آنچل

عرشیہ ہاشمی

غزل

دریچہ دل کو ذوق آگہی کا درس دیتا ہے
آنچل اپنی خو سے سارا گلشن مہکا دیتا ہے
رنگ برنگے عنوانوں سے سجا یہ آنچل پیارا
ہر نئے ماہ اک نئی جہت دکھا دیتا ہے
اللہ جی برسائیں اس پر رحمت کی برسات
خوب ترقی کرتا جائے دن ہو یا رات

تحریریں اس کی دلنشیں کھولیں گرہیں دل کی
برائیوں کا تریاق کرے دیکھ کر موجودہ حالات
میری خوش نصیبی مجھے یہاں کھینچ لائی ہے
ہر کسی کے نصیب میں کہاں دے یہاں خدمات
پس پردہ ہیں اس کے کئی جوہر نایاب
محترمہ زیب النساء نے رکھی ہے اس کی بنیاد
زباں پر آنہیں سکتی ہر اک دل کی بات
بیاں ہوتے ہیں اکثر مشکل سے جذبات
گامزن ہو ترقی کی راہ پر کامرانی ہو قدموں تلے
سالگرہ پر دیتے ہیں دعا دونوں اٹھا کر ہاتھ

قراۃ العین سکندر

میرے آنچل

لو آ گیا ایک اور تمہارا جنم دن
تیری عمر کا ایک اور سال
بیت گیا مگر
تیری عزتوں، تیری عظمتوں
کا سفر جاری ہے
تیری پاکیزگی مانند نہیں پڑی
تیرا چہرہ تر و تازہ ہے
تیری بڑھتی عمر تیری کامیابی
کو بڑھا رہی ہے
میری دعا ہے تحفہ کی صورت
تیری کامیابی تا حیات رہے
تیرے علم و ادب کی محفل
یوں ہی بے مثال رہے
تیرے لفظوں کی تاثیر سے
مہکا رہے من میرا
میرے آنچل تو ہمیشہ ہی
میرے ساتھ رہے آمین

مدیحہ نورین مہک...... برنالی

آنچل کے نام

ساون رت اور اڑتی ہوئی پروا آنچل کے نام

دھوپ نگر سے ہے یہ تحفہ آنچل کے نام
میری ہر اک تمنا آنچل کے نام
سرخ گلاب کے سارے موسم آنچل کے لیے
شبنم کا حسن پھول کی مہک آنچل کے نام
دنیا کی ہر اک مسرت آنچل کے لیے
آنچل سدا یونہی مہکتا رہے
سارے جہاں کی خوشبو آنچل کے نام

عائشہ پرویز صدیقی...... کراچی

سالگرہ

آنچل سے محبتوں کا ربط قائم ہے
آنچل کی محفل میں ہم آئے ہیں
سالگرہ کا شور ہے
دعاؤں سے بھرا کشکول ہے
ملاقاتوں کا تسلسل ہے
آگہی کا در روشن ہے
نٹ کھٹ سی سہیلیاں ہیں
ہر دلعزیز مصنفاؤں کی پہیلیاں ہیں
لبوں پہ مسکان ہے
دل کا پیام ہے
محبت بہت انمول ہے
کہانیوں کے مقابلے ہیں
حسن کی باتیں ہیں
شاعری کی محفل ہے
آنچل کے پیغام ہیں
دوست ہمارے نام ہیں
خوشی کا میلہ ہے
دعاؤں کا حصار ہے
آنچل کی سالگرہ میں
مبارکباد دینے آئے ہیں
سالگرہ مبارک ہو آنچل

سارہ خان...... بہاولپور

آنچل

اے آنچل
تجھے بہت قریب سے دیکھا ہے میں نے
کتنی سادگی بھری تیرے لفظوں میں
بہت دلکش لگتی ہیں تمہاری باتیں
تمہیں دیکھ کر میں نے ہمیشہ
یہی دعا کی ہے
کہ......
خدا ہمیشہ تمہیں شاد رکھے
آباد رکھے

علمہ اکمل خان...... کورنگی، کراچی

آنچل کے نام ایک نظم
قاری اور قلم قار کا تعلق
میرے حروف
جو باعث اشک بنیں
میرے غم
تیرے دل کے بھید کھول دے
میری کہانیوں میں
کردار تیرے ہو
میرے جذبات میں
تو کسی کو یاد کرے
میرے صفحات میں
واقعات تیرے ہو
میری شکست میں
تو چور چور ہو جائے
چلو اسی بات پر
آنچل کا اور تمہارا
نیا رشتہ بنائیں

وجیہہ سحر

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

آنچل فرینڈ اینڈ فیملی کے نام

السلام علیکم! آنچل فرینڈ‘ فیملی اینڈ ہر اس انسان کو جس کی نظر سے یہ خط گزرے ان تمام کو تمنا بلوچ کا پرخلوص سلام قبول ہو تو دوست اینڈ کڑیوں کیسی ہیں آپ سب؟ امید ہے اللہ کے فضل و کرم سے خیریت سے اور مزے میں ہوں گی۔ یار پورے چھ سات ماہ کے بعد انٹری دے رہی ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ میری شادی تھی اور خیر سے 13 مارچ کو چار ماہ پورے ہوجائیں گے اور 17 مارچ کو میری برتھ ڈے بھی ہے تو جلدی سے مجھے وش کریں اور شادی کی مبارک باد کے ساتھ اور تحفے بھی بھیجیے۔ ارے ارے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں بھئی کوئی بھاری گفٹ دینے کی بات نہیں کررہی بلکہ اپنی دعاؤں کے چند پھول میری جھولی میں ڈال دیں اینڈ میں ان تمام دوستوں کا شکریہ جنہوں نے اپنی دعاؤں میں اور پیغامات میں یاد رکھا اور نجم باجی‘ مونا شاہ‘ غزل جنت‘ طیبہ نذیر‘ حمیرا نوشین‘ حافظہ سمیرا‘ خوشبو کیف‘ حرا قریشی‘ ماریہ کنول ماہی‘ رشک حنا آپ سب کو خلوص بھرا سلام اور ڈھیروں دعائیں اینڈ میری فرینڈ صبا‘ فاطمہ‘ ماہ گل اینڈ میری پوری فیملی اسپیشلی مائی مما آئی رئیلی لو یو اینڈ آئی رئیلی مس یو۔ مجھے آپ سب کی بہت یاد آتی ہے اور اکثر رو بھی دیتی ہوں‘ آپ سب کو یاد کرکے۔ یار امی ایک بات تو بتائیں آپ مائیں کیوں بیٹیوں کو اتنا بڑا کرکے پیار اور محبت سے پال پوس کر ایویں ہی فری میں ہمیشہ کے لیے کسی اور کو سونپ دیتے ہیں‘ کیوں؟ خیر آپ کے داماد بہت اچھے اور پیار کرنے والے شوہر ہیں‘ اللہ پاک انہیں سلامت رکھے‘ آمین‘ رشک حنا یار میں تمہارے شہر سرگودھا آئی تھی اپنی باجی (نند) کے گھر رہی کینٹ کے اندر رہی تھی پھر وہیں سے گھر واپس آگئی تھی پر بہت مزہ آیا تھا ان کا پیلس کافی خوب صورت تھا‘ بہت مزہ آیا۔ حمیرا نوشین دوستوں کی لسٹ میں شامل کرنے کا شکریہ سب فرینڈز اینڈ آنچل فیملی سے دعاؤں اور مبارک باد کا انتظار رہے گا۔ او کے جی اللہ حافظ زندگی نے وفا کی اور اللہ نے چاہا تو پھر ملاقات ہوگی۔

تمنا بلوچ......ڈی آئی خان

اپنوں کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہے سب کا‘ سب خیریت سے ہوں گے سب سے پہلے تو آنچل کو اپنی سالگرہ مبارک ہو۔ دل سے دعا نکلتی ہے کہ آنچل دن بہ دن اور ترقی کی راہ پر گامزن ہو اس کے بعد میرے پیارے بھتیجے کی سالگرہ 4 اپریل کو ہے اور اس کے بعد پھر ایک اور بھتیجے کی سالگرہ ہے۔ ارے ارے سنو تو ابھی تو ایک اور بھتیجے کو سالگرہ وش کرنی ہے‘ بچو آپ سب کو آنٹی کی طرف سے سالگرہ بہت مبارک‘ خوب دل لگا کر پڑھا کرو۔ اب آتے ہیں اپنے پیارے آنچل کی طرف آنچل اس دفعہ بھی بیسٹ رہا۔ نازیہ کنول نازی کو بیٹے کی بہت مبارک ہو‘ برفی تو بنتی ہے اچھا کب کھلائیں گی۔ آنچل میں لکھنے والی بہنیں جن جن کی سالگرہ ہے مبارک ہو۔ نورین مسکان آپ آج کل آنچل میں کم کم انٹری دیتی ہیں خیر تو ہے نا۔ شمع فیاض اور ارم کمال‘ ایم فاطمہ سیال کے شعر بیسٹ لگے او ہو باقی سب بھی اچھے تھے ویسے ایک بات بتاؤں 20 اپریل کو میری سالگرہ ہوتی ہے وش تو کردو (بے وفاؤں) اب اجازت دیں اس پیاری سی دعا کے ساتھ کہ اگلی بار جلدی آؤں۔

شبنم کنول......حافظ آباد

مسٹر اینڈ مسز شعیب ملک کے نام

السلام علیکم! منی منی ہیپی ویڈنگ اینی ورسری۔ شادی کی 6th سالگرہ مبارک ہو‘ آپ دونوں کا کیوٹ اور پرفیکٹ کپل مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ آپ دونوں ساتھ میں بہت نائس لگتے ہیں خاص طور پر تب جب ثانیہ آپ اپنے شوہر کو سپورٹ کرنے کے لیے اسٹیڈیم میں ہوتی ہیں۔ سری لنکا کے ٹور پر‘ فیلڈنگ کے دوران مسٹر ملک کا کیچ اور آپ کا ایری ٹیٹ کرنے کا انداز آج بھی ہنساتا ہے۔

چھ سال گزر گئے لیکن آپ کی شادی کل کی بات ہی لگتی ہے پلیز ثانیہ ورلڈ ٹی 20 کے دوران پاک بھارت ٹاکرا مس مت کیجیے گا کیونکہ وہاں میں آپ کو بہت مس کروں گی ویسے بھی شعیب سر بہت عرصے بعد سسرال میں کھیلیں گے۔ ویلکم تو آپ ہی کو کرنا پڑے گا۔ سر ورلڈ ٹی 20 کے لیے آل دا بیسٹ۔ دعا ہے کہ آپ اس ٹورنامنٹ کے ٹاپ اسکورر ہو اور سب سے زیادہ وکٹس بھی حاصل کریں' آمین' آپ دونوں کے لیے بہت سی دعائیں' اللہ حافظ۔

ثانیہ مسکان...... گوجر خان

اپنوں کے اور پیاری نازی کے نام

السلام علیکم! پیارے امی' ابو جان میں آپ دونوں سے بہت محبت کرتی ہوں' دعا کرتی ہوں آپ دونوں کا سایہ میرے سر پر سلامت رہے اور آپ دونوں کی بقیہ زندگی خوش و خرم گزرے' آمین۔ یار مہرو مجھے تمہاری آنکھیں بہت پسند ہے' مجھے تم سے ایک گلہ ہے کہ تم میرے میسج کا جواب نہیں دیتیں' اب یہ مت کہنا میں بزی ہوتی ہوں' وغیرہ وغیرہ۔ مجھے یہ سننا بالکل پسند نہیں' اب اچھے بچوں کی طرح خوش ہو جاؤ نہیں تو میں چیونٹی کاٹوں گی' ہاہاہا۔ بے وفا دوست حمیرا میں تمہیں بھولی نہیں ہوں' آئی مس یو یار۔ بہت یاد آتی ہے تمہاری' سونی میڈم براہ مہربانی ایک مسکراہٹ میری طرف دو صرف مسکراہٹ (دانت دکھانے کو نہیں کہا) ہاہاہا۔ او میری مانو بلی عاشی۔ نازی میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں' پلیز پیاری بجو جواب ضرور دینا۔ مجھے آپ کے جواب کا انتظار رہے گا' اچھا اگر زندگی رہی تو پھر ملیں گے' اللہ ہمارے ملک کو اپنی امان میں رکھے' اللہ حافظ۔

ناز...... کوٹ ادو

اپنوں کے نام

السلام علیکم! چندا آپی امید ہے کہ آپ ہمیشہ کی طرح بہت اچھی ہوں گی' میں نے سوچا آپ کا حال احوال دریافت کرنا چاہیے کہیں یہ نہ ہو کہ کشمیر کی ٹھنڈ میں آپ کی آئس کریم...... (آہم) اور اب پگھل بھی چکی ہو اور میں ہمیشہ کی طرح اس بار بھی بے خبر ہی رہی ہوں' ہاہاہا۔ اوئے گیمز کے پردادے میں وارننگ دے رہی ہوں تمہیں کہ میرے خوب صورت بالوں کو کٹ لگانا چھوڑ دو اور تم کرکٹ کے خالو بلکہ مامے میں پاؤں پکڑ کر (اپنے) ریکوئسٹ کرتی ہوں کہ برائے مہربانی مجھے چپس کی ماسی کہہ کر میری اور بے چارے چپسوں کی توہین مت کیا کرو یہ تم لوگوں کی بھول ہے کہ میں اس نام کی وجہ سے چپس کھانا چھوڑ دوں گی۔ (ایس) تم بھی اب بڑی ہو جاؤ اس سے پہلے کہ میں تمہیں بھی کوئی خوب صورت نام دے دوں' خیر اب جیسے بھی ہو بہن ہونے کے ناطے تم تینوں کے لیے بیسٹ آف لک' اچھے سے ایگزیمز دینا' اد کے آپی اس سے پہلے کہ آپ کا میٹر گھوم جائے میں مزید بادلوں کے سنگ اڑ جاتی ہوں' اللہ حافظ۔

وجیہہ خان (بادل)...... کہوٹہ

پیاری پیاری پریوں کے نام

تمام آنچل قارئین کو فریدہ فری کا سلام' امید ہے آپ سب لوگ خیریت سے ہوں گے۔ فروری کے شمارے میں حمیرا نوشین نے جس محبت سے ہمیں یاد رکھا' شکریہ۔ میں بھی آپ سے بہت خوش ہوں کہ آپ میری دوست ہیں' دل کی دھڑکن سباس گل کیسی ہو بہت سا پیار۔ لائبہ میر شکریہ شاعری پسند کرنے کا اور میرے نام پیغام کا۔ دعائے سحر بے حد پیارا نام ہے اپنے پیغام میں مجھے یاد رکھا بے حد شکریہ۔ ہمیں بھی آپ کی دوستی پر فخر ہے' روبی علی آپ کو بھی بے حد سلام' دعا آپ ہمیں یاد رکھتی ہیں۔ ارم کمال کی بیٹی کی شادی بے حد مبارک قبول ہو۔ پروین افضل میری جان! شاید مجھ سے ناراض ہیں' جبھی تبصرے میں یاد نہیں رکھا آپ تو میری بے حد پیاری دوست اور بھابی ہو' خوش رہو۔ اپنے بھائی کے لیے بے حد دعائیں مانگتی ہوں اللہ تعالیٰ ان کو صحت کاملہ سے نوازے' اچھا پیاری سی بہنوں میں آج کل بے حد بیمار ہوں سب بہنیں میرے لیے دعا کریں' شکریہ۔

فریدہ جاوید فری...... لاہور

شاہ زندگی کے نام

السلام علیکم زندگی جیسی کیسی ہیں آپ؟ امید ہے فٹ فاٹ ہوں گی۔ کہاں گم ہو یار اتنے عرصے سے؟ میں نے کافی بار پیغام بھیجا مگر شائع نہ ہوا اور جن دوستوں نے میرے نام پیغام بھیجے تھے میں نے سب کے جواب دیئے تھے کیا کوئی بتا سکتا ہے میرا تعارف کب شائع ہوا تھا کیونکہ میں نے خود نہیں پڑھا۔ ہے نا حیرانگی والی بات' جس جس نے بھی دوستی کی آفر کی تھی موسٹ ویلکم یار! آپ سب کو ہی میں بہت یاد کرتی ہوں۔ رابطے بھی ہو جائیں گے' اللہ حافظ۔

زرش بخاری...... خیر پور

کچھ اپنوں کے نام

السلام علیکم کیسے ہیں؟ امید ہے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سب ٹھیک ہوں گے ہاں جی سب سے پہلے مبارک باد باجی ثمیرا آپ کو اللہ نے بیٹا عطا فرمایا' ثناء آپ کو بھی بیٹی کی بہت بہت مبارک ہو۔ راحیلہ آپ کو بھی بیٹے کی اور بھائی وقاص آپ کو بیٹی کی بہت بہت مبارک ہو' اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے' آمین۔ بھائی راشد اینڈ اقراء لاسٹ منتھ آنچل میں آپ دونوں کو دو جڑواں بیٹوں کی مبارک باد دی تھی مگر بہت افسوس اور دکھ سے کہتی ہوں کہ ان دونوں کی وفات پر سب ہی اداس اور دکھی ہیں' اللہ آپ دونوں کو دوبارہ خوشیاں دے جو کبھی ختم نہ ہوں' آمین۔ صنم آپ کو اسکول جوائن کرنے پر خوش آمدید اور مس اقراء صادق آپ کو میری طرف سے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ ہمیشہ خوش رہو اور اریڈ' اسجد آپ کے بیٹے محیط کا بازو جل گیا اللہ اسے جلد ٹھیک کرے اور تمہیں عقل دے' آمین' ہاہاہا۔ زرقہ ہیپی برتھ ڈے ٹو یو اور تمہارے گلے کا آپریشن ہوا اب تھوڑا کھانا اور میٹھا انڈہ نہ کھایا تو چوٹی میرے پاس ہے سمجھ گئی ہو نہ ہاہاہا۔ آنچل فرینڈز انا احب' دعائے سحر' طیبہ نذیر' ساریہ چوہدری' ثوبیہ کوثر' شاہ زندگی' نجم انجم' ہما احمد' رشک وفا' سپاس گل' نازی آپی' مدیحہ کنول سرور' گل مینا خان' حافظہ صائمہ کوئی لفٹ ہی نہیں مجھے خیر تو ہے نا آپ کو دعاؤں بھرا اسلام' خوش رہیے۔

اوہو پیاری سی آپی جیا کہاں ہیں آپ آئی مس یو اور آپی پرنس افضل شاہین آپ کا نام نہ لکھوں یہ کیسے ہوسکتا ہے آپ نے برتھ ڈے گفٹ نہیں دیا' کنجوس۔ ہنستی مسکراتی رہو' آمین' ہمارے بھائی جان کو آداب کہیے گا دعاؤں میں یاد رکھیے گا' آپ سب کی دوست' رب راکھا۔

مدیحہ نورین مہک...... برنالی

سائرہ عبدالحلیم کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہے سائرہ ہیپی برتھ ڈے' ارے حیران مت ہوں میں ہی ہوں میں نے سوچا اس بار کیوں نہ کوئی انوکھا طریقہ اختیار کیا جائے تمہیں وش کرنے کا اور تمہاری منگنی کی سوئٹس ادھار۔ مبارک ہو ڈیئر نبیلہ کیا حال ہے آپی جان شاز یہ ہاشم آپ کو بھی برتھ ڈے مبارک ہو۔ میں نے دسمبر میں بھی آپ کو وش کیا وہ پیغام شاید ردی کی ٹوکری کی نذر ہوگیا۔ ڈیئر ثمرینہ اینڈ امرینہ (رائیونڈ) تمہارے متعلق جان کر بہت اچھا لگا۔ ڈیئر سلمیٰ کیا حال ہے طیبہ نذیر ارم کمال' ودیعہ یوسف (کراچی) تھینک یو میری شاعری پسند کرنے کا' او کے اللہ حافظ رب راکھا۔

کے ایم نور الشال شہزادی...... کھڈیاں قصور

نور الشال کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ نور؟ مجھے آپ کی فرینڈ شپ دل و جان سے قبول ہے' مجھے اتنا اچھا لگا اور اتنی خوشی ہوئی کہ میں بتا نہیں سکتی کہ مجھے کسی نے دوستی کی آفر کی ہے۔ تھینکس نور جی' آپ سوچ رہی ہوں گی کہ اتنی جلدی رسپانس تو میں پہلے بھی خط بھیج چکی ہوں تو اس خط کے ساتھ ردی کی ٹوکری نے دوستی کرلی اور اسے اپنے پاس رکھ لیا' نور الشال پہلے بھی آنچل فرینڈز میں سے قصور ہی کی ایک لڑکی نے مجھ سے دوستی کی تھی لیکن دو چار بار بات کرنے کے بعد وہ پیچھے ہٹ گئی تو پلیز آپ ایسا مت کرنا ویسے بھی میرے پاس آنچل کی کوئی دوست بھی نہیں' تو آپ پہلی ہو آپ ایسا مت کرنا' او کے جی اللہ حافظ۔

میزاب...... قصور

سویٹ فرینڈز اور فیملی کے نام

السلام علیکم! میری سویٹ فرینڈز کیسی ہو آپ سب؟ میری طرف سے آپ سب فرینڈز حسینہ گل' ماریہ صوفیہ' کرن شہزادی' رومانہ قریشی' سمیعہ کنول کو موسم بہار بہت بہت مبارک ہو۔ پہچان تو لیا ہوگا مجھے میں سمیرا گل ہاں ہاں ٹھیک پہچانا' آپ لوگ بہت یاد آتی ہو رئیلی مس یو حسینہ' صوفیہ' ماریہ' کرن شہزادی۔ اب بات ہو جائے فیملی ممبرز کی تو عالیان تمہیں اپنی آنی ناظمہ کی طرف سے سالگرہ بہت بہت مبارک ہو اور میری طرف سے بھی صائمہ پھپھو ہماری طرف سے عالیان کو ڈھیر سارا پیار اور فوزیہ بتول سنا ہے تمہاری شادی ہو رہی ہے اور تمہارے دل میں لڈو پھوٹ رہے ہیں بھئی جلدی کرو اور ثوبیہ تم اپنے گول گپے نثار کا سناؤ۔ اچھا جی بہت باتیں ہوگئیں اب میری طرف سے تمام آنچل فرینڈز کو سلام۔ پارس شاہ چکوال مجھے آپ کا نام بہت پسند ہے اور میں ہمیشہ آپ کی لکھی ہوئی تمام تحریریں پڑھتی ہوں' اچھا اللہ حافظ جہاں رہیں ہمیشہ خوش رہیں۔

سمیرا سواتی......بھیر کنڈ

ڈیئر سسٹر مدیحہ عدنان اور حمنہ وسیم کے نام

السلام علیکم! مدیحہ جانی کیسی ہو؟ پڑھائی کیسی جا رہی ہے تمہاری' اللہ پاک تمہیں کامیاب کرے' آمین۔ عدنان بھائی آپ کیسے ہیں' مدیحہ موٹی لڑائی تو نہیں کرتیں آپ سب سے۔ کرے تو مجھے بتانا' میں اسے کہوں گی اور کیا کرے' ہاہاہا۔ حمنہ میری پیاری سی گڑیا کیسی ہو؟ بدتمیز کچھ کھا پی بھی لیا کرو' جان تمہاری پتا نہیں کہاں اڑی ہوئی ہے' لو یو سوچ چندا۔ اللہ پاک تمہارا نصیب اچھا کرے' آمین' میری پیاری سی دوست فرحت اشرف گھسن جانی کیسی ہیں آپ دیکھ لیں میں آپ کو نہیں بھولتی' ہماری پکی والی یاری ہے ناں۔ خوش رہو' آباد رہو' ارم امان لودھی ہم دونوں نے ایک ہی دن رخصتی کروانی ہے ہاہاہا۔ ٹھیک ہے باقی کچھ فرینڈز بے وفاؤں کے نام نہیں لکھوں گی پر اتنا ضرور کہوں گی شرم تو نہیں آتی مجھے بھول گئی ہو۔

سعدیہ رمضان سعدی......186

7 اسٹار گروپ کے نام

السلام علیکم! آنچل فرینڈز کیسے ہو آپ سب؟ سب سے پہلے تو طیبہ نذیر آپ یا تو مجھے بھول چکی ہیں یا پھر ناراض ہیں (اگر ناراض ہو تو سوری اور اگر بھول گئی ہو تو تمہاری خیر نہیں)۔ عظمیٰ فرید اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔ ریحانہ راجپوت آپ کیسی ہیں؟ (اب میں آپ کو باربی ڈول نہیں کہوں گی جب تک آپ ریپلائی نہیں کریں گی' اب اگر بارٹی ڈول بنتا ہے تو ریپلائی کرنا' ہاں نہیں تو)۔ آنسہ شبیر آپ آج کل کہاں گم ہیں (جانتی ہوں بھئی کہ تمہیں ڈریم گرل کہتی ہوں مگر تم بھی اگر ریپلائی کرو گی تو ہی ڈریم گرل ہو گرنہ...... پھر بھی ہو' ہاہاہا)۔ ماہ رخ سیال کیسا ہے آپ کا حال' ساریہ چوہدری! آخر آپ کس خوشی میں آنچل سے غائب ہیں' اتنے عرصہ سے (بولو بھئی)۔ باقی فرینڈز حمیرا عروش' فریحہ شبیر' ارم کمال' نجم انجم' نورین انجم' کرن شہزادی' کوثر خالد' اقصیٰ زرگر' مدیحہ نورین' شمع فیاض' گل مینا' حرا قریشی' ام عائشہ' نادیہ یٰسین' دیا فریں' شمع مسکان' مدیحہ کنول سرور' فائزہ بھٹی' امبر گل' لائبہ میر' دعائے سحر' جازبہ عباسی اور عائشہ پرویز آپ سب کو سلام۔ اب اجازت فی امان اللہ۔

فوزیہ سلطانہ......تونسہ شریف

خاص فرینڈز کے نام

دلوں کے قریب رہنے والوں السلام علیکم! نازیہ آپی آپ کو بہت مبارک ہو' آپ ماں جیسے عظیم رتبے پر فائز ہوگئی' عاصمہ اقبال آپ کو بھی پھپھو بننے پر مبارک باد۔ اب جلدی سے چنے منے کے نام کا انتخاب کرکے ہمیں بھی بتادو' مجھے بے صبری سے انتظار ہے اللہ چھوٹو کو لمبی زندگی دے' آمین۔ اب تو دوستوں نے یاد رکھنا ہی چھوڑ دیا ہے میں نے کہا بھول نہ گئی ہوں یاد کروادوں کہ کرن بھی ہے کوئی جسے آپ لوگ بھولے بیٹھے ہو۔ شمائلہ کرن اور ہاجرہ ظہور آپ لوگوں نے دوستی کے لیے ہاتھ بڑھایا تھا تو جناب میں نے تھام لیا ہے' لائبہ یار ہر بار یاد رکھتی ہو شکریہ۔ مدیحہ نورین' طیبہ نذیر' ارم کمال' ایم فاطمہ' فریحہ شبیر' نیلم شرافت' انعم شرافت' پروین افضل شاہین' سمیرا تعبیر' نجم انجم' نورین

انجم، شمع مسکان سب کو میری طرف سے ڈھیروں ڈھیر سلام۔ شمع لگتا ہے یار آپ تو دوستی کرکے بھول گئی، مجھے انجم انجم میرے بھائی کراچی میں ہوتے ہیں ان کو کہوں گی کہ وہ آپ کے پاس آئے اب اپنا نمبر دے دینا، اوکے دعاؤں میں یاد رکھنا، سب کو میری طرف سے آنچل کی سالگرہ مبارک ہوئی امان اللہ۔

کرن ملک...... جتوئی

دل میں رہنے والوں کے نام

السلام علیکم! میں آنچل کی کلیوں سے دوستی کرنا چاہتی ہوں پلیز مجھے جواب ضرور دیجیے گا۔ فائزہ بلال، اقراء آفرین (جام پور) آپ تو کافی عرصے سے غیر حاضر ہیں، خیریت ہے۔ شمع مسکان آپ جام پور کی رہنے والی ہو ہمارا جام پور میں آنا جانا ہوتا ہے۔ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اور نازیہ کنول نازی کو میری طرف سے بے بی کی بہت بہت مبارک باد۔ آپی میں آپ کی فین ہوں۔ ام مریم، اقراء صغیر احمد آپ آنچل سے غائب کیوں ہوگئی ہیں، جلدی سے اچھی سی اسٹوری کے ساتھ انٹری ماریں۔ میری دعا ہے کہ اللہ آپ کو کامیابی کی بلندیوں پر پہنچائے، آمین، اللہ حافظ۔

اقصیٰ کشش...... محمد پور دیوان

اپنوں کے نام

السلام علیکم! ہماری پیاری سی ریڈرز اینڈ رائٹرز کو محبتوں بھرا سلام اور دل سے دعا کہ ہمیشہ مسکراتی رہیں، خوش رہیں۔ تہمینہ خادم حمیرا شریف اور آنٹی رضیہ (ملتان) کہاں گم ہیں جی آج کل اور رضوان بھائی، عامر بھائی آپ بہت خوش نصیب ہیں کہ اللہ نے آپ کو عمرہ کی سعادت نصیب فرمائی۔ ہماری طرف سے آپ دونوں کو بہت بہت مبارک ہو اور اللہ آپ کو حج کرنے کی سعادت نصیب فرمائے اور ہمارے لیے دعا کرنا کہ ہمیں بھی اللہ تعالیٰ حج وعمرہ کی سعادت نصیب فرمائے اور آپ کے جانے کے بعد گھر میں اداسی محسوس ہوتی ہے ہم سب آپ کو بہت مس کرتے ہیں اللہ آپ کی ہر قدم پر حفاظت فرمائے، صدا سلامت رکھے، آمین اور پیاری سی باربی ڈول تسلیم شہزادی جو سچ میں ہمیں شہزادی لگتی ہیں ہم آپ کی دوستی کی آفر کو دل و جان سے قبول کرتے ہیں۔ جی اور بستی ملوک میں آنچل پڑھنے والی گرلز اور اسٹاف کو بھی سلام اور ایک درخواست کہ آپ بھی آنچل میں انٹری دے ہی دیں اور خوش رہیں۔

ثوبیہ سحر حسین...... بستی ملوک

کیوٹ آپی کے نام

السلام علیکم! یقین سے کہتی ہوں کہ آپ ٹھیک ہوں گی، میں صوفیہ ہوں پہلی بار آنے پر آپ بہت حیران ہوئی ہوں گی۔ آپی ثوبیہ وہ تو آپ نے ہونا ہی تھا۔ آپی ثوبیہ! ہم سب احمد، عزیز احمد، مدیحہ نواز، امی جان اور میں آپ کو بہت یاد کرتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ آپ بھی ہمیں بہت یاد کرتی ہوں گی۔ آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ آپ کو اور اپنے گھر میں عزت دے، ہمیشہ خوش رہیں اور تاروں کی طرح ٹمٹماتے رہیں، اللہ حافظ۔

صوفیہ نواز...... کنڈان، سرگودھا

پریوں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو سویٹ ہارٹ، نام نہیں لیتی تمہارا تم نے پہچان لیا نا اور سنی جی اپنا بہت سا خیال رکھنا، بھیا اتنے دور چلے گئے ہو واپس لوٹنے کا ارادہ بھی ہے یا نہیں۔ ویسے میں کافی عرصے کے بعد حاضر ہوئی ہوں، سچ سچ بتانا مجھے مس کیا یا نہیں۔ ڈیئر ریڈرز! پلیز لازمی بتانا، دعائے سحر میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے آپ کو دیکھنے کا تجسس ہو رہا ہے اور ثمن گیلانی آپ نے تو کبھی مڑ کے دیکھا ہی نہیں۔ اذاء اور بختاور کے ہاتھ میں نے آپ کو سلام بھیجا تھا، اسٹڈی کیسی جارہی ہے؟ مجھے پتا ہے مقابلہ بہت سخت ہے۔ ایمن آپی، بسمہ آپی، نمرہ جی، عظمیٰ سویٹو، آرزو ڈارلنگ، ثانیہ جی، دیا آفرین، صائمہ قریشی، اقراء ماریہ، پری، لاریب انشال، شمع فیاض، تبسم شہزادی، دعائے سحر سب کو میرا محبت بھرا سلام۔ اپنا بہت خیال رکھنا اور مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھنا۔ تبسم شہزادی کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی؟ مجھے آپ کا تعارف بہت اچھا لگا اور میری

ساری آپیؤ باجیؤ سہیلیوں مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا اور اپنا بہت سا خیال رکھنا اب اجازت چاہوں گی والسلام۔

حبا اعوان......ہٹیاں بالا آزاد کشمیر

پیارے بھیا جان لولی بھابی اور سویٹ آپی کے نام

السلام علیکم! پیارے بھائی جان کیسے ہیں آپ اور آپ کی کیوٹ سی وائف کیسی ہیں؟ سویٹ بھائی اتنا حیران اور پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں میں آپ کی ہی چھوٹی اور لاڈلی سسٹر ہوں اور میں نے آپ کو ہی یاد کیا ہے یعنی بھائی کو ہی کیا ہے کسی اور کو تو نہیں کیا نا۔ پیارے بھیا آپ کو بھابی جی کو اور سویٹ آپی کو شادی کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ بھیا آپ اب مجھ سے ناراض مت ہوجانا کیونکہ آپ سالگرہ وش کرنا پسند نہیں کرتے پھر بھی میرا دل چاہا اور میں نے کردیا۔ بھیا آپ کب دیس واپس آرہے ہیں۔ ہم سب بہت زیادہ اداس ہیں آپ کے بغیر خاص طور پر پیارے امی جان اور آپ کی چھوٹی بہن مطلب میں تانیہ ہم سب آپ کو ہر خوشی اور غم کے موقعے پر بہت زیادہ مس کرتے ہیں۔ بھیا پلیز جلدی سے اپنے دیس واپس آجائیں اللہ آپ کو زندگی کے ہر موڑ پر ہر خوشیاں اور کامیابیاں عطا کرے آمین۔ جی تو سویٹ بھابی کہاں گم ہیں آپ کو کس کا انتظار ہے؟ سوری اب سمجھ آئی بھیا کے فون کا مطلب آج جمعہ ہے اور بھیا نے آپ کو یاد یعنی کال نہیں کی کوئی بات نہیں بھابی! پریشان نہ ہوں شام کو کریں گے۔ آپ اتنا بھی بھیا کو یاد نہ کیا کریں پہلے ہی بہت کمزور ہیں مزید نہ ہوجائیں یہ نہ ہو کہ بھیا آپ کو پہچاننے سے ہی انکار کردیں کچھ خدا کا خوف کریں۔ اوکے بھابی اتنا ہی کافی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو صحت اور خوشیاں عطا کرے آمین۔ سوری آپی گلناز آپ ناراض نہ ہوں میں آپ کو ہی یاد کرنے والی تھی پر آپ نے خود ہی کال کرلی اچھا کیا آپی کیسی گزر رہی ہے آپ کی زندگی کیا کچھ چل رہا ہے لائف میں۔ بچے کیسے ہیں آپ کے اور خاص طور پر میاں۔ جی کیا کررہے ہیں آج کل ان سے کہنا کہ کسی دن چکر ہی لگالیں کافی دن ہوگئے ان کو آئے ہوئے۔ اوکے آپی! اپنا خیال رکھنا اور دعاؤں میں مجھ ناچیز کو بھی یاد کرلینا۔

تانیہ جہاں......ڈسکہ

شہزادیوں کے نام

رشک حنا ماہ رخ سیال! اگر مدیحہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئی تو مجھے کوئی افسوس نہیں ہوگا۔ علونیہ چوہدری! مجھ سے زیادہ شرارتی تو میرے میاں جانی ہیں۔ مدیحہ کنول سرور دیا آفریں کرن شہزادی ارم کمال میری تحریریں پسند فرمانے کا بہت بہت شکریہ یہ تو آپ کا حسن نظر ہے۔ لائبہ میر! مجھے ہی کیا میرے میاں جانی کو بھی آپی فریدہ جاوید فری کے کمنٹس اچھے لگے۔ مدیحہ نورین مہک آپ نے میرے لیے جڑواں بچوں کی دعا فرمائی اللہ کرے آپ کی دعا قبول ہو اور ہم آپ کے تجویز کردہ نام اپنے بچوں کے رکھیں لیکن یاد رہے نام آسان ہوں مشکل نہ ہوں۔ آپی فریدہ جاوید فری کی شاعری آنچل میں نہ ہو تو کچھ کچھ کمی سی لگتی ہے۔ ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہماری سب کی آپی فریدہ جاوید فری کو مکمل صحت دے آمین۔

پروین افضل شاہین......بہاولنگر

نازیہ کنول نازی کے نام

السلام علیکم نازیہ جی! آپ کو بہت بہت مبارک ہو بیٹے کی اللہ تعالیٰ لمبی زندگی عطا فرمائے آمین۔ اللہ تعالیٰ آپ کو نیک اولاد عطا فرمائے اور آپ کو بہت ساری خوشیاں دے آپ ہمیشہ خوش رہیں آمین۔ میری بہت ساری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں نازی آپی آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں آپ مجھ سے دوستی کرلیں پلیز اللہ حافظ۔

منزہ عطا......کوٹ ادو

dkp@aanchal.com.pk

یادگار لمحے

جویریہ سالک

اپنڈکس اور اسلام

اپنڈکس ایک ایکسٹرا آنت ہے جو بند ہوتی ہے۔ کبھی کبھی اس میں کھانا جمع ہو کر سخت ہو جاتا اگر اسے کاٹ کر نہ نکالا جائے تو یہ پھٹ سکتی ہے اور اس کے پھٹنے سے موت واقع ہو سکتی ہے۔

یہ آنت پیٹ میں دائیں جانب ہوتی ہے اگر سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق کھانا کھاتے ہوئے سیدھی ٹانگ کھڑی کر کے اور بائیں ٹانگ کو لٹا کر کھانا کھایا جائے تو یہ آنت دب جاتی ہے اور کوئی ذرہ اس میں نہیں جاتا ہے نہ ہی کبھی اپنڈکس کا مسئلہ ہوتا ہے۔

سبحان اللہ! سائنس ثابت کرتی ہے کہ دین اسلام کن کن حکمتوں سے بھرا ہے۔

ثناء رسول ہاشمی......صادق آباد

ملاقات

مجھے صبح سے بہت بے چینی ہے لیکن سمجھ میں نہیں آ رہا کہ ایسی کون سی بات ہے جس نے مجھے بے چین کر رکھا ہے۔ سوچتی ہوں پر یاد نہیں آ رہا ہے کہ کون سی بات مجھے بے سکون کیے ہوئے ہے۔ صبح سے شام ہوگئی اور شام سے رات...... اب اکیلی بیٹھی ہوں تو سوچ رہی ہوں کہ میں آج کچھ بھول گئی ہوں اوہو...... اب یاد آیا وہ بھی رات کے دوسرے پہر کہ میں نے کسی کی ملاقات کو جانا ہے لیکن اب تو بہت دیر ہوگئی ہے چلو کوئی بات نہیں رات کے اس پہر جو ملاقات ہوگی وہ آنے والے دلوں کے لیے بہت اچھی ثابت ہوگی۔

کیا آپ جانتے ہیں میں نے کس سے ملنے جانا ہے؟ ارے نہیں نہیں...... آپ بالکل غلط سمجھ رہے ہیں میں نے کسی اور سے نہیں اپنے آپ سے ملاقات کرنی ہے۔ کیا آپ نے خود سے کبھی ملاقات کی ہے؟ نہیں تو کریں بہت سکون ملتا ہے اس ملاقات کے بعد۔

عائشہ مغل......ایبٹ آباد

گولڈن الفاظ

⌘ شرم کی کشش حسن سے زیادہ ہوتی ہے۔

⌘ رونا دل کو روشن کرتا ہے۔

⌘ ماں باپ کی خدمت دونوں جہاں میں عظمت ہے۔

⌘ اولاد کے لیے جو چیز گھر لاؤ پہلے لڑکی کو دو پھر لڑکے کو۔

⌘ دنیا میں سب سے خطرناک غصہ جوانی کا ہے۔

⌘ کسی کا دل نہ دکھاؤ کیونکہ دل تم بھی رکھتے ہو۔

⌘ گفتگو چاندی ہے اور خاموشی سونا۔

⌘ کسی سے ملتے وقت مسکرا دینا صدقہ ہے۔

⌘ گناہ سے بچنا سب سے بڑی نیکی ہے۔

⌘ ہمیشہ سچ بولو تا کہ قسم کھانے کی ضرورت نہ پڑے۔

مسرت بشیر مغل......لانڈھی کراچی

بیوی کی قدر نہ کرنے والے مردوں کا انجام

بچپن میں ایک کھیل کھیلتے تھے ایک بچے کی آنکھ پر پٹی باندھ کر سب بچے پیچھے ہٹ جاتے اور وہ بچہ ان کو پکڑنے کی کوشش کرتا اور کسی وقت شرارتی بچے اپنے ساتھی کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر چھپ جاتے۔ بچہ ان کو اندھوں کی طرح ہاتھ لگانے کی کوشش کرتا اور تھک ہار کر اپنی آنکھوں سے خود ہی پٹی اتار کر دیکھتا تو سب ساتھیوں کو غائب پاتا۔

یہی حال کچھ مردوں کا ہے شادی کرتے ہیں لیکن بیوی کی قدر نہیں۔ جو زمانہ بیوی کے ساتھ محبتیں بانٹنے کا ہوتا ہے وہ باقی رشتے داروں کے ورغلانے میں آ کر بیوی سے لڑ جھگڑ کر گزار دیتے ہیں اور جب رشتے دار فائدے کے نہیں رہتے تو سب رشتہ دار آہستہ آہستہ کھسک جاتے ہیں اور جب آنکھوں سے پٹی اترتی ہے تو اکیلا ہوتا ہے پھر بیوی بچوں کی طرف بھاگتا ہے لیکن اب وہ بھی اس کو دل سے اپنانے کو تیار نہیں ہوتے کہ ایک ایک ظلم نا انصافی اور ماں کے ساتھ باپ کا رویہ انہیں بھولتا ہی نہیں پھر باقی عمر پچھتاوے میں گزارتا ہے کہ کاش ان کی بھی کوئی سنی ہوتی تو آج یہ بھی میری قدر کرتے۔

کچھ فرشتہ صفت خواتین بھی ہوتی ہیں جن کے شوہر جس عمر میں بھی لوٹ آئے اپنا لیتی ہیں اور پچھلی باتیں بھول جاتی ہیں یا بھولنے کی کوشش کرتی ہیں۔

عائشہ پرویز......کراچی

پھر کیا ہوگا؟

اگر زمین سے آکسیجن 5 منٹ کے لیے ختم ہو جائے تو......؟

کنکریٹ سے بنی تمام عمارتیں گر جائیں گی کیونکہ

آکسیجن انہیں اکٹھے رہنے میں مدد کرتی ہے۔
تمام سمندروں سے پانی اڑ جائے گا کیونکہ آکسیجن کے بعد اس میں صرف ہائیڈروجن رہ جائے گی۔
ہم سب کے کانوں کے پردے پھٹ جائیں گے کیونکہ ہم ہوا کا 12 فیصد دباؤ کھو دیں گے۔
زمین کھردری ہوجائے گی کیونکہ زمین کا 45 فیصد آکسیجن سے بنا ہے۔
فوزیہ سلطانہ...... تونسہ شریف

صداقت

آدمی آدمی کو کھا رہا ہے
رزق کیسا یہ بنا رہا ہے
بنائے پیسہ بے ایمانی سے
اگلی نسلوں کو کیا سکھا رہا ہے
ظلم پر ظلم نہ کر ہوش کر
خدا کے قہر کو کیوں بھلا رہا ہے
ہوں گے پیش جلد روبرو خدا کے
وقت وہ بھی جلد آ رہا ہے
کھلم کھلا کرتا پھرے اب تو برائی
ضمیر سے بھی نہ اب شرما رہا ہے
خداوند دے سب کو ہدایت کا رستہ
دل میرا یہ فریاد کر رہا ہے

اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر چلادے آمین۔ بے شک اللہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔
شبانہ امین راجپوت...... کوٹ رادھا کشن

غلط فہمی

ڈاکٹر نے ریسیور رکھتے ہوئے نرس سے کہا "جلدی سے میرا سامان لے آؤ ایک مریض کا فون آیا ہے وہ میرے بغیر مر رہا ہے۔"
نرس نے آہستہ سے کہا۔
"ڈاکٹر صاحب! وہ فون آپ کے لیے نہیں میرے لیے تھا۔"
سمعیہ سیف، سندس رفیق سندر...... عبدالحکیم

قیمتی موتی

❁ کچھ لوگ کتنے اچھے ہوتے ہیں انہیں خبر ہوتی ہے کہ ان کی جھولی میں کوئی صرف کانٹے ڈال کر جا رہا ہے پھر بھی کچھ نہیں کہتے یا شاید جنہیں چاہا جائے ان سے شکوہ کیا ہی نہیں جاتا۔
❁ محبت جب شروع ہوتی ہے تو بھی بندے کو بے وقعت کردیتی ہے اور جب انجام کو پہنچتی ہے تو تب بھی دامن میں سوائے رسوائیوں کے کچھ نہیں دیتی۔
❁ اندر کا موسم خزاں کی زد میں ہو تو باہر کھلی بہار کی خوشبو بھی جذبوں پر چھائے جمود کو توڑنے میں ناکام رہتی ہے۔
❁ یہ دلوں کے معاملے اتنے آسان نہیں ہوتے بعض دفعہ ہمیں خود بھی نہیں پتا ہوتا کہ ہم کیا چاہتے ہیں اور کیوں چاہتے ہیں۔
عابد محمود...... ملکہ ہانس

دوست اور دوستی

○ چمن میں پھول اچھے لگتے ہیں اور کالج میں دوست۔
○ سب اپنی اپنی زندگی میں مصروف ہوجاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ دوستوں نے ہمیں بھلا دیا ہے، کیا پتا ہمارے دوست بھی یہی سوچتے ہوں۔
○ زندگی چاہے جس رفتار سے گزرے مگر دوست کی ضرورت ہر موڑ پر ہوتی ہے۔
○ جب میں اپنے بچھڑنے والوں کو یاد کرتی ہوں تو آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں مگر دوستوں کو یاد کرنے سے لب خود بخود ہی مسکرا دیتے ہیں۔
ثمینہ ناز...... بستی غوث پور

بات جو دل کو چھو لے

دنیا میں سب سے تیز ترین رفتار دعا کی ہے
کیونکہ
یہ دل سے زبان تک پہنچنے سے پہلے خدا تک پہنچ جاتی ہے
عقیلہ رضی...... جڑانوالہ

رضا الٰہی

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں جب اللہ سے دعا کرتا ہوں اور وہ قبول ہوجائے تو میں خوش ہوتا ہوں اور نہ قبول ہو تو زیادہ خوش ہوتا ہوں کیونکہ دعا قبول ہونا میری رضا ہے
اور نہ قبول ہونا میرے اللہ کی رضا ہے
اور میں اپنے اللہ کی رضا میں راضی ہوں
سیدہ لوبا سجاد...... کہروڑ پکا

اقوال زریں

+ دولت کے بھوکے کو حقیقی راحت نصیب نہیں ہو سکتی۔
+ پرانا تجربہ ہی نہیں جذبہ بھی تعمیر کی بنیاد ہوتا ہے۔
+ خدا کے احکام پر عمل کرنے کا نام بندگی ہے۔
+ اپنا بوجھ دوسروں پر نہ ڈالو خواہ کم ہو یا زیادہ۔
+ امانت ایسے شخص کے پاس رکھو جو اللہ کا خوف رکھنے والا ہو۔

نگینہ حسنین...... ساہیوال، سرگودھا

زندگی کیا ہے

میں نے ساحل سمندر پر ایک بچے کو دیکھا جو ایک کشتی پر نظریں جمائے ریت کے گھر بنانے میں مشغول تھا۔ اچانک لہر سی اٹھی، کشتی ڈگمگائی بے چین صدائیں بلند ہوئیں، بچہ کھلکھلا کر ہنس پڑا اس کے گالوں پر ڈمپل دیکھ کر میں نے سوچا۔

''یہی تو زندگی ہے''

اتنے میں ایک تیز لہر اٹھی اور ریت کا بنا گھر بہہ گیا، بچے کی موٹی موٹی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور یہ دیکھ کر میں نے سوچا

''کہ نہیں...... اصل زندگی تو یہ ہے''

میمونہ ناز مونا...... وزیر آباد

اس نے کہا

اس نے کہا مجھے چھوڑ جاؤ گے
میں نے کہا ایسا ممکن نہیں
اس نے کہا مجھے کتنا چاہو گے
میں نے کہا اپنی سانسوں سے بڑھ کر
اس نے کہا کب تک چاہو گے
میں نے کہا آخری سانس تک
اس نے کہا مجھے اپنا بناؤ گے
میں نے کہا جینے کے لیے تمہارا ساتھ ضروری ہے
اس نے کہا مجھے روز ملو گے
میں نے کہا تم میرے خواب میں آؤ گے
اس نے کہا بھول تو نہیں جاؤ گے
میں نے کہا پھولوں سے خوشبو جدا ہو سکتی ہے بھلا

صباء الیاس...... ماہندر

خوب صورت باتیں

□ جو لوگ منانے سے بھی نہ مانیں وہ شیطان ہیں۔
□ اگر تمہیں وہ نہ ملے جسے تم مانگتے ہو تو سمجھ لو کہ تمہیں کسی اور نے اپنے لیے مانگ لیا ہے۔
□ زندگی میں خدا کے سامنے آنسوؤں کا ڈھیر لگاتے جاؤ شاید اسے کوئی نہ کوئی تمہارا آنسو پسند آ جائے۔

صوبیہ اسلم...... سیالکوٹ ڈسکہ

مسکرایئے

استاد: ''انسان کی عادتیں کس طرح صاف ہوتی ہیں؟''
خالد: ''جی کسی اچھے صابن سے۔''
استاد (غصے سے): ''علی تم بتاؤ؟''
علی: ''جی کسی شیمپو سے۔''

مشی خان...... بھیر کنڈ، مانسہرہ

ذرا مسکراؤ

پیر صاحب: ''بیٹا منت مانگو۔''
مرید: ''پیر صاحب مجھے ان میریڈ کر دو۔'' (یعنی غیر شادی شدہ)
پیر: ''منت مانگ بیٹا جنت نہ مانگ۔''

امامہ عندلیب...... گوجرانوالہ

لفظ لفظ خوشبو

□ کبھی یہ دیکھنا چاہو کہ تم کتنے امیر ہو تو اپنی دولت کو مت گننا۔
□ اپنی آنکھوں سے چند آنسو گرانا اور دیکھنا کہ کتنے ہاتھ ان کو سمیٹنے کے لیے آگے بڑھتے ہیں۔
□ ہمیشہ خوشیوں کو ڈھونڈیئے کیونکہ غم تو بغیر ڈھونڈے ہی مل جاتے ہیں۔
□ گالی کا جواب نہ دو کیونکہ کبوتر کوے کی بولی نہیں بول سکتا۔
□ اہمیت دکھ کی نہیں بلکہ دکھ دینے والے کی ہوتی ہے۔
□ زندگی کا ہم پر کتنا بڑا احسان ہے کہ یہ ہم سے صرف ایک بار ہی روٹھتی ہے۔
□ مت کرو ایسا وعدہ جسے پورا نہ کر سکو۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

انمول باتیں

❖ زندگی میں ایسا دوست شامل کرو جو آئینہ اور سایہ بن کر ساتھ رہے کیونکہ آئینہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا اور سایہ کبھی ساتھ نہیں چھوڑتا۔
❖ کبھی کسی دوست کو مت آزمانا ہو سکتا ہے کہ اس

دوران وہ بھی تمہیں آزمار ہا ہو۔

سلمیٰ عنایت حیا...... کھلابٹ ٹاؤن شپ

تقاضا

جب اللہ سے مانگو تو بے حساب مانگو کیونکہ ایک اللہ ہی ہے جو واپسی کا تقاضا نہیں کرتا۔

سنبل ملک اعوان...... شاہدرہ لاہور

ہری مرچیں

❖ خوب صورت لڑکی اپنے ہمسائے سے نہیں ڈرتی مگر اپنے سائے سے ڈرتی ہے۔

❖ جس سے محبت کرو اس سے شادی نہ کرو وہ تمہاری کمزوری سے بخوبی واقف ہے۔

❖ شادی کا پہلا مہینہ فخر دوسرا صبر اور تیسرا مہینہ جبر کا ہوتا ہے۔

❖ دعائیں مانگو مگر کبھی محبت میں کامیابی کی دعا نہ کرو ورنہ محبت سے نفرت ہو جائے گی۔

ہاجرہ جلیل، شکیلہ جلیل...... مایار مردان

اقوال زریں

⌘ علم وہ شجر ہے جو دل میں اُگتا ہے دماغ میں پھلتا ہے اور زبان سے پھل دیتا ہے۔

⌘ خوب صورتی کی آفت تکبر ہے۔

⌘ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں میں خوش خلق بندہ پسند ہے۔

⌘ اپنے بھائی کو مخلصانہ مشورہ دو وہ اسے چاہے اچھا لگے یا بُرا۔

⌘ جو نصیحت پر کان نہیں دھرتا وہ نقصان اٹھاتا ہے۔

وثیقہ زمرہ...... سمندری

محبت

⌘ محبت زندگی سے کرو جو انمول تحفہ ہے۔

⌘ محبت مخلص دوست سے کرو جو کائنات کا تحفہ ہے۔

⌘ محبت خدا سے کرو جو ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے۔

⌘ محبت سے سب کو پکارو کیونکہ محبت دل میں جگہ بناتی ہے۔

ثوبیہ سحر...... بستی ملوک ملتان

بے سبب

زمانہ یہ کتنا عجب ہو گیا ہے
میرا زندہ رہنا غضب ہو گیا ہے
کھلیں عصر حاضر کی آزادیاں تب
میرا قتل جب بے سبب ہو گیا ہے

راؤ تہذیب حسین تہذیب...... رحیم یار خان

پریشانی کا علاج

چھوٹی چھوٹی باتوں پر لوگوں کا شکریہ ادا کروں۔
فوراً صدقہ دیں اور توبہ کے نفل پڑھا کریں۔
آنکھیں بند کر کے اپنے خوشگوار لمحات کو یاد کریں۔
بخل، چغل خوری اور حسد سے بچیں۔
منفی خیالات کو اپنے دل و دماغ پر حاوی نہ کریں۔
ان باتوں کا خیال رکھ کر آپ خوش رہ سکتے ہیں۔

رابعہ عمران چوہدری...... رحیم یار خان

حادثہ

مزدور نے تنخواہ میں اضافے کا مطالبہ کرتے ہوئے کارخانے کے مالک سے کہا۔

"جناب میری شادی ہو گئی ہے۔"

مالک بولا۔ "کارخانے کے باہر ہونے والے حادثات کے ہم ذمہ دار نہیں ہیں۔"

ثناء اعجاز......

امتحان گاہ

امتحان دے کر آنے والے طالب علم سے اس کے دوست نے پوچھا۔

"بہت افسردہ دکھائی دے رہے ہو کیا پرچہ بہت مشکل تھا؟"

"پیپر مشکل آنے کا اتنا دکھ نہیں ہوتا میرے دوست! جتنا امتحان گاہ میں سب سے آگے بیٹھنے پر ہوتا ہے۔"

سعدیہ رمضان سعدی...... 186

yaadgar@aanchal.com.pk

آئینہ

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ! خالق و مالک کے بابرکت نام سے ابتدا ہے جو ربّ العالمین ہے۔ اپریل کا سالگرہ نمبر پیش خدمت ہے' امید ہے آپ بہنوں کے ذوق اور معیار کے عین مطابق ہوگا' آئیے اب چلتے ہیں آپ بہنوں کے دلچسپ تبصروں کی جانب جو بزم آئینہ میں جھلملا رہے ہیں۔

مونا شاہ قریشی...... کبیر والہ۔ عرض سلام قبول و ایجاب کیجیے منجاب خاکسار کنیزۂ آنچل' تقمع سے پاک وبے باک بھرپور مسکراہٹ بھی پیش خدمت ہے۔ ٹائٹل آنچل کی سادہ مگر تازگی سے پُر وجاہت نے توجہ کو ایک پل کے لیے تو مبہوت کردیا پھر حواس کو راہ راست پر لاتے ہوئے "چراغ خانہ" پر مخمل کے' پیاری پہ پڑنے والی افتاد نا گہانی نے ایک لمحے کے لیے پُرنم ماحول کردیا۔ "ساز من" کی برف پوش چوٹیوں نے افق من میں سرد نوکیلی ٹھنڈک کی لہر دوڑا دی۔ محبت میں خاموش گفتاری کیفیت جہاں یک طرفہ جذبے اوندھے پڑے ہوں بہت فبجتی ہے۔ ناول کا لب لباب فہم و شگفتگی سے آراستہ تھا۔ نائلہ طارق کا انداز قلم قابل تعریف ہے۔ نازیہ جمال "کوئی دن اور" ہماری محرومیوں کی عکاسی کرتا دل سوز ناولٹ۔ شاید وہ تاریخ کبھی نہ آئے جہاں ہم اپنی حق تلفیوں کے لیے جدوجہد کررہے ہوں اور بخوشی ان کی ادائیگی کا کشکول ہمیں تھما دیا جائے۔ "شب غم اگر ڈھلتی" اے کاش طوالت ہجراں پہ کوئی قدغن لگادے۔ یہ لٹی پٹی سی محبتیں بہت رنجور کرتی ہیں۔ حمیرا نوشین توقع قارئین یوں ہی مکمل کرتی رہیں۔ دعاؤں کے لوازمات آپ کے سنگ ہیں' راحت وفا یار بجو! "موم کی محبت" کو تو آپ نے محبوب کی زلفوں کے پیچ وخم کے جیسے الجھا دیا ہے۔ ثمرین الگ مصیبت میں مبتلا ہے' عارض کا ڈنکا علیحدہ بجا ہوا ہے اور صفدر آشنائے بے یقینی کے گرداب میں گھن چکر بنا ہے۔ کہانی میں ذرا ٹوئسٹ آیا ہے۔ آئینہ میں فریحہ شبیر' حافظہ صائمہ اور فضہ ہاشمی کے تبصروں میں جان تھی۔ یادگار لمحے رشک حنا آپ کی بات دل کو جا لگی' گل مینا خان از حد نوازش کہ آپ نے مجھے میں سے ہم میں شامل کیا۔ "ہم ہیں نا" ہاں یہ آنچل ہی ہے جہاں قرار یہاں اٹکا ہوا ہے بقیہ آنچل انتظار جاں گسل کے کڑے لمحات گن رہا ہے کہ کب میں اس نگاہ ناز بخشوں گی۔ شرط قلب و دھڑکن اور اجازت رب کریم ہوئی تو ان شاء اللہ پھر جلوہ افروز ہوگی۔ دعائے رحمٰن ورحیم سے ہے کہ کامیابی کی بلندیاں اور عروج کی وسعتیں کبھی آنچل کے لیے کم نہ ہوں یہ یونہی ستارۂ روشن بن کے جگمگ کرتا رہے آمین۔ اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر مونا! آپ کے نگاہ ناز و نگاہ التفات پر ہم بھی چشم براہ ہیں۔ اس مقفٰی و مسجع انداز نگارش و مفصل تبصرے کے آئندہ بھی منتظر رہیں گے۔

افشاں علی...... کراچی۔ بہت سی دعاؤں' محبتوں' چاہتوں اور عقیدتوں کا نذرانہ لیے افشاں علی کا عکس آئینہ میں جھلملانے کو تیار ہے۔ امید واثق ہے پڑھنے والی تمام خوب صورت بصارتوں کی مالک پیاری پیاری قارئین' ہر دلعزیز رائٹرز اور آنچل کی پیاری مدیرہ و ٹیم ممبر سمیت طاہر بھائی بھی خیر و عافیت سے ہوں گے۔ سب سے پہلے تو آنچل کو 37 ویں سالگرہ مبارک ہو آج جو آنچل کا سفر 37 ویں منزل پر پہنچا ہے بلاشبہ یہ آنچل کی ٹیم کی دن رات کی محبت و قارئین اور رائٹرز کی محنت ہی کے باعث ممکن ہو پایا ہے۔ دل کی گہرائیوں سے دعا گو ہوں کہ آنچل یونہی جھلملاتا رہے اور ہم 37 سال مزید یونہی آنچل کی سالگرہ مناتے رہے آمین۔ اب آتے ہیں ماہ مارچ کے شمارے کی جانب' سرگوشیاں میں دل کی گہرائیوں سے نکلے قلم کی نوک سے بکھرے قیصر آرا آنی کے الفاظ دل میں گھر کر گئے۔ دعا ہے کہ اللہ آپ کو مزید ہمت و حوصلہ عطا فرمائے' آمین اور ساتھ ہی آنچل سے جڑے وہ تمام نام جو راہ ابد کے مسافر بن گئے اللہ ان سب کی مغفرت فرمائے آمین۔ حمد و نعت سے مستفید ہوتے درجواب آں پر نظر پڑی قیصر آنی کبھی ہمیں بھی درجواب آں میں شامل کرلیجیے از حد خوشی ہوگی۔ حریم حسین' تبسم شہزادی' شیزہ عارف سمیت خنساء عبدالمالک چاروں شہزادیوں سے پیاری سی ملاقات اچھی رہی۔ آگے بڑھے تو رفعت سراج جی چراغ لیے منتظر ملیں' رفعت سراج جن کی تحریریں دل کو چھو جاتی ہیں۔ اب بھی اپنے خوب صورت ناول اور ڈائیلاگ کے ہمراہ دل میں اتر گئیں۔ "موم کی محبت" اور "ترے عشق نچایا" جہاں یہ دونوں ناول بھی خوب جارہے ہیں وہیں "شب ہجر کی پہلی بارش" تو بہت زبردست ناول چل رہا ہے۔ ڈاکٹر تنویر انور خان گو کہ ان کو کبھی پڑھا نہیں مگر وہ "کاغذ کی کشتی" پڑھ کر ان کی تحریری صلاحیتوں کا اندازہ ہوا ان کا انداز "تین عورتیں تین کہانیاں" جیسا لگا۔ "ساز من" نام ہی کی طرح خوب صورت سا ناولٹ نائلہ آپی آپ کی تحریریں تو ویسے بھی مجھے بہت پسند ہیں پھر سانس روکے سانس' سڑک سکوت ہوا یا جو عشق میں بنی وہ عشق ہی جانے ہو آپ کی ہر تحریر مجھے بے انتہا پسند ہے ساز من بھی اب ان تحریروں میں شامل ہو چلی ہے۔ برف زاروں میں رہنے والی

شہزادی کو بلآخر اپنا شہزادہ مل گیا' لفظ لفظ خوب صورت ناولٹ۔ جو دل میں برف کی سی ٹھنڈک بھر گیا۔ افرا تاج کی بھی اچھی کوشش رہی۔ ''کوئی دن اور'' گو کہ اس کا موضوع پرانا تھا مگر انداز اچھا رہا' عورتوں کی عزت' عظمت' محنت' شفقت' قربانی و محبت کو بیان کرنے کے لیے شاید 365 دن بھی کم پڑ جائے۔ ''شب غم اگر ڈھلتی'' حمیرا قریشی اچھی کوشش رہی' ام اقصیٰ نے بہت گر کی بات سکھلائی' بے شک اللہ بہت بڑا ہے اور وہ ہمارے لیے کافی ہے۔ مبشرہ ناز کی کاوش بھی اچھی رہی۔ ''چاندی کا بندہ'' مختصر تحریر مگر پیغام جامع دے گئی اسے پڑھ کر جو فقرہ فوراً ذہن میں آیا آپ بھی ملاحظہ فرمائیں ''دیکھی بھی کوئی نہیں نکلتا' ان دیکھی بھی بھلے سب نکلیں۔'''' ظلمت شب کی سحر'' قرۃ العین سکندر یہ میں نے آپ کی دوسری تحریر پڑھی ہے اور سچ کہوں تو آپ نیو رائٹرز میں ایک اچھا اضافہ ثابت ہو رہی ہیں۔ مختلف موضوع منفرد سا نام ویل ڈن' باقی سلسلے تو ہوتے ہی شاندار ہیں۔ آئینہ میں اس بار کرن شہزادی' طیبہ نذیر' حافظہ صائمہ کشف' نیلم فیاض' ارم کمال' فضہ ہاشمی' رابعہ عمران اور پیاری فریحہ شبیر کے تبصرے شاندار رہے اب بہت ساری دعاؤں کے سنگ' ہمیں اجازت' ان شاء اللہ پھر حاضر محفل ہوں گے۔

☆ ڈیئر افشاں! بزم آئینہ میں افشاں بکھیرتے آئندہ بھی جلوہ گر رہیے گا۔ ہمیں آپ کا تبصرہ پسند آیا اور آنچل کو ۲۷ نہیں ۳۸ سال پورے ہوگئے ہیں الحمدللہ۔

گل مینا خان اینڈ حسینہ ایچ ایس...... مانسہرہ۔

میرے پیارے آنچل
تجھے تیری سالگرہ پر
میں تجھے کیا تحفہ دوں
جی چاہتا ہے' بہت ساری دعائیں دوں
ڈھیر ساری تیری بلائیں لوں
خدا تجھے مزید کامیاب کرے
اونچا تیرا نام کرے
میرے پیارے آنچل
کچھ اور نہیں کہنا
سنو......
ہمیشہ ہمارے ساتھ رہنا۔

السلام علیکم! آنچل کی سالگرہ بہت بہت مبارک' آنچل نے اس مرتبہ بہت انتظار کروایا کہ دل باغ باغ ہوگیا سب سے پہلے سرگوشیاں سنیں' بے شک بہت سی رائٹر بہنوں نے اپنے زور قلم سے آنچل کو سجانے سنوارنے کا بھرپور کردار ادا کیا ہے' آنچل کی رائٹر پوری آب و تاب سے چمکنے والے ہیرے ہیں لیکن یہ بات تو ماننی پڑے گی کہ ان ہیروں کو آنچل نے ہی تراشا ہے' آنچل کی کامیابی کا سہرا آنچل اسٹاف کو ہی جاتا ہے۔ سب سے پہلے ''ٹوٹا ہوا تارا'' پڑھا ایسا اتار چڑھاؤ' ایسا سسپنس ایسے پُرپیچ موڑ ایسی کہانی جس کا اسلوب نہایت سادہ ہے پلاٹ نہایت مضبوط اور کردار نگاری نہایت دلکش ہے۔ جس کی بنت ایسی مہارت سے کی گئی ہے کہ کوئی ایک سین بھی زائد محسوس نہیں ہوتا۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' تو ہمیشہ حرف بہ حرف پسند ہے۔ ڈاکٹر تنویر انور خان کا ''وہ کاغذ کی کشتی'' بھی کیا زبردست کہانی' خستہ برجستہ بے ساختہ انداز' زندگی کی تلخ حقیقتوں کو نہایت ٹھنڈے انداز میں پیش کرتے ہوئے اس کہانی نے تو حرف آخر تک اپنے سحر میں جکڑے رکھا۔ افسانے ''شب غم اگر ڈھلتی'' اور ''کوئی ایسا اہل دل ہو'' بیسٹ لگے۔ بیاض دل میں سمیرا سواتی' اقراء احسان' اقصیٰ وسنیاں زرگر کے شعر پسند آئے۔ یادگار لمحے کو سب نے مل کر یادگار بنادیا۔ نیرنگ خیال بھی زبردست تھا۔ رومانہ قریشی آپ کے والد کی رحلت کا بہت افسوس ہوا' بے شک یہ بہت بڑا صدمہ ہے۔ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو اور دیگر اہل خانہ کو صبر و استقامت عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین اللہ حافظ۔

☆ گل مینا! آپ کی نظم پسند آئی جزاک اللہ۔

خنساء' عاصمہ عبد المالک...... گوجر خان۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ' شہلا جی اور آنچل قارئین کیسی ہیں آپ؟ امید ہے مزاج بخیر ہوں گے۔ اس دفعہ آنچل 23 تاریخ کو ہی مل گیا لیکن چیخیں نکل گئیں' ارے جناب آپ غلط سمجھے کوئی چھپکلی نہیں بلکہ ما بدولت کا تعارف شائع ہوا تھا اس لیے۔ بہت خوشی ہوئی' خوشی کا مزا دوبالا اس وقت ہوا جب ''ٹوٹا ہوا تارا'' پڑھی' زبردست سمیرا جی! نگہت عبداللہ کا ''ترے عشق نچایا'' اچھا جا رہا ہے۔ راحت وفا جی اب ''موم کی محبت'' کو ختم ہی کردیں پلیز شرمین کی نیا پار لگا دیں۔ ''اب سفر چاہتوں کا'' افرا

تاج ”مگر مہم اقصیٰ اور“ کوئی ایسا اہل دل ہو“ مبشرہ ناز آپ سب نے بہت اچھا لکھا ”کاغذ کی کشتی“ پر کوئی تبصرہ نہیں کروں گی۔ بیاض دل اچھا لگا اور یادگار لمحے میں ثمین افضل وڑائچ کا ”میری راہ“ بہت اچھا تھا۔ باقی سلسلے بھی زبردست ہیں اللہ پاک سب بہنوں کو اچھا لکھنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے آمین۔ نازیہ کنول نازی آپ برائے مہربانی جہاد کے موضوع پر کچھ لکھیں عائشہ نور محمد سے درخواست ہے کہ وہ جلدی سے آنچل میں کچھ لکھیں۔ اب اجازت دیں پھر کبھی تفصیلی تبصرے کے ساتھ حاضر ہوں گی ان شاء اللہ۔ اللہ پاک اس ملک پاکستان کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور وطن عزیز کو امن کا گہوارہ بنا دے آمین اور پاک فوج کو سلام پاک فوج زندہ باد۔

ثناء رسول ہاشمی...... صادق آباد۔ تمام قارئین کو سلام نسبتاً مختصر غیر حاضری کے بعد پھر سے حاضر ہوں۔ امید ہے آپ سب خدا کی بے پایاں رحمتوں کے سائے میں خیریت سے ہوں گی۔ ماہ فروری کا سرورق بھی خاصا دلکش تھا۔ مارچ کا بھی کافی دیدہ زیب ہے جملہ اشتہارات سے صرف نظر کرتے ہوئے جلدی سے فہرست ملاحظہ کی۔ ڈاکٹر تنویر انور کی حاضری خوش کن رہی۔ قرۃ العین حیدر کو تو بہت پڑھا ہے ان سے ملتا جلتا نام قرۃ العین سکندر پہلی مرتبہ روبرو ہیں ہمارے۔ اچھی کاوش تھی خود ساختہ اور خیالی جنت بسانے والی مسز فرخندہ جیسا ایک اور کردار ذہن میں آ گیا اس سے ملتی جلتی تحریر کافی عرصہ پہلے کسی ڈائجسٹ میں پڑھی تھی۔ تحریر کا نام کچھ اور ہونا چاہیے تھا قرۃ العین! ”چراغ خانہ“ از رفعت سراج کے لیے گو الفاظ کا انتخاب مشکل ہے روانی اور تسلسل ان کی تحریر کا خاصا ہے مگر ان کی تحاریر کی اصل خوبی یہ ہے کہ بلاوجہ سسپنس نہیں پھیلاتیں۔ ایک تحریر کے شروع میں کرداروں کا جو رویہ ہوتا ہے اس کو واضح طور پر عیاں کرتی ہیں اور درمیان میں یا آخر تک قاری الجھاؤ کا شکار نہیں ہوتا۔ ”موم کی محبت“ از راحت وفا خاصی طوالت کا شکار ہوتی جا رہی ہے آریا پار والی کیفیت کے منتظر ہیں ہم۔ ”ترے عشق نچایا“ از نگہت عبداللہ بہترین تحریر رہی۔ ”ٹوٹا ہوا تارا“ میں تو سمیرا جی آپ نے تحریر کے ساتھ ساتھ قارئین کو بھی گھما ڈالا۔ ہر رشتہ سمجھتے سمجھتے جب خود کو بھولنے والے تھے صد شکر کہ ناول کی قسط پوری ہو گئی ورنہ...... ”شب ہجر کی پہلی بارش“ از نازیہ کنول نازی بہت خوب صورت ہوتا جا رہا ہے ناول تحیر در تحیر ”فسوں در فسوں“۔ ”چاندی کا بندہ“ انیسہ ناز بشارت کی مختصر مگر پُراثر تحریر۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی کی کھلی تفسیر ایک سبق آموز لمحے کی گرفت۔ مروا حنیف بٹ فرام سمندری آپ کی بھیجی گئی ابن انشاء کی نظم پسند آئی۔ بیاض دل بھی اچھی رہی۔ نیرنگ خیال سے شگفتہ خان فرام بھلوال کی شاعری پسند آئی۔ نزہت جبیں ضیاء اس بار آپ صرف ڈش مقابلہ میں ہی ملی ہیں باقی کہیں نظر نہ آئیں خیریت؟ اللہ آپ کے شوہر کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔ محی الدین نواب جو کہ ہمارے فیورٹ رائٹر تھے ان کی وفات کا پڑھ کر بہت دکھ ہوا اللہ ان کی اور فاطمہ ثریا بجیا صاحبہ کی مغفرت فرمائے۔

☆ ثناڈیئر! تبصرے کا شکریہ۔

عنبر مجید...... کوٹ قیصرانی۔ سویٹ سی شہلا آپی اینڈ آنچل کی دیوانیوں السلام علیکم! اس بار آنچل 23 تاریخ کو ملا سب سے پہلے آنٹی قیصر آرا کی سرگوشیاں سنیں، پھر اس کے بعد حمد و نعت کی طرف متوجہ ہوئے پھر دانش کدہ کی طرف بڑھے۔ جی تو اب ذرا بات ہو جائے سلسلہ وار ناولز کی تو سب سے پہلے نمبر پر ”ٹوٹا ہوا تارا“ ارے واہ آپی ایسی اسٹوری لکھی ہے دل خوشی سے جھوم اٹھا اتنی حیرت ہوئی ہے آپ نے پتا نہیں کیسے اتنا دماغ لڑایا۔ مجھے تو سمجھ بھی نہیں آ رہی کہ کہاں سے بیان کروں، کیا کیا بیان کروں، کس کس کے بارے میں لکھوں، ہاہاہا۔ شہوار اور ولید بہن بھائی ہیں یہ سن کر بہت اچھا لگا اور ضیاء افشاں دونوں مل گئے بہت خوشی ہوئی اب لگتا ہے اسٹوری کا اینڈ ہی ہو گا ارے ہاں آخر کار میڈیم کا پول بھی کھل ہی جائے گا، مصطفیٰ اب دریہ کو نہیں چھوڑے گا۔ دریہ میڈم اب تمہیں پتا چلے گا کہ تم نے کتنی بڑی غلطی کی ہے ہم...... ”ترے عشق نچایا“ خان صاحب کی موت کا سن کر بہت دکھ ہوا آخر کار اسے ایک نہ ایک دن مرنا ہی تھا کیونکہ صبا کا ہیرو تو آصف ہی ہے اور نشاہ کے ساتھ دیکھو قسمت کیا کھیل کھیلتی ہے۔ ”موم کی محبت“ آپی یہ کیا کبھی عارض شرمین سے ناراض ہو جاتا ہے تو کبھی شرمین عارض سے۔ اب اسٹوری کو کچھ آگے بڑھائیں یہ تو ایک جگہ ہی ٹھہر گئی ہے۔ شرمین کی زندگی میں اب دکھ کا نام و نشان ہی مٹا دیں اس کے لیے تو پریشانیاں بڑھتی جا رہی ہیں، زمانے کے نشیب و فراز، حالات تلخی، صبح و شام کی گردش، اپنوں کی بے وفائی، غیروں کے ظلم، ان سب بلاؤں نے مل کر اس کے دل کو دکھی بنا دیا ہے۔ صفدر اور زیبا کے درمیان محبت پیدا کر دیں، شرمین اور عارض کو ایک کر دیں پھر بس اسٹوری ختم ہاہاہا۔ ”شب ہجر کی پہلی بارش“ اس اسٹوری نے تو اتنا رلایا ہے اُف...... کیا بتاؤں نازی آپی مائی جیراں کی داستان غم اتنی درد بھری تھی کہ اسے پڑھ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے اُف اتنا ظلم ان کے بیٹے پر کیا گیا بہت دکھ ہوا۔ اتنے ظالم انسان بھی ہوتے ہیں کتنا پتھر دل ہوتا ہے ان کا، کتنے بے رحم انسان ہیں خدا سے تو ڈرتے ہی نہیں۔ مائی جیراں پر بہت افسوس ہوا ان کا ایک ہی بیٹا تھا جو موت کے منہ میں چلا گیا جس کا کوئی قصور بھی نہیں تھا۔ ”ساز من“ نائلہ طارق واہ آپی داد دینی پڑے گی آپ کو کیا کمال کی اسٹوری لکھی، نیلما کی دادی اتنی بے رحم تھی، بہت غصہ آتا تھا نیلما پر جب دیکھو اداس ہوتی تھی وہ تو شکر ہے راجر کو جو اس کا دماغ درست کیا۔ ”شب غم اگر ڈھلتی“ ایک دکھ سے بھری داستان تھی۔ اب چلتے ہیں بیاض دل کی

شمع فیاض ارم کمال مدیحہ صادق مدیحہ نورین مہک مینا خان اچھے لگے جی تمہارے شعر۔ ڈش مقابلہ کو پڑھتے ہی مجھے تو بھوک لگ گئی!!!!
نیز میں فریحہ شبیر راتا تعبا تبصرہ لکھا بہت اچھا لگا پڑھ کر او کے جی اب اجازت دیں اللہ حافظ۔

طیبہ نذیر..... شادیوال، گجرات۔ السلام علیکم شہلا آپی! کیسی ہیں اور آنچل فرینڈز آپ سب کیسی ہیں؟ آنچل مجھے 22 کو ملا سب سے پہلے نئی قیصر آرا کی سرگوشیاں سنیں پھر حمد و نعت سے مستفید ہوئے دانش کدہ میں جھانکا تو مشتاق انکل ہماری معلومات میں اضافہ کرتے ہوئے نظر آئے۔ ہمارا آنچل میں چاروں بہنوں سے مل کے بہت اچھا لگا سلسلے وار ناولز کی طرف بڑھے تو "موم کی محبت" ابھی بھی طرف کوئی کمی بھی ہوتی نظر نہیں آرہی آگے دیکھیے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" سمیرا آپی نے جو اچانک جھٹکے دیے ہیں ان سب کا ہمیں پہلے اندازہ تھا کیپ اٹ اپ سمیرا جی۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" بہت سست روی اختیار کرگئی ہے۔ افسانوں کی طرف بڑھے تو "چاندی کا بندہ" نازبشارت بہت زبردست انسان سوچتا کچھ ہے اور ہو کچھ اور ہو جاتا ہے پھر بہت دکھ ہوتا ہے۔ "ظلمت شب کی سحر" قرۃ العین سکندر جی نہیں جو انسان سامنے سے نظر آتا ہو ویسا ہی ہو۔ ہر انسان کئی چہرے ایک ساتھ لیے گھوم رہے ہیں اچھی اسٹوری تھی۔ "کوئی ایسا اہل دل" شرہ ناز جی زبردست اینڈ کیپ اٹ اپ۔ "سحر" اقصیٰ جی آپ کا ایک ایک لفظ بہت قیمتی اور سبق آموز تھا زبردست۔ "اب سفر چاہتوں کا" افرا جی پیاری اور مزے کی اسٹوری تھی کافی انجوائے کیا میں نے۔ "شب غم اگر ڈھلی" حمیرا قریشی اسٹوری پڑھ کے تھکن ہی فیل ہوئی مجھے تو پتا نہیں۔ "سازش" نائلہ طارق بہت بہت مزے کی اسٹوری تھی نیلما مجھے بہت پیاری لگی۔ "کوئی دن اور" نازیہ جمال بہت اعلیٰ آپ بہت بہت اچھی ہیں۔ "وہ کاغذ کی کشتی" کافی عرصہ بعد آنچل میں شامل ہوئی ہیں وہ بھی ایک زبردست اسٹوری لے کے بہت مزہ آیا پڑھ کے کیپ اٹ اپ۔ "ترے عشق نچایا" نگہت عبداللہ محسن کا سوڈ بہتر کریں نشاء بے چاری پریشان ہی رہتی ہے۔ کام کی باتیں عنبر فاطمہ بہت کام کی باتیں بتائیں آپ نے۔ ہم سے پوچھیے میں فوزیہ سلطانہ نورین مسکان مجم انجم نورین انجم مدیحہ نورین پروین افضل ارم کمال دیا آفریں آپ سب سے ملنے لگانے پر مجبور کردیا۔ آئینہ میں راحیلہ عمران چوہدری قفہ ہاشمی ارم کمال حافظہ صائمہ کشف فریحہ شبیر آپ سب کا تبصرہ جاندار تھا کوثر خالد آپ کا نام سے متاثر ہیں جان کے اچھا لگا شکریہ۔ یادگار لمحے زرقا جرال مجم انجم ماریہ کنول ماہی راحیلہ چوہدری مشی خان کرن شہزادی رشک حنا عشاء فضہ یونس آپ سب نے لمحوں کو یادگار بنادیا۔ دیا آفریں شکریہ تعریف کے لیے۔ مدیحہ کنول وعلیکم السلام ہمیشہ خوش رہو دعا ہے سحر کی زندگی میں بھی کوئی دکھ نہ آئے سوئٹ لڑکی مدیحہ نورین آپ تو پرنسز ہو آنچل کی۔ نیرنگ خیال دیا آفریں سمیرا نوشین عائشہ نور عاشا پیاس شیریں تبسم آپ سب کی شاعری لاجواب تھی۔ بیوٹی گائیڈ عائشہ سلیم بہت اچھا لکھا آپ نے۔ ڈش مقابلہ میں صوفیہ خان حنا مہر چودھری کی ڈشز مزے کی تھی۔ بیاض دل میں شمع فیاض سمیرا سواتی نفرحت اشرف سائرہ خان سماریہ چوہدری کرن شہزادی آپ سب نے زبردست لکھا۔ فوزیہ سلطانہ عظمیٰ فرید شکریہ جی آپ دونوں نے انٹری تو دی۔ عظمیٰ فرید بچوں کی پیدائش پر مبارک باد بچوں کے نام بھی بہت پیارے ہیں۔ اذنا گوندل تسلیم شہزادی آپ دونوں کی دوستی قبول ہے۔ شگفتہ خان عظمیٰ شاہین شمیم ناز صدیقی آپ تینوں کہاں گم ہیں۔ شمع مسکان آپ میرے پیغام غور سے نہیں پڑھتی ہیں بھلا آپ کو بھول سکتی ہوں سوئٹ اینڈ آنچل فرینڈز کو سالگرہ مبارک ہو آنچل کی۔ سدا آپ ایسے ہی آنچل میں شامل ہوتی رہیے۔

طیبہ ڈیئر! آپ کا تفصیلی تبصرہ اچھا لگا۔

ناز یوسف..... اورنگی ٹاؤن، کراچی۔ درجواب آں دیکھ کر ہر بار کی طرح اس بار بھی مایوسی ہوئی کہ اس بار بھی مجھے نہیں نوازا گیا۔ آئینہ دیکھ کر مایوسی میں مزید اضافہ ہوگیا۔ پچھلے مہینے آپ نے بہت پیار سے مجھے خوش آمدید کہا تھا اور اس بار تو آئینہ میں ہی شامل نہیں ہونے دیا۔ بہرحال میں بھی ہمت ہارنے والوں میں سے نہیں ہوں بس جی دوبارہ آگئی۔ سب سے پہلے نازیہ کنول نازی کو بہت بہت مبارک باد اللہ تعالیٰ نازیہ کے بیٹے کو صحت وتندرستی عطا کرے آمین۔ ہمارا آنچل میں چاروں بہنوں کے تعارف اچھے لگے اور درمیان میں بھی جتنی بہنوں کے مختصر تعارف تھے وہ بھی اچھے لگے۔ "چراغ خانہ" اس وقت آنچل کا سب سے خوب صورت ناول ہے۔ سراج اپنے قلم کا جادو ہر سو پھیلا رہی ہیں۔ اس ماہ تمام افسانے زبردست تھے سب سے اچھا حمیرا قریشی کا افسانہ لگا اور ام اقصیٰ کا بھی اچھا تھا۔ "ظلمت شب کی سحر" کا اختتام کچھ تشنہ رہا۔ نائلہ طارق کا "سازش" بہترین ناولٹ تھا پڑھتے ہوئے الفاظوں کے سحر میں کھو گئی بہت معیاری تحریر تھی۔ نگہت عبداللہ بھی اچھا لکھ رہی ہیں راحیلہ خاتون نے اختتام کیا۔ صبا اور ثریا کے ساتھ اس کے باوجود ثریا کا راحیلہ سے اتنی محبت سے پیش آنا اچھا نہیں لگتا۔ تمام مستقل سلسلے تو ہیں ہی زبردست پروین افضل شاہین کے خطوط مزہ دیتے ہیں۔ پروین ہر لطیفہ اپنے میاں کے نام سے منسوب کر کے لکھتی ہیں اب اجازت دیجیے اللہ حافظ۔

... کشش..... محمد پور دیوان۔ السلام علیکم شہلا آپی! ہم ایک بار پھر آنچل کی محفل میں چار چاند لگانے کے لیے

حاضر ہیں آ ہم۔ اچھا جی پہلے تبصرہ تو کرنے دیں بعد میں نظر لگائیے گا تو جی آنچل تو بڑی مشکل سے ہمارے ہاتھ آتا ہے کیونکہ ہمارے شہر میں آنچل نہیں آتا اور اس کے لیے ہمیں جامپور کا سفر طے کرنا پڑتا ہے۔ خیر بھئی ہم اپنے آنچل کے لیے تو کراچی تک کا سفر بھی طے کرسکتے ہیں' ہاہاہا۔ اب آتے ہیں تبصرے کی طرف' آنچل 27 تاریخ کو مل گیا تھا۔ ٹائٹل گرل بہت پیاری تھی' حمد و نعت سے مستفید ہونے کے بعد سیدھا آئینہ میں دوڑ لگائی' اپنا نام دیکھ کر دل خوشی سے باغ باغ ہوگیا۔ پہلی بار کسی ڈائجسٹ کے لیے تحریر لکھی تھی' اس کے بعد دوست کا پیغام آئے میں نام تلاش کیا لیکن ناکامی ہوئی۔ خیر جو بھی مجھ سے دوستی کرنا چاہتا ہے موسٹ ویلکم۔ آنچل 37 سال کا ہوگیا ہے' میری طرف سے آپ سب کو آنچل کی سالگرہ کی مبارک باد۔ اس کے بعد فیورٹ رائٹر سمیرا شریف طور کی کہانی پڑھی' بھئی آپ کی کہانی کے بنا تو آنچل ادھورا لگتا ہے۔ اسٹوری اختتامی مراحل کو پہنچ رہی ہے' بہت اچھی قسط تھی۔ اس کے بعد ''شب ہجر کی پہلی بارش'' پڑھی' صیام میرا فیورٹ کردار ہے۔ آپی جی اس کے ساتھ اچھا کرنا' باقی ''ترے عشق نچایا'' مجھے پہلے ہی پتا چل گیا تھا کہ اگلی قسط میں ہمارے خان انکل نہیں ہوں گے' زبردست قسط تھی۔ باقی رسالہ ابھی زیر مطالعہ ہے' بھئی ہم ایف ایس سی کی اسٹوڈنٹ ہیں' بڑی مشکل سے ٹائم ملتا ہے لیکن پڑھتی ضرور ہوں اور ہاں سعدیہ رمضان سعدی آپ کو میری طرف سے ایڈوانس شادی کی مبارک باد۔ پروین آپی آپ بہت اچھا لکھتی ہو' میری دعا ہے کہ آپ تمام آنچل کی کلیاں اسی طرح مسکراتی رہو اور آنچل کی محفل میں چار چاند لگاتی رہو' اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

اے ایف افتخار...... عارف والا۔ السلام علیکم! کیسی ہیں آپی؟ اور باقی سب کیسے ہیں؟ اس بار آنچل 25 کو ملا' ٹائٹل دیکھ کر دل خوش ہوگیا۔ تعریف کرنے کو دل چاہا تو ہم حاضر ہوگئے ویسے بھی دو تین ماہ سے غائب تھے ہم اور کسی نے یاد بھی نہیں کیا۔ بہت خوب صورت ٹائٹل' رانیہ بہت اچھی لگی' اب تبصرے کی طرف آتے ہیں ''موم کی محبت'' عارض کا رویہ سمجھ سے باہر ہے۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' بہت الجھی ہوئی کہانی تھی لیکن بہت خوب صورتی سے سلجھائی جارہی ہے۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' سمید اور زاویار کی صلح ہوگئی اچھا لگا' بس اب جلد ہی پریہان کا رویہ بھی ٹھیک ہوجائے گا۔ ناولٹ میں ''ترے عشق نچایا'' یہ کیا ہوگیا مونی کو' اس نے سب سن لیا اب کیا بنے گا۔ ان کی جوڑی بہت پیاری ہے' باقی دونوں ناولٹ بھی اچھے تھے ''سازِ من'' کسی کو اتنا بھی ڈرپوک نہیں ہونا چاہیے آج کل ایسا ہوتا بھی نہیں۔ ''اب سفر چاہتوں کا'' بھی اچھا تھا' افسانے سارے اچھے تھے۔ ''کوئی ایسا اہل ہو'' ہر پاکستانی میں یہ جذبہ ہونا چاہیے' ہر چیز سے بڑھ کر اپنے وطن کی محبت ہونی چاہیے۔ کچھ افسانے دکھی کر گئے ''یادگار لمحے'' میں ہر چیز بیسٹ تھی۔ مکمل ناولٹ بھی ٹھیک جارہا ہے ''کاغذ کی کشتی'' ابھی پڑھا نہیں' جلدی میں تھی کہ خط لکھوں اور بھیج دوں۔ بیاض دل میں سبھی کے اشعار اچھے تھے لیکن جو زیادہ پسند آیا وہ اقراء احسان اعوان' حدیقہ صادق رانا' فرحت اشرف' کمسن' سائرہ خان' طیبہ سعدیہ عطاریہ۔ نیرنگ خیال میں ظریف احسن' ایس اے صنم' بہت اچھی شاعری لگی۔ باقی سلسلے ابھی پڑھے نہیں' اپنا خیال رکھیں' اپنے سے زیادہ دوسروں کو دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

مسرت بشیر مغل...... لانڈھی' کراچی۔ شہلا آپی اور آنچل کے تمام قارئین کو پیار بھرا سلام آئینہ میں اپنا عکس دیکھ کر خوشی سے چیخ نکل گئی۔ آنچل کو 37 سال کا ہونے پر بہت بہت مبارک باد۔ تمام قارئین سے اور آپ سے گزارش ہے کہ 5 اپریل کو میری دادی جان اور 27 کو میری امی جان کی برسی ہے ان دونوں کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے آمین۔ اب تشریف لاتے ہیں آنچل کے سلسلے وار ناول کی طرف تو سب سے پہلے ''ٹوٹا ہوا تارا'' پڑھا پرفیکٹ سمیرا آپی کیا بات ہے جناب آپ بہت خوب صورتی سے ماضی سے روشناس کروارہی ہیں۔ ولید اور شہوار کا پہلے ہی اندازہ تھا کہ یہ دونوں بہن بھائی ہیں اس وقت بہت دکھ ہوا جب ولید' شہوار کو بہنوں کی طرح تسلی اور محبت دینا چاہتا تھا پر شہوار لاعلم ہے کیونکہ اسے اس کی طبیعت کی وجہ سے بتایا ہی نہیں کہ ولید اس کا بھائی ہے ہاں دونوں' بہن بھائی کی محبت بھرے سین پڑھنے کے لیے بے تاب ہوں' پلیز جلدی شہوار کو سچائی بتائیں اور سکندر صاحب تو زندہ ہیں پر جلد ہی لالہ رخ کو بھی لائیں نا۔ اسٹوری میں نازیہ آپی آپ سے ایک شکایت ہے کہ صیام اور درمکنون کے بارے میں بہت کم لکھتی ہیں' آئندہ زیادہ لکھیے گا اور باقی کہانی بہت خوب صورتی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ اب باری ہے نگہت عبداللہ کے ناول ''ترے عشق نچایا'' خان جنید کی موت کا دکھ ہوا' وہیں آصف جاہ کی قسمت پر رشک ہوا۔ بھئی صبا جیسی لڑکی اس کی زندگی میں جو آنے والی ہے اور سوری نگہت جی! اب جاذب کو درمیان میں لانے کی ضرورت نہیں ہے' صبا جیسی بہادر لڑکی کے لیے ہمیں جاذب جیسا بزدل منظور نہیں اور تمام رائٹر سے سوری کرنا چاہوں گی کیونکہ ناساز طبیعت کی وجہ سے ان کی شاہکار کہانیاں پڑھ نہیں پائی' اینڈ میں پاکستان زندہ باد۔

☆ ڈیئر مسرت الحمدللہ آنچل کو ۳۹ سال پورے ہوگئے اپنی مسلسل اشاعت کے۔

دلکش مریم...... چنیوٹ۔ السلام علیکم! سب سے پہلے آپ سب کو آنچل کی سالگرہ بہت مبارک ہو' دعا ہے آنچل ہمیشہ سب کے ہاتھوں میں یونہی جگمگاتا رہے اور روز بروز اس کی خوب صورتی میں اضافہ ہوتا رہے آمین۔ اب آتی ہوں تبصرے کی طرف' ٹائٹل پسند آیا۔

فیورٹ ناول "ٹوٹا ہوا تارا" کی قسط اس ماہ بھی زبردست تھی اگر لالہ رخ واپس اپنے گھر آئی تھی تو کیا وہ گھر کے اندر گئی؟ اوہ ایسا ہوتا تو نہیں چاہیے لیکن اگر لالہ رخ مرگئی تو پھر ٹوٹا ہوا تارا لالہ رخ ہوگئی۔ بہرحال اتنے خوب صورت ناول پر سمیرا شریف طور کو مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ اب بات ہو جائے "ترے عشق نچایا" ناول کی خان جنید خالق حقیقی سے جاملے اور بہت کچھ صبا کے نام کر گئے۔ یہ بات جان کر راحیلہ خاتون اب ضرور صبا کو بہو بنانا چاہیں گی لیکن صبا کو آصف جاہ کا ہی ہاتھ تھامنا چاہیے۔ کندن کی انٹری بالکل اچھی نہیں لگی محسن کو نشا کے ساتھ ہی ہونا چاہیے۔ "چراغ خانہ" جس کی تعریف کے لیے الفاظ نہیں بہت ہی خوب صورت اور پُر اثر الفاظ لیے رفعت سراج حاضر ہوتی ہیں اور سچ کہوں تو اردو پڑھنے کا مزا اسی ناول میں آرہا ہے۔ "موم کی محبت" شکر ہے ناول نے تھوڑی اسپیڈ پکڑی ہے۔ راحت وفا اب جلد ہی سچائی سامنے لے آئیں اور اب آصف کے کردار کو مت الجھایئے گا شرمین کو بھی اور امتحان میں مت ڈالیں۔ نازیہ کنول نازی بھی بہت اچھا لکھ رہی ہیں لیکن کردار بہت زیادہ ہیں ہر قسط میں نئے نام اور آجاتے ہیں بہرحال بیٹی کی مبارک باد قبول کیجیے۔ ناولٹ میں نائلہ طارق کا "سازِ من" بہت پسند آیا۔ افسانے نازیہ جمال، حمیرا قریشی اور انیسہ ناز بشارت کے پسند آئے۔ مستقل سلسلوں میں بھی بہنوں کے تعارف اور فیاض اسحاق، نورین انجم، ارم کمال، کرن شہزادی، سائرہ خان، مصباح ومیمونہ حسین، دیا آفریں، ماہ نور نعیم، ایس گوہر، عائشہ نور عاشا، سباس گل، پروین افضل شاہین، رابعہ چوہدری، سار یہ چوہدری، رشک حنا کی نگارشات پسند آئیں۔ اب اجازت چاہوں گی زندگی رہی تو پھر ملاقات ہوگی، طالب دعا۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر۔ اس بار ماڈل رانیہ تو خوب صورت تھی مگر سرورق کے کلرز بالکل ہی ہلکے تھے۔ سب سے پہلے آپ کو آنچل کی 37 ویں سالگرہ بہت بہت مبارک ہو اور ساتھ میں نازیہ کنول نازی کو بھی بیٹے کی مبارک باد قبول ہو۔ سلسلے وار ناولز کے ساتھ ساتھ "وہ کاغذ کی کشتی، ترے عشق نچایا، شب غم اگر ڈھلتی، چراغ خانہ" پسند آئے۔ اقصیٰ زرگر، سنیاں زرگر، ندیحہ نورین مہک، نورین انجم، سائرہ خان کے اشعار، حمیرا نوشین، طیبہ نذیر کی غزلیں۔ دعائے سحر، رشک حنا، مہ رخ سیال، دیا آفریں، دعائے سحر، لائبہ، ندیحہ کنول سرور کے پیغام۔ سباس گل، ماریہ کنول ماہی، شہزادی شاہانہ کے اوراق۔ ارم کمال، نجم انجم، لائبہ میر کے سوال پسند آئے۔ میرے میاں پرنس افضل شاہین اپنے سر کے بال بہت ہی چھوٹے کروا کر آئے تو میں نے پوچھا "آپ اتنے چھوٹے بال کروا کر کیوں آئے ہو؟" انہوں نے جواب دیا "حجام سر کے بال کاٹنے کے نوے روپے لیتے ہیں میں نے انہیں سو روپے دیئے تو حجام نے کہا کہ دس روپے بقایا چھٹے نہیں ہیں تو میں نے حجام سے کہا کہ دس روپے کے اور بال کاٹ دو۔"

☆ ڈیئر پروین! ایسے ہی گشت زعفران بنی رہیں اور مسکراتی رہیں۔ اور الحمدللہ آنچل کو مسلسل اشاعت کے ۳۸ سال پورے ہوگئے ہیں۔

فوزیہ سلطانہ...... تونسہ شریف۔ تمام آنچل قارئین، رائٹرز اور اسٹاف کو اپریل کا بہاروں بھرا اسلام قبول ہو۔ اس بار آنچل اسٹاف کا بے حد شکریہ آنچل 23 تاریخ کو ہی دست نازک میں تھا۔ ٹائٹل کو قبولیت کی سند بخشی اور آگے روانہ ہوئے۔ سرگوشیاں سنیں تو سن کر خوشی ہوئی کہ ہمارا پیارا آنچل 37 برس کا ہوگیا (بے حد مبارک باد)۔ سب سے پہلے "ٹوٹا ہوا تارا" سمیرا آپی اس بار تو آپ نے ساری ماضی کے متعلق لکھ لی (حال کو فراموش کردیا) جبکہ ہمیں انا کی بہت ٹینشن ہے (میرے خیال سے لالہ رخ ہی ٹوٹا ہوا تارا ہے) جان کر خوشی ہوئی کہ شہوار، ولید اور رابعہ بہن بھائی ہیں آپس میں۔ "چراغ خانہ" پیاری بے چاری کے ساتھ بہت بُرا ہورہا ہے (ناجانے اب پیاری بے چاری کا کیا بنے گا؟) "موم کی محبت" اس اسٹوری نے تو الجھا کے رکھ دیا ہے مجھے لگتا ہے کہ عارض کا کوئی ہم شکل بھائی بھی ہے (جو اصل میں زیبا کا گناہ گار ہے) بہرحال عارض اور شرمین کے ساتھ بہت ہوچکا ہے (اتنا کافی ہے)۔ "ترے عشق نچایا" لگتا ہے کہ صبا کی اب آصف جاہ کے ساتھ شادی ہوگی لیکن نشاء کے ساتھ آگے کیا ہونے والا ہے؟ ناولٹ میں نمبر ون "سازِ من" اور افسانے ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ ہمیں سب سے زیادہ "کوئی دن اور" پسند آئی۔ "شب غم اگر ڈھلتی" جیسا نام تھا اسٹوری ویسی نہیں تھی (مجھے ایسی اسٹوری بالکل پسند نہیں)۔ ڈاکٹر تنویر کی وطن واپسی پر خوشی ہوئی (ارے بھئی آنچل میں......) ہمارا آنچل میں حریم حسین اور خنساء عبدالمالک کا پسند آیا۔ بیاض دل، ام فاطمہ سیال، نورین انجم اور کوثر خالد کے شعر پسند آئے۔ آئینہ میں ارم کمال، کرن شہزادی اور فریحہ شبیر کا تبصرہ اچھا لگا۔ یادگار لمحے پروین افضل شاہین، کرن شہزادی اور دیا آفریں کے مراسلے پسند آئے او کے فرینڈ اس کے ساتھ اجازت فی امان اللہ۔

منزہ عطا...... کوٹ ادو۔ السلام علیکم شہلا آپی اینڈ آنچل کے تمام اسٹاف اور قارئین کو میری طرف سے پیار بھرا اسلام قبول ہو۔ شہلا آپی جان! کیسی ہو آپ امید ہے آپ فٹ فاٹ ہوں گی اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے آمین۔ سب سے پہلے سرگوشیاں اور حمد و نعت سے فیض یاب ہوئے اس کے بعد دانش کدہ میں مشتاق انکل نے بہت اچھا درس دیا ایمان تازہ ہوگیا۔ میری پیاری بھتیجی ماہم زینب عالمہ کا کورس کر رہی ہے آپ دعا کریں اللہ تعالیٰ اسے کامیاب کرے آمین۔ اب آتے ہیں اپنے پسندیدہ ناول "ٹوٹا ہوا تارا" شہوار کے ساتھ بہت برا ہوا بہت دکھ ہوا شکر ہے ایاز مرگیا بہت خوشی ہوئی۔ اس سے تو جان چھوٹی اب دریہ کو بھی سزا ملنی چاہیے پلیز سمیرا آپ نے انا اور ولید کی شادی

ضرور کرنی ہے جیسے مصطفیٰ اور شہوار کی تھی بہت مزا آیا تھا ان کی شادی پر۔ سب بہت اداس ہیں سب کو خوشیاں مل جائیں گی اناولید کی شادی میں سب خوش ہوجائیں گے۔ آنچل تو ہے لاجواب آنچل کو سالگرہ بہت مبارک ہو اللہ تعالیٰ آنچل اور حجاب کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے آمین اللہ حافظ۔

مدیحہ نورین مہک...... برنالی۔ السلام علیکم شہلا آپی! کیسی ہیں آپ؟ اور اس دفعہ ٹائٹل کچھ خاص نہیں تھا اور ہر سلسلے میں خود کو موجود پا کر دلی خوشی ہوئی۔ در جواب آں میں تمام شکایات کو بہت ہی پیار بھرے انداز میں سنا گیا جس میں ہمارا شکایت نامہ بھی تھا۔ حمد و نعت بہت ہی اچھی تھیں پڑھ کر دل نور سے بھر گیا سبحان اللہ۔ بیاض دل میں سمیہ کنول شمع فیاض سار یہ چوہدری کوثر خالد کے اشعار بہت پسند آئے۔ ڈش مقابلہ میں سب ڈشز اچھی لگیں بنا کر ٹرائی کریں گے۔ بیوٹی گائیڈ میں آنکھوں کے متعلق لکھا گیا اچھا لگا۔ نیرنگ خیال میں ایس اے صنم محمد زید عائشہ نور طیبہ نذیر شازیہ کی شاعری بہت اعلیٰ تھی۔ دوست کا پیغام آئے میں سب نے اپنے پیاروں کے نام محبت نامے لکھے ہوئے تھے ہمارے نام کسی نے بھی نہیں لکھا۔ یادگار لمحے میں سباس گل نجم انجم پرنس افضل شاہین سار یہ چوہدری وشیقہ پرنس افضل شاہین نورین انجم کے سوالات مزے کے تھے۔ ڈاکٹر تنویرا نور ایک دفعہ پھر حاضر ہوئیں اچھی تحریر تھی باقی کچھا بھی پڑھا نہیں۔ "ترے عشق نچایا" بہت اچھا جارہا ہے نگہت عبداللہ ویل ڈن تمام پڑھنے والوں کو سلام دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

ھاجرہ جلیل، شکیلہ جلیل...... مایار، مردان۔ السلام علیکم! کیسے ہیں آپ سب؟ آنچل رسالہ میں چار سال سے پڑھ رہی ہوں لیکن آئینہ میں پہلی دفعہ شرکت کر رہی ہوں۔ ہمیں سمیرا شریف طور کا ناول "ٹوٹا ہوا تارا" بہت پسند ہے۔ اسی ناول میں مجھے شہوار کا رول بہت پسند ہے نازیہ کنول نازی کا ناول بھی بہت اچھا ہے۔ نگہت عبداللہ کا ناول بھی بہت اچھا جارہا ہے پروین افضل شاہین اور ارم کمال کے تبصرے ہمیں بہت پسند ہیں۔ رسالہ ابھی پورا نہیں پڑھا کیونکہ ہمارے ایگزام ہونے والے ہیں ایگزام کے بعد ان شاء اللہ دوبارہ حاضری دوں گی اللہ حافظ۔

☆خوش آمدید! آپ کا انتظار رہے گا۔

ثمرہ بشیر...... سیالکوٹ۔ السلام علیکم! ڈیئر آنچل اسٹاف رائٹر اینڈ ریڈرز کیسے ہیں آپ سب؟ آج پہلی بار آنچل کے مستقل سلسلے آئینہ میں لکھ رہی ہوں۔ امید ہے کہ آپ مایوس نہیں کریں گی ویسے خواہش بہت دیر سے تھی کہ ہمارا نام بھی آنچل کے صفحات پر روشن ہو۔ امید کرتی ہوں کہ آپ ہمارا خط آنچل میں ضرور شائع کریں گی۔ ویسے تمام سلسلے ہی بہت زبردست ہیں لیکن مجھے نازیہ کنول نازی سمیرا شریف طور اور نادیہ فاطمہ رضوی کی تحریریں بہت اچھی لگتی ہیں۔ اس امید کے ساتھ اجازت چاہوں گی اللہ آپ کو اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین اللہ حافظ۔

☆ڈیئر ثمرہ خوش آمدید۔

حبا اعوان...... ھٹیاں بالا، آزاد کشمیر۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسے مزاج ہیں؟ تمام رائٹرز اور قارئین کو خلوص بھرا سلام۔ 25 تاریخ سے آنچل کا پتا کرنا شروع کیا اور آخر 28 کو ہاتھ لگ ہی گیا۔ سرورق بیسٹ تھا اس کے بعد سیدھے ہی "ٹوٹا ہوا تارا" پر جھپٹ پڑے شہوار کا بہت افسوس ہے۔ ماضی کھل گیا اور اب بیسٹ جارہا ہے۔ آپی اب آنا اور ولید کو بھی ملا دیں لیکن اتنی جلدی چھٹی نہیں کرنی اب ایک سال تک اس کو بھگائیں۔ انا اور ولید کی بھی ملاقاتیں ہونی چاہیے۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" نازی جی مجھے اس ناول کی پوئٹری بہت پسند آتی ہے۔ مجھے صیام اور درمکنون بہت اچھے لگتے ہیں پلیز دری کے دل میں بھی صیام کے لیے محبت اجاگر کریں۔ "وہ کاغذ کی کشتی" اچھا ناول لگا۔ "اب سفر چاہتوں کا" افراء تاج ویل ڈن۔ اس کے بعد افسانوں میں ام اقصیٰ کا انداز بیاں اچھا لگا اس کے علاوہ اور تمام افسانے بھی اچھے تھے۔ بیاض دل میں مصباح حسین اور میمونہ حسن سعدیہ رمضان سعدی اقصیٰ زرگر مدیحہ نورین کے اشعار پسند آئے۔ اریبہ منہاج نے بھی اچھا لکھا۔ نیرنگ خیال میں ماہ نور نعیم کی "خاموش محبت" پسند آئی اور نداعلی عباس کی "شرارت" بھی اچھی تھی۔ آئینہ میں کرن شہزادی کا جامع تبصرہ اچھا لگا ویسے آنچل اس بار پورا ہی بیسٹ تھا دعاؤں میں یاد رکھیے گا والسلام۔

سمیہ کنول...... بھیر کنڈ، مانسہرہ۔ السلام علیکم! آل آف پاکستان کو سمیہ کنول کی طرف سے خلوص بھرا سلام قبول۔ دعا ہے رب کریم سے کہ وہ ہمیشہ آپ کو خوش رکھے آنچل 28 کو مل گیا تھا سرورق پر سجی ماڈل بہت پیاری لگ رہی تھی۔ کتاب کے اندر دیکھنے کی اجازت نہیں ملی (پیپرز جو سر پر ہیں) چھپ چھپا کے "ٹوٹا ہوا تارا" پڑھی بہت اچھی جارہی ہے۔ تمام آنچل قارئین اسپیشل مدیحہ نورین مہک حافظ صائمہ کشف پروین افضل شاہین اور حرا قریشی سے ریکوئسٹ ہے کہ زیست کے ان تمام لمحوں میں جب وہ قریب ہو پروردگار کے آگے ہاتھ اٹھائیں تو دعا کے لیے تو ہمارے لیے بھی ضرور دعا کرنی ہے (کریں گی؟) میرے ایف ایس سی پارٹ ٹو کے پیپرز ہو رہے ہیں اپریل کے اینڈ

میں دعا کرتی ہے سب نے اور ڈائجسٹ نہیں پڑھا کہ تبصرہ کروں دو ماہ کے لیے اللہ حافظ اللہ نگہبان۔

عائشہ پرویز...... **کراچی**۔ السلام علیکم! شہلا آپی اور قارئین کو میرا پیار۔ پورے دو مہینے بعد آئی ہوں مجھے کسی نے یاد بھی نہیں کیا نا؟ ہمہمہ...... مارچ کا آنچل اس بار لیٹ ملا کیا کروں (ہمارا اخبار والا بھی ناں) ہمہمہ۔ سب سے پہلے سرگوشیاں سنیں حمد و نعت کے بعد مشتاق انکل کی باتوں سے مستفید ہوئے پھر اچانک یاد آیا میں نے سرورق دیکھا ہی نہیں اُف مرجاواں آنچل کا ٹائٹل تو ہمیشہ کی طرح مدہوش کرنے والا ہوتا ہے۔ ہمارا آنچل میں حریم حسین دل کو بھائیں۔ سلسلے وار ناول "موم کی محبت" بہت بورنگ چل رہا ہے پلیز اس میں کوئی ٹوئسٹ لائیں۔ "ٹوٹا ہوا تارا" بہت بہت اچھا لگا اس بار بس جلدی سے سب اچھا ہو جائے۔ رابعہ عباس میرے فیورٹ کردار ہیں پھر بھاگی "شب ہجر کی پہلی بارش" کی طرف اس ناول میں صیام کے ساتھ کچھ برا مت کرنا آپی اور پلیز شہزاد کو اس سے کوسوں دور رکھیں اس کے لیے در مکنون ہی کافی ہے۔ مکمل ناول میں "چراغ خانہ" پڑھ کے رفعت سراج دل لے گئیں۔ ناولٹ "ترے عشق نچایا" میں محسن اپنی جگہ بالکل صحیح ہے لیکن دکھ بھی ہوتا ہے نشاء کو دیکھ کر اور پلیز صبا کو خان صاحب کا ہی رہنے دیجیے گا۔ افسانے قرۃ العین سکندر آپ نے اتنی خوب صورتی سے سچائی کو اجاگر کیا ہے کہ آتے ہی چھا گئیں۔ ڈش مقابلہ بس دیکھ کر آگے بڑھ گئی کیونکہ میں سدا کی اناڑی نمبرون جو ٹھہری۔ نیرنگ خیال شیریں تبسم میری دوست تسی گریٹ ہو۔ یادگار لمحے سب نے یادگار بنادیئے۔ ہم سے پوچھیے میں سب کے قہقہوں کی آوازیں آتی رہیں۔ آئینہ میں کچھ کمی سی لگی کیونکہ میں جو نہیں تھی پھر نظر پڑی کام کی باتیں امی کے حصے کے کام بھی کرنے ہوتے ہیں کیونکہ امی بیمار ہیں آپ سب ان کی صحت کے لیے ضرور دعا کیجیے گا۔ ان شاء اللہ زندگی نے وفا کی تو ساتھ نبھانے کی لیے اگلی محفل میں تشریف لے آؤں گی تب تک کے لیے اجازت اللہ حافظ۔

☆ پیاری عائشہ اللہ کریم آپ کی والدہ کو صحت کاملہ عطا کرے آمین۔

خولہ عرفان...... السلام علیکم! امید و دعاؤں کے ساتھ پھر حاضر ہوں، پچھلے مہینے آپ کے نام ارسال کیے گئے خط کو پرچے پر کہیں بھی جلوہ افروز نہ دیکھ کر عجیب حزن و ملال کی کیفیت طاری ہوگئی لیکن پھر دل کو طفل تسلی دی کہ محترم علامہ اقبال نے یہ مصرع ہم جیسے لوگوں کی حوصلہ افزائی کے لیے ہی ارشاد فرمایا ہے کہ......

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

اس لیے ہاتھوں میں قلم دوتیزی سے دوڑنے لگی اور ہمارے قلم نے لفظوں کی روشنی کاغذ کے سینے میں اتارنی شروع کردی۔ ماہ مارچ کا شمارہ وہ زیر مطالعہ ہے کافی افسانوں سے اب تک نظریں انصاف کرچکی ہیں جس میں سب سے بہترین نفیسہ ناز بشارت کا "چاندی کا بندہ" لگا کہانی کا اتار چڑھاؤ اور انداز بیان لاجواب تھا جبکہ نائلہ طارق کا ناولٹ سازمن بھی منفرد انداز کا موضوع تھا جس میں جذبات نگاری اور منظر نگاری دونوں عروج پر نظر آئے۔ رفعت سراج صاحبہ تو ماشاء اللہ مایا ناز مصنفہ ہیں۔ "چراغ خانہ" بہت عمدگی سے منزلیں طے کررہا ہے۔ نیرنگ خیال کی نظمیں اچھی لگیں۔ ابھی مزید قسط وار ناول اور ناولٹ منتظر مطالعہ ہیں لیکن پچھلے خط کی عدم اشاعت کا صدمہ گہرا ہے لیکن وہ بھی زیر مطالعہ آجائیں گی۔ اس دفعہ ایک غزل ارسال کررہی ہوں دعا ہے کہ خط اور غزل دونوں کو آنچل شرف اشاعت دے دے آمین۔

☆ ڈیئر خولہ آپ کا دلچسپ تبصرہ پسند آیا۔

حنا اشرف...... **کوٹ ادو**۔ السلام علیکم! آنچل ڈائجسٹ کی محفل میں ایک بار پھر حاضر ہوئے ہیں ہماری آمد یقیناً آپ کو بھلی محسوس ہوئی ہوگی۔ سچ بتاؤں تو ہر ماہ حاضر ہونے کی کوشش کرتے ہیں مگر پھر کچھ مصروفیت آڑے آجاتی ہیں اب تو آتے جاتے رہیں گے (نہ آنے پر بھول جانے کا خدشہ لاحق ہوسکتا ہے خیر بھئی ہم تو اب یقیناً بہت سوں کے دلوں میں جگہ بنا چکے ہیں آہم)۔ سمیرا جی واہ زبردست کیا قسط لکھی ہے ویل ڈن یار! "ٹوٹا ہوا تارا" ختم ہو چکا مہربانی فرما کر جلدی سے مکمل ناول لے کر آئیں کچھ ہم معصوم قارئین کا بھی خیال کرلیں ظالم لڑکی! نازیہ آپی عائلہ بہت پسند ہے مجھے پلیز اسے ڈھیر ساری خوشیاں ملنی چاہئیں۔ سندس جبین اور عشنا آپی سے بھی مکمل ناول لکھوایا جائے۔ شمائلہ آپی کی محفل کو ہر ماہ بہت انجوائے کرتے ہیں قارئین کے نٹ کھٹ سوال اور آپ کے چٹ پٹے جواب بڑے زبردست ہوتے ہیں۔ آپی ناقابل اشاعت تحریروں کی لسٹ دن بہ دن زیادہ طویل ہوتی جارہی ہے کچھ معصوم دل والے لوگوں کا خیال کرلیا کریں اور کوشش کیجیے گا حنا کی کسی تحریر کا نام اس لسٹ میں نہ آئے ہاہاہا۔ معصوم سی بچی کا دل ٹوٹا تو پھر گناہ آپ لوگوں کو ہوگا آہم...... او کے اب چلتے ہیں پھر حاضر ہوں گے خوش رہیں اور خوشیاں بانٹیں دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

ثانیہ مسکان...... **گوجر خان**۔ سلام ٹو آل پاکستان! کیسے ہے آپ سب؟ امید ہیں سب بخیریت ہوں گے آنچل وقت مقررہ پر ل گیا ہمیشہ کی طرح۔ درجواب آں میں آنی جان نے ہمیشہ کی طرح بہت پیار سے ویلکم کیا تھینک یو سو مچ۔ آپ کی یہ اپنائیت ہمیں آپ سے جوڑے رکھتی ہے۔ بات ہوجائے ماہنامہ آنچل کی کچھ سب زبردست رہا۔ شہوار کے ساتھ ایسا نہیں ہونا چاہیے سمیرا آپی! اگر ایاز سے تو

جان چھوٹی' خس کم جہاں پاک۔ مجھے تو لگا تھا کہ لالہ رخ ہی تابندہ ہوا ہو گی مگر جانے اب آپ کیا کرتی ہیں؟ اگلی قسط کا بے تابی سے انتظار ہے۔ "چراغ خانہ" بھی اچھا جا رہا ہے "ترے عشق نچایا" بھی بہت نائس رہا۔ پلیز صبا کا معاملہ خراب مت کریں' باقی ناولٹ اور افسانے بھی ٹھیک تھے۔ اینڈ عشنا آپی اب آپ بھی کسی ناول کے ساتھ انٹری دے ہی دیں پلیز' یادگار لمحے' بیاض دل' نیرنگ خیال اور باقی تمام سلسلے بھی ہمیشہ کی طرح بیسٹ تھے۔ اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ' سانحہ سیاچن کے شہدا کو سلام۔

تمنا بلوچ...... ڈی آئی خان۔ السلام علیکم شہلا آپی! آنچل فرنٹ اینڈ تمام اہل آنچل کو تمنا بلوچ کا پرخلوص سلام قبول ہو جی تو بڑے عرصے بعد ہماری آمد ہو رہی ہے اس لیے بتا رہے ہیں کیونکہ آپ سب نے تو کمی محسوس تک نہ کی ہر بار آئینہ میں حاضر ہونے والی بنا آئینہ میں حاضری دیئے کیسی ہو گی؟ کہاں ہو گی؟ جی تو دراصل وجہ بھی شادی ارے صبر تو کریں کسی اور کی نہیں بلکہ اپنی شادی ہاں ہاں میری اپنی شادی۔ مصروفیت ہی ایسی رہی کہ آئینہ دیکھنے تک کا وقت نہ ملا' مگر آج میں نے بھی ٹھان لیا کہ آئینہ دیکھ کے ہی دم لوں گی۔ سب سے پہلے ان سب دوستوں کا بے حد شکریہ جنہوں نے مجھے اپنے پیغام اور دعاؤں میں یاد رکھا۔ اب بات ہو جائے آنچل کی تو اس بار 28 کو ملا تو سب سے پہلے مدیرہ سے ملے اس کے بعد دوست کا پیغام آئے میں چکر لگایا وہاں سے بھی سلسلوں میں گئے اور وہاں سے سیدھا پھر "ٹوٹا ہوا تارا" کی طرف دوڑے اس لیے نہیں ذمہ دار جو ہو گئے ہیں بھئی' اُف آپی ٹوٹا ہوا تارا کے تو کیا ہی کہنے پچھلی چھ سات اقساط سے کہانی کافی بورنگ اور الجھی ہوئی تھی مگر اب سب ٹھیک ہے میں جلدی سے انا اور ولید کو ملا دیں' باقی کہانیاں اور افسانے پڑھنے کا موقع بہت کم ملتا ہے مگر ہمیشہ کی طرح اچھے ہی ہوتے ہیں مگر سچی کہوں تو بیسٹ نہیں لگتے معذرت کے ساتھ۔ باقی بھی سلسلے ہمیشہ کی طرح بیسٹ ہیں جی' یادگار لمحے آئینہ اور دوست کا پیغام آئے کے تو کیا ہی کہنے ہیں جی اینڈ میں تمام دوستوں' اپنوں اور اہل آنچل اینڈ آنچل فرینڈز کو تمنا کی طرف سے ڈھیروں دعائیں اور محبتیں قبول ہو۔ اللہ پاک وطن عزیز کو اور تمام اہل ایمان کو دنیا آخرت کی بھلائی اور کامیابیاں عطا فرمائے آمین ثم آمین اور اب جلدی سے سب مجھے شادی کی مبارک باد اور تحفہ بھیجو او کے جی اللہ حافظ۔

☆ڈیئر تمنا! شادی مبارک ہو۔

نائمہ خان...... چشتیاں' ای میل۔ السلام علیکم! پورے آنچل اسٹاف کو پیار بھرا اسلام قبول ہو۔ امید ہے کہ آپ سب خیر وعافیت سے ہوں گے تو بات کی جائے آنچل اور حجاب کی تو ماشاءاللہ دونوں ہی زبردست ہیں اب تو بہت ہی ہٹ ناولز آ رہے ہیں' بہت اچھے۔ سلسلے وار ناول بھی کمال کے ہیں۔ راحت جی "موم کی محبت" بہت زبردست ناول ہے' میرا خیال ہے کہ "موم کی محبت" میں شرمین کو عارض سے ملا دیں اور اگر عارض ہی گناہ گار ہے تو اسے معاف کر دیجیے اور بڑے پیار سے اس اسٹوری کا اینڈ کیجیے۔ "ترے عشق نچایا" بہت بہت کمال کا ناول ہے اس میں ایسا ہو کہ خان کو اسٹوری سے ہٹائیے اور آصف جاہ سے رول ادا کروائیں۔ "ٹوٹا ہوا تارا" شب ہجر کی پہلی بارش' نائس ہے' باقی تمام افسانے' ناولز' شاعری' حمد و نعت سب ہی بہت اچھے جا رہے ہیں۔ ان شاءاللہ پیپرز کے بعد فرصت سے پڑھوں گی سب ہی' آپ سب میرے لیے دعا کیجیے گا' اللہ نگہبان۔

اسماء شاهد...... چکوال' ای میل۔ السلام علیکم! شہلا آپی آنچل پڑھتے کافی ٹائم ہو گیا ہے' میں نے پہلی کہانی آنچل میں ہی پڑھی۔ آنچل کی سب ہی کہانیاں بہت اچھی ہیں خاص کر "ٹوٹا ہوا تارا" میری فیورٹ ہے اور ابھی سب بہت اچھا لکھ رہی ہیں اور اس کے سب ہی سلسلے بہت اچھے ہیں' میں آئندہ بھی لکھنا چاہوں گی اس لیے ابھی تھوڑا سا لکھا ہے' ہاہا۔ سب کے لیے خاص کر پاکستان کے لیے' بہت دعا' اللہ حافظ۔

☆ اب اس دعا کے ساتھ اگلے ماہ تک کے لیے رخصت چاہوں گی کہ پروردگار عالم ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

تاخیر سے موصول ہونے والے خطوط:
لبنیٰ شکیلہ...... سیالکوٹ' نمرہ نعیم...... کراچی' سارہ زرین' انعم زرین...... چکوال' صائمہ پروین...... ہارون آباد۔

aayna@aanchal.com.pk

ہم سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

س: میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین کافی عرصہ کے لیے ملک سے باہر جانا چاہ رہے ہیں' کیا کروں؟

ج: دوسری شادی کروادو' ملک سے باہر تو کیا گھر سے باہر بھی نہیں جائیں گے' ایمان سے۔

س: ہر نئے سال کی پہلی تاریخ کو میرے میاں جانی مجھے......؟

ج: گوبھی کا پھول تحفہ میں دیتے ہیں اور کہتے ہیں جُوڑے میں لگاؤ۔ اب اس منہ پر تو ایسا پھول ہی جُوڑے میں لگے گا۔

س: ہم خواتین سب سے زیادہ کس چیز سے خوف کھاتی ہیں؟

ج: سوتن سے...... اس کے بعد ساس پھر نند اور آخر میں لال بیگ اور چھپکلی۔

مہناز یوسف...... اورنگی ٹاؤن' کراچی

س: پیاری شمائلہ ڈرتے ڈرتے پہلی بار آپ کی محفل میں آئی ہوں' ذرا ہاتھ ہلکا رکھیے گا؟

ج: ذرا چہرہ قریب لاؤ' ڈرو نہیں ایک دو لگاؤں گی پھر بتانا کتنا ہاتھ ہلکا رکھوں۔

س: پیاری شمائلہ میرا دو سال کا بیٹا مصطفیٰ بہت شرارتی ہے مجھے بہت پریشان کرتا ہے' بتایئے میں کیا کروں؟

ج: اس کے سامنے ہی کسی دن اپنے میاں کی پٹائی لگا دو، ساری شرارتیں ختم ہوجائیں گی۔

س: پیاری شمائلہ اتنے کرارے جوابات کیسے دے لیتی ہیں آپ...... آپ کا دماغ ہے یا......؟

ج: ہمارا تو دماغ ہی ہے البتہ آپ اپنے دماغ میں سے بھوسہ نکال دو۔

س: پیاری شمائلہ ہر سوال سے پہلے میں نے آپ کو پیاری کہا ہے' امید ہے مجھے پیارے پیارے جوابات دیں گی؟

ج: پیارے پیارے جوابات بہت پیار سے دیئے ہیں' سنبھال کر رکھنا۔

طیبہ نذیر...... شادیوال' گجرات

س: آداب کیسی ہیں آپ اور لائف کیسی گزر رہی ہے؟

ج: بہت خوب صورت اور زبردست۔ آپ کے آنے سے پہلے تک۔

س: دوسروں کو بات کرتے ہوئے انسان اپنے گریبان میں کیوں نہیں جھانکتا؟

ج: آپ جھانک کر بتائیں پھر دوسروں کی بات کریں آنٹی!

س: ویسے آپی آپ دن بہ دن بڑی تیز ہوتی جارہی ہیں؟

ج: میں تو شروع سے تیز ہوں تم کیوں بھیگی بلی بنی ہوئی ہو۔

س: آپی جی بہنیں جس موڈ میں سوال کریں آپ بھی اسی موڈ میں جواب دیا کریں؟

ج: زبردستی ہے جی' اپنی نندوں پر یہ پابندی لگاؤناں۔

عروج ناز...... خیر پور ٹامیوالی

س: شمائلہ آپی! پہلی دفعہ انٹری دی ہے خوش آمدید نہیں کہیں گی؟

ج: میرے خوش آمدید کہنے پر تم بُرا مناؤ گی' اس لیے رہنے دو اور جگہ دیکھ کر کہیں بھی بیٹھ جاؤ۔

س: کیا حال چال ہیں آپی! اتنے غصے میں کیوں دکھائی دے رہی ہیں؟

ج: تمہیں دیکھ کر غصہ آرہا ہے یہ بتاؤ میرا سوٹ کیوں پہن کر آئی ہو۔

ایم فاطمہ سیال...... محمود پور

س: آپی ایک بات بتائیں' دل کو دل سے راہ ہوتی ہے تو دماغ کو......

ج: آپ کے دماغ کو تو فالتو سوالوں سے ہی راہ نہیں ملتی وہ بے چارہ مزید کیا سوچے......

س: کوئی بھی ہو موسم' دل میں ہے......؟

ج: بہار کا موسم...... اب تمہارے دل کا ہم نے ٹھیکہ نہیں لے رکھا۔

س: شعر کا جواب شعر میں دیں

زندگی جب کسی چیز کی طلب کرتی ہے

تو میرے ہونٹوں پر تیرا نام مچل جاتا ہے

ج: میرے ہاتھ میں تو ایسے شعر سن کر بہت خارش ہوتی ہے جی۔

س: اللہ آپ کا دامن خوشیوں سے بھر دے' مجھے بھی اچھی سی دعا کے ساتھ اجازت دیں پھر آنے کے لیے' اللہ نگہبان۔

ج: خوش رہو اپنے ہونے والے کے ساتھ۔

عائشہ پرویز...... کراچی

س: آپی مجھے بھول گئیں نا؟ پورے دو مہینے بعد آئی ہوں۔

ج: بھولنا چاہا ہی تھا کہ تم پھر سے آ ٹپکی افففف۔

س: آپی جانی ذرا آتی گرمی کے حوالے سے کچھ تو کہیں نا؟ ہی ہی ہی۔

ج: ہم سے پہلے کے الیکٹرک والے روز صبح شام سنا رہے ہیں کیا وہ کافی نہیں۔

س: رک جاتی ہے شکایت لبوں پر آ کر جب وہ پیار سے کہتے ہیں؟

ج: تم اچھی تو لگتی ہو مگر پارلر سے آنے کے بعد' یہی کہتے ہوں گے۔

س: ٹھنڈی ٹھنڈی صبح میں آپ کی یاد' اُف......

ج: اور ایسی صبح میں آپ کا دیدار' لاحول ولاقوۃ' توبہ توبہ کرنے کو دل چاہتا ہے۔

س: خود کو گرم رکھنے اور غصے کو سرد رکھنے کے لیے کوئی آسان نسخہ تو بتائیں؟

ج: خود لحاف اوڑھ کر اے سی آن کر لو لیکن اسپیڈ تیز رکھنا تا کہ سوال بھی جم جائیں۔

س: آپی یہ کیا لوگ کہہ رہے ہیں کراچی میں دسمبر' دسمبر نہیں لگتا' آپ کیا کہتی ہیں؟

ج: ٹھیک ہی کہتے ہیں یہاں دسمبر بھی آپ کے سوالوں کی طرح ہے۔

س: آپی یہ دسمبر میں اتنی شادیاں کیوں آتی ہیں؟

ج: تا کہ دلہن گھر سے نکل نہ سکے' اب پارلر جانے سے کسی طرح تو لڑکی کو روکنا ہی ہے ناں۔

شازیہ فاروق احمد...... خان بیلہ

س: جن قابو میں آ جاتے ہیں' جانور بھی پکڑ لیے جاتے ہیں یہ میاں قابو میں کیوں نہیں آتے؟

ج: اگر یہ قابو میں آ جائے تو بہن میری دنیا جنت نہ بن جائے۔

س: ان کی ناراضگی دور نہ کرنے کا حل جب نہیں ملتا تو رونے کا من کیوں کرتا ہے؟

ج: اپنی نالائقی پر آنسو ہی بہاؤ گی ناں۔

س: اداسی کے دورے شادی سے پہلے پڑتے ہیں یا بعد میں؟

ج: دونوں صورتوں میں پڑتے ہیں' شادی سے پہلے اداسی شادی نہ ہونے کی اور بعد میں کیوں ہونے کی اداسی۔

س: شمائلہ جی یہ اپنی پروین افضل شاہین صاحبہ نے مجھے مخاطب نہ کرنے کی ٹھان لی ہے' انہیں کہیے میں بڑی آس سے آنچل کھول کر ان کا نام ڈھونڈتی ہوں' سوچتی ہوں کبھی یاد کر لیں گی مگر......؟

ج: مگر وہ کہتی ہیں پہل تم کرو' بعد میں ہم مہمان نوازی میں کسر نہیں چھوڑیں گے۔

س: اجازت دیجیے نیک دعاؤں کے ساتھ' اللہ آپ کو خوش رکھے' آمین۔

ج: اور آپ کو اپنے میاں کو سمجھنے کے لیے عقل عطا کرے' آمین۔

میمونہ ناز...... وزیر آباد

س: آپی جی کیسی ہیں آپ؟ خوب صورت تو ہیں ہی پر حال چال کیسا ہے؟

ج: ہمارا حال اور ستاروں کی چال دونوں ہی درست ہیں۔

س: آپی جانی دوسری بار انٹری دے رہی ہوں کیسا لگ رہا ہے؟

ج: جیسا پہلی بار لگا تھا' ایک دم فضول۔

س: آپی جانی تھوڑی سی جگہ ملے گی اور جگہ مجھے آپ کی دل میں چاہیے؟

ج: دل میں آنے کے لیے دل کے ساتھ صورت بھی ہونی چاہیے' جس سے آپ فارغ ہیں۔

س: آپی جانی آپ سنگل ہیں' ڈبل ہیں یا پھر ٹرپل؟

ج: میں تو اسمارٹ' خوب صورت اور ساتھ میں عقل

مند بھی ہوں اب اندازہ لگالو میں کیا ہوں۔
س: آپی جانی کل رات میں نے آپ کو خواب میں دیکھا تھا آپ کا چہرہ آنکھوں کے سامنے آیا اور میں ڈر گئی کیوں؟
ج: کیونکہ تم سوتے وقت آئینہ بھی ساتھ لے کر سوئی تھیں اور بھوتنی کا دیدار آئینہ نے کرادیا۔
س: آپی جانی بندہ اگر بولے تو بھی لوگ باتیں کرتے ہیں کہ یہ تو کوے کھاتی ہیں اور اگر نہ بولے تو کہتے ہیں کہ تم گونگی ہے اب بھلا کیا کیا جائے؟
ج: تم کوے کی جگہ مرغا کھاؤ اور میانہ روی کی چابی بھی رکھ لو اپنے پاس۔
س: آپی جانی میں جب کھانا کھالیتی ہوں تو بعد میں بھوک ہی نہیں لگتی اگر سو کر اٹھتی ہوں تو پھر نیند ہی نہیں آتی' میں کیا کروں آپ ہی بتائیں؟
ج: کسی ماہر نفسیات کو دکھاؤ اور اس کے مشورے سے پاگل خانے میں داخل ہو جاؤ پھر یہ علامات نہیں رہیں گی۔
س: آپی جانی آپ میری دعوت کب کریں گی جلدی سے بتائیں؟
ج: آپ کی دعوت آپ کی ساس صاحبہ کریں گی کس سے یہ ضرور بتانا۔
س: آپی جانی آپ ہر کسی کو میاں جی' ساس جی کے لفظوں ہی کیوں چڑاتی ہیں؟
ج: آج کل ان دونوں ہی سے چڑانے کا رواج ہے اور دیکھو تم تو چڑی چڑی بھی ہوگئیں۔

ثمینہ ناز...... بستی غوث پور

س: پھولوں میں پھول گلاب کا اور درختوں میں درخت......؟
ج: کھجور کا...... کیونکہ تم آسمان سے گر کر اس میں ہی اٹکتی ہو۔
س: جب دوست دور ہوں تو ان کا احساس ہوتا ہے مگر پاس ہونے پر ان کی اہمیت کیوں نہیں ہوتی؟
ج: وہ تم سے ادھار جو واپس مانگتے ہیں۔
س: سب آپ سے سوال کرتے ہیں اور آپ جواب دیتی ہو اگر کوئی آپ کو جواب دے تو کیسا لگے گا آپ کو؟
ج: میرا جواب سن کر آئینے میں اپنا چہرہ دیکھ کر اندازہ لگالو۔
س: بحث کرنا اچھی بات ہے مگر آج کل کوئی بحث کرتا بھی نہیں' کیوں؟
ج: کیونکہ اب بھینس بھی سوچ کر دودھ دیتی ہے مہنگائی نہیں دیکھ رہیں۔

مدیحہ نورین مہک...... برنالی

س: بھلا یہ دھند گرمیوں میں کیوں نہیں پڑتی؟
ج: پڑتی ہے' گرمی میں سورج کو ایک نظر دیکھ کر اپنی مطلوبہ چیز ڈھونڈ کر دکھاؤ۔
س: سردیوں میں گرم گرم آم ہوں تو کیسا لگے گا؟
ج: آم اب اتنے بھی عام نہیں کہ ہر موسم میں آم عام ہو۔
س: آپی جو کن کھجورہ ہوتا ہے کیا وہ کن (کان) میں رہتا ہے؟
ج: تمہارے کان میں تو ضرور رہتا ہے تب ہی تمہیں ساس اور میاں کی آواز نہیں سنائی دیتی۔
س: آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا اگر کھجور ہو ہی نا تو پھر؟
ج: تو اللہ جی کی زمین ہے ناں تم کہیں بھی گر جاؤ۔
س: آپی کاش آپ میری طرح خوب صورت ہوتیں؟
ج: تم خوب صورت نہیں خوف صورت ہو تمہارے میاں کا فرمان۔

لاریب عندلیب...... خیر پور ٹامیوالی

س: ایک مدت سے تیری یاد بھی آئی نہ ہمیں اور ہم بھول گئے ہوں ایسا بھی نہیں؟
ج: بھول کر دیکھو تو سہی دو کان کے نیچے لگاؤں گی اگلی پچھلی تمام باتیں یاد آجائیں گی۔
س: اللہ کا شکر ہے میں ٹھیک ٹھاک ہوں آپ کیسی ہو اپیا جان؟
ج: بہت زیادہ خوب صورت اسمارٹ فٹ۔
س: آہم آہم اچھا تو آپ چشمہ بھی لگاتی ہیں' کتنے نمبر کا ہے؟
ج: اپنے چشمہ کا نمبر چیک کراؤ یہ نظر کا نہیں دھوپ کا چشمہ ہے۔
س: ویسے اینٹ کا جواب پتھر سے دینے والا محاورہ

آپ پر بالکل فٹ بیٹھتا ہے؟

ج: اور آپ پر ادرک اور بندر والا اب بچ جان کر منہ مت بناؤ ہمیں ڈر لگتا ہے بچی۔

س: امید ہے کہ آپ کو ہمارا آپ کی محفل میں دوبارہ آنے کا انتظار رہے گا؟

ج: ہمیں تو انتظار رہے گا اگر آپ میں آنے کی ہمت ہو تو......

وثیقہ زمرہ......سمندری

س: آپی آپ میری شادی میں شرکت کریں گی ناں' سچی بتاؤ؟

ج: پہلے یہ بتاؤ بلا رہی ہو یا دھمکا رہی ہو۔

س: شمائلہ آپی میرے لیے کیا گفٹ لے کر آئیں گی؟

ج: آلۂ سماعت تاکہ ساس نندوں کی کھری کھری باآسانی سن سکو۔

س: سسرال جانے سے پہلے کوئی اچھا سا مشورہ دیں۔

ج: ابھی سے سب کام سیکھ لو ورنہ وہاں جا کر وہی مثال ہوگی دھوبی اور......سمجھ گئی ہو ناں۔

سمعیہ سیف' سندس رفیق......عبدالحکیم

س: آپ نے مجھے دیکھ کر کانپنا کیوں شروع کر دیا؟ اس دفعہ میں زیادہ مشکل سوالات لے کر نہیں آئی' ڈریں مت۔

ج: بارہ من کی دھوبن تم جہاں قدم رنجہ فرماتی ہو وہ جگہ خود بخود ہی کانپنے لگتی ہے۔

س: آخر سب میری اتنی زیادہ تعریفیں کیوں کرتے ہیں؟

ج: کچھ زیادہ ہی خوش فہمی نہیں ہے تمہیں۔

س: آپ کو چھپکلی کا گوشت پسند ہے یا مینڈک کا؟

ج: ایمان سے میں سبزی خور ہوں یہ چیز آپ کھائیں اور ڈکار دوسری طرف منہ کر کے لیں۔

س: خواب میں آپ گدھوں کے ساتھ کیوں بیٹھی نظر آتی ہیں؟

ج: غور سے دیکھا کرو تمہارے سسرالی رشتے دار تھے سب۔

س: اپنی تعریفیں پڑھ پڑھ کر آپ کا وزن کتنے کلو بڑھ چکا ہے۔

ج: سچ بتاؤ' پچھلی بار ادھار نہیں دیا تھا اس لیے غصہ ہو' ہوتی رہو جل بھن کر کوئلہ بن جاؤ۔

ناز......کوٹ ادّو

س: مجھے نہ کرسی پر بیٹھنا ہے اور نہ ہی زمین پر مجھے تو وہاں بیٹھنا ہے جہاں شمائلہ آنٹی محبت بانٹ رہی ہیں۔

ج: یعنی ڈھکے چھپے الفاظ میں تم بھی ادھار مانگ رہی ہو۔

س: آنی محبت میں اظہار کا بہترین طریقہ بتایئے؟

ج: فیڈر بنا کر بھیج دو' اگر سمجھ دار ہوا تو اپنی اماں کو بھیجے گا ورنہ فیڈر پی کر ڈکار لے گا۔

س: آنی یہ مرد حضرات اتنے جھوٹ کیوں بولتے ہیں؟

ج: انہیں زیب دیتا ہے' اب ہم جھوٹ بولتی اچھی لگیں گی بھلا' ہماری عمر نہیں بڑھ جائے گی۔

س: اچھا آنی میرے لیے کوئی نصیحت جو زندگی کے ہر موڑ پر یاد آئے؟

ج: پہلے اپنی اماں کی نصیحتوں پر عمل کرو بی بی وہی کافی ہیں تمہارے لیے۔

عقیلہ رضی......فیصل آباد

س: آنی مارچ میں ہماری شادی ہے' آپ آ رہی ہیں نا؟ کون سا گفٹ لے کر آئیں گی؟

ج: دس پانچ روپے میں جو چیز آئی لے آؤں گی باجی۔

س: آنی میں نے آپ کے بال چرائے تھے کیا جو آپ نے مجھے جعلی بالوں والی بولا۔

ج: میرے بال اصلی ہیں آپ اپنے بالوں کی فکر کریں جو کرنٹ کی وجہ سے اکڑ گئے ہیں' کہیں تو نئی وگ بھیجوں۔

س: دس سال آپ سے چھوٹی ہوں اندازہ لگاؤ اپنی اور میری عمر کا۔

ج: اچھا مجھ سے دس سال چھوٹی ہو پھر بھی شادی کرنے چلی ہو' میری تو ابھی منگنی بھی نہیں ہوئی باجی۔

آپ کی صحت

ہومیو ڈاکٹر ہاشم مرزا

محمد رؤف فیصل آباد سے لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب میں شدید قبض میں مبتلا رہتا ہوں برائے مہربانی میرے لیے کوئی دوا تجویز کریں۔

محترم آپ HYDRASTIS-3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پی لیں ان شاءاللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔

محمد ابوبکر جتالہ فیصل آباد سے لکھتے ہیں کہ مجھے بہت سارے مسائل ہیں ایکنی کا مسئلہ ہے میرے چہرے پر بہت زیادہ دانے نکلتے ہیں دانے موٹے ہوتے ہیں جو ہاتھ لگانے سے بہت درد کرتے ہیں خون اور پیپ نکلتی ہے بعد میں داغ چھوڑ جاتے ہیں۔ معدہ بھی اکثر خراب رہتا ہے ایلوپیتھک میڈیسن استعمال کی 4 ماہ مگر افاقہ نہ ہوا میں بہت پریشان ہوں اس کا علاج بتادیں۔

محترم آپ GRAPHITES-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے آدھا گھنٹے پہلے پیا کریں اور چہرے پر ہاتھ نہ لگائیں دانوں پر ہاتھ لگانے سے گریز کریں ان شاءاللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔

امید سحر جناح ٹاؤن میاں چنوں سے لکھتی ہیں کہ میری نظر کمزور ہے عینک نہیں لگانا چاہتی اس کا علاج بتادیں اور ہم بہن بھائیوں کی آنکھوں کے نیچے حلقے ہیں اس کا حل بتادیں میں نے آپ کا ہیئر گروور بھی استعمال کیا ہے بال گرنا تو بند ہوگئے لیکن دوشاخہ ٹھیک نہیں ہوئے سفید بھی ہورہے ہیں برائے مہربانی کوئی حل بتادیں اور مجھے ہیئر گروور کی کتنی بوتلیں استعمال کرنا پڑیں گی یہ بھی ضرور بتائیں۔

محترمہ آپ CENERARIA EYE DROPS روزانہ آنکھوں میں ڈالا کریں اور ACID FLOUR-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اس کے ساتھ HAIR GROWER کا استعمال جاری رکھیں۔

فاطمہ شہزادی ڈڈیال آزاد کشمیر سے لکھتی ہیں کہ میری عمر بیس سال ہے پہلا مسئلہ سیلان کا ہے۔ جس کی وجہ سے کمر میں درد رہتا ہے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے بال پہلے بہت زیادہ گھنے تھے مگر اب مسلسل گر رہے ہیں تیرا مسئلہ نسوانی حسن ہے نہ ہونے کے برابر ہے برائے مہربانی مجھے کوئی دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ BORAX-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور بالوں کے لیے مبلغ 1300 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں HAIR GROWER اور BREAST BEAUTY آپ کے گھر پہنچ جائے گا طریقہ استعمال اس پر لکھا ہوگا اور منی آرڈر فارم کے لاسٹ میں ہیئر گروور اور بریسٹ بیوٹی ضرور لکھیں ان دونوں کے استعمال سے ان شاءاللہ آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

صبا حسن سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ میری بھانجی کی عمر سترہ سال ہے اس کو ماہواری ٹائم پر نہیں آتی کبھی دو ماہ لیٹ کبھی تین ماہ لیٹ کافی علاج کرایا مگر افاقہ نہیں ہوا اور جب ماہواری آتی ہے تو درد شدید ہوتا ہے۔ وہ موٹی ہوگئی ہے اس کا علاج بتادیں۔

محترمہ SENECIO-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں ان شاءاللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔

ریحانہ حیدر مانسہرہ سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر براؤن تل ہیں میں نے آپ کی تجویز کردہ THUJA-200 استعمال کی ایک ماہ مگر کوئی خاص فرق نہیں پڑا کوئی اور دوا بتادیں جس سے جلدی فائدہ ہو۔

محترمہ آپ THUJA-200 کا استعمال ابھی جاری رکھیں تقریباً تین ماہ کا کورس کریں تب آپ کو ان شاءاللہ آرام آئے گا اور اسی دوا کو تلوں پر بھی لگائیں۔

سلمیٰ جبیں شادیوال سے لکھتی ہیں کہ آپ کی تجویز کردہ برتھ کنٹرول کی دوا استعمال کی تھی اس کے بعد ماہواری نہیں آئی میں بہت فکر مند ہوں میری عمر بیالیس سال ہے کوئی دوا بتائیں کہ ماہانہ نظام درست ہوجائے۔

محترمہ آپ PULSA TILLA-3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں ویسے آپ کی عمر کے مطابق ماہانہ نظام کا سلسلہ بند ہونے والا ہے۔ اس کا بھی امکان ہے کہ آپ کو ایک دو دفعہ ہونے کے بعد مستقل بند ہوجائے۔

ساجد قریشی تربیلہ سے لکھتے ہیں کہ میرا ہاضمہ کا نظام درست نہیں ہے دوسرا بوقت خاص بیوی مطمئن نہیں ہوتی۔

محترم آپ SELENIUM-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

آرزو نورین عارف والا سے لکھتی ہیں کہ میری بہن ہیئر گروور استعمال کررہی ہے بال بھی نئے نکل رہے ہیں مگر سفید ہو رہے ہیں اس کا کوئی حل بتائیں۔

محترمہ آپ JABORANDI (Q) کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔ HAIR GROWER کا استعمال بھی جاری رکھیں ان شاءاللہ آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

ایمان پشاور سے لکھتی ہیں کہ میں ایفروڈائٹ استعمال کر رہی ہوں کوئی خاص فرق نہیں پڑ رہا ماہانہ اخراج بھی کئی کئی ماہ بعد ہوتا ہے اس کا بھی کوئی معقول علاج بتائیں۔

محترمہ آپ OLIUM JACC-3 کی ایک ایک گولی تینوں وقت کھانے سے پہلے کھایا کریں اور ایفروڈائٹ کا استعمال بھی جاری رکھیں۔ آپ کا ہارمونز کا مسئلہ ہے اس لیے بال ختم ہونے میں دیر لگ رہی ہے مگر اللہ سے اچھی امید رکھیں ان شاء اللہ بال ختم ہوجائیں گے۔

فرحت کراچی سے لکھتی ہیں کہ میں ایفروڈائٹ کا استعمال کر رہی ہوں میری تھوڑی کے بال بالکل ختم ہو چکے ہیں مگر ہونٹ کے اوپر کے بال ابھی تھوڑے بہت نکلتے ہیں۔

محترمہ آپ APHRODITE کا استعمال بالوں کے مکمل خاتمے تک جاری رکھیں۔

صائمہ سکندر سومرو حیدر آباد سے لکھتی ہیں کہ میرا خط شائع کیے بغیر دوا تجویز فرمائیں۔

محترمہ آپ COROTALUS HORRD-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔ شوہر کو ACID PHOS-3X کے پانچ قطرے تینوں وقت کھانے سے پہلے دیں اور اپنی کزن کو GRAPHITES-30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ دیا کریں۔

والدہ مہوش لاہور سے لکھتی ہیں کہ اپنا اور اپنی بیٹی کا مکمل حال تحریر کر رہی ہوں بہت پریشان ہوں بیماری جان نہیں چھوڑتی۔

محترمہ آپ کی بیماریاں ایسی ہیں کہ معائنے کے بغیر علاج نہ ممکن ہے بہتر یہ ہے کہ آپ کسی اچھے مقامی ہومیو پیتھک ڈاکٹر سے رجوع فرمائیں۔

عائشہ حافظ آباد سے لکھتی ہیں کہ چہرے پر بہت زیادہ داغ دھبے اور جھائیاں ہیں خون کی کمی ہے دانے نکلتے ہیں دوا بتا دیں۔

محترمہ آپ BERBARIS AQI-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

ارم فاطمہ نوشہرہ ورکاں سے لکھتی ہیں کہ میری عمر بیس سال ہے مجھے مثانے سے کینسر شروع ہوا تھا اب ہڈیوں کو بھی لگ چکا ہے ڈاکٹروں نے آپریشن اور شعاعوں سے علاج کیا ہے لیکن بالکل آرام نہیں آیا پیٹ میں بہت زیادہ درد ہوتا ہے انجیکشن سے وقتی آرام آتا ہے ایک دو گھنٹے کے لیے پھر وہی حال میرے اس مرض کے لیے کوئی دوا بتا دیں اللہ آپ کا بھلا کرے آپ کا بہت احسان ہوگا۔

محترمہ آپ CARCENOCIUM 200 کے پانچ قطرے روزانہ رات سوتے وقت پیا کریں۔

فرح منشاء جوریاں سے لکھتی ہیں کہ میری عمر اٹھارہ سال ہے میں روز بروز موٹی ہوتی جا رہی ہوں چہرے پر کبھی کبھار دانے نکلتے ہیں جسم ٹائٹ نہیں ہے۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA BARRY (Q) کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

منظور فاطمہ جوریاں سے لکھتی ہیں کہ مجھے سیلان کی شکایت ہے پیٹ میں سوزش اور گیس کا مسئلہ ہے جس کی وجہ سے آنکھوں اور دماغ میں بہت درد ہوتا ہے قبض کا مسئلہ ہے۔

محترمہ آپ BORAX-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور NUX VOM-200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن رات سوتے وقت پیا کریں۔

زینب فاطمہ ساہیوال سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر تل ہیں اور میری نظر کمزور ہے میری عمر اٹھارہ سال ہے میرا قد بھی چھوٹا ہے۔

محترمہ آپ THUJA-200 کے پانچ پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور اسی دوا کو تلوں پر لگائیں اور آنکھوں میں SENERARIA EYE ڈراپس روزانہ رات کے وقت آنکھوں میں ڈالیں اس کے علاوہ قد بڑھانے کے لیے CALC PHOS 6X کی 4 گولی تین وقت کھانے سے پہلے کھائیں اور BARIUM CARB-200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن ایک بار پیا کریں۔

پریان تبسم ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ میری ہڈیاں کمزور ہیں اور سیلان کی پرانی شکایت ہے۔

محترمہ آپ CALC PHOS 6X کی چار چار گولی تینوں وقت کھانے سے پہلے کھالیا کریں۔

نور الہدیٰ ارشد سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ جب موسم سرما شروع ہوتا ہے تو میرے پاؤں کی انگلیاں سوجھ جاتی ہیں ان میں پیپ پڑ جاتی ہے سرخ ہو جاتی ہیں خارش اور درد ہوتا ہے چلنا پھرنا دشوار ہو جاتا ہے پاؤں زمین پر نہیں رکھ سکتی کافی علاج کرایا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا تو پھر آپ سے رجوع کیا ہے اس امید پر کہ آپ میری مدد کریں گے اس کے علاوہ میرا مسئلہ یہ ہے کہ جب تاریخ آتی ہے مینسز کے دوران بہت سخت درد ہوتا ہے متلی ہوتی ہے اور بعض اوقات قے بھی ہو جاتی ہے عمر 22 سال غیر شادی شدہ۔

محترمہ آپ PETROLIUM-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور PULSATILLA-200 کے پانچ قطرے

آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک مرتبہ پیا کریں۔

عمر نویہ ٹیک سنگھ سے لکھتے ہیں کہ ہر دوسرے، تیسرے دن سوتے میں کپڑے خراب ہوجاتے ہیں یہ بیماری اپنے ہاتھوں سے پیدا کردہ ہے بہت پریشان ہوں کوئی مناسب علاج بتائیں۔

محترم آپ STAPHISAGRIA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

کامران خان بستی بزدار سے لکھتے ہیں کہ میری بیٹی جس کی عمر اکیس سال ہے وہ بہرے پن کا شکار ہے اس کا علاج بتادیں۔

محترم آپ کسی کان کے ماہر ڈاکٹر سے رجوع کریں۔

اقراء عمر جڑانوالہ سے لکھتی ہیں کہ مجھے شدید نزلہ رہتا ہے آنکھوں سے بھی پانی بہتا ہے دوسرا مسئلہ میری بہن کا ہے اسے گوشت کھانے سے الرجی ہے۔

محترمہ آپ ALLIUM CEPA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور بہن کو NUX VOMICA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے دیں۔

شوکت علی فیصل آباد سے لکھتے ہیں کہ مجھے شدید قبض ہے برائے مہربانی کوئی دوا بتادیں۔

محترمہ آپ OPIUM-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

غضنفر علی سرگودھا سے لکھتے ہیں کہ میری بیٹی کو تین سال کی عمر میں بال خورہ ہوا تھا سالوں گزر گئے کسی علاج سے صحیح نہیں ہوا۔ پورے سر کے بال ختم ہوگئے اب بچی کی عمر سولہ سال ہوچکی ہے کسی نے آپ کے ہیئر گروور کے متعلق بتایا ہیئر گروور کی دو بوتلیں استعمال کرچکے ہیں ماشاء اللہ بچی کے سر پر اچھے خاصے بال آگئے ہیں ابھی مزید کتنی بوتلیں استعمال کرنا ہوں گی کہ بال لمبے اور گھنے ہوجائیں۔

محترم آپ ہیئر گروور کا استعمال جاری رکھیں وقت کے ساتھ ساتھ بال لمبے اور گھنے بھی ہوجائیں گے۔

نوشین مشتاق جوئیہ لودھراں سے لکھتی ہیں کہ ہم ایفروڈائٹ استعمال کررہے ہیں سارے جسم پر اور چہرے پر بال ہیں اور گھنے ہیں جسم کی تھریڈنگ نہیں کرسکتے برائے مہربانی کوئی کھانے کی دوا بھی بتائیں۔

محترمہ آپ OLIUM JACC-3X کی ایک ایک گولی تینوں وقت کھانے سے پہلے لیا کریں اور APHRODITE کا استعمال جاری رکھیں بال چھوٹے اور پتلے ہوتے جائیں گے پھر نکلنے بند ہوں گے۔

شاذ وسیم کراچی سے لکھتی ہیں کہ مجھے ماہواری کے نظام میں ہمیشہ سے بے قاعدگی رہتی ہے اور اب سیلان کی بھی شکایت ہے پیٹ پر سوجن اور قبض کی شکایت ہے برائے مہربانی اس کا علاج بتادیں اور دوسرا مسئلہ بہن کا ہے اس کی عمر تینتیس سال ہے اس کا بھی ماہواری نظام ٹھیک نہیں اور سیلان بہت زیادہ ہورہا ہے اس کا علاج بتادیں۔

محترمہ آپ دونوں SEPIA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ ان شاء اللہ آپ دونوں کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

جویریہ کھاریاں سے لکھتی ہیں کہ خط شائع کیے بغیر جواب دیں۔ محترمہ آپ ORIGANUM-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

ش ن شور کورٹ سے لکھتی ہیں کہ میرا خط شائع کیے بغیر علاج بتادیں۔

محترمہ آپ ORIGANUM-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں قوت ارادی سے بھی کام لیں اپنے آپ کو روکیں اور شوہر کو خوش رکھا کریں۔

زینت فیصل سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج تجویز فرمائیں۔

محترمہ آپ BERBARIS AQI (Q) کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور GRAPHITE-200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن پیا کریں۔

بنت محمد اسلم جمبر کلاں قصور سے لکھتی ہیں کہ آپ نے جو دوائیں میرے لیے تجویز کی ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر عطا فرمائے یہ بھی بتادیں کہ یہ دوائیں پاکستانی ہونی چاہیے یا جرمنی کی۔

محترمہ آپ دوائیں ہمیشہ ڈاکٹر شوابے جرمنی کی استعمال کریں ان شاء اللہ مفید ثابت ہوں گی۔

ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا۔

صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے فون نمبر 021-36997059 ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان نمبر C-5 کے ڈی اے فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن نمبر 2، سیکٹر B-14 نارتھ کراچی 75850

خط لکھنے کا پتا

آپ کی صحت ماہنامہ آنچل کراچی پوسٹ بکس 75 کراچی۔

کام کی باتیں

حنا احمد

حسن کی نگہداشت

حسن کی نگہداشت کے لیے آلو بے حد مفید ہے۔ کھانے میں تو ہفتے میں ایک دو بار اس کا استعمال ہو ہی جاتا ہے۔ چہرے کے داغ دھبوں کے لیے بھی اس کا استعمال مفید ہے۔ آلو یا آلو کا رس چہرے پر ملنے سے یہ دھبے دور ہو جاتے ہیں اور رنگت بھی نکھر تی ہے۔ اگر آلو کے قتلے کاٹ کر آنکھوں پر لگا کر چند منٹ لیٹ جائیں تو اس سے آنکھوں کے گرد حلقے دور ہو جاتے ہیں اور تھکن بھی دور ہوتی ہے۔ چہرے کی صفائی کے لئے ایک آلو کدو کش کر کے لیموں کا رس، جو کے آٹے اور دودھ میں ملا کر چہرے پر لگائیں یہ ایک بہترین فیس ماسک ہے۔ اس سے چہرے پر تازگی پیدا ہوگی اور صفائی کے بعد چہرہ بھی نکھر جائے گا۔

پودینہ بھی حیرت انگیز فوائد کا حامل ہے۔ یہ نظام ہاضمہ کے لیے بہت مفید ہے۔ اکثر نظام ہاضمہ کی خرابی سے چہرے پر دانوں اور مہاسوں کی شکایت ہوتو پودینے کو کھانے پینے کی اشیاء میں زیادہ سے زیادہ استعمال کریں یہ شکایت نہیں رہے گی۔ تازہ پودینے کا پیسٹ بنا کر روزانہ رات کو چہرے پر استعمال کرنے سے دانے اور خشکی دور ہو جاتی ہے نیز پودینے کے رس کو ایگزیما سے متاثرہ جلد پر لگانے سے بھی حیرت انگیز نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

گاجر میں وٹامن اے موجود ہوتا ہے جو جلد اور بالوں کے لیے بہترین وٹامن ہے اس لیے سردیوں میں عام مشروبات کے برعکس گاجر کا جوس زیادہ سے زیادہ استعمال کریں اس سے خون بھی صاف بنتا ہے اور آنکھیں بھی چمک دار ہوتی ہیں ساتھ ہی بینائی بھی تیز ہوتی ہے۔ گاجر کا عرق چہرے پر لگانے سے چہرہ صاف اور چمک دار ہو جاتا ہے۔ چہرے کی تازگی کے لیے گاجر کو کدو کش کر کے ایک چھوٹا چمچہ شہد روغن بادام کے چند قطرے اور تھوڑا سا گندم کا آٹا ملا کر مساج کریں۔ دس سے پندرہ منٹ بعد نیم گرم پانی سے چہرہ دھولیں۔ چہرہ شاداب ہو جائے گا۔

(حریم فاطمہ......کراچی)

بالوں کی حفاظت کے لیے

سکا کائی، ریٹھہ اور آملہ تینوں ہم وزن لیں اور باریک پیس لیں پاؤڈر سا بنا لیں۔ اس پاؤڈر کو نہانے سے ایک گھنٹہ پہلے تھوڑے سے پانی میں ملا کر بقدر ضرورت ملا کر پیسٹ بنالیں اور صرف بالوں کی جڑوں پر لگائیں اور پھر دھولیں۔ اس سے آپ کے بال گرنا بند ہو جائیں گے اور سیاہ نرم وملائم اور گھنے ہو جائیں گے تقریباً ایک ماہ روزانہ استعمال کریں اور شیمپو ہرگز استعمال نہ کریں۔

انڈوں کے تیل کی مالش کرنے سے بال گرنا بند ہو جاتے ہیں۔ آزمائش شرط ہے۔

جن کے بال روکھے پھیکے اور بے جان ہوں وہ ایک انڈے میں ایک چمچ تیل اور ایک چمچ لیموں کا رس (لیمن جوس) ڈال کر مکسچر بنالیں اور بالوں پر لگائیں اور آدھے گھنٹے بعد دھو لیں اس سے بال چمک دار نرم اور ملائم ہو جائیں گے اور روکھا پن دور ہو جائے گا۔

نہانے کے بعد بالوں کو کبھی نہ جھٹکیں ورنہ بال دومونہے ہو جاتے ہیں اور فوراً کنگھا بھی نہ کریں اور نہ رگڑیں اس وقت بال کمزور ہوتے ہیں ان کے ٹوٹنے کا خدشہ ہوتا ہے۔

(اریبہ منہاج......کراچی)

روزانہ صبح ایک ٹماٹر کھالینے سے قبض دور ہو جاتا ہے۔

گل دان میں پھولوں کو تازہ رکھنے کے لیے پانی میں ایک کوئلہ ڈال کر پھول دان میں ڈال دیں۔

نیم گرم پانی میں نمک گھول کر اس میں پلاسٹک کے برتن دھوئیں۔ برتن نئے معلوم ہوں گے۔

کپڑوں کو نیل کے دھبوں سے بچانے کے اور ان میں چمک کے لے نیم گرم پانی میں دو یا تین چمچ نمک ڈال کر نیل ملائیں اور کپڑے بھگودیں۔

تیل یا گھی میں پانی پڑ جائے تو اس تیل کو گرم کرتے ہی فوراً ایک چٹکی نمک یا میدہ ڈال دیں تو تیل کے چھینٹے نہیں اچھلیں گے۔

(حنا مہر......کوٹ ادو)

☆ بالوں کو خوب صورت بنانے کے لئے ناریل کا خالص تیل ایک پاؤ، تل کا تیل ایک پاؤ یا چھٹانک، روغن بادام آدھی چھٹانک، کسٹرآئل دو چھٹانک ان سب کو ملا کر رکھ دیں اور سوتے وقت روزانہ اس تیل سے مساج کریں۔ اس سے سر کے بال مضبوط ہوتے ہیں۔

☆ ہفتے میں ایک بار چہرے پر انڈے کی سفیدی میں لیموں نچوڑ کر اس کا رس ملا کر لگائیں۔ یہ ماسک چہرے پر دس منٹ لگا رہنے دیں پھر عرق گلاب سے چہرہ دھولیں' چھائیاں ختم ہوجائیں گی۔

☆ ادرک چھیل کر چہرے پر ملنے سے رنگت گوری ہوتی ہے اور کیل مہاسے اور داغوں سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔

☆ آملے' ریٹھے' سیکا کائی کو برابر مقدار میں لے کر ہاون دستہ میں پیس لیں اور ہر بار جب سر دھوئیں دہی میں ملا کر سر میں جڑوں تک لگائیں۔ سوکھنے پر سر دھولیں اور شیمپو کا استعمال ہرگز نہ کریں۔ اس سے بال نرم' ملائم' چمکدار' گھنے لمبے اور سفید بال سیاہ ہوجائیں گے۔

☆ گاؤزبان کے پتے لیں اور ان کو لکڑی والے چولہے پر جلالیں اور اس کی راکھ کو ایک ڈبیہ میں رکھ لیں اور شدید کھانسی میں تھوڑی سی مقدار ایک انگلی شہد کے ساتھ ملا کر چاٹ لیں۔ شدید سے شدید کھانسی میں آرام ملے گا۔

☆ بالوں کو نرم کرنے کے لیے سرکہ' کسٹر آئل' شیمپو' ڈابر آملہ کو مکس کر کے بالوں کی مانگ میں لگائیں اور چالیس منٹ تک لگا رہنے دیں۔ اس کے بعد اس شیمپو سے جس پر لکھا ہو فوری ڈرائیر ہیئر سے بال دھودیں۔ بال نرم ہوں گے۔

☆ گرتے بالوں کو روکنے کے لیے پیاز کا رس' شہد' سرسوں کا تیل' میتھی اور چار ٹکڑے لہسن لے کر مکس کریں اور بالوں میں لگانے سے بال گرنے سے رک جائیں گے۔

☆ کچے دودھ میں بیسن ملا کر لگائیں بال چمکدار ہوں گے۔

(ہالہ اینڈ عائشہ سلیم......اورنگی کراچی)

⌘ انگلیوں پر کیلے کے چھلکے رگڑنے سے سیاہی کے داغ دھبے دور ہوجاتے ہیں۔

⌘ رات کو سونے سے پہلے ہاتھوں پر لیموں یا لیموں کا رس ملنے سے سیاہ جلد گوری ہوجاتی ہے۔

⌘ ایک چمچہ لیموں کا عرق' ایک گرم پیالہ پانی یا بھینس کا گرم دودھ ملا کر اس میں ناخن دھونے سے ناخنوں کی رنگت خوب صورت اور داغ ختم ہوجاتے ہیں۔

⌘ جوتا پہننے سے پہلے پاؤں کے تلوؤں پر پسی ہوئی پھٹکری لگانے سے پاؤں میں پسینہ نہیں آئے گا۔

⌘ کمزور لوگ اگر روزانہ دس دانے انجیر کھالیا کریں تو دبلا پتلا جسم بھرنے لگے گا۔

⌘ پیاز کا رس نکال کر اسے خارش والی جگہ پر لگانے سے آہستہ آہستہ خارش ختم ہوجائے گی۔

⌘ کدو کے بیج کے مغز نصف تولہ میں تھوڑی سی مصری ملا کر کھائیں تو بے خوابی کا مرض دور ہوجائے گا۔

⌘ رات کو سوتے وقت پلکوں پر روغن زیتون لگانے سے پلکیں لمبی ہوتی ہیں۔

⌘ کھانا کھانے کے بعد تھوڑی سی اجوائن پانی کے ساتھ کھانے سے موٹاپا آہستہ آہستہ کم ہوجاتا ہے۔

⌘ صبح سویرے پودوں پر پڑے شبنم کے قطروں کو کسی برتن میں اکٹھا کرنے کے بعد چہرے پر روئی کی مدد سے لگانے سے رنگت نکھر آتی ہے اور چہرے پر چمک دمک پیدا ہوتی ہے۔

⌘ چہرے کے باریک دانوں کے لیے رات کو سونے سے پہلے آدھا کپ نیم گرم پانی میں ایک چمچہ بورک ایسڈ ڈال کر روئی کی مدد سے سرخ دانوں پر لگائیں۔ خشک ہونے پر چہرہ پانی سے دھولیں۔

⌘ مازو پھل کو کوٹ کر پیس لیں اس کے بعد باریک کر کے کپڑے سے چھان لیں اور پانی ڈال کر گاڑھا لیپ بنا کر ہونٹوں پر لگانے سے موٹے ہونٹ پتلے ہوجائیں گے۔

⌘ کان میں پانی پڑجائے تو کوئی دوا ہرگز استعمال نہ کریں بلکہ الٹے پاؤں چلیں کان سے پانی نکل جائے گا۔

⌘ چقندر کو چھیل کر اس کا پانی نچوڑ لیں اور پھر یہ پانی ناک میں چھڑکیں۔ آنکھوں میں یرقان کے باعث پیدا ہونے والی زردی ختم ہوجائے گی۔

⌘ خشک بالوں کو صابن کی بجائے سرسوں کی کٹی ہوئی کھل بھگو کر چھان لیں اور پھر اس سے بال دھوئیں تو بال ملائم ہوجائیں گے۔

⌘ سر دھونے سے آدھا گھنٹہ قبل دہی اچھی طرح بالوں کو لگا کر پھر سر دھوئیں تو اس سے بھی بال ملائم ہوجاتے ہیں۔

⌘ چار ماہ تک مولیاں روز کھانے سے بال گرنا بند ہوجاتے ہیں اور نئے بال پیدا ہونے لگتے ہیں۔

⌘ کچھ ریٹھے لے کر انہیں رات کو پانی میں بھگو کر رکھ دیں صبح اٹھ کر اس پانی سے سر دھوئیں بال مضبوط اور کالے ہوجاتے ہیں۔

(جویریہ ضیاء......ملیر کراچی)